بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفسیر

روح القرآن

مع

تفسیر جلالین

اردو ترجمہ جلالین

فقیہ اعظم حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانیؒ

مفتی اول دار العلوم دیوبند

حاشیہ و اردو تفسیر

حضرت مولانا مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی

جامعہ دار السلام مالیر کوٹلہ

فیصل پبلیکیشنز دیوبند



تفسیر

روح القرآن

مع

تفسیر جلالین

اردو ترجمہ جلالین

فقیہ اعظم حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن عثمانیؒ

مفتی اول دار العلوم دیوبند

حاشیہ و اردو تفسیر

حضرت مولانا مفتی فضیل الرحمن ہلال عثمانی

جامعہ دار السلام مالیر کوٹلہ پنجاب

جلد ہفتم (پارہ عم)

فیصل پبلیکیشنز دیوبند

Tafseer Roohul Quraa'n
ma'
Tafseer Jalalain

روح القرآن
مع
تفسیر جلالین

Edition :2012

Volume : 7
Para : Umm

Pages : 436

حضرت مولانا مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی

جامعہ دارالسلام مالیر کوٹلہ پنجاب

Published By

FAISAL PUBLICATIONS

Jama Masjid Deoband.247554 UP
Phone :01336-224110,8439971786,Fax.223339
e-mail:faisalpublications@gmail.com

فہرست مضامین تفسیر رُوح القرآن پارہ نمبر ۳۰ جلد نمبر ۷

پارہ نمبر ۳۰

عمّ

۷۸

اَلنَّبَا

ترتیب تلاوت	۷۸	ترتیب نزول	۸۰
مکی / مدنی	مکی	تعداد رکوعات	۲
تعداد آیات	۴۰	تعداد الفاظ	۱۷۳
تعداد حروف	۸۰۱		

○ اس سورت کی دوسری آیت "عَنِ النَّبَإِ الْعَظِيمِ" میں لفظ "اَلنَّبَا" کو اس سورت کا نام قرار دیا گیا ہے۔ "نبا" کے معنی اہم خبر کے ہیں جس سے مراد قیامت اور دوبارہ اٹھائے جانے کی خبر ہے۔ یہ اس سورت کا نام بھی ہے اور اس کے مضمون کا عنوان بھی۔ کیونکہ پوری سورت میں قیامت اور آخرت پر بحث کی گئی ہے۔

○ سورۃ مرسلت کے تعارف میں بتایا گیا تھا کہ سورۃ قیامہ سے لے کر سورۃ نازعات تک ان سب سورتوں کا مضمون ایک دوسرے سے ملتا جلتا ہے۔ اور ایک ہی مضمون کو مختلف انداز میں ذہن نشین کرایا گیا ہے۔

ان سورتوں کے مضمون سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ مکہ مکرمہ کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی ہیں۔

○ اس سورت کے شروع کی پانچ آیتوں میں ان لوگوں کو خبردار کیا گیا ہے جو قیامت کی خبر سن کر اس کا مذاق اڑاتے تھے۔ ان کے خیال میں قیامت کا واقعہ اور اس کے واقع ہونے کی خبر کسی سنجیدہ غور وفکر کی مستحق نہیں تھی۔ ان کو بتایا گیا ہے کہ وہ وقت دور نہیں کہ جب قیامت ایک حقیقت کی صورت میں ان کے سامنے ہوگی اور تمام انسان فرماں روائے کائنات کے حضور میں جواب دہی کے لئے پیش ہوں گے۔

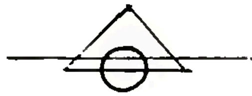
قرآن جن حقائق کو تسلیم کرنے پر زور دیتا ہے ان میں ایک اللہ کی وحدانیت، دوسرے پیغمبروں کا برحق ہونا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری اور سچا رسول ہونا اور تیسرے قیامت کا برحق ہونا۔ مکی آیات میں ان تینوں سچائیوں کو مختلف پیرائے میں سمجھایا گیا ہے۔

○ سورت کے دوسرے حصے میں اللہ کی قدرت، اس کی ربوبیت کی نشانیاں بیان کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ موت کے بعد زندگی ممکن ہی نہیں بلکہ اللہ کی یہ نشانیاں اس بات کی گواہی دیتی ہیں کہ ایک دن ایسا ضرور ہونا چاہیئے جب انسانوں کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ ملے گا۔ کیوں کہ یہ اللہ کی ربوبیت اور اس کی حکمت کا عین تقاضا ہے۔

○ سورت کے تیسرے حصے میں جو آیت نمبر ۱۷ سے شروع ہوتا ہے یہ بتایا گیا ہے کہ قیامت اپنے وقت پر آئے گی۔ اس روز آسمان وزمین کے نظام میں ایک انقلاب برپا ہو جائے گا۔ دنیا کے آغاز سے لے کر جتنے انسان پیدا ہوئے اور مرے ان سب کو دوبارہ زندہ کر کے اللہ تعالیٰ میدانِ حشر میں جمع کرے گا وہ اللہ کی عدالت میں پیش ہوں گے۔

پھر بتایا گیا کہ سرکشوں کا کیا انجام ہوگا اور جنھوں نے اللہ سے ڈر کر زندگی گذاری ان کے اعمال کا کیا نتیجہ سامنے آئے گا۔

○ سورت کے آخیر میں اللہ کی عدالت میں حاضری کی تصویر کھینچی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ تنبیہ کے باوجود جن لوگوں نے رب کا راستہ اختیار نہیں کیا وہ پچھتائیں گے اور یہ کہیں گے کہ کاش وہ دنیا میں پیدا ہی نہ ہوتے۔ آج جس دنیا پر وہ لٹو ہو رہے ہیں اس دنیا میں پیدا ہوئے اور زندگی گذارنے پر ان کا یہ احساس سامنے آئے گا کہ کاش ہم پیدا ہی نہ ہوتے، کاش ہم مٹی ہوتے۔



آیاتہا ۴۰	سُوْرَةُ النَّبَا مَكِّيَّةٌ ۷۸ = ۸۰	رکوعہا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے جو بہت مہربان رحم کرنے والا ہے۔

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ①

عَمَّ	يَتَسَآءَلُوْنَ
کیا۔کس	آپس میں پوچھتے ہیں

لوگ آپس میں کس کے بارے میں پوچھتے ہیں۔؟

سُوْرَةُ النَّبَا مَكِّيَّةٌ
اِحْدٰى وَاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
① عَمَّ عَنْ اَيِّ شَيْءٍ يَتَسَآءَلُوْنَ ○ يسأل بعض قريش بعضا

سورہ نبا مکی ہے .... اس میں اکتالیس ۴۱ آیتیں ہیں۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم شروع اللہ کے نام سے جو بہت بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے۔

① عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ الَّذِیْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ الخ قریش باہم ایک دوسرے سے کس چیز کا سوال کرتے ہیں۔

---

① یہ لوگ کس چیز کے بارے میں پوچھ گچھ کررہے ہیں؟

سوالیہ انداز میں گفتگو کا آغاز کرنا قرآن پاک کا بڑا مؤثر انداز ہے۔ اس طرح بات شروع کرنے سے سننے والے پوری طرح متوجہ ہوجاتے ہیں۔

یہ لوگ کس بات کی کھوج لگانے اور کس چیز کی تحقیق و تفتیش میں مشغول ہیں۔ کس چیز کے بارے میں پوچھ گچھ کررہے ہیں۔ کیا ان میں اتنی استعداد ہے کہ زیادہ سوال کرنے سے وہ بات ان کی سمجھ میں آجائے گی ــــــ ہرگز نہیں۔

○ یہ لوگ جو بطور مذاق پیغمبر اور مومنین سے سوالات کرتے ہیں کہ اں صاحب وہ قیامت کب آئے گی! اتنی دیر کیوں ہورہی ہے؟ آ کیوں نہیں جاتی؟ ــــ جانتے ہو یہ کس چیز کی نسبت سوال کررہے ہیں، یہ پہ می گوئیاں محفلوں میں کس چیز کے بارے میں ہورہی ہیں۔

عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ۝۲ الَّذِىْ هُمْ فِيْهِ

فِيْهِ	هُمْ	الَّذِىْ	النَّبَاِ الْعَظِيْمِ	عَنِ
اس میں	وہ	جو - جس	خبر بڑی (قیامت)	سے (بابت)

(پوچھتے ہیں) بڑی خبر (قیامت) کی بابت جس میں وہ اختلاف

مُخْتَلِفُوْنَ ۝۳

	مُخْتَلِفُوْنَ	
	اختلاف کرتے ہیں۔	

کر رہے ہیں۔

۲ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ۝ بَيَانٌ لِذٰلِكَ الشَّىْءِ وَ الْاِسْتِفْهَامُ لِتَفْخِيْمِهٖ وَهُوَ مَا جَاءَ بِهِ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْقُرْاٰنِ الْمُشْتَمِلُ عَلَى الْبَعْثِ وَغَيْرِهٖ

۲ وہ باہم پوچھ گچھ کرتے ہیں قرآن کے احکام میں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے حشر و نشر وغیرہ کے متعلق

۳ الَّذِىْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ۝ فَالْمُؤْمِنُوْنَ يُثْبِتُوْنَهٗ وَالْكٰفِرُوْنَ يُنْكِرُوْنَهٗ

۳ کہ جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ پس اہل ایمان اس کو ثابت کرتے ہیں اور کافر اس کا انکار کرتے ہیں۔

تشریح

۲ اس بڑی خبر کے بارے میں | یہ پوچھ تاچھ، یہ سوالات، یہ چہ میگوئیاں اس بڑی خبر یعنی قیامت اور روزِ جزا کے واقع ہونے کے بارے میں ہو رہی ہیں۔

قرآن نے جب یہ خبر سنائی کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ اس کائنات کا یہ سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ دنیا میں اس وقت جتنے لوگ زندہ ہوں گے سب مر جائیں گے۔ یہ قیامت کا پہلا مرحلہ ہوگا کہ چاند ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گر پڑیں گے۔ پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے، آسمان پھٹ جائیں گے اور زمین پر زندگی کا نام و نشان نہ رہے گا۔

پھر دوسرا مرحلہ آئے گا۔ دنیا کے آغاز سے لے کر قیامت تک جتنے انسان پیدا ہوئے سب اپنے اپنے ان ہی جسموں کے ساتھ دوبارہ زندہ ہوں گے۔ زمین ایک چٹیل میدان بن جائے گی۔ میدانِ حشر میں تمام نسل انسانی کو جمع کیا جائے گا یہ فیصلے کا دن اور جزا کا دن ہوگا، اللہ کی عدالت قائم ہوگی اور ہر ایک کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ ملے گا۔

جب قرآن نے یہ خبر سنائی کہ ایک دن اللہ کے یہاں جوابدہی ہونی ہے۔ لہٰذا لوگ خبردار ہو کر ذمہ دارانہ زندگی گذاریں

توحق و صداقت کا انکار کرنے والے اس کا مذاق اڑانے لگے اور اس بات کے خلاف آپس میں چہ میگوئیاں کرنے لگے اس لئے ارشاد ہوا کہ یہ لوگ کس چیز کے بارے میں پوچھ گچھ کر رہے ہیں اس بڑی خبر قیامت اور روز جزا کے بارے میں ؟۔

(۳) آخرت اور روز جزا کے متعلق خیالات کا انتشار | حق و صداقت کا انکار کرنے والے ان لوگوں کے پاس آخرت اور روز جزا کے بارے میں کوئی ٹھوس اور مضبوط عقیدہ نہ تھا ان کے خیالات میں انتشار تھا۔

○ کچھ لوگ تو ایسے تھے جو قیامت اور آخرت کے منکر تھے اور کہتے تھے کہ میاں ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ مرنے کے بعد کوئی دوبارہ زندہ ہو جب ہڈیاں گل سڑ گئیں اور ریزہ ریزہ ہو گئیں تو بھلا ان میں کیسے جان پڑ جائے گی ؟ بھلا بتاؤ کیا اگلی پچھلی ساری نسلیں اٹھ کر ایک جگہ جمع ہو جائیں گی ؟ کیا یہ بڑے بڑے جمے ہوئے پہاڑ ہواؤں میں روئی کے گالوں کی طرح اڑنے لگیں گے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ چاند سورج اور یہ ستارے سب بجھ کر رہ جائیں۔ ان کے نزدیک آخرت کا تصور کوئی معقول بات نہ تھی۔ وہ کہتے تھے کہ زندگی تو بس اسی دنیا کی زندگی ہے، مرنے کے بعد ہمیں اٹھایا نہ جائے گا۔ اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ (الانعام آیت ۲۹) (جو کچھ بھی ہے بس ہماری یہی دنیا کی زندگی ہے۔ اور ہم ہرگز مرنے کے بعد دوبارہ نہ اٹھائے جائیں گے۔)

○ حق کا انکار کرنے والوں میں کچھ ایسے بھی تھے جو نہ صرف قیامت اور آخرت کے منکر تھے بلکہ اللہ کے وجود کے بھی قائل نہ تھے اور کہتے تھے کہ دنیا کی زندگی ہی سب کچھ ہے اور یہ زندگی دینے والا کوئی اور نہیں ہے بلکہ زمانے کی گردش ہے۔ اس کے مطابق ہی یہ سارے کام انجام پا رہے ہیں —— مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا اِلَّا الدَّهْرُ (سورۃ الجاثیہ آیت نمبر ۲۴) (بس یہی ہماری دنیا کی زندگی ہے۔ ہم یہیں مرتے اور جیتے ہیں اور گردش ایام کے سوا کوئی چیز نہیں جو ہمیں ہلاک کرتی ہو)

○ ان میں وہ لوگ بھی تھے جو یہ سمجھتے تھے کہ مرنے کے بعد دوسری زندگی ممکن نہیں ہے بھلا یہ کیسے ہوگا کہ اللہ تعالیٰ مرے ہوئے انسانوں کو پھر سے زندہ کر سکے۔ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ (سورۂ یٰس آیت نمبر ۷۸) (کون ان ہڈیوں کو زندہ کرے گا جب کہ یہ بوسیدہ ہو چکی ہوں گی۔؟)

○ ایسے بھی لوگ تھے جو عیسائیوں کے خیالات سے متاثر تھے مگر یہ سمجھتے تھے کہ مرنے کے بعد جو دوسری زندگی ہوگی وہ جسمانی نہیں بلکہ روحانی ہوگی۔ لیکن یہ تمام خیالات محض اٹکل پچو باتیں تھیں ان کی پشت پر کوئی علمی اور سائنٹفک دلیل نہ تھی۔

قرآن مجید بڑے واضح انداز میں یہ بات پیش کرتا ہے کہ عمل کی جزا کے لئے ایک نیا عالم نئے نظام کے ساتھ برپا ہوگا اور وہ سب اس بات کو اندھے عقیدے (DOGMA) اور BLIND FAITH کے طور پر نہیں منواتا اس لئے کہ قرآن کی نظر میں اندھ وشواس کوئی چیز نہیں ہے۔ بلکہ قرآن اس کو عقلی دلائل آفاق و انفس کی نشانیوں کے ساتھ ایسے سائنٹفک اور دل نشین انداز میں پیش کرتا ہے کہ کسی شبہ کی کوئی گنجائش نہیں رہتی اور انسان یہ ماننے پر مجبور ہوتا ہے کہ روز جزا کا برپا کیا جانا اور اس دنیا کا ایک دن خاتمہ ہونا نہ صرف ممکن بلکہ ضروری ہے اور موجودہ سائنس بھی اس کی تائید کرتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس (جلد ۵ صفحہ ۳۹۱)

(The Encyclopaedia of Religion And Ethics, Vol. V, Page 391)

كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ④ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ⑤

كَلَّا	سَيَعْلَمُونَ	ثُمَّ	كَلَّا	سَيَعْلَمُونَ
ہرگز (نہیں)	عنقریب جان لیں گے	پھر	ہرگز (نہیں)	عنقریب جان لیں گے

ہرگز نہیں عنقریب جان لیں گے پھر ہرگز نہیں عنقریب جان لیں گے

④ كَلَّا رَدْعٌ سَيَعْلَمُونَ ○ مَا يَحِلُّ بِهِمْ عَلَى إِنْكَارِهِمْ لَهُ

④ خبردار ہو، نزدیک ہے کہ وہ جان لیں گے جو عذاب ان پر نازل ہوگا بسبب ان کے انکار کے۔

⑤ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ○ تَاكِيدٌ وَجِيءَ فِيهِ بِثُمَّ لِلْإِيذَانِ بِأَنَّ الْوَعِيدَ الثَّانِي أَشَدُّ مِنَ الْأَوَّلِ ثُمَّ أَوْمَأَ تَعَالَى إِلَى الْقُدْرَةِ عَلَى الْبَعْثِ فَقَالَ

⑤ پھر نزدیک ہے کہ وہ جان لیں گے

پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے اپنی قدرتِ حشر ونشر پر پس فرمایا۔

تشریح

④ وہ جلد اپنی موت کے ساتھ ہی جان لیں گے کہ ان کے خیالات غلط ہیں۔ جب سے دنیا بنی اور انسان نے اس دھرتی پر اپنا قدم رکھا اللہ کے پیغمبر انسانوں کو بہت کچھ سمجھاتے چلے آئے مگر لوگ اپنے اختلافات اور پوچھ تاچھ اور سوالات سے باز آنے والے نہیں۔ وہ وقت دور نہیں کہ اپنی موت کے آتے ہی یہ حقیقت ان پر کھل جائے گی کہ روزِ جزا کے بارے میں ان کی قیاس آرائیاں غلط تھیں۔ اپنی موت کے ساتھ ہی عالمِ برزخ میں وہ عالم جو قیامت تک کے لئے روحوں کا ٹھکانا ہے اس عالم میں پہنچ کر ان پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ روزِ جزا کے بارے میں ان کے خیالات غلط تھے۔ یہ ان کی غلط فہمی دور ہونے کا پہلا مرحلہ ہوگا۔ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ وہ بات جو سمجھ رہے ہیں وہ ہرگز نہیں ہے۔ حقیقت وہ عنقریب جان لیں گے۔

⑤ قیامت کا ہولناک منظر سامنے آنے پر ان کی غلط فہمی دور ہو جائے گی۔ پھر قیامت کے دن جب تمام انسانوں کو ان کے جسم سمیت دوبارہ اٹھا کر کھڑا کیا جائے گا اور وہ میدانِ حشر میں اپنی آنکھوں سے اس حقیقت کا مشاہدہ کریں گے تو وہ دن دور نہیں کہ وہ چیز حقیقت بن کر ان کے سامنے آجائے گی جس کے بارے میں یہ لوگ چہ میگوئیاں کر رہے ہیں اس وقت انھیں پتہ چل جائے گا کہ رسول کی خبریں سچی تھیں۔

ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ۔ یہ بات جو وہ سمجھ رہے ہیں۔ ہرگز ایسا نہیں ہے۔ قیامت کے مناظر سامنے آنے پر وہ یہ حقیقت پھر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔



اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۙ﴿۶﴾ وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ﴿۷﴾

اَوْتَادًا	وَّ الْجِبَالَ	مِهٰدًا	الْاَرْضَ	نَجْعَلِ	اَلَمْ
میخیں	اور پہاڑ	بچھونا	زمین	ہم نے بنایا	کیا نہیں

کیا ہم نے زمین کو نہیں بنایا۔ بچھونا ؟ (فرش) اور پہاڑوں کو میخیں۔

﴿۶﴾ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۙ فِرَاشًا كَالْمَهْدِ

﴿۶﴾ کیا ہم نے زمین کو بچھانا نہیں بنایا۔

﴿۷﴾ وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ۙ يُثَبِّتُ بِهَا الْاَرْضُ كَمَا يُثَبِّتُ الْخِيَامُ بِالْاَوْتَادِ وَالْاِسْتِفْهَامُ لِلتَّقْرِيْرِ

﴿۷﴾ اور کیا ہم نے پہاڑوں کو زمین کی میخیں نہیں بنایا۔ جیسے کہ خیمہ میخوں سے قائم رہتا ہے۔

تشریح

﴿۶﴾ زمین کو انسان کے لئے بچھونا بنادیا | اللہ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک بڑی نشانی یہ زمین بھی ہے جس پر انسان سکون اور اطمینان سے رہتا ہے آرام کرتا ہے اور اس پر کروٹیں بدلتا ہے۔ زمین کا یہ گولا اگرچہ فضا میں گیند کی طرح لٹکا ہوا ہے اور سورج کے گرد ایک ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے گردش کرتا رہتا ہے لیکن اس کی یہ حرکت ہمیں محسوس نہیں ہوتی۔ اور اس کو فرش کی طرح ایسا بچھا دیا گیا ہے کہ اس پر آبادی ممکن ہوگئی ہے اور یہ زمین انسان کے لئے اللہ کی قدرت اور حکمت سے ایک پُرسکون قیام گاہ بن گئی ہے —— اس زمین کا سائز اللہ نے ایسا بنایا ہے کہ اس پر آبادی ممکن ہے۔ اگر یہ زمین اپنی موجودہ موٹائی اور لمبائی چوڑائی کے مقابلے میں ذرا بھی کم یا زیادہ ہو جاتی تو اس پر زندگی ممکن نہ ہوتی۔ اگر یہ چاند کے برابر ہوتی تو اس کی قوت کشش کم ہو جاتی اور یہ اپنے اوپر پانی اور ہوا کو روک نہ پاتی۔ اگر یہ موجودہ سائز سے دوگنی بڑی ہوتی تو اس کی قوت کشش دوگنی ہو جاتی اور ہوا جو اس وقت زمین سے پانچ سو میل کی بلندی پر ہے وہ کھنچ کر بہت نیچے آجاتی۔

یہ زمین جو مسلسل گھوم رہی ہے اگر اس کی رفتار ایک ہزار میل فی گھنٹہ کے بجائے دو سو میل فی گھنٹہ ہو جائے تو ہمارے دن اور ہماری راتیں دس گنا بڑھ جائیں گی۔ سورج کی گرمی ساری ہریالی کو جلا دے گی اور راتوں کی ٹھنڈک سے سارے درخت اور سبزیاں پالے میں ختم ہو جائیں گی۔

زمین سے سورج کا فاصلہ تقریباً نو کروڑ تیئس لاکھ میل ہے۔ سورج کی گرمی بارہ ہزار ڈگری فارن ہائٹ ہے —— اگر زمین سے سورج کا فاصلہ کم یا زیادہ ہو جائے تو زمین کا نام و نشان مٹ جائے۔

زمین ۲۳ درجے کا زاویہ بناتی ہوئی فضا میں جھکی ہوئی ہے۔ اس جھکاؤ کی وجہ سے موسم وقت پر آتے جاتے ہیں۔ زمین کا زیادہ تر حصہ آبادی کے قابل ہے اور پیداوار ہوتی ہے اگر زمین میں یہ جھکاؤ نہ ہوتو قطبین پر ہمیشہ اندھیرا چھایا رہے۔ سمندر کے بخارات شمال اور جنوب کی طرف چلے جائیں اور زمین یا تو برف کا ڈھیر بن جائے یا بالکل بنجر صحرا کی طرح ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے زمین کو انسان کے لئے بچھونا اس کا گھوارہ اور قابل رہائش بنادیا ہے۔

زمین کے اوپر پانچ سو میل کی بلندی پر جو ہوا کا غلاف چڑھا ہوا ہے وہ شہابوں کی خوفناک بمباری سے زمین کو بچائے ہوئے ہے روزانہ دو کروڑ شہاب تیس میل فی سیکنڈ کی رفتار سے زمین کی طرف گرتے ہیں اگر ہوا کی یہ چادر نہ ہوتی تو شہاب وہ تباہی مچاتے کہ زمین پر نہ کوئی انسان یا جانور زندہ رہتا اور نہ کوئی درخت باقی رہتا ـــــ ہوا کا یہ غلاف درجۂ حرارت کو قابو میں رکھتا ہے۔ یہی ہوا بادلوں کو سمندروں سے اٹھاتی ہے اور زمین کے مختلف حصوں تک پانی پہنچاتی ہے۔ یہی ہوا انسان اور حیوان اور نباتات کو وہ گیسیں فراہم کرتی ہے جو زندگی کے لئے ضروری ہیں ـــ اللہ تعالیٰ نے اس ہوا کو اور ہوا کے ذریعہ مطلوبہ گیسیں فراہم کر کے زمین کو آبادی کے قابل بنا دیا ہے۔

زمین کی سطح سے بالکل متصل پروردگار نے مختلف قسم کے معدنیات اور کیمیاوی اجزاء فراہم کردیئے ہیں۔ یہ معدنی اور کیمیاوی اجزاء ایسے ہیں جو نباتات، جانوروں اور انسانوں کے لئے ضروری ہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے زمین کے گولے پر سمندروں، دریاؤں، جھیلوں، چشموں اور زمین کے نیچے پانی کا بڑا عظیم الشان ذخیرہ جمع کردیا ہے۔

پہاڑوں کے اوپر پانی برف کی شکل میں جم جاتا ہے اور ایسا انتظام کیا گیا ہے کہ وہ پگھل کر دریاؤں کی شکل میں نیچے میدانی علاقوں میں بہتا ہے۔ اگر یہ انتظام نہ ہوتا تو زمین پر زندگی ممکن نہ تھی۔

یہ تھوڑی سی وہ حقیقتیں ہیں کہ جن کی بدولت زمین آبادی کے لئے جائے قرار بنی ہے۔ ہر صاحب عقل سمجھ سکتا ہے کہ یہ عظیم منصوبہ کسی حکمت والے خالق کی تدبیر کے بغیر ممکن نہیں۔

اس لئے اللہ تعالیٰ اپنی اس قدرت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انسان کو یاد دلا رہے ہیں کہ کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ ہم نے اپنی قدرت اور حکمت سے زمین کو تمہارے لئے جائے قرار بنا دیا ہے۔

جو پروردگار اس نظام کو بنا سکتا ہے وہ اس کو بدل کر دوسرا نظام بھی بنا سکتا ہے۔

(۷) ہم نے زمین پر پہاڑوں کو میخوں کی طرح گاڑ دیا | زمین پر پہاڑوں کی وجہ سے زمین کی رفتار اور اس کی گردش میں توازن پیدا ہو گیا اور اس میں اضطراب کی کیفیت نہیں رہی۔

قرآن مجید میں پہاڑوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے۔

وَاَلْقٰى فِى الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِكُمْ (لقمان ـــ ۱۰)

(اور زمین میں پہاڑ بنا دیئے تاکہ زمین تم کو لے کر جھک نہ پڑے۔)

پہاڑوں کی وجہ سے زمین کا توازن (ISOTASY) قائم رہتا ہے۔

اگر کسی چیز میں میخ گاڑ دی جائے تو وہ اپنی جگہ سے نہیں ہلتی اسی طرح اللہ تعالیٰ نے زمین پر پہاڑوں کو میخوں کی طرح گاڑ دیا اور اس کا ہلنا اور لرزنا بند ہو گیا۔

ان پہاڑوں سے جو اور فائدے حاصل ہوتے ہیں وہ بھی انسانوں کے لئے بڑے اہم ہیں۔ پہاڑوں پر پانی برف کی طرح جم جاتا ہے اور پھر وہ دریاؤں کی شکل میں نیچے کی طرف بہتا ہے جس سے انسان بے شمار فائدے حاصل کرتا ہے۔

وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ۙ﴿۸﴾

وَّ	خَلَقْنٰكُمْ	اَزْوَاجًا
اور	ہم نے تمہیں پیدا کیا	جوڑے جوڑے

اور ہم نے تمہیں جوڑے جوڑے پیدا کیا۔

﴿۸﴾ وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ۙ ذکورا اوَّ اناثا ﴿۸﴾ اور ہم نے تم کو جوڑا جوڑا بنایا مرد اور عورت

تشریح

﴿۸﴾ اور تمہیں مرد و عورت کے جوڑے کی شکل میں بنایا | اللہ تع کی قدرت کا کرشمہ ہے کہ وہ حقیر پانی کی بوند سے انسان جیسی حیرت انگیز مخلوق پیدا کرتا ہے جو اپنی عقل اور سمجھ کے اعتبار سے اس کی ساری مخلوقات پر فضیلت رکھتی ہے۔ کہاں پانی کا ایک حقیر قطرہ اور کہاں اس سے بنا ہوا اشرف المخلوقات انسان۔

پھر اس کی تخلیق کا یہ کارنامہ دیکھئے کہ اس نے انسان کا ایک نمونہ نہیں بلکہ عورت اور مرد کی شکل میں دو نمونے بنائے ۔ یہ دو نمونے انسان ہونے میں تو ایک جیسے ہیں کہ مرد بھی انسان ہے اور عورت بھی انسان ہے مگر اپنی جسمانی اور طبعی خصوصیات میں انسانوں کے یہ دو نمونے ایک دوسرے سے مختلف ہیں مگر ایک دوسرے سے مختلف ہونے کے باوجود متضاد نہیں ہیں بلکہ دونوں مل کر ایک جوڑا بنتے ہیں۔ مرد کا جوڑا عورت اور عورت کا جوڑا مرد ہے۔ اللہ نے اپنے اس کمال اور احسان کا ذکر قرآن مجید میں اپنی نشانی کے طور پر کیا ہے۔ فرمایا :۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا (سورہ روم آیت ۲۱ رکوع ۳)
(اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے بیویاں بنائیں تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو۔)

یہ عجیب بات ہے کہ عورت اور مرد کے جوڑے کا ہر فرد مختلف ہوتے ہوئے بھی ایک دوسرے کے مخالف نہیں ہے بلکہ ایک دوسرے سے مل کر مکمل ہو جاتے ہیں یہ اللہ کی ربوبیت اور اس کی حکمت کی نشانی ہے۔

پھر ان جوڑوں کو ملا کر اللہ تع توازن کے ساتھ دنیا میں مرد بھی پیدا کر رہا ہے اور عورتیں بھی۔ کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ لڑکے ہی لڑکے پیدا ہو جائیں اور نہ ایسا ہوتا ہے کہ لڑکیاں ہی لڑکیاں پیدا ہوں۔ بلکہ پورے حساب کے ساتھ اللہ تعالیٰ جوڑے بناتا رہتا ہے۔ سورۃ القیمہ میں فرمایا :۔ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ۔ (آیت ۳۹) پھر اس میں سے جوڑا نر اور مادہ کیا۔

اس کارخانہ حیات میں اللہ کی جو حکمت کام کر رہی ہے وہ یہ ہے کہ مختلف چیزوں کے جوڑے ہی نتیجے نکلتے ہیں۔ اس لئے اللہ نے انسانوں کا بھی اور کائنات میں ہر چیز کا جوڑا جوڑا بنایا ہے۔

اسی طرح رنگ وروپ اور شکلوں کا اختلاف ہے یہاں کالے بھی ہیں گورے بھی ہیں۔ خوب صورت بھی ہیں بدصورت بھی ہیں اور اس اختلاف میں اللہ کی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔

وَّجَعَلۡنَا نَوۡمَكُمۡ سُبَاتًا ﴿۹﴾ وَّجَعَلۡنَا الَّيۡلَ

الَّيۡلَ	جَعَلۡنَا	وَّ	سُبَاتًا	نَوۡمَكُمۡ	وَّ جَعَلۡنَا
رات	ہم نے بنایا	اور	آرام (راحت)	تمہاری نیند	اور ہم نے بنایا

اور تمہارے لیے نیند کو بنایا آرام (راحت) اور ہم نے رات کو اوڑھنا (پردہ)

لِبَاسًا ﴿۱۰﴾ وَّجَعَلۡنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ﴿۱۱﴾ وَّبَنَيۡنَا

وَّ بَنَيۡنَا	مَعَاشًا	النَّهَارَ	وَّ جَعَلۡنَا	لِبَاسًا
اور ہم نے بنائے	معاش کا وقت	دن	اور ہم نے بنایا	اوڑھنا (پردہ)

بنایا اور ہم نے دن کو معاش کا وقت بنایا اور ہم نے بنائے

فَوۡقَكُمۡ سَبۡعًا شِدَادًا ﴿۱۲﴾

	شِدَادًا	سَبۡعًا	فَوۡقَكُمۡ
	مضبوط (آسمان)	سات	تمہارے اوپر

تمہارے اوپر سات مضبوط (آسمان)

﴿۹﴾ وَّجَعَلۡنَا نَوۡمَكُمۡ سُبَاتًا ○ رَاحَةً لِّاَبۡدَانِكُمۡ

﴿۹﴾ اور ہم نے نیند کو تمہارے بدن کی راحت بنایا۔

﴿۱۰﴾ وَّجَعَلۡنَا الَّيۡلَ لِبَاسًا ○ سَاتِرًا بِسَوَادِهٖ

﴿۱۰﴾ اور رات کو چھپانے والا اپنی سیاہی سے۔

﴿۱۱﴾ وَّجَعَلۡنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ○ وَقۡتًا لِّلۡمَعَايِشِ

﴿۱۱﴾ اور دن کو وقت معاش مقرر کیا۔

﴿۱۲﴾ وَبَنَيۡنَا فَوۡقَكُمۡ سَبۡعًا شِدَادًا ○ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ جَمۡعُ شَدِيۡدَةٍ اَیۡ قَوِيَّةٍ مُّحۡكَمَةٍ لَا يُؤَثِّرُ فِيۡهَا مُرُوۡرُ الزَّمَانِ

﴿۱۲﴾ اور ہم نے تمہارے اوپر سات آسمان بنائے مضبوط کہ زمانے کے گذرنے سے ان میں کچھ اثر کہنگی کا نہیں آتا۔

تشریح

﴿۹﴾ پرسکون نیند اللہ کی ربوبیت کی نشانی | خالق حکیم نے جو اپنے بندوں پر بہت شفیق اور مہربان ہیں اور اس کی فطرت

اور بندے کی مصلحتوں کی فکر کرتے والے ہیں۔ انھوں نے انسان کے اندر نیند کا ایک زبردست نظام رکھا ہے

انسان کی بناوٹ ایسی ہے کہ وہ مسلسل محنت نہیں کر سکتا۔ کچھ گھنٹوں کے بعد اسے آرام کی ضرورت پڑتی ہے تاکہ وہ دوبارہ کام کے لئے مستعد اور تیار ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ نے نیند کی صورت میں انسان کے اندر ایسا قدرتی نظام رکھ دیا ہے کہ انسان کے ارادے کے بغیر اسے خود بخود نیند آتی ہے بلکہ اگر وہ سونا نہ چاہے تب بھی سو جاتا ہے اور جب آرام کی ضرورت پوری ہو جاتی ہے تو وہ خود بخود جاگ جاتا ہے۔ اس طرح آدمی کی فطرت اور ساخت میں نیند کا ہونا اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہے۔ نیند سے ساری تکان دور ہو جاتی ہے اور انسان پھر تازہ دم ہو کر کام میں لگ جاتا ہے۔ اس لئے اللہ نے نیند کو اپنی نعمت کے طور پر ذکر کیا ہے اور اسے اپنی قدرت کی نشانی بتایا ہے۔

نیند کو موت کے ساتھ بھی مناسبت ہے۔ نیند گویا آدھی موت ہے، اس لئے کہا جاتا ہے "سویا مرا برابر" یعنی جیسے سونے والے کو گردوپیش کا پتہ نہیں ہوتا اسی طرح مرنے والا بھی بے خبر ہوتا ہے نیند کا آنا صحت کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ اگر آدمی فکرمند ہو یا بیمار ہو تو نیند نہیں آتی۔ شاعر کہتا ہے:۔

موت کا ایک دن معین ہے ۔۔۔ نیند کیوں رات بھر نہیں آتی

فکرمندی کی وجہ سے نیند نہیں آرہی ہے تو آدمی پریشان ہو رہا ہے اور اتنا پریشان ہو رہا ہے کہ موت کو یاد کر رہا ہے نیند آجائے تو سکون مل جائے۔ ایک دوسرے شاعر نے اس کا نقشہ کھینچا ہے:۔

سرہانے میر کے آہستہ بولو ۔۔۔ ابھی ٹک روتے روتے سو گیا ہے

معلوم ہوا کہ نیند ساری پریشانیوں کو دور کر کے دل و دماغ کو وہ سکون عطا کرتی ہے جو کسی اور ذریعے سے حاصل نہیں ہوتا۔ اگر نیند آجائے تو سمجھا جاتا ہے کہ بیمار صحت کی طرف مائل ہے اس لئے نیند بڑی عجیب و غریب نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ سے بعض دعائیں منقول ہیں جو آپ سوتے وقت اور بیدار ہوتے وقت کیا کرتے تھے ان میں نیند کو موت سے تشبیہ دی گئی ہے۔ سوتے وقت آپ دعا کرتے تھے:۔ اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَ اَحْيَا۔ (اے اللہ میں آپ کے ہی نام سے مرتا ہوں اور جیتا ہوں) یہاں آپ نے سونے کو موت سے تشبیہ دی۔ اسی طرح بیدار ہونے پر آپ فرمایا کرتے تھے:۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَحْيَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ۔ (حمد و ثنا ہے اس پروردگار کے لئے جس نے ہمیں موت کے بعد زندگی عطا کی اور پھر اسی کے پاس جانا ہے)۔ اس میں بھی آپ نے سونے کو موت جیسا بتایا۔

حدیث میں ہے ایک شخص نے آپ سے سوال کیا، یا رسول اللہ! کیا جنت میں ہمیں اس طرح نیند آئے گی جیسے دنیا میں آتی ہے۔ آپ نے فرمایا نیند موت کی چھوٹی بہن ہے۔ جنت میں نہ موت ہو گی نہ نیند ہوگی۔

ایک اور بات قابل توجہ ہے کہ دنیا میں آدمی پوری نیند لینے کے بعد جب سو کر اٹھتا ہے تو ایک دم تازہ دم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح مرنے کے بعد جب دوبارہ اٹھے گا تو بالکل تازہ دم ہوگا جیسے ابھی سو کر اٹھا ہو اور کہے گا ہم سو رہے تھے ہمیں کس نے جگا دیا۔

جو خالق و پروردگار سونے جاگنے کا یہ نظام بنا سکتا ہے کیا وہ موت کے بعد دوبارہ زندہ نہیں کر سکتا؟

(۱۰) رات سکون کی چادر | جس طرح آدمی کپڑا اوڑھ کر اپنے بدن کو چھپا لیتا ہے اسی طرح رات کا اندھیرا مخلوق کی پردہ داری کرتا ہے اور جو کام چھپانے کے لائق ہوں عام طور پر رات کے اندھیرے میں کیئے جاتے ہیں۔ رات کو لباس اور چادر سے تشبیہ دی۔ کیوں کہ رات کو کپڑا اوڑھنے کی ضرورت دن سے زیادہ ہوتی ہے۔ دن کی بہ نسبت رات کا وقت ٹھنڈا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رات کو تاریک اس لئے بنایا کہ انسان زیادہ آسانی کے ساتھ نیند کا سکون حاصل کر سکے۔ انسان کے وجود کی بناوٹ جس سکون اور راحت کی طلب گار ہے وہ رات کو حاصل ہوتا ہے۔ اگر زمین پر دن ہی دن ہوتا تو انسان کے لئے حفاظت اور آرام کا سامان نہ ہوسکتا۔ سورج کی مسلسل گرمی انسان کو سکون اور راحت سے محروم کر دیتی۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو ایسے قانون میں جکڑ دیا ہے کہ وہ اپنے محور پر گردش کرتی رہتی ہے اور رات اور دن کا سلسلہ قائم رہتا ہے۔ اس طرح رات کی چادر انسان کو اپنے اندر اس طرح چھپا لیتی ہے جس طرح انسان کے بدن کو لباس چھپا لیتا ہے۔

زمین کی یہ گردش جو عظیم مصلحت اور مقصد کو لئے ہوئے ہے کیا یہ صحیح صحیح نظام کسی مدبر و قادر کے بغیر ممکن ہے۔؟

(۱۱) بھاگ دوڑ کے لئے دن | انسان کی بھاگ دوڑ، کاروبار اور کمائی کے دھندے عام طور پر دن میں کئے جاتے ہیں جن کا مقصد یہی ہے کہ اپنی اور بال بچوں کی ضرورتوں کی طرف سے دل کو سکون و اطمینان حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ نے دن کو معاش کا وقت بنایا۔ اگر زمین پر رات ہی رات ہوتی، دن کی روشنی نہ ہوتی تو معاشی دوڑ دھوپ اور گذر بسر کے لئے وہ موافق حالات میسر نہ آتے جن کی وجہ سے انسان اللہ کی بہترین مخلوق کی حیثیت سے زندگی گذار رہا ہے۔

انسان کی اقتصادی ترقی جس کی راہیں آج کھلی ہوئی ہیں شاید اتنی تیز رفتاری سے ممکن نہ ہوتی اگر دن اور رات کا یہ نظام نہ ہوتا۔ اللہ کی ربوبیت اور عنایت کا یہ کرشمہ ہے جس پر انسان کو اپنے مالک کا شکر گذار ہونا چاہیئے۔ قرآن حکیم فطرت کے آثار و شواہد کے مطالعہ کو خدا یابی کا ذریعہ قرار دیتا ہے۔

ہم ایسے اہلِ نظر کو ثبوتِ حق کے لئے ❊ اگر رسول نہ ہوتے تو صبح کافی ہے۔

آگے رات دن کی مناسبت سے آسمانوں اور سورج کا ذکر ہو رہا ہے۔ کیوں کہ زمین کے بالمقابل آسمان ہے اور سورج ہے۔

(۱۲) تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان قائم کئے | اللہ کی بنائی ہوئی کائنات اتنی عظیم اور اتنی وسیع ہے کہ ہمارے سروں کے اوپر حد نظر تک نظر آنے والا یہ آسمان صرف پہلا آسمان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے سات آسمان بنائے اور ان اجرام سماوی کو اتنا مضبوط اور مستحکم بنایا کہ طویل مدت گذر جانے کے باوجود ان میں کوئی رخنہ پیدا نہیں ہوا۔ ان کی سرحدیں اتنی مضبوط ہیں کہ ان میں ذرا بھی کوئی تغیر نہیں ہوتا۔ اور یہ ستاروں کا نظام اتنا مستحکم ہے کہ بے شمار ستاروں اور سیاروں میں سے کوئی ایک دوسرے سے نہ ٹکراتا ہے اور نہ اس کے حسن و جمال میں کوئی فرق آتا ہے۔ قدرت کے قوانین کی پکڑ اتنی مضبوط ہے کہ کہیں کوئی کمزوری پیدا نہیں ہو سکتی اگر آسمان کا نظام مضبوط نہ ہوتا تو زمین کا نظام بھی قائم نہیں رہ سکتا تھا۔

اس بہترین اور مضبوط نظام میں اللہ کی قدرت اس کی ربوبیت اور اس کی حکمت کی بے شمار نشانیاں ہیں۔

وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ﴿۱۳﴾ وَّاَنْزَلْنَا مِنَ

مِنَ	وَّ اَنْزَلْنَا	وَّهَّاجًا	سِرَاجًا	وَّ جَعَلْنَا
سے	اور ہم نے اتاری	چمکتا ہوا	چراغ	اور ہم نے بنایا

اور ہم نے چمکتا ہو چراغ (آفتاب) بنایا اور ہم نے پانی بھری بدلیوں سے

الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ﴿۱۴﴾ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّ

وَّ	حَبًّا	بِهٖ	لِّنُخْرِجَ	مَآءً + ثَجَّاجًا	الْمُعْصِرٰتِ
اور	دانہ (اناج)	اس سے	تاکہ ہم نکالیں	بارش موسلا دھار	پانی بھری بدلیاں

اتاری موسلا دھار بارش ۔ تاکہ ہم اس سے اناج اور سبزی

نَبَاتًا ﴿۱۵﴾ وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ﴿۱۶﴾

	اَلْفَافًا	جَنّٰتٍ	وَّ	نَبَاتًا
	پتوں میں لپٹے ہوئے	باغ	اور	سبزی

نکالیں اور پتوں میں لپٹے ہوئے (گھنے) باغ ۔

﴿۱۳﴾ وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا مُّنِيْرًا وَّهَّاجًا ○ وَقَادًا يَعْنِي الشَّمْسَ

﴿۱۳﴾ اور تمہارے واسطے چراغ چمکدار یعنی آفتاب بنایا ۔

﴿۱۴﴾ وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ السَّحَابَاتِ الَّتِيْ حَانَ لَهَا اَنْ تَمْطُرَ كَالْمُعْصِرِ الْجَارِيَةِ الَّتِيْ دَنَتْ مِنَ الْحَيْضِ مَآءً ثَجَّاجًا ○ صَبَّابًا

﴿۱۴﴾ اور برسنے والے بادلوں سے پانی بہت بہنے والا اتارا ۔

﴿۱۵﴾ لِنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا كَالْحِنْطَةِ وَّنَبَاتًا ○ كَالتِّبْنِ

﴿۱۵﴾ تاکہ ہم نکالیں اس سے دانہ گیہوں کا ۔ اور گھاس ۔

﴿۱۶﴾ وَّجَنّٰتٍ بَسَاتِيْنَ اَلْفَافًا ○ مُلْتَفَّةً جَمْعُ لَفِيْفٍ كَشَرِيْفٍ وَّاَشْرَافٍ

﴿۱۶﴾ اور باغ لپٹے ہوئے ۔

تشریح

﴿۱۳﴾ **سورج روشنی اور حرارت کا خزانہ** سورج کی شکل میں اللہ تعالیٰ نے ایسی بھٹی سلگا رکھی ہے جو روشنی حرارت اور اس کے علاوہ مختلف قسم کی شعاعیں سارے نظام شمسی میں پھینکتے چلے جا رہی ہے ۔ اس کی روشنی کبھی ماند نہیں پڑتی ۔ سورج ایک سکنڈ میں پانچ ملین ٹن ہائیڈروجن گیس جلاتا ہے ۔ موجودہ سائنس نے ہمارے سامنے اللہ کی اس قدرت اس کے کمال

کے اتنے پہلو روشن کر دیئے ہیں کہ انسان حیرت زدہ رہ جاتا ہے۔

سورج کا درجہ حرارت ایک کروڑ چالیس لاکھ ڈگری سینٹی گریڈ ہے۔ سورج زمین کے مقابلے میں ایک سو دس (۱۱۰) گنا زیادہ بڑا ہے، اس کا قطر چودہ لاکھ کلومیٹر ہے۔ زمین سے اس کا فاصلہ نو کروڑ تینس لاکھ میل ہے۔ یہ فاصلہ اتنا موزوں اور مناسب ہے کہ اس کے ٹھیک ٹھیک ہونے کی وجہ سے زمین پر نہ تو اتنی گرمی ہوتی ہے جس سے انسان کا رہنا مشکل ہو جائے اور نہ اتنی سردی ہوتی ہے کہ اللہ کی مخلوق ٹھٹھر کر رہ جائے بلکہ زندگی کے لئے جتنی حرارت مطلوب ہے ٹھیک (اتنا ہی) درجہ حرارت زمین پر رہتا ہے۔ سورج کی اس حرارت سے بارش بھی ہوتی ہے فصلیں پکتی ہیں جس سے ہر مخلوق کو غذا پہنچتی ہے۔ اللہ کا جلایا ہوا یہ روشن چراغ اس کی قدرت اور اس کی ربوبیت کی روشن نشانی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ " آفتاب آمد دلیل آفتاب۔" سورج خود اپنی دلیل ہے اور اللہ کی قدرت کی ایسی روشن نشانی ہے جس کا انکار کوئی عقل والا نہیں کر سکتا۔

(۱۴) بارش کا نظام | اللہ تعالیٰ نے بادلوں کے ذریعے انسانی آبادیوں کو وافر پانی مہیا کرنے کا عجیب و غریب اور حکیمانہ انتظام فرمایا۔ بارش سے پہلے جو زمین بنجر اور مردہ پڑی نظر آتی ہے ابر نیساں کا پہلا چھینٹا پڑتے ہی وہ مردہ زمین زندہ ہو اٹھتی ہے اور اس زمین سے زندگی کے چشمے ابلنے شروع ہو جاتے ہیں۔ زمین کی تہہ میں دبی ہوئی بے شمار جڑیں جی اٹھتی ہیں۔ گھاس پھوس، بیل بوٹے، پھول پتی طرح طرح کے حشرات الارض کیڑے مکوڑے برسات کے ساتھ ہی نمودار ہو جاتے ہیں۔ اللہ تو ایسی نچوڑنے والی ہوائیں چلاتا ہے کہ وہ بادلوں میں سے پانی نچوڑ کر لگاتار بارش برساتی ہیں اور اس بارش کا نتیجہ پیداوار کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔

(۱۵) غلے اور سبزی کی پیداوار | اس بارش کے ذریعے غلہ پیدا ہوتا ہے، سبزہ اگتا ہے۔ یہ نباتات کی روئیدگی اللہ کی قدرت اور حکمت کے حیرت انگیز کمالات میں سے ہے۔

(۱۶) بارش کے ذریعے گھنے باغات | یہ بارش برستی ہے تو زمین پر گھنے اور گنجان باغات پیدا ہوتے ہیں۔ ایک ہی زمین سے مختلف قسم کے درخت اور باغات پیدا کئے جاتے ہیں۔

قدرت کی عظیم الشان نشانیوں... کا بیان آیت ۶ سے شروع ہوا تھا کہ اس نے زمین کو تمہارے لئے بچھونا بنا دیا اس پر پہاڑوں کی میخیں گاڑ کر اس کا لرزنا بند کر دیا، اس نے تمہیں جوڑے جوڑے بنایا، اس نے تمہیں نیند جیسی نعمت دی اور اس نے رات کو تمہارے لئے لباس اور دن کی روشنی کو ذریعہ معاش بنایا۔ تمہارے اوپر سات آسمانوں کی چھت بنائی، سورج کی شکل میں گرمی اور روشنی دینے والی ایک ایسی چیز پیدا کر دی جس میں تمہارے لئے بے شمار فائدے ہیں۔ اس نے تمہارے لئے پانی کا انتظام کیا، بدلیاں اٹھتی ہیں پانی برساتی ہیں۔ اس نے تمہارے لئے اناج، سبزیاں اور گھنے باغات پیدا کرنے کا انتظام کیا۔

جو پروردگار ایسی قدرت والا ہے ایسا حکیم اور مہربان ہے جس نے تمہاری زندگی کے لئے اور تمہاری حیوانات کے لئے سارے سامان کئے ہیں اس کی قدرت سے یہ کوئی باہر بات نہیں ہے کہ وہ انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر دے۔

یہ کیسے ہوگا کہ اتنا بڑا کارخانہ اس نے یوں ہی بے مقصد بنایا ہو۔ دنیا کے اس طویل سلسلے کا کوئی نتیجہ سامنے آنا چاہیئے اور اسی کو آخرت کہا جاتا ہے۔ جس طرح سونے کے بعد آدمی جاگتا ہے اور رات کے بعد دن آتا ہے ایسے ہی دنیا کے خاتمے پر آخرت کا آنا بھی ایک یقینی بات ہے۔

إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيقَاتًا ﴿١٧﴾

	مِيقَاتًا	كَانَ	يَوْمَ + الْفَصْلِ	اِنَّ
	مقررہ وقت	ہے	فیصلہ کا دن	بیشک

بے شک فیصلہ کا دن ایک مقررہ وقت ہے۔

﴿١٧﴾ إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ بَيْنَ الْخَلَائِقِ كَانَ مِيقَاتًا ○ وَقْتًا لِلثَّوَابِ وَالْعِقَابِ.

(۱۷) بے شبہ دن فیصلہ کرنے کا درمیان مخلوق کے وقت ثواب اور عذاب کا ہے۔

تشریح

(۱۷) فیصلے کا دن جو آکر رہے گا کائنات کی ایک ایک چیز سے اللہ کی حکمت ظاہر ہو رہی ہے اس کا ہر کام انتہائی دانائی کے ساتھ ہے اور منصوبہ بند ہے۔ جب ساری کائنات کی ایک ایک چیز اللہ کی حکمت اس کی دانائی اور منصوبہ بندی کی گواہی دے رہی ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ انسان جیسی مخلوق کو جو اشرف المخلوقات ہے اور جس کی زندگی اور راحت کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ ساری منصوبہ بندی کی ہے اس کی تخلیق بے مقصد ہو۔

ہر چیز بامقصد اور انسان جیسی اعلیٰ مخلوق جس کو اللہ نے مرکزِ کائنات بنایا ہے، بے مقصد اور بے کار ؟ اگر بات اتنی ہی ہے کہ انسان کو مر کر مٹی میں مل جانا ہے اور اس کے بعد اور کچھ نہیں ہے۔ اچھے برے میں کوئی تمیز نہیں ہے۔ اللہ کو ماننے والے اور نہ ماننے والے ، اس کے فرماں بردار اور نافرمان سب برابر ہیں۔ تو پھر یہ نیکی اور بدی کا تصور کیوں ؟ یہ اچھائی اور برائی کیسی ؟

کیسے تسلیم کیا جائے کہ نہ کسی اچھے کام کرنے والے کو انعام ملتا ہے اور نہ کسی بُرے کو اس کی برائی کی سزا ؟ کیا کوئی عقلمند اس کو تسلیم کر سکتا ہے کہ کوئی عدالت نہ ہو جہاں جواب دہی کے لئے حاضر ہونا ہو ؟ حقیقت یہ ہے کہ انسان اللہ کی حکمتوں کا مشاہدہ کرنے کے بعد یہ کہنے پر مجبور ہے کہ یوم جزا برپا ہونا چاہیئے۔ قرآن کہتا ہے کہ جزاء کا ایک دن مقرر ہے۔ اس روز تمام انسانوں کو دوبارہ زندہ کر کے فرماں روائے کائنات کی عدالت میں پیش کیا جائے گا۔ یہ فیصلے کا وہ دن ہوگا جس میں اچھے کو برے سے بالکل الگ کر دیا جائے گا کسی قسم کا کوئی اشتراک باقی نہیں رہے گا۔ ہر نیکی اپنے مرکز میں اور ہر بدی اپنی جگہ پر پہنچ جائے گی۔ یہاں اس طرح اس دنیا میں نیک و بد کو الگ الگ نہیں کیا جا سکتا۔ کیوں کہ یہاں رہنے کے لئے زمین سب کی مشترک ہے ، آسمان نیک و بد سب کے سروں پر ہے ، چاند کی چاندنی اچھے برے سب کے واسطے ہے ، سورج کی روشنی اور حرارت بلا امتیاز سب کو فائدہ پہنچا رہی ہے۔ یہاں دن رات کا آنا ، سونا جاگنا ، بارشوں کا ہونا ، کھیت اور باغات یہ سب مشترک ہیں سبھی اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں چاہے اچھے ہوں یا بُرے ، بیوی بچے نیکوں کے بھی ہیں اور بروں کے بھی۔

اس لئے ضروری ہے کہ یوم الفصل قائم ہو۔ اس دن موجودہ نظام عالم ختم کیا جائے اور ایک دوسرا نظام عالم قائم کیا جائے۔ اس کا صحیح وقت اللہ کے علم میں ہے وہ وقت آئے گا ضرور۔ مگر کب آئے گا ؟ یہ اللہ کو ہی معلوم ہے۔

يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَأْتُوْنَ أَفْوَاجًا ﴿١٨﴾ وَفُتِحَتِ

وَفُتِحَتِ	أَفْوَاجًا	فَتَأْتُوْنَ	فِي الصُّوْرِ	يُنْفَخُ	يَوْمَ
اور کھولا جائے گا	گروہ در گروہ	پھر تم چلے آؤ گے	صور میں	پھونکا جائے گا	دن

جس دن صور پھونکا جائے گا پھر تم گروہ در گروہ چلے آؤ گے اور آسمان

السَّمَاءُ فَكَانَتْ أَبْوَابًا ﴿١٩﴾ وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ

الْجِبَالُ	وَسُيِّرَتِ	أَبْوَابًا	فَكَانَتْ	السَّمَاءُ
پہاڑ	اور چلائے جائیں گے	دروازے	تو ہو جائیں گے	آسمان

کھولا جائے گا تو (اس میں) دروازے ہو جائیں گے اور پہاڑ چلائے جائیں گے

فَكَانَتْ سَرَابًا ﴿٢٠﴾ إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ﴿٢١﴾

مِرْصَادًا	كَانَتْ	جَهَنَّمَ	إِنَّ	سَرَابًا	فَكَانَتْ
گھات میں	ہے	دوزخ	بیشک	سراب	پس ہو جائیں گے

پس سراب ہو جائیں گے بیشک دوزخ گھات میں ہے۔

﴿١٨﴾ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ الْقَرْنِ بَدَلٌ مِنْ يَوْمِ الْفَصْلِ أَوْ بَيَانٌ لَهُ وَالنَّافِخُ إِسْرَافِيْلُ فَتَأْتُوْنَ مِنْ قُبُوْرِكُمْ إِلَى الْمَوْقِفِ أَفْوَاجًا ○ جَمَاعَةً مُخْتَلِفَةً

﴿١٨﴾ وہ دن کہ اس میں صور پھونکا جائے گا۔

پس آؤ گے تم اپنی قبروں سے طرف موقف کے جماعت جماعت ہو کر۔

﴿١٩﴾ وَفُتِحَتِ السَّمَاءُ بِالتَّشْدِيْدِ وَالتَّخْفِيْفِ شُقِّقَتْ لِنُزُوْلِ الْمَلَائِكَةِ فَكَانَتْ أَبْوَابًا ○ ذَاتَ أَبْوَابٍ

﴿١٩﴾ اور آسمان پھٹ جاویں گے فرشتوں کے اترنے کے لئے۔

سو ہو جاویں گے ان میں دروازے۔

﴿٢٠﴾ وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ ذُهِبَ بِهَا عَنْ أَمَاكِنِهَا فَكَانَتْ سَرَابًا ○ هَبَاءً أَيْ مِثْلَهُ فِي خِفَّةِ سَيْرِهَا

﴿٢٠﴾ اور پہاڑ اپنی جگہ سے اُڑائے جائیں گے۔

سو ہو جائیں گے وہ ذرہ پراگندہ۔

(۲۱) اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ۝ۙ رَاصِدَةٌ اَوْ مِرْصَدَةٌ

(۲۱) بے شک دوزخ گھات میں ہے کافروں کی پس وہ اس سے کہیں بھاگ نہیں سکتے۔

تشریح

(۱۸) قیامت کا وہ صور جب تمام انسان جی اٹھیں گے | قیامت کا یہ آخری نفخ صور ہوگا جس کے بلند ہوتے ہی تمام انسان دنیا کے آغاز سے لے کر دنیا کے خاتمے تک پیدا ہوئے تھے سب جی اٹھیں گے اور عدالتِ خداوندی میں حاضر ہونے کے لئے جماعتیں کی جماعتیں، فوج در فوج، ٹولیاں کی ٹولیاں نکل پڑیں گی۔ عقیدے اور اعمال کی بنیاد پر ان گروہوں اور جماعتوں کی تقسیم ہوگی۔ اور یہ قیامت کا بگل بجنے پر زندہ ہو کر بڑی تیزی کے ساتھ میدان حشر میں جمع ہو رہے ہوں گے۔

قرآن مجید اور حدیثوں میں تین مرتبہ نفخ صور واقع ہونے کا بیان کیا گیا ہے۔ ایک "نفخۃ الفزع" یعنی گھبرا دینے والا صور ——— دوسرا "نفخۃ الصعق" یعنی مار گرانے والا صور ——— تیسرے "نفخۃ القیام لرب العلمین"۔ یعنی وہ صور جسے پھونکتے ہی تمام انسان جی اٹھیں گے اور اپنے رب کے حضور پیش ہونے کے لئے اپنے مرقدوں سے نکل آئیں گے۔

قرآن مجید میں کہیں قیامت کے مختلف مرحلوں کو ایک ساتھ بیان کیا گیا ہے اور کہیں اس کے الگ الگ مرحلوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ مذکورہ آیت میں قیامت کے آخری مرحلے کا بیان ہے۔

(۱۹) آسمان کھول دیا جائے گا۔ | آسمان کی بندشیں ختم ہو جائیں گی اور وہ پھٹ کر ایسا ہو جائے گا گویا دروازے ہی دروازے ہیں۔ عالم بالا کی حقیقتیں آسمان کے کھل جانے سے سامنے آجائیں گی۔ آسمان کی بندشیں اور رکاوٹیں ختم ہو جانے سے آفت سماوی اس طرح ٹوٹی پڑ رہی ہوں گی کہ ان کے آنے کے سارے دروازے کھلے ہیں اور ان کو روکنے کے لئے کوئی دروازہ بند نہیں ہے۔ جیسا کہ سورۂ فرقان میں فرمایا۔

يَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَاۗءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰۗىِٕكَةُ تَنْزِيْلًا (رکوع ۳ آیت ۲۵)

(آسمان کو چیرتا ہوا ایک بادل اس روز نمودار ہوگا اور فرشتوں کے پرے کے پرے اتار دیئے جائیں گے۔)

(۲۰) پہاڑ ریت کی طرح ہو جائیں گے | پہاڑ اپنی جگہ سے اکھڑ کر روئی یا اون کے گالوں کی طرح اڑیں گے اور پھر ریزہ ریزہ ہو کر اس طرح پھیل جائیں گے کہ جہاں پہلے پہاڑ تھے وہاں ریت کے وسیع میدانوں کے سوا اور کچھ نہ ہوگا یہ زمین ایک چٹیل میدان کی شکل اختیار کرلے گی۔ جہاں تمام انسانوں کو اکٹھا کر کے عدالت قائم کی جائے گی زمین کی ساخت میں تبدیلی آجائے گی اور اس دنیا کا نظام بدل جائے گا۔

(۲۱) دوزخ گھات میں ہے | گھات، کمین گاہ اس جگہ کو کہتے ہیں جو شکار کو پھانسنے کے لئے بنائی جاتی ہے۔ تاکہ وہ بے خبری کے عالم میں آئے اور پھنس جائے۔

قیامت کے دن جہنم اس طرح ظاہر ہوگی جیسے وہ پہلے سے ہی گھات میں تھی اور اپنے شکار کا انتظار کر رہی تھی۔ جہنم کا شکار کون لوگ ہوں گے۔ اگلی آیت میں بتایا ہے۔

لِّلطَّاغِينَ مَآبًا ﴿٢٢﴾ لَّابِثِينَ فِيهَآ أَحْقَابًا ﴿٢٣﴾ لَا يَذُوقُونَ

لِلطَّاغِينَ	مَآبًا	لَّابِثِينَ	فِيهَآ	أَحْقَابًا	لَا يَذُوقُونَ
سرکشوں کے لئے	ٹھکانا	وہ رہیں گے	اس میں	مدتوں	نہ چکھیں گے

سرکشوں کا ٹھکانا ہے وہ اس میں رہیں گے مدتوں۔ نہ اس میں

فِيهَا بَرْدًا وَلَا شَرَابًا ﴿٢٤﴾ إِلَّا حَمِيمًا وَغَسَّاقًا ﴿٢٥﴾

فِيهَا	بَرْدًا	وَلَا	شَرَابًا	إِلَّا	حَمِيمًا	وَغَسَّاقًا
اس میں	ٹھنڈک	اور نہ	پینے کی چیز	مگر	گرم پانی	اور پیپ بہتی

ٹھنڈک (کا مزہ) چکھیں گے، نہ پینے کی چیز کا، مگر گرم پانی اور بہتی پیپ۔

﴿٢٢﴾ لِلطَّاغِينَ الْكَافِرِينَ فَلَا يَتَجَاوَزُونَهَا مَآبًا ○ مَرْجِعًا لَهُمْ فَيَدْخُلُونَهَا

﴿٢٢﴾ وہی ہے ٹھکانا سرکشوں کا۔

﴿٢٣﴾ لَابِثِينَ حَالٌ مُقَدَّرَةٌ أَيْ مُقَدَّرًا لُبْثُهُمْ فِيهَآ أَحْقَابًا ○ دُهُورًا لَا نِهَايَةَ لَهَا جَمْعُ حُقُبٍ بِضَمِّ أَوَّلِهِ

﴿٢٣﴾ ہمیشہ ہمیشہ کو وہ دوزخ میں رہیں گے

﴿٢٤﴾ لَا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا نَوْمًا وَّلَا شَرَابًا ○ مَا يُشْرَبُ تَلَذُّذًا

﴿٢٤﴾ نہ وہاں ان کو نیند آوے گی۔ اور نہ ان کو کوئی چیز لذت کی پلائی جائے گی۔

﴿٢٥﴾ إِلَّا لٰكِنْ حَمِيمًا مَاءً حَارًّا غَايَةَ الْحَرَارَةِ وَّغَسَّاقًا ○ بِالتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيدِ مَا يَسِيلُ مِنْ صَدِيدِ أَهْلِ النَّارِ فَإِنَّهُمْ يَذُوقُونَهُ جُوزُوا بِذٰلِكَ

﴿٢٥﴾ بجز کھولتے ہوئے پانی کے

اور پیپ دوزخیوں کی

یہ بدلہ ان کو موافق ان کے عملوں کے ملے گا۔

تشریح

(۲۲) سرکش لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہوگا | وہ اللہ کے نافرمان، سرکش اور باغی جو دنیا میں بے خوف ہوکر زندگی بسر کرتے رہے اور یہ سمجھتے رہے کہ ان کے لئے کوئی خطرہ نہیں ہے وہ بے خوف ہوکر دنیا میں شرارتیں کرتے رہے اور یہ سمجھتے رہے کہ کسی پکڑ کا ڈر نہیں ہے جہنم ایسے لوگوں کا ٹھکانا بنے گی، وہ گھات لگائے بیٹھی ہے یہ اس میں پھنسیں گے۔

(۲۳) یہ سرکش ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے | قرن پہ قرن گزرتے چلے جائیں گے، ایک دَور ختم ہوگا اور دوسرا دور آجائے گا مگر ان کی عذاب کی مدت کبھی ختم نہ ہوگی، یہ کبھی اس سے نکل نہ سکیں گے مسلسل عذاب میں مبتلا رہیں گے۔ ان کے اعمال اسی سزا کے مستحق ہوں گے۔ انھوں نے اللہ کے سامنے سرکشی کا رویہ اختیار کیا، اپنے محسن حقیقی کی ناشکری کرتے رہے، روزِ جزا کا انکار کیا، غیر ذمہ دارانہ اور آزادانہ زندگی گزاری، جو بیج انھوں نے بویا تھا اس کا پھل وہ کاٹتے رہیں گے۔

قرآن مجید میں متعدد جگہ اس بات کو واضح طور پر ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ کے باغی ایمان نہ لانے والوں کے لئے دوزخ کا عذاب ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔ جیسا کہ سورۂ مائدہ میں فرمایا:۔

یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِیْنَ مِنْهَا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ۔ (آیت ۳۷)

(وہ چاہیں گے کہ دوزخ کی آگ سے نکل بھاگیں مگر نہ نکل سکیں گے اور انھیں قائم رہنے والا عذاب دیا جائے گا۔)

سورۂ ہود میں ارشاد ہوا ــــــ فَاَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوْا فَفِی النَّارِ لَهُمْ فِیْهَا زَفِیْرٌ وَّشَهِیْقٌ o خٰلِدِیْنَ فِیْهَا مَادَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَاشَآءَ رَبُّكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ o (آیت ۱۰۶ تا ۱۰۷)

(جو بدبخت ہوں گے وہ دوزخ میں جائیں گے جہاں گرمی اور پیاس کی شدت سے وہ ہانپیں گے اور پھنکاریں ماریں گے اور اس حالت میں وہ ہمیشہ رہیں گے جب تک کہ زمین و آسمان قائم ہے اِلاّ یہ کہ تیرا رب کچھ اور چاہے بے شک تیرا رب پورا اختیار رکھتا ہے کہ جو چاہے کرے۔)

یعنی اللہ کے علاوہ کوئی طاقت ایسی نہیں ہے جو دائمی عذاب سے بچا سکے۔ وہ اگر معاف کردینے کا فیصلہ فرمائے تو اسے ایسا کرنے کا پورا اختیار ہے۔

بہرحال قرآن مجید سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ جو لوگ دنیا میں ایمان کی دولت سے محروم رہے ان کے لئے جنت سے محرومی ہے اور وہ ہمیشہ دوزخ کے عذاب میں گرفتار رہیں گے۔ قرآن مجید میں یہ بات تقریباً ۲۵ مقامات پر آئی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہیں اگر وہ ایک مدت کے عذاب کے بعد اپنے ہی قانون کو بدلنا چاہیں تو ان کو اس کا بھی پورا اختیار ہے اور اللہ سے اوپر کوئی طاقت نہیں ہے جو کسی کام کرنے سے اللہ تعالیٰ کو روک سکے۔

(۲۴) دوزخ میں نہ ٹھنڈک کی راحت اور نہ پینے کو کوئی خوش گوار چیز | دوزخ کا عذاب ایسا ہوگا کہ وہاں آگ اور گرمی کے سوا نہ ٹھنڈک کی راحت ملے گی کہ آرام پہنچانے والی خنکی ہو اور گرمی سے کچھ راحت مل جائے۔ اور پیاس لگے گی تو پینے کے لئے اور پیاس بجھانے کے لئے کوئی خوش گوار چیز اور ٹھنڈا مشروب نہیں ملے گا۔ بلکہ وہاں کیا ملے گا؟

(۲۵) پینے کو گرم پانی اور زخموں کا دھوون | وہاں پینے کے لئے کھولتا ہوا اور گرم پانی ہوگا جس کی سوزش سے منہ جھلس جائیں گے اور آنتیں کٹ کر پیٹ سے باہر آپڑیں گی۔

اور دوسری چیز پینے کے لئے دوزخیوں کے جسم سے نکلنے والی پیپ لہو اور کچ لہو ہوگا جو سخت بدبودار اور زخموں کا دھوون ہوگا۔

جَزَآءً وِّفَاقًا ﴿۲۶﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا ﴿۲۷﴾ وَّ

وَّ	حِسَابًا	كَانُوْا + لَا يَرْجُوْنَ	اِنَّهُمْ	وِّفَاقًا	جَزَآءً
اور	حساب	توقع نہیں رکھتے تھے	بیشک وہ	پورا	بدلہ

(یہ) پورا پورا بدلہ ہوگا۔ بیشک وہ حساب کی توقع نہیں رکھتے تھے اور

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا ﴿۲۸﴾ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا ﴿۲۹﴾

كِتٰبًا	اَحْصَيْنٰهُ	وَ كُلَّ شَيْءٍ	كِذَّابًا	بِاٰيٰتِنَا	كَذَّبُوْا
لکھ کر	ہم نے گن رکھی ہے	اور ہر چیز	جھوٹ جان کر	ہماری آیتیں	جھٹلاتے تھے

ہماری آیتوں کو جھٹلاتے تھے جھوٹ جان کر۔ اور ہم نے ہر چیز گن کر لکھ رکھی ہے۔

فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا ﴿۳۰﴾ ع

عَذَابًا	اِلَّا	نَّزِيْدَكُمْ	فَلَنْ	فَذُوْقُوْا
عذاب	مگر	بڑھاتے جائیں گے	ہرگز نہیں	اب مزہ چکھو

اب مزہ چکھو۔ پس ہم تم پر ہرگز نہ بڑھاتے جائیں گے مگر عذاب

﴿۲۶﴾ جَزَآءً وِّفَاقًا ۝ مُوَافِقًا لِعَمَلِهِمْ فَلَا ذَنْبَ اَعْظَمُ مِنَ الْكُفْرِ وَلَا عَذَابَ اَعْظَمُ مِنَ النَّارِ ۝

﴿۲۶﴾ کہ کوئی گناہ کفر سے بڑا نہیں اور نہ کوئی عذاب دوزخ کی تکلیف سے زیادہ اس لئے کفر کا بدلہ ہمیشہ کو دوزخ میں جلنا مقرر ہوا۔

﴿۲۷﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ يَخَافُوْنَ حِسَابًا لِاِنْكَارِهِمُ الْبَعْثَ

﴿۲۷﴾ بے شک یہ لوگ حساب سے نہ ڈرتے تھے کیونکہ قیامت اور حشر کے منکر تھے۔

﴿۲۸﴾ وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا الْقُرْاٰنِ كِذَّابًا ۝ تَكْذِيْبًا

﴿۲۸﴾ اور جھٹلایا قرآن کی آیتوں کو جھٹلانا۔

﴿۲۹﴾ وَكُلَّ شَيْءٍ مِنَ الْاَعْمَالِ اَحْصَيْنٰهُ ضَبَطْنَاهُ كِتٰبًا ۝ كِتْبًا فِي اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ لِنُجَازِيَ عَلَيْهِ وَمِنْ ذٰلِكَ تَكْذِيْبُهُمْ بِالْقُرْاٰنِ

﴿۲۹﴾ اور ہم نے ہر ایک عمل کو گھیر رکھا ہے اور لکھ لیا ہے لوح محفوظ میں تاکہ ان کو اس کا عوض دیویں اور ان کا جھٹلانا قرآن کو بھی لوح محفوظ میں ثابت ہے پس اس پر بھی ان کو سزا ملے گی۔

﴿۳۰﴾ فَذُوْقُوْا اَيْ فَيُقَالُ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عِنْدَ وُقُوْعِ الْعَذَابِ عَلَيْهِمْ ذُوْقُوْا جَزَاءَكُمْ فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا ۝ فَوْقَ عَذَابِكُمْ۔

﴿۳۰﴾ سو ان سے کہا جائے گا بوقت واقع ہونے عذاب کے ان پر کہ چکھو بدلہ اپنے عملوں کا
پس ہماری طرف سے تم کو کچھ نہ ملے گا مگر عذاب اوپر عذاب کے۔

تشریح

﴿۲۶﴾ سرکشوں کے کرتوتوں کا بھرپور بدلہ یہ ان مجرمین کے ساتھ کوئی زیادتی نہ ہوگی بلکہ ان سرکش اور باغیوں کے کرتوتوں

کا پورا پورا اور بھرپور بدلہ ہوگا۔ انھوں نے جو جرم کیے تھے وہ اسی سزا کے قابل تھے۔
دنیا کی حکومتیں اپنے باغیوں کے ساتھ جو اُن کی حکومت کو نہ مانیں اور ان کے قانون کو تسلیم نہ کریں بلکہ حکومتِ وقت کے قانون کے خلاف علم بغاوت بلند کریں سخت سے سخت سزائیں دیتی ہیں اور کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ حکومت ان کے ساتھ زیادتی کر رہی ہے۔ اگر وہ جائز حکومت ہے قانون کے مطابق قائم ہوئی ہے تو اس کا تسلیم کرنا ہر شہری پر لازم ہوتا ہے۔
کائنات پر اللہ کی حکومت بالکل برحق اور جائز ہے کیوں کہ وہی اس کائنات کا خالق ہے وہی روزی رساں اور پالن ہار ہے۔ پھر اس نے اپنے بندوں کو اندھیرے میں نہیں رکھا بلکہ آگاہ کرتا رہا کہ دیکھو ایسا کروگے تو ایسا انجام ہوگا۔ وہ سنبھلنے کا موقع دیتا رہا۔ جو لوگ اپنے اڑیل رویئے پر قائم رہے ہر طرح سے سمجھانے کے باوجود ان کے سمجھ میں نہ آیا، ان کی یہ سزا ان کے جرموں کا پورا پورا بدلہ ہے ۔ ان کے ساتھ زیادتی نہیں ہے انصاف کا عین تقاضا ہے۔

(۲۷) حق کا انکار کرنے والوں کو حساب کتاب کی امید نہ تھی | حق و صداقت کا انکار کرنے والے، اس کے خلاف بغاوت کرنے والے یہ سمجھ کر دنیا میں زندگی گذارتے رہے کہ کبھی وہ وقت نہیں آنا ہے جب انھیں پروردگار کے سامنے حاضر ہوکر اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا۔ ان کو امید نہیں تھی کہ ایک دن ایسا بھی آئے گا۔

(۲۸) انھوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا | ایک جرم ان کا روز جزا کا انکار تھا۔ دوسرے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کے ذریعے ان کی ہدایت کے لئے جو آیات بھیجی تھیں اور وہ نشانیاں جو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے انھوں نے ان کو جھٹلایا، پیغمبروں کی بھی تکذیب کی اللہ کی کتابوں کو بھی نہ مانا، اللہ کی وہ نشانیاں جو انفس و آفاق میں پھیلی ہوئی ہیں ان کو بھی نظرانداز کیا، فطرت کے تقاضوں کو پامال کیا اور اللہ کے قانون پر عمل کرنے کے بجائے اپنی من مانی کرتے رہے، نفس کی خواہشات پر چلتے رہے اور یہ سمجھتے رہے کہ دنیا میں ہم اسی طرح مزے کرتے رہیں گے۔

(۲۹) ہم ہر چیز کا ریکارڈ تیار کر رہے تھے | ان کو یہ خبر ہی نہیں تھی کہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں ان کا کہنا، ان کا کرنا، ان کی نیتیں اور خیالات اور ان کے مقاصد ہر چیز کا ایک مکمل ریکارڈ تیار ہو رہا ہے۔ ان کو یہ اندازہ ہی نہیں تھا کہ ہر شخص کی بولتی ہوئی فلم تیار کی جا رہی ہے جس میں ہر حرکت ہر بات یہاں تک کہ نیت بھی ریکارڈ ہو رہی ہے اور کوئی چھوٹی سے چھوٹی چیز ایسی نہیں ہے جو اس نامۂ اعمال میں موجود نہ ہو۔
وہ تو یہ سمجھ رہے تھے کہ ہم آزاد ہیں جو چاہیں کریں ہم سے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ لیکن جب یہ نامۂ اعمال مکمل شکل میں انسان کے سامنے آئے گا تو وہ حیران رہ جائے گا اور بول اٹھے گا۔

مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا۔

(یہ کیسا نامۂ اعمال ہے جو کوئی چھوٹی سے چھوٹی بات اور بڑی سے بڑی بات ایسی نہیں چھوڑتا جو محفوظ نہ ہو۔)

(۳۰) اب تمہارا عذاب بڑھتا ہی جائے گا | دنیا کی زندگی میں تم سچائی کو جھٹلاتے رہے۔ انکار میں بڑھتے گئے۔ اگر موت نہ آجاتی تو بڑھتے ہی چلے جاتے۔ اب عذاب کا مزہ چکھتے رہو جس طرح تم انکار میں بڑھتے رہے ہم بھی عذاب بڑھاتے جائیں گے۔ جس میں کبھی کوئی کمی نہ ہوگی۔ اپنے کرتوتوں کا مزہ عذاب کی صورت میں چکھتے رہو۔

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ۙ﴿۳۱﴾ حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا ۙ﴿۳۲﴾ وَّ

اِنَّ	لِلْمُتَّقِيْنَ	مَفَازًا	حَدَآئِقَ	وَاَعْنَابًا	وَّ
بیشک	پرہیزگاروں کے لئے	کامیابی	باغات	اور انگور	اور

بے شک پرہیزگاروں کے لئے کامیابی ہے، باغات اور انگور، اور

كَوَاعِبَ اَتْرَابًا ۙ﴿۳۳﴾ وَّكَاْسًا دِهَاقًا ؕ﴿۳۴﴾

كَوَاعِبَ	اَتْرَابًا	وَّ كَاْسًا	دِهَاقًا	
نوجوان عورتیں	ہم عمر	اور پیالے	چھلکتے ہوئے	

نوجوان عورتیں ہم عمر، اور چھلکتے ہوئے پیالے

(۳۱) اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ○ مَكَانَ فَوْزٍ فِي الْجَنَّةِ

(۳۱) اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا وَّ كَوَاعِبَ اَتْرَابًا وَّ كَاْسًا دِهَاقًا الخ بیشک پرہیزگاروں کے لئے جنت میں بڑے بڑے مرتبہ ہیں۔

(۳۲) حَدَآئِقَ بَسَاتِيْنَ بَدَلٌ مِنْ مَفَازًا اَوْ بَيَانٌ لَهُ وَاَعْنَابًا ○ عَطْفٌ عَلٰى مَفَازًا

(۳۲) باغ میوہ کے

اور انگور

(۳۳) وَّكَوَاعِبَ جَوَارِيَ تَكَعَّبَتْ ثُدِيُّهُنَّ جَمْعُ كَاعِبٍ اَتْرَابًا ○ عَلٰى سِنٍّ وَاحِدٍ جَمْعُ تِرْبٍ بِكَسْرِ التَّاءِ وَسُكُوْنِ الرَّاءِ

(۳۳) اور عورتیں نوعمر

یکساں عمر والی

(۳۴) وَّكَاْسًا دِهَاقًا ○ خَمْرًا مَالِئَةً مَحَالَّهَا وَفِي الْقِتَالِ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ

(۳۴) اور پیالہ شراب کا بھرا ہوا

تشریح

(۳۱) **پرہیز گاروں کے لئے جنت کی نعمتیں** | ایک طرف وہ طاغین اور سرکش جنھیں آخرت کے حساب کی توقع نہ تھی اور جنھوں نے اللہ کی نشانیوں کو جھٹلایا تھا۔ اور دنیا میں یہ سمجھتے ہوئے زندگی گذاری تھی کہ ہم آزاد ہیں جو چاہیں کرتے پھریں اپنے نفس کی خواہشات پر چلتے رہیں۔

دوسری طرف وہ متقی اور پرہیزگار لوگ جو اللہ پر اور بدلے کے دن پر ایمان رکھتے تھے اور یہ سمجھتے تھے

کہ ہمیں اللہ کے سامنے اپنے اعمال کا جواب دینا ہے وہ اللہ کی آیات کے سامنے سر جھکاتے تھے اللہ کے احکام پر عمل کرتے تھے اس کی فرماں برداری کرتے تھے ان کے لئے کامرانی اور کامیابی کا ایک مقام ہوگا اور جنت کی نعمتیں ہوں گی جن میں سے کچھ نعمتوں کا ذکر آنے والی آیتوں میں کیا جا رہا ہے۔

(۳۲) پرہیزگاروں کے لئے جنت کی نعمتیں۔ باغ اور انگور | اللہ پر ایمان لانے والے اس کے فرماں بردار اور پرہیزگار بندوں کے لئے جنت کے انعامات میں سے ایک انعام جنت کے بہترین باغات اور وہاں کے انگور یعنی ایک تو وہ درخت ہوں گے جو قائم رہتے ہیں اور ان پر پھل آتے ہیں، ان میں طرح طرح کے باغات ہوں گے۔ پھر ان باغات میں پھل دار درختوں کے علاوہ بیلیں ہوں گی جن میں انگور کی بیلوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ کیوں کہ انگور ایک بہت اعلیٰ درجے کے پھلوں میں سے ہے جو عیش اور خوش حالی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ اور جنت میں جو عیش و راحت ہوں گے اس میں کھانے پینے کی چیزوں میں پھل بھی ہوں گے۔ اس کے علاوہ وہاں کے عیش و راحت میں اور چیزیں بھی ہیں جن میں کچھ چیزوں کا ذکر آگے آ رہا ہے۔

(۳۳) پرہیزگاروں میں جنت کی نعمتوں میں سے نوخیز لڑکیاں | اہل جنت کے لئے ایسی نوخیز لڑکیاں ہوں گی جن کا شباب پورے ابھار پر ہوگا اور ہم سن ہوں گی یعنی جن کی زوجیت میں دی جائیں گی ان کی عمر کے حساب سے وہ مناسب ہوں گی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ سب لڑکیاں آپس میں بھی تقریباً ہم عمر ہوں۔ جیسا کہ سورۂ صٓ میں ارشاد ہوا وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ (آیت ۵۲) (اور ان کے پاس شرمیلی ہم سن بیویاں ہوں گی۔) ـــ یعنی آپس میں ہم سن ہوں یا شوہروں کی ہم سن ہوں

اسی طرح سورۂ واقعہ میں فرمایا۔ عُرُبًا اَتْرَابًا ۝ (آیت ۳۷)۔ (اور عمر میں ہم سن)

یعنی وہ اپنے شوہروں کی ہم سن ہوں گی۔ یا آپس میں ہم سن ہوں گی۔ اور یہ دونوں باتیں بیک وقت ہو سکتی ہیں کہ یہ عورتیں خود بھی ہم سن ہوں اور ان کے شوہر بھی ان کے ہم سن بنا دئے جائیں۔ ایک حدیث میں جو مسند احمد میں حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے مروی ہے نبی صؐ نے ارشاد فرمایا

يَدْخُلُ اَهْلُ الْجَنَّةِ جُرْدًا مُرْدًا بِيْضًا جُعْدًا مُكَحَّلِيْنَ اَبْنَاءَ ثَلَاثٍ وَّثَلَاثِيْنَ۔

(اہل جنت جب جنت میں داخل ہوں گے تو ان کے جسم بالوں سے صاف ہوں گے مسیں بھیگ رہی ہوں گی مگر داڑھی نہ نکلی ہوگی، گورے چٹے ہوں گے، گٹھے ہوئے بدن ہوں گے، سب کی عمریں تینتیس ۳۳ سال کی ہوں گی۔)

ـــــ اسی طرح کی حدیث حضرت معاذ بن جبل سے اور حضرت ابو سعید خدری رضؓ سے ترمذی میں مروی ہے۔!

(۳۴) پرہیزگاروں کے لئے جنت میں چھلکتے جام | اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو جنت میں جو راحت و آرام عطا فرمائیں گے اور اپنے انعامات سے نوازیں گے ان میں جہاں باغات اور پھل، ہم سن بیویاں ہوں گی۔ اس کے ساتھ شراب طہور کے لبریز جام چھلکتے ہوں گے۔ جنت کی یہ شراب دنیا کی شراب کی طرح نہ ہوگی۔ اس میں نہ نشہ ہوگا نہ بدمستی ہوگی، نہ وہ نقصان دینے والی ہوگی۔ اس میں ایک سرور ہوگا ایک لذت ہوگی۔ دنیاوی شراب کی کوئی خرابی اور برائی اس میں نہ ہوگی۔

جو لوگ دنیا میں اللہ کی حرام کی ہوئی چیز سے بچتے رہے ان کو اللہ تبارک و تعالیٰ جنت میں شراب طہور عطا فرمائیں گے جس میں چشمہ سلسبیل کا پانی ہوگا۔ زنجبیل کی خوشبو ہوگی اور وہ لذت ہوگی جس کا دنیاوی شراب سے کوئی مقابلہ نہیں ہے۔

لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا ﴿۳۵﴾ جَزَآءً مِّنْ

لَا يَسْمَعُوْنَ	فِيْهَا	لَغْوًا	وَّلَا كِذّٰبًا	جَزَآءً	مِّنْ
نہ سنیں گے	اس میں	بیہودہ	اور نہ جھوٹ (خرافات)	یہ بدلہ	سے

وہ اس میں نہ سنیں گے کوئی بیہودہ بات اور نہ جھوٹ (خرافات) یہ بدلہ ہے

رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ﴿۳۶﴾ رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

رَّبِّكَ	عَطَآءً	حِسَابًا	رَّبِّ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ
تمہارا رب	انعام	حساب سے (کافی)	رب	آسمانوں	اور زمین

تمہارے رب کا انعام حساب سے (کافی) رب آسمانوں کا اور زمین کا

وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ﴿۳۷﴾

وَمَا بَيْنَهُمَا	الرَّحْمٰنِ	لَا يَمْلِكُوْنَ	مِنْهُ	خِطَابًا
اور جو ان کے درمیان	بہت مہربان	وہ قدرت نہیں رکھتے	اس سے	بات کرنا

اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، بہت مہربان۔ وہ اس سے بات کرنے کی قدرت نہیں رکھتے۔

﴿۳۵﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا اَيِ الْجَنَّةِ عِنْدَ شُرْبِ الْخَمْرِ وَغَيْرِهٖ مِنَ الْاَحْوَالِ — ﴿۳۵﴾ نہ سنیں گے وہ جنت میں شراب پینے کے وقت اور دیگر احوال میں

لَغْوًا بَاطِلًا مِّنَ الْقَوْلِ — لغو بات کو

وَّلَا كِذّٰبًا ۞ بِالتَّخْفِيْفِ اَيْ كِذْبًا وَبِالتَّشْدِيْدِ اَيْ تَكْذِيْبًا مِّنْ وَاحِدٍ لِغَيْرِهٖ — اور نہ وہاں ایک دوسرے کی تکذیب کرے گا

بِخِلَافِ مَا يَقَعُ فِي الدُّنْيَا عِنْدَ شُرْبِ الْخَمْرِ۔ — بخلاف اس حالت کے کہ دنیا میں شراب پیتے وقت پیدا ہوتی ہے۔

﴿۳۶﴾ جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ اَيْ جَازَاهُمُ اللّٰهُ بِذٰلِكَ — ﴿۳۶﴾ یہ ان کو بدلہ دیا اللہ نے ازراہ عطا کے۔

جَزَاۤءً عَطَاۤءً بَدَلٌ مِنْ جَزَاءٍ حِسَابًا ۝ اَیْ كَثِیْرًا مِنْ قَوْلِهِمْ اَعْطَانِیْ فَاَحْسَبَنِیْ اَیْ اَكْثَرَ عَلَیَّ حَتّٰی قُلْتُ حَسْبِیْ — بے حساب۔

(۳۷) رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بِالْجَرِّ وَالرَّفْعِ وَمَا بَیْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ كَذٰلِكَ وَبِرَفْعِهٖ مَعَ جَرِّ رَبِّ السَّمٰوٰتِ لَا یَمْلِكُوْنَ اَیِ الْخَلْقُ مِنْهُ تَعَالٰی خِطَابًا ۝ اَیْ لَا یَقْدِرُ اَحَدٌ اَنْ یُّخَاطِبَهٗ خَوْفًا مِنْهُ۔

(۳۷) وہ اللہ جو رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا بڑی رحمت والا ہے۔ کوئی اس سے بات نہ کرسکے گا اس کے خوف سے

تشریح

(۳۵) **اہل جنت کے لئے جنت کی ایک نعمت۔ وہاں کا پاکیزہ ماحول** اہل جنت کے لئے دیگر نعمتوں کے علاوہ وہاں کا پاکیزہ ماحول ہوگا جنت کا ماحول ایسا پاکیزہ اور صاف ستھرا ہوگا کہ وہاں کوئی بے ہودہ جھوٹ اور گندی باتیں سننے کو نہ ملیں گی۔ وہاں کوئی فضول قسم کی گپ بازی نہ ہوگی، وہاں گالم گلوچ، بہتان طرازی، افترا پردازی، تہمتیں اور الزام تراشیاں نہ ہوں گی۔ وہاں کی سوسائٹی ان تمام چیزوں سے پاک ہوگی وہاں کی ہر چیز میں پاکیزگی ہوگی۔ ایک پُرمسرت سنجیدہ با اخلاق ماحول ہوگا۔ شرافت کے نمونے ہوں گے اور کوئی ایسی بات نہ ہوگی جو عیش کو مکدّر کردے۔

(۳۶) **اعمال کی جزا کے علاوہ بہت کچھ انعام بھی** اچھے اور نیک اعمال کی جزا کے علاوہ مزید انعامات بھی عطا کئے جائیں گے یعنی صرف اعمال کی جزا پر ہی اکتفا نہیں کیا جائے گا بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے مزید انعامات بھی عطا کریں گے۔ اور جب یہ فرمایا جائے کہ اللہ تعالیٰ مزید انعامات عطا کریں گے تو اس کے انعامات کتنے ہوں گے اس کا کوئی اندازہ نہیں لگایا جاسکتا اس لئے کہ وہ دینے والا اتنا سخی ہے کہ اس جیسا کوئی سخی نہیں ہوسکتا۔ وہ دے گا اور بھرپور دے گا اتنا دے گا کہ بندہ حیران و ششدر ہوجائے گا کہ میں نے اتنا کچھ کیا نہیں تھا جتنا مجھے دیا جارہا ہے۔ حقیقت میں جو بھی ملے گا اللہ کی رحمت اور اس کے فضل سے ملے گا، یہ اللہ کی طرف سے بندے کی عزت افزائی ہے کہ وہ یہ فرمادے کہ یہ تمہارے نیک اعمال کا صلہ ہے۔ کیونکہ وہ دینے والا اتنا عظیم ہے کہ اس کی عظمت کا کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔ جس کا بیان اگلی آیت میں آرہا ہے۔

(۳۷) **اللہ کی عظمت اور اس کا جلال** اس لطف و رحمت کے باوصف اللہ کی عظمت و جلال کا یہ عالم کہ کوئی ان کے سامنے لب کشائی نہیں کرسکتا۔ حشر کے میدان میں اللہ کے دربار میں اللہ کی ہیبت اور رعب کا یہ عالم ہوگا کہ زمین والے ہوں یا آسمان والے کسی کا حوصلہ نہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر ان کے حضور میں لب کشائی کرسکے زبان کھولنے کی جرأت کرسکے یا کسی کام میں کوئی مداخلت کرسکے۔ کس کی ہمت ہوگی کہ وہ اپنی بات تو کیا منوائے اس کے سامنے دم بھی مارسکے۔

يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۙ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ

لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ	صَفًّا	وَالْمَلٰٓئِكَةُ	يَقُوْمُ + الرُّوْحُ	يَوْمَ
نہ بول سکیں گے	صف باندھے	اور فرشتے	کھڑے ہوں گے روح	دن

جس دن روح اور فرشتے صف باندھے کھڑے ہوں گے، نہ بول سکیں گے

اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ﴿۳۸﴾

صَوَابًا	وَقَالَ	الرَّحْمٰنُ	لَهُ	اَذِنَ	مَنْ	اِلَّا
ٹھیک بات	اور بولا	رحمٰن	اس کو	اجازت دی	جو جس	مگر

مگر جس کو رحمٰن نے اجازت دی اور بولے گا ٹھیک بات

﴿۳۸﴾ يَوْمَ ظَرْفٌ لِلَا يَمْلِكُوْنَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ جِبْرَئِيْلُ اَوْ جُنْدُ اللهِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا حَالٌ اَيْ مُصْطَفِّيْنَ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اَيِ الْخَلْقُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ فِي الْكَلَامِ وَقَالَ قَوْلًا صَوَابًا ۝ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةِ كَاَنْ يَّشْفَعُوْا لِمَنِ ارْتَضٰى

﴿۳۸﴾ اس دن کہ کھڑا ہو گا جبریل

اور فرشتہ صف باندھ کے۔
کوئی شخص اس روز کلام نہ کر سکے گا
مگر جس کو اللہ نے اجازت دی بات کرنے کی

اور کہے وہ ٹھیک بات
یعنی ایمان والے اور فرشتے سفارش کریں گے۔
اس کے لئے جس کو اللہ برگزیدہ فرماوے۔

تشریح

﴿۳۸﴾ اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی کسی کی سفارش نہ کر سکے گا دربارِ الٰہی کا عالم ہو گا کہ فرشتے یہاں تک کہ فرشتوں کے سردار روح الامین حضرت جبرئیلؑ بھی اللہ کے سامنے صف بستہ کھڑے ہوں گے سب پر ایسی ہیبت طاری ہوگی کہ بلا اجازت، کوئی بات نہ کر سکے گا۔ سارے اختیارات اللہ کے ہاتھ میں ہوں گے لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ مقرب ترین فرشتے بھی لب کشائی کی جرأت نہ کر سکیں گے۔

اگر اللہ تعالیٰ اجازت دیں گے تو پروردگار کی اجازت سے ایسے لوگوں کے حق میں سفارش کی جا سکے گی جن کے حق میں اللہ تعالیٰ سفارش قبول کرنا پسند فرمائیں۔ جس صاحبِ ایمان گنہگار کے حق میں اللہ تعالیٰ سفارش کرنے کی اجازت دیں گے اسی کے حق میں سفارش کرنے والا بے جا نوعیت کی سفارش سے بچتے ہوئے بجا اور درست بات کہہ سکے گا۔

ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ شَاۤءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ

ذٰلِكَ	الْيَوْمُ	الْحَقُّ	فَمَنْ	شَاۤءَ	اتَّخَذَ	اِلٰى رَبِّهٖ
یہ	دن	برحق	پس جو	چاہے	بنائے	اپنے رب کے پاس

یہ دن برحق ہے۔ پس جو کوئی چاہے اپنے رب کے پاس ٹھکانا

مَاٰبًا ﴿۳۹﴾ اِنَّاۤ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا ۖ يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ

مَاٰبًا	اِنَّاۤ + اَنْذَرْنٰكُمْ	عَذَابًا	قَرِيْبًا	يَوْمَ	يَنْظُرُ	الْمَرْءُ
ٹھکانا	بیشک ہم نے ڈرایا تمہیں	عذاب	قریب کے	جس دن	دیکھ لے گا	آدمی

بنائے۔ بے شک ہم نے تمہیں قریب آنے والے عذاب سے ڈرایا ہے جس دن آدمی دیکھ لے گا

مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ﴿۴۰﴾ ع

مَا	قَدَّمَتْ يَدٰهُ	وَيَقُوْلُ	الْكٰفِرُ	يٰلَيْتَنِيْ	كُنْتُ	تُرٰبًا
جو	آگے بھیجا اس کا ہاتھ	اور کہے گا	کافر	کاش میں	ہوتا	مٹی

جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور کافر کہے گا کاش میں مٹی ہوتا

رکوع ۲

﴿۳۹﴾ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ۚ الثَّابِتُ وُقُوْعُهٗ وَهُوَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ فَمَنْ شَاۤءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ۝ مَرْجِعًا اَيْ رَجَعَ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى بِطَاعَتِهٖ لِيَسْلَمَ مِنَ الْعَذَابِ فِيْهِ

﴿۳۹﴾ اس دن کا آنا سچ ہے۔ سو جو کوئی چاہے اللہ کی طرف رجوع کرے ساتھ بندگی کے تاکہ اس کے عذاب سے بچا رہے۔

﴿۴۰﴾ اِنَّاۤ اَنْذَرْنٰكُمْ اَيْ كُفَّارَ مَكَّةَ عَذَابًا قَرِيْبًا ۖ اَيْ عَذَابَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ الْاٰتِيْ وَكُلُّ اٰتٍ قَرِيْبٌ يَوْمَ ظَرْفٌ لِعَذَابًا بِصِفَتِهٖ يَنْظُرُ الْمَرْءُ كُلُّ امْرِءٍ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ مِنْ خَيْرٍ وَشَرٍّ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يَا حَرْفُ تَنْبِيْهٍ لَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ۝ يَعْنِيْ فَلَا اُعَذَّبُ يَقُوْلُ ذٰلِكَ عِنْدَ مَا يَقُوْلُ اللّٰهُ

﴿۴۰﴾ بے شک اے کفار مکہ ہم نے تم کو ڈرایا قیامت کے عذاب سے جو جلدی آنے والا ہے کیوں کہ ہر ایک آنے والی چیز جلد آنے والی ہے اس روز کہ دیکھے گا ہر ایک آدمی اس چیز کو جو اس نے آگے بھیجی۔ بھلائی اور برائی سے اور کہے گا کافر اے کاش میں مٹی ہوتا۔ تاکہ مجھ پر یہ مصیبتیں نہ آتیں۔ یہ اس وقت کہے گا جس وقت اللہ تعالیٰ چارپایوں کو حکم فرما دے گا۔

تَعَالَى لِلّٰهِمَا ئِمِ بَعْدَ الْاِقْتِصَاصِ مِنْ بَعْضِهَا لِبَعْضٍ كُوْنِيْ تُرَابًا

بعد اس کے کہ ایک دوسرے سے بدلہ لے لیں گے کہ ہو جاؤ تم مٹی۔

تشریح

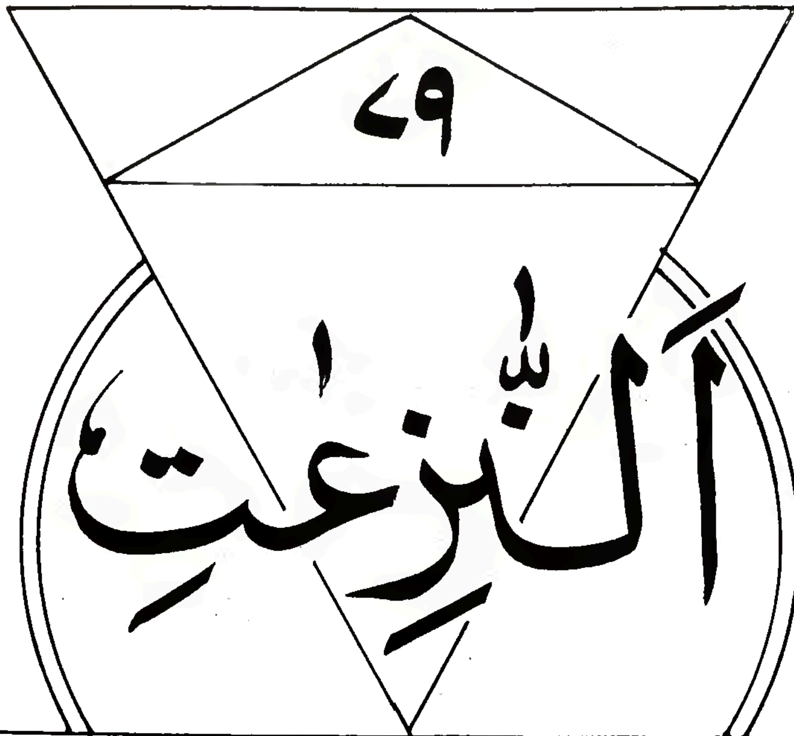
(۳۹) بدلے کا یہ دن آکر رہے گا | یوم جزا، بدلے کا یہ دن برحق ہے۔ یہ دن آکر رہے گا، یہ کوئی اٹکل پچو والی بات نہیں ہے۔ بلکہ حقیقت اور بیان واقعہ ہے جس کی پوری صداقت کے ساتھ خبر دی جا رہی ہے اور جس کا دل چاہے اور اپنی بہتری منظور ہو اس وقت کی تیاری کر کے رکھے۔ اللہ کی طرف سے کوئی جبر نہیں ہے مگر جس نے اللہ کی دی ہوئی آزادی کا بے جا استعمال کیا ــ اور ہدایت کے بجائے گمراہی کو پسند کیا اور وہ راستہ اختیار نہ کیا جو رب کی رضا کا راستہ ہے تو اس کا نتیجہ بہر حال اس کے سامنے آئے گا۔

(۴۰) روز جزا میں منکر آخرت کا پچھتاوا | ہم تمہیں اس آنے والے عذاب سے خبردار کر رہے ہیں جو بہت زیادہ دور نہیں ہے انسان کو گذرے ہوئے وقت کا احساس نہیں ہوتا۔ ایسا لگتا ہے جیسے ابھی کل کی بات ہو۔ دنیا کی عمر زیادہ گزر چکی ہے، کم باقی ہے۔ اور مرنے کے بعد جب انسان دوبارہ زندہ ہو گا تو وہ ایسا محسوس کرے گا جیسے ابھی سویا تھا اور ابھی کسی نے جگا دیا۔ وقت ایک اضافی چیز ہے اور آخرت میں زمان و مکان کے پیمانے دنیا سے مختلف ہوں گے۔ اس لیے گزرا ہوا وقت ایسا لگے گا کہ بہت تھوڑا سا وقت گزرا ہے۔

اور انسان جب اللہ کے سامنے پیش ہو گا تو وہ یہ دیکھے گا کہ اس نے دنیا میں جو بھی اعمال کیے تھے اس کا نتیجہ آخرت کی زندگی میں اس کے سامنے ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کوئی کھیت میں بیج بوئے اور جب فصل تیار ہو جائے تو جو اس نے بویا تھا اسی کی فصل اس کے سامنے ہو گی۔ یہی معاملہ دنیا اور آخرت کا ہے کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے (اَلدُّنْيَا مَزْرَعَةُ الْاٰخِرَةِ) جو انسان دنیا میں اعمال کی شکل میں بیج بو رہا ہے اس کا پھل وہ آنے والی زندگی میں کاٹے گا۔

آخرت اور یوم جزا کو ماننے والے جو ذمے داری کے ساتھ زندگی گزار رہے ہیں وہ تو ہر طرح محفوظ اور امان میں رہیں گے مگر آخرت کا انکار کرنے والے ان کے سامنے جب ان کے اعمال کے نتائج آئیں گے تو وہ بہت پچھتائیں گے اور حسرت کریں گے کہ کاش ہم مر کر مٹی میں مل گئے ہوتے، اور حساب دینے کی نوبت ہی نہ آتی۔ یا ہم مٹی کا ایک ڈھیر ہی رہتے اور دنیا میں پیدا ہی نہ ہوئے ہوتے۔





ترتیب تلاوت	۷۹	ترتیب نزول	۸۱
مکی / مدنی	مکی	تعداد رکوعات	۲
تعداد آیات	۴۶	تعداد الفاظ	۱۰۱
تعداد حروف	۷۹۱		

○ اس سورت کا نام "وَالنّٰزِعٰتِ" آیت کے پہلے لفظ سے لے کر رکھا گیا ہے۔

○ سورت کے مضمون سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ سورت "سورۂ نبا" کے بعد نازل ہوئی ہے۔ یہ سورتیں مکے کے ابتدائی زمانے میں نازل ہونے والی سورتوں میں سے ہیں۔

○ اِس سورت کا موضوع ہے کہ قیامت ضرور آئے گی اور قیامت کے بعد اللہ تعالیٰ انسانوں کو دوبارہ زندہ کریں گے اس کے علاوہ اس سورت میں اس بات سے بھی باخبر کیا گیا ہے کہ اللہ کے رسولوں کو جھٹلانے کا انجام کیا ہوتا ہے؟ اگرچہ سورۂ نبا اور اس سورت کا موضوع ایک ہے مگر اس سورت کا اندازِ بیان سورۂ نبا سے مختلف ہے۔

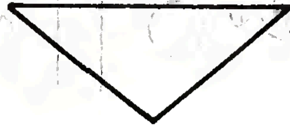
○ اس سورت میں بڑی قیامت کو ثابت کرنے کے لئے چھوٹی قیامت کو ذریعہ بنایا گیا ہے۔ چھوٹی قیامت ہے "موت"۔ اصل میں تو انسان کی موت کے ساتھ ہی چھوٹی قیامت شروع ہو جاتی ہے۔ موت خود قیامتِ صغریٰ

ہے اور قیامت صغریٰ کو قیامتِ کبریٰ کے لئے بطورِ شہادت پیش کیا گیا ہے۔ جیسے ہی انسان کی موت کا وقت آتا ہے تو اس کے ساتھ ہی عالم آخرت کے حقائق سامنے آنے شروع ہو جاتے ہیں اور موت کے بعد ہی سے عذاب ثواب کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ موت ایک محسوس چیز ہے جسے ہر انسان جس کو موت آتی ہے محسوس کرتا ہے اس لئے ان فرشتوں کی قسم کھائی جارہی ہے اور ان کے عمل کو بطور دلیل و شہادت پیش کیا جارہا ہے جو جان نکالنے کے لئے آتے ہیں۔

○ حضرت موسیٰ اور فرعون کے واقعہ کی طرف اشارہ کرکے یہ بات ذہن نشین کرائی گئی ہے کہ اللہ کے پیغمبروں کی نافرمانی اور اللہ کے حکم سے سرتابی کی وجہ سے دنیا میں بھی عذاب آتا ہے اور آخرت کا عذاب اپنی جگہ۔

○ اس سورت میں دو رکوع ہیں۔ دوسرے رکوع میں حضرت موسیٰ اور فرعون کے واقعہ میں لاٹھی کے سانپ بننے کا ذکر کیا گیا ہے۔ جو اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ کے حکم سے بے جان چیز میں بھی جان پڑ سکتی ہے تو پھر انسان کو دوبارہ زندہ کرنا اللہ کے لئے کیا دشوار ہے۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ کام ناممکن ہے ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ کے لئے کوئی کام مشکل نہیں ہے۔ جب وہ چاہے گا ایک جھٹکے میں پوری کائنات درہم برہم ہو جائے گی اور دوسرے لمحے میں انسان اپنے آپ کو زندہ پائے گا۔

قیامت کے ذکر پر سورت ختم ہو جاتی ہے جس کے آنے کا صحیح وقت اللہ ہی کو معلوم ہے۔ آگاہ کیا گیا ہے کہ قیامت کا ایک وقت مقرر ہے۔ وہ اپنے وقت پر آئے گی، سوال و جواب کے چکر میں پڑنے کے بجائے اپنے آپ کو عمل کے لئے تیار کرو۔ جو لوگ اللہ سے بے خوف ہو کر آزادانہ زندگی گزار رہے ہیں جب وہ اللہ کے سامنے پیش ہوں گے تو انھیں معلوم ہوگا کہ انھوں نے چند روزہ زندگی کی خاطر اپنا مستقبل تباہ و برباد کر لیا۔



فیہا رکوعان	۸۱= سورۃ النزعت مکیۃ ۷۹=	ایاتہا ۴۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم ①

اللہ کے نام سے جو بہت مہربان، رحم کرنے والا ہے۔

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ① وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ② وَّالسّٰبِحٰتِ

وَالنّٰزِعٰتِ	غَرْقًا	وَّالنّٰشِطٰتِ	نَشْطًا	وَّالسّٰبِحٰتِ
قسم گھسیٹ کر کھینچنے والے	غوطہ لگا کر (دشمن کے)	اور چھڑانے والے	کھول کر	اور تیرنے والے

قسم ہے گھسیٹ کر دشمن سے (جان) کھینچنے والے (فرشتوں) کی اور کھول کر چھڑانے والوں کی، اور تیزی سے تیرنے

سَبْحًا ③ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ④

سَبْحًا	فَالسّٰبِقٰتِ	سَبْقًا	
تیزی سے	پھر آگے بڑھنے والے	دوڑ کر	

والوں کی، پھر دوڑ کر آگے بڑھنے والوں کی

سورۃ وَالنّازِعاتِ مَكِّيَّةٌ
سِتٌّ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

① وَالنَّازِعَاتِ اَلْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِعُ اَرْوَاحَ الْكُفَّارِ غَرْقًا ○ نَزْعًا بِشِدَّةٍ

② وَالنَّاشِطَاتِ نَشْطًا ○ اَلْمَلٰٓئِكَةُ تَنْشِطُ اَرْوَاحَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَیْ تَسُلُّهَا بِرِفْقٍ

③ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ○ اَلْمَلٰٓئِكَةُ تَسْبَحُ مِنَ السَّمَآءِ بِاَمْرِهٖ تَعَالٰى اَیْ تَنْزِلُ

سورۃ والنازعات مکی ہے اس میں چھیالیس آیتیں ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شروع اللہ کے نام سے جو بہت بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے

① وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا الخ قسم ہے ان فرشتوں کی جو کافروں کی روحیں بسختی نکالتے ہیں۔

② اور قسم ہے ان فرشتوں کی جو مومنین کی ارواح کو بسہولت نکالتے ہیں

③ اور قسم ہے ان فرشتوں کی جو آسمان سے اترتے ہیں اس کے حکم سے

(۴) فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۝ اَیْ الْمَلٰٓئِکَۃُ تَسْبِقُ بِاَرْوَاحِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِلَی الْجَنَّۃِ

۴ پھر قسم ہے ان فرشتوں کی جو مومنین کی ارواح کو جنت میں لے جاتے ہیں۔

تشریح

(۱) ڈوب کر جان نکالنے والے فرشتوں کی قسم | وہ فرشتے جو اللہ کے حکم سے رگ رگ سے سختی کے ساتھ گھسیٹ کر جان نکالتے ہیں۔ اللہ کے نافرمان بندوں کی روحیں بڑی سختی کے ساتھ نکالی جاتی ہیں۔ نبی ﷺ نے اس کی مثال دی ہے کہ جس طرح کسی کانٹے دار جھاڑی پر کپڑا ڈالا جائے اور پھر اس کو کھینچ کر نکالا جائے تو کپڑا کانٹوں میں پھنس جاتا ہے اور بڑی مشکل سے کانٹے دار جھاڑیوں سے نکلتا ہے اسی طرح اللہ کے وہ بندے جنھوں نے فرماں برداری کے بجائے نافرمانی اور حق سے انکار اور سرکشی و بغاوت کا رویہ اختیار کیا جب ان کی موت کا وقت آئے گا تو ان کے ساتھ وہی معاملہ ہوگا جو سپاہی ایک مجرم کے ساتھ کرتے ہیں۔ ان کی روحیں بڑی سختی کے ساتھ بے دردی سے کھینچ کر نکالی جائیں گی، اس سے ان کو سخت اذیت ہوگی۔ جان نکلنا نہ چاہے گی اس کو زبردستی کھینچ کر نکالا جائے گا۔ اور اللہ کے فرشتے اللہ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اپنا فرض ادا کریں گے۔

(۲) مومنوں کی جان کی گرہ آسانی سے کھولنے والے فرشتوں کی قسم | اللہ کے فرماں بردار مومن بندے کی موت کا وقت آتا ہے تو فرشتے جو جان نکالنے کے لئے حاضر ہوتے ہیں وہ ان کی جان کی گرہ بڑی آسانی اور آہستگی سے کھولتے ہیں جس سے مومن کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ اس کی روح بدن سے اتنی آسانی سے نکل جاتی ہے جیسے مشک کا منہ اوندھا کیا جائے تو پانی ڈھل ڈھل کر کے آسانی سے نکل جاتا ہے۔ اسی طرح اللہ کی رحمت کے فرشتے بڑے احترام کے ساتھ بدن سے جان کی گرہ کھول دیتے ہیں اور وہ روحِ پاک خوشی خوشی بدن سے باہر آتی ہے اور ایک نشاط اور ایک مسرت محسوس کرتی ہے۔

ے دل کو سکون روح کو آرام آگیا ⁂ موت آگئی کہ دوست کا پیغام آگیا

فرشتے اللہ کے احکام کی تابعداری کرتے ہیں۔ نافرمانوں کے ساتھ سختی کا اور فرماں برداروں کے ساتھ نرمی کا معاملہ ہوتا ہے۔

(۳) ہوا میں تیرنے والے فرشتوں کی قسم | فرشتے روحوں کو لے کر زمین سے آسمان کی طرف اس تیزی سے چلتے ہیں جیسے پانی پر تیر رہے ہوں۔ ان کی رفتار میں سرعت اور تعمیل حکم کی مستعدی ہوتی ہے اور وہ بے روک ٹوک سبک رفتاری سے تیز رفتار گھوڑوں کی طرح منزل کی طرف رواں دواں ہوتے ہیں۔

(۴) اللہ کے حکم کی تعمیل میں سبقت کرنے والے فرشتوں کی قسم | فرشتے اللہ کے حکم کی تعمیل میں ذرا دیر نہیں کرتے اس کا حکم سننے اور بجا لانے میں سبقت کرتے ہیں۔ یہ فرشتے آگے بڑھ کر بغیر سستی کے اور بغیر لمحہ بھر کی تاخیر کے اللہ کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں اور جیسا اللہ تعالیٰ حکم دیتے ہیں بالکل ویسا ہی کرتے ہیں ——— اگر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اس کی روح سختی سے نکالنی ہے تو سختی سے نکالتے ہیں۔ اگر نرمی کا حکم دیا تو نرمی سے نکالتے ہیں۔ اور پھر تیزی سے اس کو لے کر زمین سے آسمان کی طرف چلتے ہیں۔

فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ﴿۵﴾ يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ﴿۶﴾

الرَّاجِفَةُ	تَرْجُفُ	يَوْمَ	اَمْرًا	فَالْمُدَبِّرٰتِ
کانپنے والی	کانپے	دن	حکم کے مطابق	پھر تدبیر کرنے والے

پھر حکم کے مطابق تدبیر کرنے والوں کی، جس دن کانپنے والی کانپے۔

۵ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ○ اَلْمَلٰٓئِكَةُ تُدَبِّرُ اَمْرَ الدُّنْيَا اَيْ تَنْزِلُ بِتَدْبِيْرِهٖ وَجَوَابُ هٰذِهِ الْاَقْسَامِ مَحْذُوْفٌ اَيْ لَتُبْعَثُنَّ يَا كُفَّارَ مَكَّةَ وَهُوَ عَامِلٌ فِيْ

۵ پھر قسم ہے ان فرشتوں کی جو امورِ دنیا کی تدبیر کرنے کو اترتے ہیں۔
(اور جواب ان قسموں کا محذوف ہے یعنی البتہ تم بعد مرنے کے زندہ کر کے اٹھائے جاؤ گے، اے کافرو۔

۶ يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ○ اَلنَّفْخَةُ الْاُوْلٰى بِهَا يَرْجُفُ كُلُّ شَيْءٍ اَيْ يَتَزَلْزَلُ فَوُصِفَتْ بِمَا يَحْدُثُ مِنْهَا

۶ اس دن کہ نفخۂ اولیٰ سے ہر چیز ہل جائے گی۔

تشریح

۵ اللہ کی کائنات کے یہ کارکن فرشتے اللہ کے احکام کے مطابق **اللہ کے حکم کے مطابق معاملات کا انتظام چلانے والے فرشتوں کی قسم** معاملات کا انتظام چلاتے ہیں۔ اللہ کا حکم اگر کسی کی روح کے متعلق یہ ہو کہ اس کو سزا دی جائے، عذاب میں رکھا جائے تو وہ اس کی تعمیل کرتے ہیں اگر کسی روح کے بارے میں ثواب اور جزا کا حکم ہو تو اللہ کا ارشاد بجا لاتے ہیں۔ غرض اللہ کے جو بھی تکوینی احکام کائنات کی تدبیر اور انتظام کے متعلق ہیں اللہ کے یہ کارکن فرشتے اللہ تعالیٰ کے منشاء کے مطابق ان احکام کی تعمیل کرتے ہیں۔

یہ پانچ اوصاف رکھنے والی ہستیوں کی قسم کھا کر ثابت کیا گیا ہے کہ جس پروردگار کے حکم سے فرشتے یہ کام انجام دیتے ہیں اسی کے حکم سے وہ کائنات کو درہم برہم بھی کر سکتے ہیں اور پروردگار کے حکم سے اللہ کے یہ کارکن ایک دوسری دنیا بھی بنا سکتے ہیں۔

غرض یہ پانچ اوصاف بیان کر کے قیامت صغریٰ یعنی موت سے قیامت کبریٰ کو ثابت کیا گیا ہے کہ جس طرح چھوٹی قیامت یعنی موت ہر انسان پر آتی ہے اسی طرح ایک دن اس پوری کائنات کی بھی موت ہوگی اور اس موت کا نام ہوگا "قیامت"۔

موت ایک محسوس چیز ہے ہر انسان کو اس کا مزہ چکھنا اور اس کو محسوس کرنا ہے اگرچہ وہ اس زندگی کی انتہا اور اس کے کنارے پر محسوس ہوگی۔ اس محسوس ہونے والی چیز ہے جس کے لئے اللہ کے کارکن فرشتے مقرر ہیں بعد میں محسوس ہونے والی قیامت کو دلیل بنایا گیا ہے۔

۶ **موجودہ نظام کو درہم برہم کرنے والا قیامت کا پہلا جھٹکا** جس روز پہلا صور پھونکا جائے گا زمین ہلا دی جائے گی اور یہ سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ چاند سورج ٹوٹ کر گر پڑیں گے، پہاڑ گالوں کی طرح اڑتے ہوئے ہوں گے۔ آسمان پھٹ جائے گا اس کی بندش ڈھیلی پڑ جائے گی اور اس وقت جتنے انسان زمین پر ہوں گے سب مر جائیں گے زندگی کا نام و نشان ختم ہو جائے گا۔ یہ قیامت کبریٰ کا پہلا صور ہوگا نفخۂ اولیٰ — قیامت صغریٰ (ہر انسان کی موت) کے بعد قیامت کبریٰ کا پہلا مرحلہ۔

تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ۷ قُلُوبٌ يَوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ۸ أَبْصَارُهَا

تَتْبَعُهَا	الرَّادِفَةُ	قُلُوبٌ	يَوْمَئِذٍ	وَّاجِفَةٌ	أَبْصَارُهَا
اس کے پیچھے آئے	پیچھے آنے والی	کتنے دل	اس دن	دھڑکنے والے	ان کی نگاہیں

اس کے پیچھے آئے پیچھے آنے والی ۔ کتنے دل اس دن دھڑکتے ہوں گے ، ان کی نگاہیں

خَاشِعَةٌ ۹ يَقُولُونَ ءَإِنَّا لَمَرْدُودُونَ فِي الْحَافِرَةِ ۱۰

وقف لازم

خَاشِعَةٌ	يَقُولُونَ	ءَإِنَّا	لَمَرْدُودُونَ	فِي	الْحَافِرَةِ
جھکی ہوئی	وہ کہتے ہیں	کیا ہم	لوٹائے جائیں گے	میں	پہلی حالت

جھکی ہوئی وہ کہتے ہیں کیا ہم پہلی حالت میں لوٹائے جائیں گے ؟

۷ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ○ النَّفْخَةُ الثَّانِيَةُ وَبَيْنَهُمَا أَرْبَعُونَ سَنَةً وَالْجُمْلَةُ حَالٌ مِنَ الرَّاجِفَةِ فَالْيَوْمُ وَاسِعٌ لِلنَّفْخَتَيْنِ وَغَيْرِهِمَا فَصَحَّ ظَرْفِيَّتُهُ لِلْبَعْثِ الْوَاقِعِ عَقِيبَ الثَّانِيَةِ

۷ اس کے بعد دوسرا نفخہ پھونکا جاوے گا۔ اور ان دونوں کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ ہوگا۔ ایک دن میں یہ دونوں نفخے پھونکے جاویں گے ۔

۸ قُلُوبٌ يَوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ○ خَائِفَةٌ قَلِقَةٌ

۸ بہت سے دل اس دن ڈرنے والے مضطرب ہوں گے

۹ أَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ○ ذَلِيلَةٌ لِهَوْلِ مَا تَرَى

۹ نگاہیں ان کی ذلیل ہوں گی بوجہ دہشت اس امر کے جو وہ دیکھیں گے ۔

۱۰ يَقُولُونَ أَيْ أَرْبَابُ الْقُلُوبِ وَالْأَبْصَارِ اسْتِهْزَاءً وَإِنْكَارًا لِلْبَعْثِ أَئِنَّا بِتَحْقِيقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَتَسْهِيلِ الثَّانِيَةِ وَإِدْخَالُ أَلِفٍ بَيْنَهُمَا عَلَى الْوَجْهَيْنِ فِي الْمَوْضِعَيْنِ

۱۰ یہ لوگ ازراہ استہزاء اور انکار حشر کے کہتے تھے ۔ کیا ہم مرنے کے بعد پھر زندہ کیے جائیں گے ۔

لَمَرْدُودُونَ فِي الْحَافِرَةِ ○ أَيْ أَنُرَدُّ بَعْدَ الْمَوْتِ إِلَى الْحَيٰوةِ وَالْحَافِرَةُ اسْمٌ لِأَوَّلِ الْأَمْرِ وَمِنْهُ رَجَعَ فُلَانٌ فِي حَافِرَتِهِ إِذَا رَجَعَ مِنْ حَيْثُ جَاءَ

اور اسی پہلی حالت کی طرف لوٹائے جائیں گے

تشریح

(۷) قیامت کا دوسرا مرحلہ | پھر قیامت کبریٰ کا دوسرا جھٹکا ہو گا۔ نفخہ ثانیہ ۔ دوسرا صور پھونکا جائے گا۔ اس وقت زمین کی ساخت بدل چکی ہوگی اور اسے ایک نئے نظام کے ساتھ قائم کر دیا ہو گا۔ اس دوسرے نفخہ کے ساتھ ہی تمام انسان جو دنیا کے آغاز سے لے کر قیامت تک پیدا ہوئے زندہ ہو کر زمین سے نکل آئیں گے۔ جیسا کہ سورۂ زمر میں اس کی کیفیت بیان ہوئی ہے۔

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ۔ (آیت - ۶۸)

(اور اس روز صور پھونکا جائے گا اور سب مر کر گر جائیں گے جو آسمان اور زمین میں ہیں سوائے ان کے جنھیں اللہ زندہ رکھنا چاہے۔ پھر ایک دوسرا صور پھونکا جائے گا اور یکا یک سب اٹھ کر دیکھنے لگیں گے۔)

(۸) ہیبت سے دھڑکتے ہوئے دل | کچھ دل اس روز خوف سے کانپ رہے ہوں گے۔ قیامت کے ہول سے ان پر گھبراہٹ ہوگی۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جن کو قیامت کے آنے کا یقین نہ تھا وہ سچائی کے منکر تھے آج ان پر ہول طاری ہو گی ڈرے ہوئے ہوں گے خوف سے کانپ رہے ہوں گے۔

مگر وہ لوگ جو قیامت پر یقین رکھتے تھے وہ مانتے تھے کہ ہمیں اللہ کے سامنے پیش ہونا ہے اور اپنے اعمال کا حساب دینا ہے وہ آخرت کو اپنی منزل سمجھتے تھے وہ اس ہولناک دن میں بھی مطمئن ہوں گے جیسا کہ سورۂ انبیاء میں ارشاد ہوا ہے کہ :-

لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ۭ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ٥ (آیت ۱۰۳)

(وہ انتہائی گھبراہٹ کا وقت ہو گا جوان کو ذرا پریشان نہ کرے گا اور ملائکہ بڑھ کر ان کو ہاتھوں ہاتھ لیں گے کہ یہ تمہارا وہی دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔)

چونکہ جو کچھ پیش آ رہا ہو گا وہ ان کی توقعات کے مطابق ہو گا۔ ایمان اور عمل صالح کی جو پونجی لے کر وہ دنیا سے رخصت ہوئے تھے وہ اللہ کے فضل سے ان کے دل کو طاقت دے گی اور ڈھارس بندھائے گی۔ فرشتے ان کو اس طرح اپنے پہلو میں لے لیں گے جیسے ماں اپنے بچے کو گود میں لے لیتی ہے، اور وہ آپ کو محفوظ محسوس کرتا ہے۔ اسی طرح اہل ایمان قیامت کی ہولناکیوں سے ہر طرح محفوظ اور اس گھبراہٹ کے دن میں بھی ہر طرح سے مطمئن ہوں گے جب کہ آخرت کا انکار کرنے والوں کا حال یہ ہو گا کہ ان کے دل خوف سے کانپ رہے ہوں گے۔ اور ....

(۹) ندامت سے نگاہیں نیچی ہوں گی | ندامت اور شرمندگی سے آنکھیں جھکی ہوں گی۔ آنکھ اٹھا کر دیکھنا مشکل ہو گا۔ نگاہیں سہمی ہوئی قدموں میں گڑی ہوں گی۔ انھیں کہاں خیال تھا کہ یہ دن بھی آئے گا۔ وہ تو سمجھتے تھے کہ ہم دنیا میں یوں ہی مرتے کرتے رہیں گے نہ کوئی حساب کتاب ہو گا نہ کوئی سزا ہو گی نہ مرنے کے بعد کوئی زندگی ہو گی۔

(۱۰) مرنے کے بعد کی زندگی کے بارے میں بے یقینی | انھیں مرنے کے بعد کی زندگی پر یقین نہ تھا وہ تو بطور مذاق کہا کرتے تھے کہ کیا قبر کے گڑھے میں پہنچ کر پھر ہم الٹے پاؤں زندگی کی طرف واپس کیے جائیں گے؟ یعنی کیا مرنے کے بعد ہمیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا؟ کیا ہم واقعی پلٹا کر پھر واپس لائے جائیں گے؟ وہ بطور استہزاء اور مذاق کے اس بے یقینی کا اظہار کرتے تھے۔ یعنی اہل ایمان کا یہ عقیدہ کہ اللہ تعالیٰ انسان کو موت کے بعد دوبارہ زندہ کریں گے اور وہ اسی بدن اور روح کے ساتھ دوبارہ اٹھایا جائے گا اور اس کا حساب کتاب ہو گا ۔ جزا سزا ہو گی۔

یہ بات ان کے خیال میں سنجیدگی سے غور و فکر کے قابل نہ تھی۔

ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ﴿۱۱﴾ قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ﴿۱۲﴾

ءَاِذَا	كُنَّا	عِظَامًا	نَّخِرَةً	قَالُوْا	تِلْكَ	اِذًا	كَرَّةٌ	خَاسِرَةٌ
کیا جب	ہم ہوں گے	ہڈیاں	کھوکھلی	وہ بولے	یہ	پھر	واپسی	خسارے والی

کیا جب ہم کھوکھلی ہڈیاں ہو چکے ہوں گے؟ وہ بولے یہ پھر خسارہ والی واپسی ہے۔

﴿۱۱﴾ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ○ وَ فِيْ قِرَاءَةٍ نَاخِرَةً بَالِيَةً مُتَفَتِّتَةً نُحْيٰ.

﴿۱۱﴾ کیا جب ہم ہڈیاں بوسیدہ ہو جاویں گے اس وقت زندہ کئے جاویں گے۔

﴿۱۲﴾ قَالُوْا تِلْكَ اَیْ رَجْعَتُنَا اِلَى الْحَيَاةِ اِذًا اِنْ صَحَّتْ كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ○ ذَاتُ خُسْرَانٍ قَالَ تَعَالٰى

﴿۱۲﴾ وہ بولے اگر ہمارا پھر زندہ ہونا ٹھیک ہے تو ہم بڑے ٹوٹے میں ہیں

فرمایا اللہ تعالےٰ نے۔

تشریح

﴿۱۱﴾ **کھوکھلی ہڈیوں میں جان کیسے ڈالی جائے گی** وہ کہتے تھے کہ بھلا بوسیدہ ہڈیاں جو گل چکی ہیں کھوکھلی ہو چکی ہیں اور انسان کا مادی وجود ہی نہیں رہا ہے تو پھر وہ کس طرح وجود میں آسکے گا اور جب اس کا وجود محال ہے تو حشر اور جزا سزا کا کہاں سے سوال پیدا ہوگا۔ یہ تھے ان کے سطحی خیالات۔

○ قرآن یہ دعوت دیتا ہے کہ انسان اگر صاف ذہن اور بے لاگ طریقے پر اس کائنات کے طریقے کا مطالعہ کرے تو اسے معلوم ہوگا کہ یہ پورا نظام اللہ تعالےٰ کی بے پناہ قدرت اور اس کی حکمت سے رواں دواں ہے۔ اللہ جو قادر مطلق ہیں اور اپنی کائنات میں جس طرح چاہیں تصرف کرسکتے ہیں، ان کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے کہ جس طرح انھوں نے انسان کو پہلی بار پیدا کیا ہے پانی کے ایک قطرے سے اس کو وجود بخشا ہے ——— وہ بالکل اسی طرح دوبارہ اس کو زندگی عطا کردیں اور جوں کا توں بنا کر کھڑا کردیں۔ جو مردہ زمین میں جان ڈالتے ہیں جو مردے سے زندہ کو اور زندہ سے مُردے کو نکالتے ہیں۔ جو زمین و آسمان بنانے پر قادر ہیں وہ بھلا انسان کو بنانے سے اور دوبارہ پیدا کرنے سے عاجز کیوں کر ہو سکتے ہیں۔

﴿۱۲﴾ **میاں اگر دوبارہ پلٹ کر جانا پڑا تو مارے گئے** مرنے کے بعد دوسری زندگی کا مذاق اڑاتے تھے کہ بھلا کھوکھلی ہڈیوں میں دوبارہ جان کیسے پڑے گی؟ اور میاں اگر ایسا ہو گیا کہ دوبارہ زندگی کی حالت میں پلٹ کر واپس آنا پڑا تو یہ بڑے گھاٹے کی بات ہو گی۔ ان کو یقین نہ تھا کہ انسان مرنے کے بعد پھر زندہ ہوگا اور اس کو اپنے اعمال کی جواب دہی کرنی پڑے گی۔ وہ اس دنیا کی زندگی کو ہی سب کچھ سمجھتے تھے اور اسی میں مگن تھے۔ موت کے بعد کی زندگی پر سنجیدگی سے سوچنے کے لئے تیار نہ تھے، وہ اس کو مذاق کا ایک موضوع سمجھتے تھے اور پھبتی اڑانے کے طور پر کہتے تھے کہ اگر ایسا ہوا تو مارے گئے پھر ہماری خیر نہیں۔

فَاِنَّمَا هِیَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ﴿۱۴﴾

فَاِنَّمَا	هِیَ	زَجْرَةٌ	وَّاحِدَةٌ	فَاِذَا هُمْ	بِالسَّاهِرَةِ
پھر تو صرف	وہ	ڈانٹ	ایک	پھر اس وقت وہ	میدان میں

پھر وہ تو صرف ایک ڈانٹ ہے پھر وہ اس وقت میدان میں (آرہے ہیں)

هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ مُوْسٰی ﴿۱۵﴾ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ

هَلْ	اَتٰىكَ	حَدِیْثُ	مُوْسٰی	اِذْ + نَادٰىهُ	رَبُّهٗ
کیا	پہنچی تیرے پاس	بات	موسیٰ	جب پکارا اسے	اس کا رب

کیا تمہارے پاس موسیٰؑ کی بات پہونچی جب اس کو اس کے رب نے پکارا۔

بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی ﴿۱۶﴾

بِالْوَادِ	الْمُقَدَّسِ	طُوًی
میدان	مقدس	طویٰ

طویٰ کے مقدس میدان میں۔

﴿۱۳﴾ فَاِنَّمَا هِیَ اَیِ الرَّادِفَةُ الَّتِیْ یَعْقُبُهَا الْبَعْثُ زَجْرَةٌ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ○ فَاِذَا نُفِخَتْ

﴿۱۳﴾ سو یہ دوسرا نفخہ ایک مرتبہ پھونک مارنا ہے

﴿۱۴﴾ فَاِذَا هُمْ اَیْ کُلُّ الْخَلَائِقِ بِالسَّاهِرَةِ ○ بِوَجْهِ الْاَرْضِ اَحْیَاءً بَعْدَ مَا کَانُوْا بِبَطْنِهَا اَمْوَاتًا

جب یہ ہو جاوے گا
﴿۱۴﴾ تو تمام مخلوق زندہ ہو کر زمین کے اندر سے باہر آجاوے گی۔

﴿۱۵﴾ هَلْ اَتٰىكَ یَا مُحَمَّدُ حَدِیْثُ مُوْسٰی ○ عَامِلٌ فِیْ

﴿۱۵﴾ اے محمد کیا تجھ کو خبر پہنچی موسیٰؑ کے قصہ کی

﴿۱۶﴾ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی ○ اِسْمُ الْوَادِیْ بِالتَّنْوِیْنِ وَتَرْکِهٖ فَقَالَ

﴿۱۶﴾ جب کہ اس کے رب نے اس کو پکارا پاک میدان میں جس کا نام طویٰ ہے۔
پھر فرمایا کہ۔

(۱۳) اللہ کے لئے یہ کام بہت آسان ہے | جس کام کو وہ اپنے خیال میں بہت مشکل سمجھ رہے ہیں وہ اللہ کے لئے ذرا بھی مشکل نہیں ہے۔ انسانوں کو دوبارہ زندہ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کو کوئی خاص تیاری کرنی نہیں پڑے گی بلکہ اس کا صرف ایک حکم اس کے لئے کافی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی ایک ڈانٹ ایک تحکمانہ اعلان جسے پوری زمین پر بیک وقت نشر کیا جائے گا اور اس اعلان کے ہوتے ہی کیا ہوگا۔ اگلی آیت میں اس کا ذکر ہے۔

(۱۴) یکایک سب کھلے میدان میں موجود ہوں گے | اللہ کا یہ حکم صادر ہوتے ہی انسان مٹی یا راکھ یا کسی شکل میں بھی اس کے اجزاء کہیں بکھرے پڑے ہوں سب سمٹ کر ایک جگہ جمع ہو جائیں گے اور انسان اچانک اپنے آپ کو زمین کی پیٹھ پر اسی گوشت پوست کے ساتھ موجود پائے گا۔

اللہ تعالیٰ کی یہ جھڑکی اور یہ ڈانٹ اور اس کا حاکمانہ حکم اس سے پہلے بھی دنیا میں بڑے بڑے متکبرین کو دیا گیا۔ جن میں سے ایک بڑے متکبر اور مغرور کے واقعہ کی طرف آنے والی آیت میں اشارہ کیا گیا ہے ۔ کہ اللہ کے رسولوں کو جھٹلانے کا کیا انجام تاریخ کی نگاہ نے دیکھا۔

(۱۵) حضرت موسیٰؑ کا واقعہ | اسلام نے بڑی صفائی کے ساتھ اس سچائی کو دنیا کے سامنے رکھ دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس زمین پر ایک محدود مدت کے لئے خاص مقصد کے تحت بھیجا ہے اور وہ مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کو اپنی مرضی سے کچھ کرنے نہ کرنے کی آزادی دے کر اس کا امتحان لینا چاہتے ہیں کہ انسان اللہ کے دیئے ہوئے اختیارات کا صحیح استعمال کرتا ہے یا غلط ۔ یہ معقول بات ہے کہ جو لوگ اس امتحان میں کامیاب ہوں ان پر نوازشیں کی جائیں اور ناکام ہونے والوں سے بازپرس کی جائے۔

اللہ تعالیٰ نے ہدایت کا راستہ دکھانے کے لئے ہر زمانے میں پیغمبر بھیجے۔ ان نبیوں اور رسولوں نے آکر لوگوں کو سمجھایا بجھایا اور ان کو سچائی سے آگاہ کیا۔ جو لوگ اس صداقت کا انکار کرتے رہے، ان کے پاس کوئی ٹھوس دلیل اور کوئی ایسا فلسفہ نہ تھا جو اسلام کی صداقت کو رد کر سکے ۔ بس ایک ضد اور ہٹ اور اپنے آپ کو سب پر غالب رکھنے کی بے جا خواہش، کچھ قیاسات اور الٹے سیدھے خیالات۔

اللہ تعالیٰ نے آخرت کے مسئلے کو مختلف انداز میں ذہن نشین کرایا ہے۔ ابھی مزید دلائل دینے سے پہلے حضرت موسیٰ اور فرعون کا واقعہ یاد دلایا جا رہا ہے تاکہ حق کی بے جا مخالفت کرنے والے خبردار ہو جائیں کہ رسولوں کو جھٹلانے اور صداقت سے ٹکرانے کا کیا انجام ہوتا ہے ۔ اس دنیا میں بھی ایسے لوگوں پر عذاب کا کوڑا برستا رہا ہے جس کی نمایاں مثال فرعون اور اس کا لشکر ہے۔ فرعون کی تباہی میں جزائے عمل کے اس قانون کی ایک جھلک دیکھی جا سکتی ہے جو قیامت کے دن پوری طرح حرکت میں آئے گا۔

(۱۶) حضرت موسیٰؑ کو نبوت سے سرفرازی | کوہ طور کے پاس جس کو کوہ سینا بھی کہتے ہیں اس کی ایک وادی طویٰ میں اللہ تعالیٰ نے تجلی فرمائی اور حضرت موسیٰؑ کو نبوت سے سرفراز کیا۔ وادی طویٰ کی تقدیس اس لئے بھی ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ کو خطاب فرمایا اور اس لئے بھی کہ حضرت موسیٰؑ مصر سے بنی اسرائیل کو نکال کر اس وادی میں لائے تھے۔ رات کا کچھ حصہ گزرنے کے بعد جب حضرت موسیٰؑ اپنے اہل و عیال کے ساتھ واپس مصر آرہے تھے تو اس مقدس وادی میں اللہ تعالیٰ نے ان کو خطاب کیا اور خلعتِ نبوت عطا کی۔

اِذۡهَبۡ اِلٰی فِرۡعَوۡنَ اِنَّهٗ طَغٰی ﴿۱۷﴾ فَقُلۡ هَلۡ لَّکَ اِلٰۤی اَنۡ تَزَکّٰی ﴿۱۸﴾

تَزَکّٰی	اَنۡ	اِلٰۤی	لَّکَ	هَلۡ	فَقُلۡ	طَغٰی	اِنَّهٗ	فِرۡعَوۡنَ	اِلٰی	اِذۡهَبۡ
تو سنور جائے	کہ	طرف	تجھ کو	کیا	پس کہو	سرکشی کی	بیشک اس	فرعون	طرف (پاس)	جاؤ

کہ فرعون کے پاس جاؤ، بیشک اس نے سرکشی کی ہے، پس کہو کیا تجھ کو خواہش ہے کہ تو سنور جائے

﴿۱۷﴾ اِذۡهَبۡ اِلٰی فِرۡعَوۡنَ اِنَّهٗ طَغٰی ○ تَجَاوَزَ الۡحَدَّ فِی الۡکُفۡرِ

﴿۱۷﴾ اے موسیٰ جا تو فرعون کی طرف بے شبہ وہ حد سے بڑھ رہا ہے کفر میں

﴿۱۸﴾ فَقُلۡ هَلۡ لَّکَ اَدۡعُوۡکَ اِلٰۤی اَنۡ تَزَکّٰی ○ وَفِیۡ قِرَاءَةٍ بِتَشۡدِیۡدِ الزَّایِ بِاِدۡغَامِ التَّاءِ الثَّانِیَةِ فِی الۡاَصۡلِ فِیۡهَا تَطَهَّرُ مِنَ الشِّرۡکِ بِاَنۡ تَشۡهَدَ اَنۡ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

﴿۱۸﴾ سو اس سے کہہ کیا تجھ کو رغبت ہے اس طرف کہ میں تجھ کو توحید کی طرف بلاؤں جس سے تو پاک ہو جائے شرک سے یعنی تو گواہی دے اس بات کی کہ نہیں ہے کوئی معبود بجز اللہ کے۔

تشریح

﴿۱۷﴾ **حضرت موسیٰ کو فرعون کے پاس جانے کا حکم** | نبوت سے سرفرازی کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ ؑ کو حکم دیا کہ وہ فرعون کے پاس جائیں اس کو سمجھائیں اس کو دین کی دعوت دیں۔ وہ بڑا سرکش ہو گیا ہے یعنی وہ بندگی کی حد سے تجاوز کر گے خالق اور مخلوق دونوں کے مقابلے میں سرکشی کرتا ہے۔ اس نے اعلان کیا تھا کہ "اَنَا رَبُّکُمُ الۡاَعۡلٰی" (میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں۔) — یہ اللہ کے مقابلے میں سرکشی اور پروردگار عالم سے بغاوت کا اعلان تھا۔

اس نے مصر کے لوگوں کو مختلف طبقوں میں بانٹ رکھا تھا، کمزوروں پر ظلم ڈھاتا تھا، پوری قوم کو اپنا غلام بنا رکھا تھا — انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے نکالنا اللہ کے پیغمبروں کی ذمہ داری رہی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ ؑ کو حکم دیا کہ فرعون کے پاس جاؤ، وہ حد سے گزر چکا ہے۔

قابل ذکر ہے کہ فرعون مصر کے بادشاہوں کا لقب ہے یعنی جو بھی مصر کا بادشاہ ہوتا تھا اس کو فرعون کہا جاتا تھا — جس فرعون سے حضرت موسیٰ ؑ کو سابقہ پیش آیا وہ تقریباً ۱۴۰۰ قبلِ مسیح مصر کا بادشاہ تھا۔

﴿۱۸﴾ **فرعون کو راہ راست پر لانے کا حکم** | حضرت موسیٰ ؑ کو رسالت کے لئے منتخب کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ تم فرعون کے پاس جاؤ اور اس کو راہ راست پر لانے کی کوشش کرو۔ اس سے کہو کہ وہ عقیدے اخلاق اور عمل کی پاکیزگی اختیار کرے۔ اس سے کہو کہ اگر وہ اپنی اصلاح چاہتا ہے تو میں اللہ کے حکم سے اسے وہ راہ بتا سکتا ہوں جس پر چلنے سے اس کے دل میں اللہ کی معرفت آئے، وہ اپنے رب کو پہچانے اور اللہ کا خوف پیدا ہو۔ کیوں کہ معرفت الٰہی کے ذریعہ ہی خوف خدا پیدا ہو سکتا ہے اور خوف خدا کے بغیر اعمال کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ اس کے سامنے حکمت کے ساتھ حق کو پیش کرو۔

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ ؑ کی بعثت کا پہلا مقصد فرعون اور اس کی قوم کو راہ راست پر لانا تھا۔ اور دوسرا مقصد یہ تھا کہ اگر فرعون حق قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہو تو قوم مسلم بنی اسرائیل کو اس کی غلامی سے چھڑا کر مصر سے نکال لائیں۔ تاکہ یہ مسلمان قوم اپنے دین "اسلام" کے مطابق زندگی گزار سکے۔

وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ﴿١٩﴾ فَاَرٰىهُ

فَاَرٰىهُ	فَتَخْشٰى	رَبِّكَ	اِلٰى	وَاَهْدِيَكَ
اس کو دکھائی	پس تو ڈرے	تیرا رب	طرف	اور تجھے راہ دکھاؤں

اور تجھے تیرے رب کی طرف راہ دکھاؤں پس تو ڈر (موسیٰ نے) اس کو بڑی

الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ﴿٢٠﴾ فَكَذَّبَ وَعَصٰى ﴿٢١﴾ ثُمَّ

ثُمَّ	عَصٰى	وَ	فَكَذَّبَ	الْكُبْرٰى	الْاٰيَةَ
پھر	نافرمانی کی	اور	اس نے جھٹلایا	بڑی	نشانی

نشانی دکھائی اس نے جھٹلایا اور نافرمانی کی پھر

اَدْبَرَ يَسْعٰى ﴿٢٢﴾ فَحَشَرَ فَنَادٰى ﴿٢٣﴾

فَنَادٰى	فَحَشَرَ	يَسْعٰى	اَدْبَرَ
پھر پکارا	پھر جمع کیا	دوڑتا ہوا	پیٹھ پھیر کر چلا

دوڑتا ہوا پیٹھ پھیر کر چلا پھر (لوگوں کو) جمع کیا، پھر کہا

﴿١٩﴾ وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ اَدُلُّكَ عَلٰى مَعْرِفَتِهٖ بِالْبُرْهَانِ فَتَخْشٰى ○ فَتَخَافَهٗ

﴿١٩﴾ اور میں تجھ کو راہ بتلاؤں تیرے رب کی معرفت کا ساتھ دلیل کے۔ پس ڈرے تو اس کے عذاب سے

﴿٢٠﴾ فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ○ مِنْ اٰيَاتِهِ التِّسْعِ وَهِيَ الْيَدُ الْبَيْضَاءُ اَوِ الْعَصَا

﴿٢٠﴾ سو دکھلائی موسیٰ نے اس کو بڑی نشانی اپنی نو نشانیوں میں سے۔ مراد اس نشانی سے ید بیضا یا عصا ہے۔

﴿٢١﴾ فَكَذَّبَ فِرْعَوْنُ مُوْسٰى وَعَصٰى اللّٰهَ تَعَالٰى ○

﴿٢١﴾ پس جھٹلایا فرعون نے موسیٰ کو اور نافرمانی کی اللہ تعالیٰ کی۔

﴿٢٢﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ عَنِ الْاِيْمَانِ يَسْعٰى ○ فِي الْاَرْضِ بِالْفَسَادِ

پھر پشت پھیری ایمان سے کرسعی کرتا تھا زمین میں ساتھ فساد کے۔

﴿٢٣﴾ فَحَشَرَ جَمَعَ السَّحَرَةَ وَجُنْدَهٗ فَنَادٰى ○

﴿٢٣﴾ پھر جمع کیا فرعون نے جادوگروں کو اور اپنے لشکر کو پھر پکارا اور کہا کہ،

تشریح

﴿١٩﴾ **فرعون کی ہدایت کی کوشش** اللہ نے حضرت موسیٰ ؑ کو حکم دیا کہ وہ فرعون کی ہدایت کی کوشش کریں اس کو بتائیں کہ اس کا رب حقیقی کون ہے؟ اس کے دماغ سے یہ بات نکال دیں کہ وہ خود رب ہے۔ اس کو سمجھائیں کہ وہ مخلوق

ہے خالق نہیں ہے۔ اس میں خدا کی صحیح معرفت پیدا کریں تاکہ اس میں خدا خوفی اور اللہ کی عظمت پیدا ہو اور خدا خوفی کے نتیجے میں عقائد و اعمال کی پاکیزگی حاصل ہو اور وہ سرکشی سے باز آجائے۔

(۲۰) حضرت موسیٰ ؑ کی فرعون کو تبلیغ | چناں چہ حضرت موسیٰ ؑ اللہ کے حکم کے مطابق فرعون کے دربار میں پہنچے اور اس کو بتایا کہ میں اللہ کی طرف سے مقرر کیا گیا اس کا رسول ہوں۔

واضح رہے کہ پیغمبر اپنی بات کا آغاز پیغمبری کے دعوے سے کرتا ہے۔ اس کا سب سے پہلا اعلان ہی یہ ہوتا ہے کہ مجھے اللہ نے اپنا سفیر مقرر کیا ہے۔ پھر وہ اپنی رسالت کے دعوے کو دلیل سے ثابت کرتا ہے۔ چناں چہ حضرت موسیٰ ؑ نے اپنے رسول ہونے کی بڑی نشانی اس کو دکھائی اور وہ بڑی نشانی یہ تھی کہ ایک بے جان لاٹھی سب کے سامنے اژدہا بن گئی۔ جب حضرت موسیٰ ؑ اس لاٹھی کو پھینکتے تھے تو وہ سانپ بن کر لہرانے لگتی تھی اور جب اس کو پکڑ کر ہاتھ میں اٹھا لیتے تھے تو پھر وہی بے جان لاٹھی بن جاتی تھی۔ بے جان لاٹھی کا جاندار سانپ بن جانا اس بات کی دلیل تھی کہ اللہ کے لئے مردوں کو زندہ کرنا کوئی مشکل نہیں ہے اور بے جان میں جان آجانا بڑی قیامت کا ایک چھوٹا نمونہ ہے۔

یہ لاٹھی حقیقت میں سانپ بن جاتی تھی۔ ایسا نہیں ہے کہ دیکھنے والے کو سانپ نظر آئے اور ان کی نظر بندی ہو جائے۔ معجزے اور سحر میں یہی فرق ہوتا ہے کہ معجزے میں حقیقی تبدیلی ہوتی ہے کوئی نظر بندی نہیں ہوتی۔ کیوں کہ یہ عام عادت کے خلاف ہوتا ہے۔ دوسرے لوگ اس کے کرنے سے عاجز ہوتے ہیں۔ اللہ کے حکم سے یہ سب ہوتا ہے اس لئے اس کو معجزہ کہا جاتا ہے اور یہ پیغمبر کی صداقت کا ایک ثبوت ہوتا ہے ـــــــ خود پیغمبر میں معجزہ دکھانے کی طاقت نہیں ہوتی وہ اللہ کے حکم سے ہی ایسا کر پاتا ہے۔

کیوں کہ فرعون کا زمانہ سحر و جادوگری کا زمانہ تھا معاشرے میں جادوگروں کا بڑا زور تھا اس لئے حضرت موسیٰ کو وہ معجزہ دیا گیا جس کو دیکھ کر جادوگر بھی مان جائیں کہ یہ جادوگری نہیں ہے بلکہ اللہ کے حکم سے یہ حقیقت ہے جو سامنے آرہی ہے مگر اتنی بڑی نشانی دیکھ کر بھی فرعون کا رد یہ کیا رہا، اگلی آیت میں اس کا بیان ہے۔

(۲۱) فرعون کا حضرت موسیٰ کو جھٹلانا | حضرت موسیٰ ؑ کی اس سچائی کا یہ ثبوت اور حق کی یہ دلیل دیکھنے کے باوجود بھی فرعون میں کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوئی۔ اس نے حضرت موسیٰ ؑ کو اللہ کا رسول ماننے سے انکار کر دیا اور ان کو جھٹلایا اور کہا یہ اللہ کے رسول نہیں ہیں اور ان کا یہ معجزہ معجزہ نہیں ہے جادوگری ہے۔ لاٹھی کو سانپ بنانے کا جو کرشمہ انھوں نے دکھایا ہے وہ دوسرے جادوگر بھی دکھا سکتے ہیں اور اپنی اس بات کو ثابت کرنے کے لئے چالیں سوچتا رہا۔

(۲۲) فرعون کا جادوگروں کو جمع کرنا | اس کی چال بازیوں میں سے ایک چال بازی یہ تھی کہ اس نے ساری مملکت سے بہترین جادوگر جمع کئے تاکہ لوگوں کو دکھا سکے کہ موسیٰ کوئی نبی نہیں ہیں ایک جادوگر ہیں۔ اگر انھوں نے لاٹھی کا سانپ بنایا ہے تو دوسرے جادوگر بھی ایسا کر سکتے ہیں۔ ملک بھر سے بہترین جادوگروں کو اپنے دربار میں بلوایا تاکہ وہ موسیٰ کی جادوگری کے مقابلے میں اپنی جادوگری دکھائیں۔

(۲۳) مجمع عام میں خدائی دعویٰ | ملک بھر کے لوگوں کو دربار میں جمع کیا اور جادوگری کا تماشہ دکھانے سے پہلے لوگوں کے سامنے اپنی خدائی دعوے کو دہرایا اور مجمع عام میں اس کا اعلان کیا جس کا ذکر اگلی آیت میں ہے۔

فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَىٰ ﴿٢٤﴾ فَأَخَذَهُ اللَّهُ

فَقَالَ	أَنَا	رَبُّكُمُ + الْأَعْلَىٰ	فَأَخَذَهُ	اللَّهُ
پھر اس نے کہا	میں	تمہارا رب سب سے بڑا	تو اس کو پکڑا	اللہ

پھر کہا میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں تو اللہ نے اس کو

نَكَالَ الْآخِرَةِ وَالْأُولَىٰ ﴿٢٥﴾

نَكَالَ	الْآخِرَةِ	وَالْأُولَىٰ	
سزا	آخرت	اور دنیا	

دنیا اور آخرت کی سزا میں پکڑا۔

﴿٢٤﴾ فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَىٰ ۝ لَا رَبَّ فَوْقِي

﴿٢٥﴾ فَأَخَذَهُ اللَّهُ أَهْلَكَهُ بِالْغَرَقِ نَكَالَ عُقُوبَةَ الْآخِرَةِ أَيْ هٰذِهِ الْكَلِمَةِ وَالْأُولَىٰ ۝ أَيْ قَوْلَهُ قَبْلَهَا مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِنْ إِلٰهٍ غَيْرِي وَكَانَ بَيْنَهُمَا أَرْبَعُونَ سَنَةً

﴿٢٤﴾ اور کہا کہ میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں کوئی رب مجھ سے اوپر نہیں۔

﴿٢٥﴾ سو پکڑا اس کو اللہ نے یعنی ہلاک کیا ساتھ غرق کے اس کلمہ کی سزا میں جو اس نے پیچھے زبان سے نکالا۔

اور جو پہلے زبان سے نکالا (پچھلے کلمہ سے یہ کلمہ مراد ہے أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَىٰ اور پہلے کلمہ سے مراد وہ ہے جو اس نے کہا تھا کہ میں نہیں جانتا کہ تمہارے لئے کوئی اور معبود ہے سوا میرے۔ ان دونوں کلموں کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ تھا۔

تشریح

﴿٢٤﴾ فرعون کا اعلان میں تمہارا رب اعلیٰ ہوں | حضرت موسیٰؑ کی دعوت توحید کے مقابلے میں فرعون نے پھر ایک بار اپنی شان خدائی کے اظہار کے لئے اعلان کیا کہ میں تمہارے اوپر حاکم بھی ہوں کہ میری حکومت کے سائے میں تم سب پھل پھول رہے ہو اور میرے اندر معبودیت کی تقدیس بھی ہے کہ تم مجھے لائق پرستش سمجھو۔

اس وقت بادشاہوں کی یہ عام روش تھی کہ وہ حکومت کی دعوے داری کے ساتھ لوگوں سے اپنی پوجا بھی کراتے تھے تاکہ مذہبی اعتبار سے بھی لوگ ان کے گرویدہ اور غلام بنے رہیں۔ فرعون نے حضرت موسیٰؑ کی رسالت کو چیلنج کیا کہ اقتدار اعلیٰ کا مالک میں ہوں میری مملکت میں میرا ہی حکم چلتا ہے پھر تمہیں کس نے اپنا رسول بنا کر بھیج دیا، اور میری مملکت میں تم کسی اور کے رسول ہو بھی کیسے سکتے ہو۔؟

﴿٢٥﴾ دنیا اور آخرت میں فرعون کی رسوائی | فرعون اپنی شوکت و حشمت اور بادشاہت کے غرور میں یہ بھول گیا کہ اس کی حقیقت کیا ہے؟۔ مجھے کس نے پیدا کیا ہے اور میرا خالق کون ہے؟

اس تکبر اور غرور کا انجام یہ ہوا کہ وہ دنیا میں بھی ذلیل ہوا کہ پانی میں غرق ہو گیا اور آخرت کی بھی رسوائی ہے کہ وہاں عذاب دوزخ میں گرفتار ہو گا۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّمَنْ یَّخْشٰی ﴿۲۶﴾ ءَاَنْتُمْ

ءَ اَنْتُمْ	یَخْشٰی	لِّمَنْ	لَعِبْرَۃً	ذٰلِکَ	فِیْ	اِنَّ
کیا تم	ڈرے	اس کے لئے جو	عبرت	اس	میں	بیشک

بے شک اس میں اس کے لئے عبرت ہے جو ڈرے۔ کیا تمہارا

اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ بَنٰھَا ﴿۲۷﴾ رَفَعَ

رَ فَعَ	بَنٰھَا	السَّمَآءُ	اَمِ	خَلْقًا	اَشَدُّ
بلند کیا	اس کو بنایا	آسمان	یا	بنانا	زیادہ مشکل

بنانا زیادہ مشکل ہے یا آسمان کا اس نے اس کو بنایا اس کی چھت

سَمْکَھَا فَسَوّٰھَا ﴿۲۸﴾

	فَسَوّٰھَا	سَمْکَھَا
	پھر اس کو درست کیا	اس کی چھت

کو بلند کیا پھر اس کو درست کیا۔

﴿۲۶﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ المذکور لَعِبْرَۃً لِّمَنْ یَّخْشٰی ○ اللہ تعالٰی

﴿۲۶﴾ بے شک جو اس میں مذکور ہوا عبرت اور نصیحت ہے اس شخص کے لئے جو اللہ تعالٰی سے ڈرتا ہے۔

﴿۲۷﴾ ءَاَنْتُمْ بتحقیق الھمزتین وابدال الثانیۃ الفا وتسھیلھا وادخال الف بین المسھلۃ والاخرٰی وترکہ ای منکروا البعث اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ اشد خلقا بَنٰھَا ○ بیان لکیفیۃ خلقھا

﴿۲۷﴾ ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ بَنٰھَا الخ اے منکرین قیامت آیا تم زیادہ قوی ہو پیدائش میں یا آسمان اللہ نے اس کو بنایا۔

﴿۲۸﴾ رَفَعَ سَمْکَھَا تفسیر لکیفیۃ البناء ای جعل سمتھا من جھۃ العلو رفیعا وقیل سمکھا سقفھا

﴿۲۸﴾ اس کی چھت کو اونچا کیا۔

فَسَوّٰهَا ۝ جَعَلَهَا مُسْتَوِيَةً
بِلَا عَيْبٍ

درست کیا اس کو کہ کوئی عیب اس میں نہیں۔

تشریح

(۲۶) **اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے اس واقعہ میں عبرت کے پہلو ہیں** | جن کے دلوں میں اللہ کا کچھ بھی خوف ہے ان کے لئے فرعون کے اس واقعہ میں عبرت کے بہت سے پہلو ہیں۔ اللہ کے رسولوں کو جھٹلانے کا انجام کیا ہوتا ہے فرعون کے اس واقعہ سے اس پر روشنی پڑتی ہے ۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے قانونِ عدل کے ساتھ فرمانروائی کر رہے ہیں۔ فرعون جیسا پر شکوہ بادشاہ بھی اس کے تازیانہ عبرت سے بچ نہیں سکا۔ نافرمانوں کو جو بظاہر ڈھیل ملتی ہے اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ انسان کو اللہ کے حضور میں اپنے عمل کا حساب نہیں دینا ہے ۔۔۔ اللہ کا قانون مکافاتِ عمل کا قانون ہے ۔ بدلہ اس دنیا میں بھی کچھ نہ کچھ عبرت کے لئے مل جاتا ہے اور پورا پورا بدلہ آخرت میں ملے گا ۔۔۔۔ فرعون کے اس واقعہ کی طرف اشارہ کرنے کے بعد پھر اصل مضمون قیامت کا شروع ہو رہا ہے کہ قیامت برحق ہے

(۲۷) **تمہارا بنانا زیادہ مشکل ہے یا آسمان کا بنانا** | سورۂ والنازعات کی اس آیت ۲۷ سے دوسرا رکوع شروع ہو رہا ہے پہلے رکوع میں چھوٹی قیامت یعنی موت کا ذکر کیا گیا تھا اور بتایا گیا تھا کہ جان نکالنے والے فرشتے کس کس طرح سے اللہ کے احکام پر عمل کرتے ہیں۔ اس چھوٹی قیامت یعنی موت کو بڑی قیامت کے لئے دلیل بنایا گیا تھا۔ پھر حضرت موسیٰ اور فرعون کے واقعہ کی طرف اشارہ کر کے یہ بات ذہن نشین کرائی گئی تھی کہ اللہ کے سچے پیغمبروں کی بات نہ ماننے کی وجہ سے بسا اوقات دنیا میں بھی عذاب آتا ہے۔

اب اس دوسرے رکوع میں یہ بات یاد دلائی جا رہی ہے کہ قیامت کا برپا ہونا اور بساطِ عالم کا پلٹ جانا اللہ کی قدرت سے باہر نہیں ہے۔ اللہ کی قدرت کی نشانی دیکھنی ہے تو یہ بلند آسمان، یہ مضبوط پہاڑ اس کی قدرت کی کھلی نشانیاں ہیں۔ جب وہ اتنی بڑی بڑی چیزیں پیدا کر سکتا ہے تو انسان کو موت کے بعد دوبارہ پیدا کرنا اس کے لئے کیا مشکل ہے۔؟

اس آیت میں ذہنوں کو کھٹکھٹایا گیا ہے کہ بتاؤ یہ آسمان جو تمہارے سر کے اوپر ہے اس میں ستاروں کا جھرمٹ یہ کہکشائیں اور یہ زبردست فلکی نظام یہ زیادہ مشکل ہے یا انسان کا پیدا کرنا۔ جب اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے اتنی بڑی بڑی چیزیں پیدا کر سکتا ہے اور اس نظام کو چلا سکتا ہے تو اس کے لئے انسان کا پیدا کرنا اور وہ بھی ایک مرتبہ کے بعد دوسری مرتبہ کیا مشکل ہے؟ یہ ایک ایسی بات ہے جس کو بہت آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے۔

(۲۸) **آسمان کی بلندی اور اس کی مناسب تشکیل** | ذرا آسمان کو دیکھو کہ کتنا اونچا، مضبوط، صاف، ہموار، مرتب اور منظم ہے۔

آسمان کی بلندی اس کی وسعت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ بعض ستارے زمین سے اتنی دوری اور فاصلے پر ہیں کہ ان کی روشنی زمین پر پہنچنے میں کئی نوری سال لگ جاتے ہیں۔ جب کہ ستاروں کا یہ سارا نظام آسمانوں سے نیچے نیچے ہے۔

آسمان کی بناوٹ اور اس کے حیرت انگیز نظام کا حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف اتنا ہی نہیں کیا کہ آسمان کا مادہ پیدا کر دیا بلکہ اس مادے سے اس نے ایک عظیم الشان کائنات تشکیل دی اسے آپس میں ایسا مربوط کیا کہ وہ ایک آراستہ نظام اور سجی سجائی پر رونق بزم کی شکل میں ہر دیکھنے والے کو غور و فکر کی دعوت دے رہا ہے۔

وَ اَغۡطَشَ لَیۡلَهَا وَ اَخۡرَجَ ضُحٰهَا ﴿۲۹﴾ وَ الۡاَرۡضَ

وَ اَغۡطَشَ	لَیۡلَهَا	وَ اَخۡرَجَ	ضُحٰهَا	وَ الۡاَرۡضَ
اور تاریک کر دیا	اس کی رات	اور نکالی	دن کی روشنی	اور زمین

اس کی رات کو تاریک کر دیا، اور نکالی دن کی روشنی اور اس کے

بَعۡدَ ذٰلِکَ دَحٰهَا ﴿۳۰﴾

بَعۡدَ	ذٰلِکَ	دَحٰهَا	
بعد	اس	اس کو بچھایا	

بعد زمین کو بچھایا۔

﴿۲۹﴾ وَ اَغۡطَشَ لَیۡلَهَا اَظۡلَمَهٗ وَ اَخۡرَجَ ضُحٰهَا ○ اَبۡرَزَ نُوۡرَ شَمۡسِهَا وَ اُضِیۡفَ اِلَیۡهِ اللَّیۡلُ لِاَنَّهٗ ظِلُّهَا وَ الشَّمۡسُ لِاَنَّهَا سِرَاجُهَا

﴿۲۹﴾ اور رات کو اندھیری والا بنایا اور آفتاب کی روشنی ظاہر کی؛

﴿۳۰﴾ وَ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ ذٰلِکَ دَحٰهَا ○ بَسَطَهَا وَ کَانَتۡ مَخۡلُوۡقَةً قَبۡلَ السَّمَآءِ مِنۡ غَیۡرِ دَحۡوٍ

﴿۳۰﴾ اور زمین کو اس کے بعد بچھایا۔ اور بننا اُس کا پہلے آسمان سے تھا پر بچھائے گئے وہ بعد آسمان کے بنانے کے۔

تشریح

﴿۲۹﴾ **شب و روز کا نظام** | اللہ تعالیٰ نے آسمان میں سورج روشن کیا جس کی رفتار سے دن اور رات کا سلسلہ قائم ہے۔ سورج ڈوبتا ہے تو رات آتی ہے، سورج نکلتا ہے تو دن کی روشنی پھیلتی ہے۔ رات زمین کو اس طرح ڈھانپ لیتی ہے جیسے اس کے اوپر پردہ ڈال کر ڈھک دیا گیا ہو۔ رات کی تاریکی کا سماں کچھ اور ہے اور دن کے اجالے کی شان کچھ اور۔

﴿۳۰﴾ **آسمان کے علاوہ زمین کی تخلیق** | آسمان کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو بھی پیدا کیا اور اسے بچھونے کی طرح بچھا دیا آسمان کے کمالات اور زمین کی نعمتیں دونوں ہی انسان کے لئے قابل غور ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو انسان کے گزر بسر اور اس کی رہائش کے لئے ایسا ہموار کر دیا ہے کہ نہ زمین کے حرکت کرنے سے انسان کو کوئی تکلیف ہوتی ہے اور نہ اس کی گولائی کا احساس ہوتا ہے۔ وہ ایک فرش کی طرح انسان کے قدموں کے نیچے بچھی ہوتی ہے۔ اور اسی زمین پر اللہ تعالیٰ نے اس کی تمام ضروریات کا انتظام کر دیا ہے۔

أَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰهَا ﴿۳۱﴾ وَالْجِبَالَ أَرْسٰهَا ﴿۳۲﴾

أَخْرَجَ	مِنْهَا	مَآءَهَا	وَمَرْعٰهَا	وَالْجِبَالَ	أَرْسٰهَا
نکالا	اس سے	اس کا پانی	اور اس کا چارہ	اور پہاڑ	قائم کیا اس کو

اس سے اس کا پانی نکالا، اور اس کا چارہ۔ اور پہاڑ کو قائم کیا

﴿۳۱﴾ أَخْرَجَ حَالٌ بِإِضْمَارِ قَدْ أَيْ مُخْرِجًا مِنْهَا مَآءَهَا بِتَفْجِيرِ عُيُوْنِهَا وَمَرْعٰهَا ○ مَا تَرْعَاهُ النَّعَمُ مِنَ الشَّجَرِ وَالْعُشْبِ وَمَا يَأْكُلُهُ النَّاسُ مِنَ الْأَقْوَاتِ وَالثِّمَارِ وَإِطْلَاقُ الْمَرْعٰى عَلَيْهِ إِسْتِعَارَةٌ

﴿۳۱﴾ نکالا زمین سے پانی اس کا یعنی چشمے جاری کیے اور نکالے اس سے درخت اور گھاس جانوروں کے کھانے کے لئے اور اناج جو آدمی کھاتے ہیں۔ اور طرح طرح کے میوے۔

﴿۳۲﴾ وَالْجِبَالَ أَرْسٰهَا ○ أَثْبَتَهَا عَلٰى وَجْهِ الْأَرْضِ لِتَسْكُنَ

﴿۳۲﴾ اور پہاڑوں کو زمین پر قائم کیا۔ تاکہ وہ نہ ہلے۔

تشریح

﴿۳۱﴾ **زمین سے پانی اور غذا کا حصول** | اسی زمین سے اللہ تعالیٰ پانی کے چشمے نکالتا ہے۔ اسی زمین میں سمندر ہیں جس میں پانی کے ذخیرے ہیں۔ اسی سمندر سے ہوائیں بادلوں کو لے کر اٹھتی ہیں اور پانی برساتی ہیں، جب سمندر کا پانی بھاپ بن کر ہواؤں کے ذریعے اوپر اٹھتا ہے تو اس کا کھاری حصہ ختم ہو جاتا ہے اور وہ میٹھا پانی بن جاتا ہے، اور اس طرح زمین پر اس پانی کے ذریعے انسانوں کے لئے ہر قسم کی چیزیں ان کی غذائیں حاصل ہوتی ہیں۔ زمین کا یہ مربیانہ اور حکیمانہ نظام ایک عظیم منصوبے کی نشاندہی کرتا ہے اور قرآن اس منصوبے کی وضاحت کرتا ہے کہ اللہ کا وہ منصوبہ یہ ہے کہ انسان مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوگا اور اس زمین پر کیے گئے اس کے اعمال کا اس کو بدلہ دیا جائے گا۔

﴿۳۲﴾ **زمین پر پہاڑوں کا قیام** | اللہ تعالیٰ نے زمین پر پہاڑوں کو میخوں کی طرح گاڑ دیا جو اپنی جگہ سے جنبش نہیں کرتے اور زمین کو بھی بعض خاص قسم کے اضطرابات سے محفوظ رکھتے ہیں۔ زمین پر پہاڑوں کا قیام بہت سی حکمتیں رکھتا ہے۔ بلند پہاڑوں پر پانی برف کی طرح جم جاتا ہے اور پھر وہ گرمی کے موسم میں پگھل کر دریاؤں اور ندیوں کی شکل میں میدان کی طرف بہتا ہے۔ پہاڑوں سے زمین کا حسن بھی ہے۔ اس کے جنگلات سے بے شمار جڑی بوٹیاں حاصل ہوتی ہیں۔ سرد موسم کی وجہ سے بہت سی وہ چیزیں پیدا ہوتی ہیں جن کو ٹھنڈے موسم کی ضرورت ہوتی ہے۔ غرض پہاڑوں کا قیام اللہ کی بے شمار حکمتیں رکھتا ہے۔

مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ﴿٣٣﴾ فَإِذَا جَاءَتِ

جَاءَتِ	فَإِذَا	لِأَنْعَامِكُمْ	وَ	لَكُمْ	مَتَاعًا
آئے	پھر جب	تمہارے چوپایوں کے لئے	اور	تمہارے لئے	فائدہ

تمہارے اور تمہارے چوپایوں کے فائدے کے لئے پھر جب بڑا

الطَّامَّةُ الْكُبْرَىٰ ﴿٣٤﴾

الْكُبْرَىٰ	الطَّامَّةُ
بڑا	ہنگامہ

ہنگامہ آئے گا (قیامت)

﴿٣٣﴾ مَتَاعًا مَفْعُوْلٌ لَهٗ لِمُقَدَّرٍ أَيْ فَعَلَ ذٰلِكَ مُتْعَةً أَوْ مَصْدَرٌ أَيْ تَمْتِيْعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ○ جَمْعُ نَعَمٍ وَهِيَ الْإِبِلُ وَالْبَقَرُ وَالْغَنَمُ

﴿٣٤﴾ فَإِذَا جَاءَتِ الطَّامَّةُ الْكُبْرَىٰ ○ النَّفْخَةُ الثَّانِيَةُ

﴿٣٣﴾ اللہ تعالیٰ نے یہ سب تمہارے فائدے کے لئے کیا کہ تم آرام اٹھاؤ اور تمہارے جانور اس میں سے کھائیں اور آرام اٹھادیں۔ (انعام جمع نعم کی ہے اور وہ اونٹ گائے بیل اور بکری کو شامل ہے۔)

﴿٣٤﴾ سو جس وقت پھونکا جاوے گا دوسرا نفخہ۔

تشریح

﴿٣٣﴾ زمین پر اللہ کا مربیانہ اور حکیمانہ نظام ! اللہ تعالیٰ نے زمین پر انسان کی زندگی کے لئے انتہائی مربیانہ اور حکیمانہ نظام قائم کر دیا جو اس کی ربوبیت اور انسانوں کے ساتھ اس کی شفقت اور اس کے ساتھ اس کی مصلحت کا مظہر ہے۔ زمین پر ہر چیز کا ایسا منصوبہ بند انتظام ہے کہ انسانوں کے لئے اور ان مویشیوں کے لئے جو انسانوں کے کام آتے ہیں تمام سامانِ زیست موجود ہے۔ ان کو دیکھ کر انسان سمجھ سکتا ہے کہ یہ کوئی الل ٹپ معاملہ نہیں ہے بلکہ اس کے پیچھے سوچا سمجھا منصوبہ کارفرما ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ سارا نظام ایک مقصد کے ساتھ جڑا ہوا ہے کہ انسان یہ نعمتیں پا کر منعم حقیقی کا شکر گزار ہو اور سمجھے کہ جو قادرِ مطلق ایسے زبردست انتظامات کر سکتا ہے وہ بوسیدہ ہڈیوں میں جان ڈال کر انسان کو دوبارہ پیدا بھی کر سکتا ہے۔ انسان اس کی قدرت کا اقرار کرے اور اس کی نعمتوں کا شکر گزار ہو ورنہ جب وہ بڑا ہنگامہ قیامت کا آئے گا اور سب کرا کرایا سامنے ہوگا تو انسان کو بہت پچھتانا پڑے گا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ پروردگار انسان کو زمین میں وسیع اختیارات دے کر ہر طرح کے اچھے اور برے کام کرنے کا موقع تو دے مگر کبھی اس کا محاسبہ نہ کرے۔ آنے والی آیت میں اسی بڑے ہنگامے قیامت کا ذکر ہے۔

﴿٣٤﴾ قیامت کا ہنگامۂ عظیم ! قیامت جو اس کائنات کا سب سے بڑا ہنگامہ ہے وہ اتنی شدت کا ہنگامہ ہوگا جس کا تصور نہیں کیا جا سکتا ——— سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا اور کسی کے لئے کوئی جائے پناہ نہ ہوگی۔

يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ مَا سَعَىٰ ۝٣٥ وَ

وَ	سَعَىٰ	مَا	الْإِنْسَانُ	يَتَذَكَّرُ	يَوْمَ
اور	اس نے کمایا	جو	انسان	یاد کرے گا	دن

جس دن انسان یاد کرے گا جو اس نے کمایا اور

بُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِمَنْ يَرَىٰ ۝٣٦

يَرَىٰ	لِمَنْ	الْجَحِيمُ	بُرِّزَتِ
دیکھے	اس کے لئے جو	جہنم	ظاہر کردی جائے گی

جہنم ہر اس کے لئے ظاہر کردی جائے گی جو دیکھے

۳۵ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ بَدَلٌ مِنْ إِذَا مَا سَعَىٰ ۝ فِي الدُّنْيَا مِنْ خَيْرٍ وَشَرٍّ

۳۵ اس دن یاد کرے گا آدمی جو اس نے دنیا میں کمایا بھلائی یا برائی۔

۳۶ وَبُرِّزَتِ أُظْهِرَتِ الْجَحِيمُ النَّارُ الْمُحْرِقَةُ لِمَنْ يَرَىٰ ۝ لِكُلِّ رَاءٍ وَجَوَابُ إِذَا

۳۶ اور ظاہر کی جاوے گی دوزخ ہر ایک دیکھنے والے کے لئے جو چاہے اس کو دیکھے۔

تشریح

۳۵ انسان اپنا کیا کرایا یاد کرے گا جب وہ محاسبے کا دن آئے گا جس کی اسے خبر دی جارہی ہے تو انسان کو اپنے سارے اعمال یاد آئیں گے اور پوری زندگی تصور کی آنکھ سے اس کے سامنے گھوم جائے گی۔ کیونکہ انسان دنیا میں جو کچھ کرتا ہے سب اس کے ذہن کے پردوں پر نقش ہو جاتا ہے اور پھر وہ اپنی گزری ہوئی زندگی کے واقعات حافظے کی مدد سے یاد کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسان کے اعمال کا ریکارڈ خود انسان کا ذہن بھی تیار کررہا ہے۔ قیامت کے دن اس کا حافظہ اتنی تیزی سے کام کرے گا کہ اس کے اعمال کے سارے نقوش چشم تصور سے ذہن کے پردے پر ابھر آئیں گے۔

۳۶ دوزخ بے نقاب اللہ نے انسان کو کرنے نہ کرنے کی آزادی دے کر امتحان کے لئے دنیا میں بھیجا ہے اور اس کو اچھی طرح آگاہ کردیا ہے کہ اس کے کس رویئے کا کیا نتیجہ ہوگا۔ اگر وہ اپنے پروردگار کی وفاداری اور اطاعت کا رویہ اختیار کرتا ہے اور اس کی نافرمانی اور سرکشی سے بچتا ہے تو یہ آخرت میں اس کی کامیابی کی صورت ہوگی۔

اور اگر وہ دنیا میں رہتے ہوئے اپنے معبود حقیقی کی نافرمانی کرتا ہے اس کی سرکشی اور بغاوت کا رویہ اختیار کرتا ہے تو آخرت میں اس کا نتیجہ عذاب کی صورت میں ہوگا۔

قیامت کے دوسرے مرحلے کے بعد جب انسان حساب کتاب کی منزل سے گزرے گا تو دوزخ اپنی ہولناکیوں کے ساتھ بے نقاب ہو کر سامنے آجائے گی۔ ہر دیکھنے والا بغیر کسی آڑ کے دوزخ کو دیکھ سکے گا۔

فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ﴿۳۷﴾ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۳۸﴾ فَاِنَّ

فَاِنَّ	الدُّنْيَا	الْحَيٰوةَ	وَاٰثَرَ	طَغٰى	مَنْ	فَاَمَّا
تو یقیناً	دنیا	زندگی	ترجیح دی	سرکشی کی	جو جس	پس

پس جس نے سرکشی کی اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی تو یقیناً

الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿۳۹﴾ وَاَمَّا مَنْ خَافَ

خَافَ	مَنْ	وَاَمَّا	الْمَاْوٰى	هِيَ	الْجَحِيْمَ
ڈرا	جو	اور جو	ٹھکانا	وہ	جہنم

اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔ اور جو اپنے رب (کے سامنے) کھڑا

مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴿۴۰﴾

الْهَوٰى	عَنِ	النَّفْسَ	وَنَهَى	رَبِّهٖ	مَقَامَ
خواہش	سے	جی۔ دل	اور روکا	اپنے رب	کھڑا ہونا

ہونے سے ڈرا اور اس نے روکا اپنے دل کو خواہش سے

فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿۴۱﴾ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ

عَنِ	يَسْئَلُوْنَكَ	الْمَاْوٰى	هِيَ	الْجَنَّةَ	فَاِنَّ
سے (بابت)	اور آپ سے پوچھتے ہیں	ٹھکانہ	وہ	جنت	یقیناً

تو یقیناً اس کا ٹھکانا جنت ہے۔ وہ آپ سے پوچھتے ہیں قیامت

السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ﴿۴۲﴾

	مُرْسٰهَا	اَيَّانَ	السَّاعَةِ
	اس کا ٹھہرنا (قیام)	کب	قیامت

کی بابت کہ کب (ہوگا) اس کا قیام۔؟

﴿۳۷﴾ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ○ کفر

﴿۳۷﴾ پس جس نے سرکشی اور کفر کیا۔

﴿۳۸﴾ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ○
بِاِتِّبَاعِ الشَّهَوٰتِ

﴿۳۸﴾ اور دنیا کی زندگی کو پسند کیا کر خواہشات نفسانی کی پیروی کی۔

﴿۳۹﴾ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ○
مَاوٰا ۂ

﴿۳۹﴾ اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔

(۴۰) وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ قِیَامَهٗ بَیْنَ یَدَیْهِ وَنَهَى النَّفْسَ الْاَمَّارَةَ عَنِ الْهَوٰى ○ اَلْمُوْدِیْ بِاتِّبَاعِ الشَّهَوٰتِ

اور جو کوئی اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا۔
اور نفس امارہ کو خواہش نفسانی سے جو اس کو ہلاک کرنے والی ہے روکا۔

(۴۱) فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰى ○ وَحَاصِلُ الْجَوَابِ فَالْعَاصِیْ فِی النَّارِ وَالْمُطِیْعُ فِی الْجَنَّةِ

اس کا ٹھکانا جنت ہے۔ حاصل یہ کہ نافرمان کے لئے دوزخ ہے اور فرماں بردار کے واسطے جنت۔

(۴۲) یَسْئَلُوْنَكَ اَیْ كُفَّارِ مَكَّةَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰهَا ○ مَتٰى وُقُوْعُهَا وَقِیَامُهَا

اے محمدؐ کفار مکہ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ قیامت کب آوے گی۔

تشریح

(۳۷) سرکشوں کی سزا | جنھوں نے سرکشی کی ہوگی اللہ کا وفادار بندہ رہنے کے بجائے باغیانہ طریقہ اختیار کیا ہوگا جیسا کہ فرعون نے کیا تھا کہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو جھٹلایا اور اپنی خدائی کا اعلان کیا۔

(۳۸) دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے والے | اور وہ لوگ جنھوں نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دی۔ دنیا کو بہتر سمجھ کر اسے اختیار کیا آخرت کو بھلا دیا۔ آخرت کے مقابلے میں دنیا کو اپنا مقصد زندگی بنایا اور دنیا کے مفادات کو مقدم رکھا۔

(۳۹) دوزخ ان کا ٹھکانا ہوگا | ایسے لوگوں کا ٹھکانا دوزخ ہوگا، جو اپنی ہولناکیوں کے ساتھ سامنے ہوگی۔ انسان لرز رہا ہوگا۔ اور جس پر اس کا یقین نہ تھا آج وہ آنکھوں کے سامنے ہوگی۔ دنیا میں اس کا انکار کرتا تھا آج اسے آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔ اس نے جیسا کیا تھا ویسا اس کو بھرنا ہوگا۔ پہلے ہی آگاہ کر دیا گیا تھا کہ تم جیسا کرو گے ویسا ہی نتیجہ تمہارے سامنے آئے گا جو بوؤ گے وہی کاٹو گے۔

(۴۰) آخرت کی جواب دہی کا خیال رکھنے والے | دوسری طرح کے وہ لوگ ہیں جنھوں نے اللہ کی دی ہوئی آزادی کو اللہ کی مرضی کے مطابق استعمال کیا وہ دنیا میں زندگی بسر کرتے ہوئے اس بات کا خیال رکھتے رہے کہ انھیں ایک دن اپنے رب کے سامنے پیش ہو کر اپنے کاموں کا حساب دینا ہے اور نفس کی بری خواہشات کو پورا کرنے سے اس لئے باز رہے کہ اگر یہاں انھوں نے اپنے نفس کا کہنا مان کر کوئی ناجائز فائدہ کما لیا یا کوئی نامناسب حرکت کر لی تو اپنے رب کو کیا جواب دیں گے۔ وہ دنیا میں اس تصور سے کانپتے رہے کہ اللہ کی عدالت میں حاضر ہو کر اپنے اعمال کی جواب دہی کرنی ہے اور وہ اللہ کے وفادار بندے کی حیثیت سے زندگی گزارتے رہے تو ان کو پروردگار کہاں جگہ دیں گے۔ اگلی آیت میں اس کی بشارت ہے۔

(۴۱) وفاداروں کا ٹھکانا جنت | ایسے وفاداروں کی مستقل جائے قیام جنت ہے جو آخرت میں بہترین ٹھکانا ہے۔ جنت میں اللہ کے نیک بندوں پر اللہ کی خوب خوب نوازشیں ہوں گی اور وہ کیا خوب ٹھکانا ہوگا۔

(۴۲) قیامت کے وقت کے بارے میں سوال | قیامت کے آنے پر ان کو یقین تو نہ تھا مگر یہ باتیں سن کر جو آخرت، جنت اور دوزخ کے متعلق تھیں بار بار سوال کرتے تھے کہ وہ گھڑی کب آئے گی۔ گویا اس کے فوراً نہ آنے پر اس کے نہ ہونے کا گمان کرتے تھے اور ازراہ مذاق اس کے آنے کا وقت پوچھتے تھے کہ وہ کب قائم ہوگی۔

فِيمَ أَنتَ مِن ذِكْرَاهَا ﴿٤٣﴾ إِلَىٰ رَبِّكَ مُنتَهَاهَا ﴿٤٤﴾ إِنَّمَا

إِنَّمَا	مُنتَهَاهَا	رَبِّكَ	إِلَىٰ	ذِكْرَاهَا	مِن	أَنتَ	فِيمَ
صرف	اس کی انتہا	تمہارا رب	طرف	اس کا ذکر	سے	تو	کیا

تمہیں کیا کام اس کے ذکر سے ؟ تمہارے رب کی طرف ہے اس کی انتہا۔ آپ م

أَنتَ مُنذِرُ مَن يَخْشَاهَا ﴿٤٥﴾ كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا

يَرَوْنَهَا	يَوْمَ	كَأَنَّهُمْ	يَخْشَاهَا	مَن	مُنذِرُ	أَنتَ
دیکھیں گے اس کو	دن	گویا وہ	اس سے ڈرے	جو	ڈرانے والے	آپ

صرف اس کو ڈرانے والے ہیں جو اس سے ڈرے گویا وہ جس دن اس کو دیکھیں گے

ع ۲ / ۲۰ / ۴

لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحَاهَا ﴿٤٦﴾ ع

	ضُحَاهَا	أَوْ	عَشِيَّةً	إِلَّا	لَمْ يَلْبَثُوا
	اس کی صبح	یا	ایک شام	مگر	نہیں ٹھیرے

(ایسا لگے گا) وہ نہیں ٹھیرے مگر ایک شام یا اس کی صبح ۔

﴿٤٣﴾ فِيمَ فِي أَيِّ شَيْءٍ أَنتَ مِن ذِكْرَاهَا ○ أَي لَيْسَ عِندَكَ عِلْمُهَا حَتَّىٰ تَذْكُرَهَا

﴿٤٤﴾ إِلَىٰ رَبِّكَ مُنتَهَاهَا ○ مُنتَهَىٰ عِلْمِهَا لَا يَعْلَمُهُ غَيْرُهُ

﴿٤٥﴾ إِنَّمَا أَنتَ مُنذِرُ إِنَّمَا يَنفَعُ إِنذَارُكَ مَن يَخْشَاهَا ○ يَخَافُهَا

﴿٤٦﴾ كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوا فِي قُبُورِهِمْ إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحَاهَا ○ أَي عَشِيَّةَ يَوْمٍ أَوْ بُكْرَتَهُ وَصَحَّ إِضَافَةُ الضُّحَىٰ إِلَى الْعَشِيَّةِ لِمَا بَيْنَهُمَا مِنَ الْمُلَابَسَةِ إِذْ هُمَا طَرَفَا النَّهَارِ وَحَسُنَ الْإِضَافَةُ وُقُوعُ الْكَلِمَةِ فَاصِلَةً۔

﴿٤٣﴾ تجھ کو اس کا حال کیا معلوم جو تو اس کا وقت بیان کرے

﴿٤٤﴾ تیرے رب ہی کو اس کی خبر ہے اس کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔

﴿٤٥﴾ تیرا ڈرانا اسی کو نفع دیتا ہے جو اس سے ڈرے

﴿٤٦﴾ جس روز وہ اس کو دیکھیں گے یوں خیال کریں گے کہ گویا وہ نہیں ٹھیرے اپنی قبروں میں مگر مقدار شام کی یا صبح کی۔

تشریح

(۴۳) حکمت قیامت کے راز رکھنے ہی میں ہے | اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ کو قیامت کا متعین وقت بتانے کے لئے نہیں بھیجا بلکہ قیامت سے متنبہ کرنے کے لئے بھیجا ہے تاکہ لوگ اس کی تیاری کرلیں۔ قیامت تو اپنے وقت پر آکر رہے گی جس طرح موت اپنے وقت پر آکر رہتی ہے جو کہ چھوٹی قیامت ہے۔ حالاں کہ انسان کو اس کا وقت معلوم نہیں ہوتا۔ رسول کا کام قیامت کی حقیقت سے آگاہ کرنا ہے کہ ایک دن آئے گا جب یہ سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا اور پھر اللہ تعالیٰ ایک نیا نظام نئے اصولوں کے ساتھ قائم کریں گے۔ قیامت کا متعین وقت راز میں رہے اسی میں حکمت ہے۔ جیسے موت کے صحیح وقت سے انسان کو آگاہ نہیں کیا گیا کیوں کہ اسی میں اس کی بھلائی ہے۔

(۴۴) قیامت کا متعین وقت صرف اللہ کو معلوم ہے | قیامت کے آنے کا ٹھیک ٹھیک وقت کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے اس کے منتہی یعنی قائم ہونے کا وقت رب کے پاس ہے وہی جانتا ہے کہ کب قائم ہوگی۔؟

حدیث جبریل میں ہے کہ جب حضرت جبرئیل ؑ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دین کے بارے میں مختلف سوالات کئے جس کا منشا لوگوں کو اللہ کے دین سے آگاہ کرنا تھا تو اس میں سے ایک سوال یہ بھی کیا کہ قیامت کب آئے گی۔ اس پر حضور ﷺ نے جواب دیا کہ جواب دینے والا سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔ یعنی یہ بات حضرت جبریل ؑ کو بھی معلوم نہ تھی کہ یقین کے ساتھ قیامت کا وقت کون سا ہے۔؟

(۴۵) اے پیغمبر تمہارا کام خبردار کرنا ہے | اے پیغمبر تمہارا کام یہ ہے کہ تم لوگوں کو قیامت کے بارے میں خبردار کرو۔ اس خبردار کرنے کا فائدہ انہی لوگوں کو پہنچے گا جو اللہ تعالیٰ کا ڈر رکھتے ہیں اور انہیں اس دن کی جواب دہی کا خوف ہے اور جو بے فکر ہو کر زندگی گزار رہے ہیں آخرت کے حساب کتاب سے لاپرواہ ہیں ان کو تمہارے کہنے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ مگر تمہارا کام یہ ہے کہ تم لوگوں کو متنبہ کرتے رہو اور بتاتے رہو کہ ان کو ایک ذمہ دارانہ زندگی گزارنی ہے اور پروردگار کے حضور میں حاضر ہو کر اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔

(۴۶) جب قیامت آئے گی تو انھیں ایسا لگے گا کہ بہت جلدی آگئی | اس وقت وہ قیامت کے آنے کی جلدی مچا رہے ہیں اور شور کر رہے ہیں کہ قیامت کے آنے میں دیر کیوں ہے، جلدی کیوں نہیں آجاتی۔ لیکن جب قیامت آئے گی تو انھیں ایسا لگے گا کہ بہت جلد آگئی اور انھیں دنیا میں جو مہلت ملی تھی وہ بہت تھوڑی تھی اور زندگی کی حقیقت ایک گزری ہوئی صبح و شام سے زیادہ نہ لگے گی۔

اصل میں وقت ایک اضافی چیز ہے گھنٹوں کے مقابلے میں منٹ وقت کا بہت تھوڑا حصہ معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح دنوں کے مقابلے میں گھنٹے بہت کم لگتے ہیں اور مہینوں اور سالوں کے مقابلے میں دن بہت تھوڑے معلوم ہوتے ہیں۔
قیامت کے دن جب زمان و مکان بدل جائیں گے اور قیامت کا ایک دن ایک ہزار سال کے برابر ہوگا تو جو وقت انسان نے دنیا میں گزارا تھا وہ اسے وہاں کے زمانے کی بہ نسبت بہت تھوڑا معلوم ہوگا اور اس وقت انسان یہ محسوس کرے گا کہ کاش دنیا کی زندگی کے وہ قیمتی لمحات اپنی آخرت کے سنوارنے میں لگائے ہوتے تو کیا اچھا ہوتا۔

۸۰

عَبَسَ

ترتیب تلاوت	۸۰	ترتیب نزول	۲۴
مکی / مدنی	مکی	تعداد رکوعات	۱
تعداد آیات	۴۲	تعداد الفاظ	۱۳۳
تعداد حروف	۵۵۳		

○ **عَبَسَ** کے معنی ہیں "ترش رُو ہونا"، تیوری چڑھانا"۔ پہلی آیت کے پہلے لفظ عَبَسَ کو لے کر سورت کا نام قرار دیا گیا ہے۔ کیوں کہ یہ لفظ ایک مخصوص واقعہ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اس مناسبت سے اس کا نام عَبَسَ رکھا ہے۔

○ گزشتہ سورت میں ارشاد ہوا تھا کہ " اِنَّمَآ اَنتَ مُنذِرُ مَن یَّخشٰھَا " کہ آپ کے خبردار کرنے سے فائدہ وہی اٹھائیں گے جو اللہ کا خوف رکھتے ہوں۔ اور جو سرکشی پر آمادہ ہوں ان میں نہ خوف خدا ہو گا اور نہ وہ آپ کے خبردار کرنے سے فائدہ اٹھائیں گے۔ سورۂ عبس میں اس کی ایک عملی مثال ایک واقعہ کا بیان ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم ایک نابینا صحابی ہیں۔ وہ ایک روز آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قرآن کی ایک آیت کا مطلب پوچھنے لگے۔

اس وقت حضورؐ کی مجلس میں قریش کے بڑے بڑے لوگ بیٹھے ہوئے تھے اور آپؐ ان کو دین کی دعوت دینے میں پوری طرح متوجہ تھے۔ ان میں عتبہ، شیبہ، ابوجہل، امیہ بن خلف جیسے لوگ تھے جن کا شمار اسلام کے بڑے مخالفین میں ہوتا تھا۔

ابن ام مکتوم چونکہ نابینا تھے، ان کو معلوم نہ تھا کہ کون لوگ بیٹھے ہوئے ہیں اور انھوں نے یہ بھی خیال نہ کیا کہ حضورؐ اس وقت گفتگو میں مشغول ہیں درمیان میں بات کاٹنا مناسب نہیں ہے۔

حضورؐ اخلاق کا اعلےٰ مجسمہ تھے اور ہمہ وقت دعوت اسلامی کے لیۓ آپ کے دل میں جذبہ رہتا تھا آپ کو ابن ام مکتوم کی یہ قطع کلامی ناگوار گزری جس کے آثار چہرہ مبارک پر ظاہر ہوگئے۔

اس پر سورۂ عبس کی یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ اس میں محبت آمیز خفگی کا اظہار ہے ایسی خفگی جس پر ہزاروں پیار نثار۔ گویا یہ سمجھایا جارہا ہے کہ اللہ کی نظر میں قدر و قیمت جوہر کی ہے اور آپ کو اپنی دعوت میں اس کا لحاظ رکھنا چاہیۓ۔

○ اس کے بعد عتاب کا رخ ان لوگوں کی طرف پھر جاتا ہے جو اس عظیم نعمت کی ناشکری کررہے تھے ان کو اس رویۓ پر ملامت کی گئی ہے جو وہ اپنے خالق و پروردگار کے مقابلے میں برت رہے تھے۔

آخر میں ان کو خبردار کیا گیا ہے کہ قیامت کے روز وہ اپنی اس روش کا انجام دیکھ لیں گے۔

○ سورت میں جس واقعہ کی طرف اشارہ ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مکہ مکرمہ کے ابتدائی زمانے کی سورتوں میں سے ہے۔



رکوعھا ۱	۲۴= سورۃ عبس مکیۃ ۸۰=	ایاتھا ۴۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○

اللہ کے نام سے جو بہت مہربان، رحم کرنے والا ہے۔

عَبَسَ وَتَوَلّٰٓی ① اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی ②

الْاَعْمٰی	جَآءَهُ	اَنْ	وَتَوَلّٰٓی	عَبَسَ
ایک نابینا	آیا اس کے پاس	کہ	اور منہ موڑ لیا	تیوری چڑھائی

تیوری چڑھائی اور منہ موڑ لیا کہ اس کے پاس ایک نابینا آیا

سُوْرَةُ عَبَسَ مَكِّيَّةٌ
اِثْنَانِ وَاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سورۂ عبس مکی ہے اس میں بیالیس آیتیں ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شروع اللہ کے نام سے جو بہت بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے

① عَبَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلَحَ وَجْهَهُ وَتَوَلّٰى ○ اَعْرَضَ لِاَجْلِ

① عَبَسَ وَتَوَلّٰٓی اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی الخ ترش رو ہوئے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور اعراض کیا اس وجہ سے کہ آیا

② اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ○ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ فَقَطَعَهُ عَمَّا هُوَ مَشْغُوْلٌ بِهٖ مِمَّنْ يَرْجُوْا اِسْلَامَهُ مِنْ اَشْرَافِ قُرَيْشٍ الَّذِيْ هُوَ حَرِيْصٌ عَلٰى اِسْلَامِهِمْ وَلَمْ يَدْرِ الْاَعْمٰى اَنَّهُ مَشْغُوْلٌ بِذٰلِكَ فَنَادَاهُ عَلِّمْنِيْ مِمَّا عَلَّمَكَ

② کہ آیا ان کے پاس عبداللہ ابن ام مکتوم نابینا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے ساتھ مشغول تھے اشراف قریش سے کہ آپ اس کے اسلام کی امید کرتے تھے اور آپ علی العموم قریش کے اسلام پر حریص تھے عبداللہ ابن ام مکتوم نابینا آپ کی خدمت میں آیا اور آپ کو آواز دی کہ یا رسول اللہ سکھلایئے مجھ کو جو اللہ نے آپ کو سکھلایا ہے اور اس کو یہ خبر نہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس قریشی کے ساتھ مشغول ہیں پس اس نے درمیان میں آپ کے کلام جو قریشی سے ہو رہے تھے قطع کر دیئے

اللّٰہُ فَانْصَرَفَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی بَیْتِہٖ فَعُوْتِبَ فِیْ ذٰلِكَ بِمَا نَزَلَ فِیْ ھٰذِہِ السُّوْرَۃِ فَکَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ یَقُوْلُ لَہٗ اِذَا جَاءَ مَرْحَبًا بِمَنْ عَاتَبَنِیْ فِیْہِ رَبِّیْ وَیَبْسُطُ لَہٗ رِدَاءَہٗ

پس لوٹے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مکان کی طرف اور نابینا کی طرف کچھ توجہ نہ فرمائی پس عتاب ہوا آپ پر اللہ کی طرف سے جو اس سورۃ میں مذکور ہے۔ اس کے بعد جب کبھی وہ نابینا آپ کی خدمت میں آتا آپ فرماتے کہ مرحبا ہو اس کو جس کے سبب میرے رب نے مجھ پر عتاب فرمایا اور اس کے لئے آپ اپنی چادر مبارک بچھاتے۔

تشریح

(۱) **آنحضرت ؐ کی ترش روئی اور بے رخی** جس واقعہ کے تعلق سے آں حضرت ؐ کی ترش روئی اور بے رخی کا ذکر ہو رہا ہے وہ آپ ؐ ہی سے متعلق ہے۔ اور بعد کے فقروں میں خطاب آپ ہی سے کیا گیا ہے۔ مگر اس پہلے فقرے میں غائب کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو براہ راست خطاب نہیں کیا۔ اس میں ایک لطیف اشارہ ہے کہ آپ کے اخلاق کا معیار اتنا بلند ہے کہ اس معیار کے لحاظ سے یہ ترش روئی ایسی غیر مناسب معلوم ہوتی ہے کہ گویا یہ کام آپ نے نہیں کسی اور نے کیا ہوگا۔ اس کے علاوہ اس میں مخاطب کی تکریم بھی ہے کہ رُو در رُو ناراضگی کی نسبت آپ کی طرف نہیں فرمائی۔

اگر قرآن مجید اللہ کا کلام نہ ہوتا تو اس میں اللہ کی طرف سے خفگی اور ناراضگی کا ذکر نہ ہوتا۔ اگرچہ یہ خفگی بھی محبت آمیز ہے لیکن اللہ کے یہاں آپ کے اخلاق کا جو معیار ہے اس میں ذرا بھی کوئی کمی آئے تو اللہ تعالیٰ اس کو فوراً اپنی آخری کتاب میں بیان کرنے سے نہیں چوکتے۔ اگرچہ یہ بے رخی دعوت کے اسی بے پناہ جذبے کی بنا پر تھی جس سے نبی ؐ سرشار رہتے تھے اور یہ چاہتے تھے کہ میں اپنی امت کو اللہ کے عتاب سے بچا کر ہدایت کے راستے پر لے آؤں۔ یہ دل سوزی اور اللہ کے دین کی دعوت کی یہ لگن تھی اور اس کے درمیان میں ایک شخص کی قطع کلامی، اس پر آپ کی طبیعت پر ہلکی سی گراں باری اور پھر اللہ کی طرف سے یہ ارشاد کہ طالب حق ہزاروں بڑے بڑے لوگوں پر بھاری ہے۔

(۲) **نابینا ابن ام مکتوم کی مداخلت** حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم مشہور نابینا صحابی ہیں یہ ام المومنین حضرت خدیجہ کے پھوپی زاد بھائی تھے ان کی والدہ ام مکتوم اور حضرت خدیجہ کے والد خویلد آپس میں بھائی بہن تھے اس طرح یہ حضور ؐ کے برادر نسبتی تھے۔ خاندانی آدمی تھے کوئی کم حیثیت آدمی نہ تھے۔

حضور ؐ کی اس وقت کی بے توجہی کی وجہ یہ تھی کہ آپ یہ خیال فرماتے تھے کہ میں اس وقت جن لوگوں کو دین کی دعوت دے رہا ہوں اگر ان میں سے کوئی ایک آدمی بھی ہدایت پالے تو وہ ذی حیثیت ہونے کی وجہ سے اسلام کی تقویت کا بڑا ذریعہ بن سکتا ہے۔

ابن ام مکتوم کچھ معلوم کرنا چاہتے ہیں تو بعد میں بھی کسی وقت معلوم کرسکتے ہیں ان کو اس وقت گفتگو میں مداخلت نہیں کرنی چاہیے۔

وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّهُ يَزَّكَّىٰ ③ أَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنفَعَهُ

فَتَنفَعَهُ	يَذَّكَّرُ	أَوْ	يَزَّكَّىٰ	لَعَلَّهُ	يُدْرِيكَ	وَمَا
اسے نفع پہنچاتا	نصیحت مانتا	یا	سنور جاتا	شاید وہ	خبر آپ کو	اور کیا

اور آپ کو کیا خبر شاید وہ سنور جاتا یا نصیحت مانتا تو نصیحت کرنا اسے

الذِّكْرَىٰ ④ أَمَّا مَنِ اسْتَغْنَىٰ ⑤ فَأَنتَ لَهُ

لَهُ	فَأَنتَ	اسْتَغْنَىٰ	مَنِ	أَمَّا	الذِّكْرَىٰ
اس کے لئے	تو آپ	بے پروائی کی	جس	اور جو	نصیحت کرنا

نفع پہنچاتا۔ اور جس نے بے پروائی کی آپ اس کے لئے

تَصَدَّىٰ ⑥ وَمَا عَلَيْكَ أَلَّا يَزَّكَّىٰ ⑦ وَأَمَّا

وَأَمَّا	يَزَّكَّىٰ	أَلَّا	عَلَيْكَ	وَمَا	تَصَدَّىٰ
اور جو	وہ سنورے	اگر نہ	آپ پر	اور نہیں	فکر کرتے ہو

فکر کرتے ہیں اور آپ پر (کوئی الزام) نہیں اگر وہ نہ سنورے۔ اور جو

مَن جَاءَكَ يَسْعَىٰ ⑧

يَسْعَىٰ	جَاءَكَ	مَن
دوڑتا۔	آیا آپ کے پاس	جو

آپ کے پاس دوڑتا ہوا آیا۔

③ وَمَا يُدْرِيكَ يُعْلِمُكَ لَعَلَّهُ يَزَّكَّىٰ ○ فِيهِ إِدْغَامُ التَّاءِ فِي الْأَصْلِ فِي الزَّايِ أَيْ يَتَطَهَّرُ مِنَ الذُّنُوبِ بِمَا يَسْمَعُ مِنْكَ

③ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّهُ يَزَّكَّىٰ الخ اور اے محمد تجھ کو کیا خبر شاید وہ نابینا تجھ سے آیات قرآنی اور احکام الٰہی سن کر پاک ہوگنا ہوں سے

④ أَوْ يَذَّكَّرُ فِيهِ إِدْغَامُ التَّاءِ فِي الْأَصْلِ فِي الذَّالِ أَيْ يَتَّعِظُ فَتَنفَعَهُ الذِّكْرَىٰ ○ الْعِظَةُ الْمَسْمُوعَةُ مِنْكَ وَفِي قِرَاءَةٍ بِنَصْبِ تَنفَعَهُ جَوَابُ التَّرَجِّي

④ یا وہ نصیحت مانے۔

پس نفع دے اس کو نصیحت۔

⑤ أَمَّا مَنِ اسْتَغْنَىٰ ○ بِالْمَالِ

⑤ لیکن جو بے پرواہ ہے بسبب اپنے مال کے، تو اس کے

(۶) فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ۝ وَفِيْ قِرَاءَةٍ بِتَشْدِيْدِ الصَّادِ بِاِدْغَامِ التَّاءِ الثَّانِيَةِ فِي الْاَصْلِ فِيْهَا تُقْبِلُ وَتَتَعَرَّضُ — (۶) در پے ہوتا ہے اور اسی کی طرف توجہ کرتا ہے۔

(۷) وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ۝ يُؤْمِنُ — (۷) حالانکہ وہ اگر ایمان نہ لاوے تو تجھ کو کچھ ضرر نہیں۔

(۸) وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ۝ حَالٌ مِنْ فَاعِلِ جَآءَ — (۸) لیکن وہ شخص جو ڈرتا ہوا تیرے پاس آیا۔

تشریح

(۳) تعلیم کے لئے طلب ضروری ہے | ارشاد ہوا کہ تمہیں کیا خبر شاید وہ سُدھر جائے اور آپ کی تعلیم سے اور پاک سے پاک ہو جاتا۔ تعلیم طالب کو دی جاتی ہے جس میں اخلاص اور طلب ہو وہاں فائدہ پہنچنے کا زیادہ امکان ہوتا ہے۔ تبلیغ غیروں اور اپنوں سب کے لئے ہوتی ہے۔ ضروری نہیں کہ لوگ دعوت کو قبول بھی کریں اس لئے فضیلت تعلیم کو حاصل ہے۔ البتہ تعلیم میں بھی تبلیغ کے پہلو موجود ہیں۔ تو جب ایک طالب آپ کے پاس آیا تھا تو آپ اس کی طرف توجہ کرتے۔ کیا معلوم آپ کی توجہ سے وہ اور زیادہ سنور جاتا۔

(۴) آپ کی نصیحت اس کے کام آتی | آپ اس کو نصیحت کرتے اور آپ کی نصیحت اس کے کام آتی۔ وہ نابینا تھا مگر طالب صادق تھا آپ کی نصیحت اس کے کان میں پڑتی وہ اس پر غور کرتا اور وہ نصیحت کسی وقت اس کے کام آتی۔ اس لئے کہ طلب اس میں موجود تھی اور وہ اخلاص کے ساتھ آپ سے فائدہ اٹھانے کے لئے حاضر ہوا تھا۔

(۵) اللہ کے دین سے لاپروا لوگ | جو لوگ اپنے غرور میں مبتلا ہیں اور اپنی بڑائی کی وجہ سے دین حق سے بے پروائی برتتے ہیں یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں اس دین کی ضرورت نہیں ہے۔ اپنی چودھراہٹ کے گھمنڈ میں دنیاداری میں مست ہیں اور دین حق کے قبول کرنے والوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں ان کے خیال میں اہمیت مال و دولت کی ہے نہ کہ صداقت و کردار کی۔

(۶) آپ ان کے ایمان لانے کی خواہش رکھتے ہیں | آپ کو ان کی فکر ہے اور آپ چاہتے ہیں کہ یہ بھی ایمان لے آئیں اور سبھی اللہ کے دین کو قبول کریں اور ان کے اسلام لانے کا اثر دوسرے لوگوں پر بھی پڑے اور اس طرح اللہ کے دین کی زیادہ سے زیادہ اشاعت ہو جائے اور سب لوگ اللہ کی رحمت کے سائے میں آجائیں۔

(۷) یہ لوگ ایمان لائیں یا نہ لائیں آپ پر ان کی کوئی ذمہ داری نہیں | آپ کا کام ہے دین پہنچانا جو سچے طلب گار ہیں وہ آپ کی تعلیم کے زیادہ حق دار ہیں۔ لاپروا گھمنڈی لوگوں کی فکر میں اتنے زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں کہ سچے طلب گار آپ کی توجہ سے محروم ہو جائیں۔ تبلیغ عام سب کے لئے ہے وہ آپ کر رہے ہیں مگر تعلیم و تربیت اس سے زیادہ اہم ہے جو آپ کے پاس اخلاص کے ساتھ طالب حق بن کر تعلیم کے لئے آیا ہے آپ اس سے بے توجہی نہ برتیں۔

(۸) طالب حق آپ کی توجہ کا زیادہ مستحق ہے | اصل قدر و قیمت طلب حق کی ہے۔ ایک شخص راہ راست کا علم حاصل کرنے کی خاطر خود چل کر آرہا ہے۔ اور دوسرا وہ ہے جس کا رویہ بتا رہا ہے کہ اس میں حق کی کوئی طلب نہیں ہے۔ دین کے لئے مفید وہی شخص ہے جو بھی طلب کے ساتھ اس دین کو قبول کرتا ہے اور اس متاع گراں بہا کا قدر دان ہے۔ چاہے وہ معذور ہو یا بے نوا ہو مگر داعی حق کے لئے وہی قیمتی آدمی ہے۔ یہی وہ نقطہ ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کو متوجہ کر رہے ہیں۔ اور تاریخ بتاتی ہے کہ ہوا بھی یہی۔ ابن ام مکتوم رضؓ نے کیا کارنامہ انجام دیا آنے والی آیت میں دیکھئے۔

وَهُوَ يَخْشَىٰ ﴿٩﴾ فَأَنتَ عَنْهُ تَلَهَّىٰ ﴿١٠﴾ كَلَّا إِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ﴿١١﴾

تَذْكِرَةٌ	إِنَّهَا	كَلَّا	تَلَهَّىٰ	عَنْهُ	فَأَنتَ	يَخْشَىٰ	وَهُوَ
نصیحت	یہ تو	ہرگز نہیں	تغافل کرتے ہو	اس سے	تو آپ	ڈرتا ہے	اور وہ

اور وہ ڈرتا بھی ہے تو آپ اس سے تغافل کرتے ہیں ہرگز نہیں یہ تو (کتاب) نصیحت ہے

(۹) وَهُوَ يَخْشَىٰ ○ اللّٰهَ تَعَالَىٰ حَالٌ مِنْ فَاعِلِ يَسْعَىٰ وَهُوَ الْأَعْمَىٰ

(۹) اور وہ اللہ سے ڈرتا تھا یعنی نابینا

(۱۰) فَأَنتَ عَنْهُ تَلَهَّىٰ ○ فِيهِ حَذْفُ التَّاءِ الْأُخْرَىٰ فِي الْأَصْلِ أَيْ تَتَشَاغَلُ

(۱۰) اس سے تو منہ موڑتا ہے۔ اور اعراض و غفلت کرتا ہے۔

(۱۱) كَلَّا لَا تَفْعَلْ مِثْلَ ذٰلِكَ إِنَّهَا أَيِ السُّورَةُ أَوِ الْآيَاتُ تَذْكِرَةٌ ○ عِظَةٌ لِلْخَلْقِ

(۱۱) ہرگز تو ایسا نہ کر۔ بے شک یہ آیتیں نصیحت ہیں مخلوق کے لئے۔

تشریح

(۹) **اللہ کا خوف رکھنے والا** وہ شخص جو اللہ کا خوف رکھتا ہے اور جانتا ہے کہ مجھے اللہ کے سامنے پیش ہونا ہے اس کا خوفِ خدا اور اس کی طلبِ حق ایک بڑا قیمتی جوہر ہے۔ یہی طلب انسان کو بڑی سے بڑی قربانی دینے کے لئے آمادہ کرتی ہے چنانچہ تاریخ میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم رضؓ آنکھوں سے معذور ہونے کے باوجود قادسیہ کی جنگ میں شریک ہوئے زرہ پہنے ہوئے تھے اور ہاتھ میں اسلامی لشکر کا جھنڈا تھا آخر اسی معرکہ میں جامِ شہادت نوش کر کے اسلام کے ساتھ اپنی وابستگی کا ثبوت پیش کر دیا۔

(۱۰) **آپ ان سے لاپرواہی نہ برتیں** آپ ایسے مخلص طلبِ صادق رکھنے والے لوگوں سے ہرگز لاپرواہی نہ برتیں۔ ایسے لوگوں کی تعلیم لاپروا لوگوں کی تبلیغ سے زیادہ اہم ہے۔ جو سدھرنا نہ چاہے اس پر داعیٔ حق کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔

(۱۱) **قرآن ایک نصیحت ہے** آپ ہرگز ایسا نہ کریں اپنی وجاہت پر پھولے ہوئے لوگوں کو زیادہ اہمیت نہ دیں اسلام کی تعلیم ایسی چیز نہیں ہے کہ جو اس سے منہ موڑے اس کے سامنے زبردستی پیش کی جائے۔ حق ان سے اتنا ہی بے نیاز ہے جتنا یہ حق سے بے نیاز ہیں۔ قرآن ایک نصیحت کی کتاب ہے جو اس نصیحت پر کان دھرے گا وہ اپنا ہی فائدہ کرے گا قرآن کا کام ہے ہدایت کا راستہ دکھانا اور جو ہدایت پر آجائے اس کو دین کی تعلیم دینا۔ اس کتاب سے فائدہ اٹھانے کے لئے طلبِ صادق ضروری ہے جو اس سے روگردانی کرتے ہیں وہ خود خسارے میں ہیں۔ اللہ کی کتاب کو ان کی ضرورت نہیں وہ خود اس جلیل القدر کتاب کے محتاج ہیں۔

فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ﴿۱۲﴾ فِیْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ﴿۱۳﴾

فَمَنْ	شَآءَ	ذَكَرَهٗ	فِیْ	صُحُفٍ	مُّكَرَّمَةٍ
سو جو	چاہے	اس سے نصیحت قبول کرے	میں	صحیفے (اوراق)	باعزت

سو جو چاہے اس سے نصیحت قبول کرے باعزت اوراق میں

مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ﴿۱۴﴾

مَّرْفُوْعَةٍ	مُّطَهَّرَةٍ
بلند مرتبہ	انتہائی پاکیزہ

بلند مرتبہ انتہائی پاکیزہ

﴿۱۲﴾ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ○ حَفِظَ ذٰلِكَ فَاتَّعَظَ بِهٖ

﴿۱۲﴾ پس جو کوئی چاہے ان کو یاد کرے اور ان سے نصیحت پکڑے۔

﴿۱۳﴾ فِیْ صُحُفٍ خَبَرٌ ثَانٍ لِاِنَّهَا وَمَا قَبْلَهٗ اِعْتِرَاضٌ مُّكَرَّمَةٍ ○ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰی

﴿۱۳﴾ یہ آیتیں لکھی ہوئی ہیں صحیفوں میں جو مکرم ہیں۔ اللہ کے نزدیک

﴿۱۴﴾ مَّرْفُوْعَةٍ فِی السَّمَآءِ مُّطَهَّرَةٍ ○ مُنَزَّهَةٌ عَنْ مَسِّ الشَّیَاطِیْنِ

﴿۱۴﴾ بلند ھیں۔ آسمان میں پاک ہیں شیطان کے اثر سے

تشریح

﴿۱۲﴾ جو چاہے اس کتاب سے نصیحت حاصل کرے | یہ نصیحت کی کتاب ہے لوگوں کو راستہ دکھاتی ہے۔ جہالت کے اندھیرے سے علم کی روشنی میں لاتی ہے۔ اگر کوئی اندھیرے میں بھٹکنا چاہے بھٹکے اور روشنی حاصل کرنا چاہے روشنی حاصل کرے۔ اور اس کتاب سے وہی فائدہ اٹھاتا ہے جس میں حق و باطل کی تمیز ہو اور اندھیرے سے روشنی میں آنا چاہے۔ اس کتاب کی عظمت کا کسی کو کیا اندازہ ہے۔ یہ کتنی عظیم الشان کتاب ہے اس کا بیان آگے آرہا ہے

﴿۱۳﴾ قرآن کی عظمت | قرآن وہ کتاب ہے جس کی آیتیں آسمان کے اوپر نہایت معزز اوراق میں لکھی ہوئی ہیں۔ ایسے صحیفے اور اوراق جو نہایت قابل احترام ہیں۔ اس کتاب کی جو قدر و منزلت آسمانوں میں ہے وہ انتہائی قابل قدر ہے۔

﴿۱۴﴾ بلند مرتبہ، پاکیزہ | قرآن مجید میں جو تعلیم ہے وہ ہر طرح کی ملاوٹ سے پاک ہے۔ نہایت بلند مرتبہ خالص حق کی تعلیم پیش کی گئی ہے انسانی تخیلات اور ہر طرح کی گندگی سے یہ کتاب پاک ہے۔ اس میں فاسد افکار و نظریات اور باطل خیالات راہ نہیں پاسکے کیونکہ یہ کتاب ان سب چیزوں سے بہت بلند ہے۔ آسمان میں بھی اس کا مرتبہ اونچا ہے اور زمین میں بھی اس کا مقام بلند ہے۔ یہ کتاب نادانوں کے اعتراضات سے پاک وصاف ہے۔

بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ⑮ كِرَامٍۭ بَرَرَةٍ ⑯ قُتِلَ الْاِنْسَانُ

الْاِنْسَانُ	قُتِلَ	بَرَرَةٍ	كِرَامٍ	سَفَرَةٍ	بِاَيْدِيْ
انسان	مارا جائے	نیکو کار	بزرگ	لکھنے والے	ہاتھوں میں

لکھنے والے ہاتھوں میں بزرگ نیکو کار لوگ انسان مارا جائے

مَآ اَكْفَرَهٗ ⑰ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ⑱ مِنْ

مِنْ	خَلَقَهٗ	شَيْءٍ	اَيِّ	مِنْ	مَآ اَكْفَرَهٗ
سے	اسے پیدا کیا	چیز	کس	سے	کیسا ناشکرا

کیسا ناشکرا ہے۔ اسے کس چیز سے پیدا کیا؟ اس کو

نُّطْفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ⑲

فَقَدَّرَهٗ	خَلَقَهٗ	نُّطْفَةٍ
اسے اندازہ پر رکھا۔	اس کو پیدا کیا	نطفہ

ایک نطفہ سے پیدا کیا، پھر اسے اندازہ پر رکھا۔

⑮ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ○ كَتَبَةٍ يَنْسَخُوْنَهَا مِنَ اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ

⑮ ہاتھوں میں لکھنے والے بزرگ اللہ کے فرماں برداروں کے یعنی فرشتوں کے جو ان کو لوح محفوظ

⑯ كِرَامٍۭ بَرَرَةٍ ○ مُطِيْعِيْنَ لِلّٰهِ تَعَالٰى وَهُمُ الْمَلَائِكَةُ

⑯ سے لکھتے ہیں۔

⑰ قُتِلَ الْاِنْسَانُ لُعِنَ الْكَافِرُ مَآ اَكْفَرَهٗ ○ اِسْتِفْهَامُ تَوْبِيْخٍ اَيْ مَا حَمَلَهٗ عَلَى الْكُفْرِ

⑰ لعنت ہو کافر پر۔ کس چیز نے اس کو کفر پر برانگیختہ کیا۔

⑱ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ○ اِسْتِفْهَامُ تَقْرِيْرٍ ثُمَّ بَيَّنَهٗ فَقَالَ

⑱ اللہ نے اس کو کس چیز سے پیدا کیا پھر اس کو خود ہی بیان فرمایا۔

⑲ مِنْ نُّطْفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ○ عَلَقَةً ثُمَّ مُضْغَةً اِلٰى اٰخِرِ خَلْقِهٖ

⑲ نطفہ منی سے اس کو پیدا کیا۔ پھر اس کو خون بستہ پھر ٹکڑے گوشت کیا اسی طرح بتدریج اس کو آدمی بنایا۔

تشریح

(۱۵) آسمان میں قرآن کے لکھنے والے فرشتے ہیں | آسمانوں میں قرآن کے کاتب وہ فرشتے ہیں جو قرآن کے ان صحیفوں کو اللہ تعالیٰ کی براہ راست ہدایت کے مطابق لکھتے ہیں، ان کی حفاظت کرتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ تک جوں کا توں پہنچاتے ہیں۔

(۱۶) قرآن کے لکھنے والے اور پہنچانے والے فرشتے معزز اور نیک ہیں | اللہ کی ہدایت کے مطابق قرآن کو لکھنے والے اور اللہ کے رسول ﷺ تک اس کو جوں کا توں پہنچانے کی ذمہ داری جن فرشتوں کے سپرد کی گئی ہے وہ نہایت معزز اور نیک فرشتے ہیں جو امانت ان کے سپرد کی گئی ہے اس میں ذرہ برابر خیانت کا صدور ان بلند پایہ ہستیوں سے ہونا ممکن نہیں ہے وہ حفاظت کے ساتھ امانت کو پہنچانے کا حق پوری دیانت کے ساتھ انجام دیتے ہیں۔ یہ بزرگ اور نیکوکار ایک ایک حرف ایک ایک نقطے کی حفاظت دل و جان سے کرتے ہیں لہٰذا یہ عظیم الشان کتاب اس درجہ بلند ہے کہ تم اس کے محتاج ہو اپنی بھلائی چاہتے ہو تو اس کی عظمت کے احساس کے ساتھ اس سے ہدایت حاصل کرو۔

(۱۷) نعمت قرآن کی قدر نہ کرنے والے انسان کی ناشکری | سورۂ عبس کے شروع سے آیت ۱۶ تک نبی ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے دراصل درپردہ ان لوگوں پر عتاب تھا جو قرآن جیسی نعمت اور اسلام جیسی دولت کی قدر نہیں کرتے۔ آیت ۱۶ تک انداز بیان یہ تھا کہ آپ ایک طالب حق کو چھوڑ کر ان لوگوں پر اپنی توجہ صرف کر رہے ہیں جن کو یہ شعور نہیں ہے کہ قرآن کتنی عظیم کتاب ہے اور جو نہیں جانتے کہ اللہ کا یہ پیغمبر کیسی دولت ان کے سامنے پیش کر رہا ہے۔ حقیقت میں وہ اس کے اہل نہیں ہیں کہ آپ ان کی طرف اتنا خیال فرمائیں۔

اب مذکورہ آیت ۱۷ سے براہ راست ان لوگوں سے خطاب ہے جو اللہ کی اس نعمت کو یا قرآن کی قدر نہیں کرتے اس کے شکر گزار نہیں ہوتے اور اس سے سبق نہیں لیتے۔ غارت ہوں یہ انسان کیسے منکر حق ہیں۔ حق کا انکار بھی کرتے ہیں اپنے محسن کے احسانات کی ناشکری بھی اور اپنے خالق و مالک کے مقابلہ میں باغیانہ روش بھی۔ یہ سب کس کے بل بوتے پر کرتے ہیں۔ ذرا اپنی حیثیت پر غور تو کریں۔

(۱۸) اللہ نے ان کو کس چیز سے پیدا کیا | ذرا اپنی تخلیق اور اپنی حقیقت پر غور کریں کہ اللہ نے ان کو کس چیز سے پیدا کیا۔ کیا کبھی انھوں نے اپنے مادۂ تخلیق اور اس کے آغاز پر غور کیا۔ کیا ان کو معلوم نہیں ہے کہ اللہ نے ان کو کس چیز سے پیدا کیا۔

(۱۹) نطفے کی ایک بوند سے پیدا کیا۔ اور اس کی ہر چیز کا اندازہ مقرر کیا | اللہ نے ان کو نطفے کی ایک بوند سے پیدا کیا۔ پانی کا ایک حقیر قطرہ جو مرد و عورت کے بدن سے نکلتا ہے اس میں دو سیل آپس میں ملے اور وہاں سے انسانی تخلیق کا آغاز ہوا۔ پھر وہ پانی کے قطرے جما ہوا خون بنے۔ جما ہوا خون گوشت کا لوتھڑا بنا، گوشت کے لوتھڑے سے انسان کے اعضاء بنائے۔ کیسی بے بسی کی حالت میں اس کی ابتدا ہوئی۔ ابھی یہ ماں کے پیٹ میں بن ہی رہا تھا کہ اس کی ہر چیز کا اندازہ طے کر دیا گیا۔ اس کی تخلیق کا ایک منصوبہ بنا دیا گیا۔ اس کی شکل و صورت، اس کی جنس، جسامت، ذہنی صلاحیت، کام کرنے کی استعداد، قوت و طاقت، پیدائش کا مقام، موت کا وقت اس خدائی منصوبے کے مطابق ہی انسان زندگی گزارتا ہے اور اس سے باہر نہیں جا سکتا۔

جس کی کرشمہ سازیوں کا یہ حال ہو کہ وہ پانی کی ایک حقیر بوند سے انسان جیسی مخلوق بنا دے کیا وہ انسان کو دوبارہ پیدا نہیں کر سکتا۔

ثُمَّ السَّبِيلَ يَسَّرَهُ ﴿٢٠﴾ ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ ﴿٢١﴾

ثُمَّ	السَّبِيلَ	يَسَّرَهُ	ثُمَّ	أَمَاتَهُ	فَأَقْبَرَهُ
پھر	راہ	اس کو آسان کر دیا	پھر	اسے مردہ کیا	پھر اسے قبر میں رکھوایا

پھر اس کی راہ آسان کر دی، پھر اس کو مُردہ کیا، پھر اسے قبر میں رکھوایا

﴿٢٠﴾ ثُمَّ السَّبِيلَ أَيْ طَرِيقَ خُرُوجِهِ مِنْ بَطْنِ أُمِّهِ يَسَّرَهُ ○
﴿٢٠﴾ پھر اس کو راستہ ماں کے پیٹ سے نکلنے کا بتایا اور آسان کیا۔

﴿٢١﴾ ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ ○ جَعَلَهُ فِي قَبْرٍ يَسْتُرُهُ
﴿٢١﴾ پھر اس کو مارا اور قبر میں چھپایا۔

تشریح

﴿٢٠﴾ پھر اس کے لئے زندگی کی راہ آسان کی | ماں کے پیٹ ہی میں یہ ساری باتیں طے کرنے کے ساتھ اس کے لئے زندگی کا راستہ آسان کیا اس کے وجود کو برقرار رکھنے اور اس کی نشوونما کے لئے جن وسائل کی ضرورت تھی سب جمع کر دیئے گئے ورنہ اس کے جسم اور ذہن کی ساری قوتیں بیکار ثابت ہوتیں اگر پروردگار نے ان کو استعمال کرنے کے لئے زمین پر یہ سامان مہیا نہ کئے ہوتے۔

زندگی کی راہ آسان کرنے میں یہ بات بھی شامل ہے کہ پروردگار نے اس کے لئے ہر راہ ہموار کر دی کہ جس پر چلنا چاہے چلے۔ فرماں برداری کا راستہ بھی بتا دیا اور نافرمانی کا بھی اور دونوں راستوں پر چلنا اس کے لئے آسان کر دیا کہ آزادی کے ساتھ جس راہ پر چلنا چاہے چل سکے۔ ہدایت کا راستہ بھی آسان کر دیا ایک روشن صحیفے میں ہر منزل کی ہدایت کا سامان جمع کر دیا بشرطیکہ وہ اپنے خالق کو پہچانے اور اس زندگی پر نازاں ہو کر نہ رہ جائے۔ موت اور آخرت اس کے سامنے رہے۔

﴿٢١﴾ انسان کو موت سے فرار نہیں | جس پروردگار نے اسے نطفے کی ایک بوند سے پیدا کیا اس کی تقدیر مقرر کی اس کی زندگی کی راہیں آسان کیں، اسی نے اس کی موت بھی مقرر کر دیا۔ انسان اپنی پیدائش اور اپنی تقدیر کے معاملے میں ہی نہیں بلکہ اپنی موت کے معاملے میں بھی اپنے پیدا کرنے والے کے سامنے بے بس ہے۔ نہ اپنے اختیار سے پیدا ہوتا نہ اپنے اختیار سے مرتا ہے اور نہ اپنی موت کو ایک لمحے کے لئے ٹال سکتا ہے۔ جس وقت جس حال میں اس کی موت کا فیصلہ ہو چکا ہے اسی حال میں اسے موت آتی ہے۔ اور مرنے کے بعد جیسا ٹھکانا اور جس نوعیت کی قبر اس کے لئے طے کر دی گئی وہی اس کو مل کر رہے گی۔ چاہے زمین کا پیٹ ہو یا سمندر کی گہرائی یا کسی درندے کا معدہ یا آگ کا الاؤ جو بھی ٹھکانا اس کے پروردگار نے طے کر دیا ہے وہی ٹھکانا ملے گا وہی قبر اس کو ملے گی تاکہ جس طرح شکم مادر میں دنیا کے لئے تیار رہا تھا قبر کی آغوش میں آخرت کے لئے تیار ہو۔

ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ﴿۲۲﴾ كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ﴿۲۳﴾

اَمَرَهٗ	مَآ	يَقْضِ	لَمَّا	كَلَّا	اَنْشَرَهٗ	شَآءَ	اِذَا	ثُمَّ
اس کو حکم دیا	جو	پورا کیا	ابھی تک	ہرگز نہیں	اسے نکالا	چاہا	جب	پھر

پھر جب چاہا اس کو نکالا۔ اس نے ہرگز پورا نہ کیا جو اس کو حکم دیا

﴿۲۲﴾ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ○ للبعث

﴿۲۲﴾ پھر جب چاہے اس کو زندہ کرکے اٹھاوے گا۔

﴿۲۳﴾ كَلَّا حقًا لَمَّا يَقْضِ لم يفعل مَآ اَمَرَهٗ ○ به ربه۔

﴿۲۳﴾ اس میں شک نہیں کہ اس کے رب نے جو کچھ اس کو حکم فرمایا اس نے اس کو پورا نہ کیا۔

تشریح

﴿۲۲﴾ مرنے کے بعد دوبارہ زندگی | پیدا کرنے والا جب چاہے گا اسے دوبارہ زندہ کرکے اٹھاوے گا۔ انسان کی یہ مجال نہیں ہے کہ اٹھنے سے انکار کرسکے۔ جب پروردگار نے اسے پیدا کیا اپنی مرضی سے پیدا کیا، جب موت دی اپنی مرضی سے موت دی۔ اب دوبارہ پیدائش بھی انسان کی مرضی پر موقوف نہیں ہے۔ اور یہ کام اللہ کے لئے مشکل بھی نہیں ہے اس کی مشیت میں کوئی چیز رکاوٹ نہیں بن سکتی۔

جب سب کچھ اللہ کے قبضے میں ہے تو اس کی نصیحت سے منہ موڑنا اور اس کی نعمتوں کی ناشکری کرنا کیا انسان کے لئے زیبا ہے۔

﴿۲۳﴾ انسان نے اپنے مالک کا حق نہ پہچانا | حالاں کہ انسان کو اپنی پیدائش تقدیر اور موت پر کوئی اختیار نہیں مگر انسان نے اپنے مالک کا حق نہ پہچانا اور وہ فرض ادا نہ کیا جس کا اللہ نے اسے حکم دیا تھا۔ اللہ نے اس کی فطرت میں یہ بات رکھ دی تھی کہ وہ اپنے مالک کے حکموں پر چلے۔ اللہ کی ربوبیت اور اس کی پرستش انسان کی فطرت اور بناوٹ میں شامل ہے۔ سچ بولنا، انصاف کرنا، ظلم نہ کرنا یہ وہ فطری احکام ہیں جن کو انسان فطرتاً پسند کرتا ہے۔ اللہ کی نشانیاں کائنات میں ہر طرف پھیلی ہوئی ہیں جو پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ انسان کا وجود اللہ ہی کے لئے ہے۔

ہر گیاہے کہ از زمیں روید ٭ وحدہٗ لاشریک می گوید

(گھاس کا ایک تنکا بھی زمین سے پیدا ہوتا ہے تو وہ زبان حال سے پکار پکار کر کہتا ہے کہ میرا پیدا کرنے والا ایک رب ہے جس کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہے۔)

پروردگار نے انہی فطری احکام کو تفصیل کے ساتھ اپنے پیغمبروں اور کتابوں کے ذریعہ بھیجا اور ہر زمانے کے نیک بندوں نے اللہ کے ان احکامات کی اشاعت کی مگر پھر بھی بہت سے انسان ہیں جو اللہ کی نافرمانی میں مبتلا ہیں اور ٹس سے مس نہیں ہوئے۔ افسوس انسان نے وہ فرض ادا نہیں کیا جس کا اللہ نے اسے حکم دیا تھا۔ اللہ کی ربوبیت کو سمجھنا کچھ مشکل نہیں ہے انسان ذرا اپنی خوراک اور غذا ہی کو دیکھ لے جس کا بیان اگلی آیت میں آرہا ہے۔

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ ﴿۲۴﴾ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ﴿۲۵﴾

صَبًّا	الْمَآءَ	صَبَبْنَا	اَنَّا	طَعَامِهٖ	اِلٰى	الْاِنْسَانُ	فَلْيَنْظُرِ
گرتا ہوا	پانی	اوپر سے ڈالا	کہ ہم	اپنا کھانا	طرف (کو)	انسان	پس چاہیئے کہ دیکھے

پس چاہیئے کہ انسان دیکھ لے اپنے کھانے کو، ہم نے اوپر سے گرتا ہوا پانی ڈالا

﴿۲۴﴾ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ نَظَرَ اِعْتِبَارٍ اِلٰى طَعَامِهٖ ○ كَيْفَ قَدَّرَ وَدَبَّرَ لَهٗ

﴿۲۴﴾ سو چاہیے کہ آدمی نظرِ عبرت سے اپنے کھانے کی طرف نظر کرے کہ اس کو کس طرح اندازہ کیا تدبیر کے ساتھ۔

﴿۲۵﴾ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ مِنَ السَّحَابِ صَبًّا ○

﴿۲۵﴾ بے شک ہم نے ابر سے پانی برسایا بکثرت۔

تشریح

﴿۲۴﴾ **انسان کی زندگی کے سامان** انسان اپنی زندگی کے سامان میں اپنی خوراک اور کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھے غور کرے کہ یہ جو چیزیں کھا رہا ہوں کیسے پیدا ہوتی ہیں اگر پروردگار نے اس کی پیدائش کے اسباب فراہم نہ کیے ہوتے تو کیا انسان کے بس میں تھا کہ وہ اپنی غذا خود پیدا کرلے۔ اگر اللہ اسے پیدا نہ کرتا تو انسان کو غذا کہاں سے میسر آتی۔؟

پیدائش اور موت کے بعد اب زندگی کے اسباب کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

﴿۲۵﴾ **زمین پر پانی کا انتظام** موت و حیات کے ذکر کے بعد زندگی کے اسباب کا ذکر فرمایا جس میں انسان کی خوراک اور اس کی غذا ہے جو اس کو زندگی اور طاقت دیتی ہے۔ اس غذا اور خوراک کے پیدا ہونے میں اور انسانی زندگی کے اسباب میں اہم سبب پانی ہے جو ہر ذی حیات کی بنیادی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زمین پر پانی کا حیرت انگیز نظام قائم کیا ہے جس سے انسان کو پینے کے لئے پانی میسر آتا ہے اور زمین کی روئیدگی کا سامان بھی ہوتا ہے اور وہ انتظام ہے اللہ کی طرف سے بارش کا برسانا۔

سورج کی گرمی سے سمندروں سے پانی بھاپ کی شکل میں اٹھتا ہے اس سے بادل بنتے ہیں ہوائیں ان بادلوں کو دنیا کے مختلف حصوں میں پھیلاتی ہیں پھر اوپر کی ٹھنڈک سے وہ بھاپ پانی کی شکل اختیار کرتی ہیں اور ہر علاقے میں ایک خاص اندازے اور حساب سے پانی برساتا ہے یہی بارش کا پانی پہاڑوں پر برف کی شکل میں جمع ہو جاتا ہے اور بارش کے موسم کے علاوہ دوسرے موسم میں پگھل کر دریاؤں کی صورت میں میدانی علاقوں میں بہتا ہے۔ بارش کے علاوہ زمین کے نیچے سے چشموں اور کنوؤں کی شکل میں پانی نکلتا ہے اور ندی نالوں کی شکل میں بہتا ہے۔

اس بارش سے زمین ہری بھری ہوتی ہے اور اس میں روئیدگی پیدا ہو جاتی ہے۔

اگر انسان قدرت کے اس عظیم منصوبے پر غور کرے تو اس کو یہ سمجھنے میں دیر نہ لگے گی کہ اس کا خالق کیسی حکمت والا ہے۔ اور اس نے اپنے بندوں کے لئے کیسے منظم انتظامات کئے ہیں۔ اس کو آیت مذکورہ میں بڑے خوب صورت انداز میں اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ ہم نے خوب پانی لنڈھایا۔

ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا ﴿۲۶﴾

شَقًّا	الْأَرْضَ	شَقَقْنَا	ثُمَّ
پھاڑ کر	زمین	پھاڑا (چیرا)	پھر

پھر زمین کو پھاڑ کر چیرا

(۲۶) ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ بِالنَّبَاتِ شَقًّا ○ (۲۶) پھر زمین کو پھاڑ کر سبزہ جمایا۔

تشریح

(۲۶) زمین کو پھاڑ کر کونپل کا نکلنا انسان کا کام یہ ہے کہ وہ زمین میں ہل چلاتا ہے۔ اس کو کھودتا ہے اور جو بیج اللہ نے پیدا کئے ہیں انھیں زمین کے اندر بو دیتا ہے۔ اب جو بیج اور گٹھلیاں یا نباتات کی پنیریاں انسان نے زمین میں بوئیں یا جو بیج پرندوں اور ہوا کے ذریعے سے یا اور کسی طریقے سے زمین کے اندر پہنچ گئے وہ بیج کونپلیں نکال سکیں اور وہ کونپلیں زمین کو پھاڑ کر باہر آئیں اور کونپلوں کا زمین کو پھاڑ کر باہر آنا اللہ کی قدرت سے ہی ممکن ہے ورنہ وہ نرم ملائم کونپل سخت زمین کو پھاڑ کر اللہ کے حکم کے بغیر کیسے باہر آسکتی ہے۔

وہ سخت زمین جس کو کھودنے کے لئے پھاوڑے یا ہل کی ضرورت ہوتی ہے، ایک ننھی سی کونپل اس کا سینہ چیرتی ہوئی زمین سے باہر نکل آتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بے شمار قسم کی نباتات کے بیج پیدا کئے۔ اس نے ان بیجوں میں یہ خاصیت پیدا کی کہ زمین میں پہنچ کر وہ پھوٹیں اور ہر بیج سے اسی کی جنس کا سبزہ اُگے۔ گیہوں کے بیج سے گیہوں اور جو کے بیج سے جو نکلے۔

گندم از گندم بروید جو ز جو ــــ از مکافاتِ عمل غافل مشو

(گیہوں کے بیج سے گیہوں نکلتا ہے اور جو کے بیج سے جو نکلتا ہے۔ اسی طرح عمل کا معاملہ ہے جیسا عمل کرو گے ویسا ہی نتیجہ سامنے آئے گا۔)

اللہ نے زمین میں یہ صلاحیت پیدا کی کہ پانی سے مل کر وہ ان بیجوں کو کھولے اور ہر جنس کی نباتات کے لئے اس کے مناسب حال غذا پہنچا کر اسے نشوونما دے۔

یہ بیج ان خصوصیات کے ساتھ اور زمین کے اوپر کی تہیں ان صلاحیتوں کے ساتھ اللہ نے پیدا نہ کی ہوتیں تو انسان کوئی بھی غذا نہیں پا سکتا تھا۔

گھاس کے تنکے کی کیا طاقت تھی کہ زمین چیر پھاڑ کر باہر نکلتا۔ یہ قدرت کا ہاتھ ہے جو زمین کو پھاڑ کر اس سے طرح طرح کے میوے، پھل، سبزیاں اور ترکاریاں باہر نکالتا ہے۔

قابل غور ہے کہ جو پروردگار اس طرح تمہاری غذا کا انتظام کر سکتا ہے۔ وہ اس پر قادر ہے کہ زمین پھاڑ کر مُردوں کو زندہ کر کے باہر نکالے۔

فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ﴿٢٧﴾ وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ﴿٢٨﴾ وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ﴿٢٩﴾ وَّ

وَّ	وَّنَخْلًا	وَّزَيْتُوْنًا	وَّقَضْبًا	وَّعِنَبًا	حَبًّا	فِيْهَا	فَاَنْۢبَتْنَا
اور	اور کھجور	اور زیتون	اور ترکاری	اور انگور	غلہ	اس میں	پھر ہم نے اگایا

پھر ہم نے اس میں اُگایا غلہ، اور انگور، اور ترکاری، اور زیتون، اور کھجور اور

حَدَآئِقَ غُلْبًا ﴿٣٠﴾ وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ﴿٣١﴾

وَّ اَبًّا	فَاكِهَةً	وَّ	غُلْبًا	حَدَآئِقَ
اور چارہ	میوہ	اور	گھنے	باغات

باغات گھنے، اور میوہ، اور چارہ

﴿٢٧﴾ فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ○ كَالْحِنْطَةِ وَالشَّعِيْرِ

﴿٢٧﴾ پھر اس میں دانہ ڈالا گیہوں یا جو کا۔

﴿٢٨﴾ وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ○ هُوَ الْقَتُّ الرَّطْبُ

﴿٢٨﴾ اور اگائے درخت انگور اور لکڑی کے

﴿٢٩﴾ وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ○

﴿٢٩﴾ اور زیتون اور کھجور کے

﴿٣٠﴾ وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ○ بَسَاتِيْنُ كَثِيْرَةُ الْاَشْجَارِ

﴿٣٠﴾ اور باغ بہت درختوں والے

﴿٣١﴾ وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ○ مَا تَرْعَاهُ الْبَهَائِمُ وَقِيْلَ التِّبْنُ

﴿٣١﴾ اور میوہ اور بھس جانوروں کا۔

تشریح

﴿٢٧﴾ زمین میں غلے کی پیداوار | اب دیکھو اس زمین میں غلہ پیدا ہوتا ہے، گیہوں اگتا ہے جس میں غلے سے بھری بالیاں ہوتی ہیں جن کو تم بھر بھر اپنے گھر لے جاتے ہو۔

﴿٢٨﴾ زمین سے ترکاریاں اور انگور اگائے | اسی زمین سے انگور کی بیلیں نکلتی ہیں جن پر انگوروں کے گچھے نکلتے ہیں۔ اسی زمین سے طرح طرح کی سبزیاں اور ترکاریاں نکلتی ہیں جن کو تم مزے مزے سے کھاتے ہو۔

﴿٢٩﴾ زمین سے زیتون اور کھجور کی پیداوار | اسی زمین سے زیتون پیدا ہوتا ہے جس سے تم تیل بھی حاصل کرتے ہو اور اس کو سبزی کی طرح بھی کھاتے ہو۔ اور کھجوریں پیدا ہوتی ہیں اور کھجوریں بھی طرح طرح کی الگ الگ ذائقے والی جن کے خوشے درختوں سے لٹکے ہوئے انسان کو کھانے کی دعوت دیتے ہیں۔

﴿٣٠﴾ زمین پر گھنے باغات | اسی زمین پر گنجان اور گھنے باغات اُگتے ہیں۔ کہیں آموں کے ہیں کہیں سیبوں کے ہیں ایسے گھنے اور گنجان باغات کہ پرندہ ان میں الجھ کر رہ جائے اور باہر نہ نکل پائے۔

﴿٣١﴾ زمین پر طرح طرح کے میوے اور گھاس | غرض اس زمین پر طرح طرح کے میوے پیدا ہوتے ہیں اور گھاس پیدا ہوتی ہے جو تمہاری کوٹھی کے لانوں کو زینت بخشتی ہے اور تمہارے جانوروں کے لئے چارہ بنتی ہے۔

مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ﴿٣٢﴾ فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاخَّةُ ﴿٣٣﴾

مَتَاعًا	لَّكُمْ	وَلِأَنْعَامِكُمْ	فَإِذَا	جَاءَتِ	الصَّاخَّةُ
فائدہ	تمہارے لئے	اور تمہارے چوپایوں کے لئے	پھر جب	آئے	کان پھوڑنے والی

تمہارے اور تمہارے چوپایوں کے فائدہ کے لئے۔ پھر جب آئے کان پھوڑنے والی

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ﴿٣٤﴾

يَوْمَ	يَفِرُّ	الْمَرْءُ	مِنْ	أَخِيهِ	
جس دن	بھاگے	آدمی	سے	اپنے بھائی	

جس دن بھاگے آدمی اپنے بھائی (سے)

(۳۲) مَتَاعًا مُتْعَةً أَوْ تَمْتِيعًا كَمَا تَقَدَّمَ فِي السُّورَةِ قَبْلَهَا لَكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ○ تَقَدَّمَ فِيهَا أَيْضًا

(۳۲) تاکہ تم اور تمہارے جانور فائدہ اٹھاویں۔

(۳۳) فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاخَّةُ ○ النَّفْخَةُ الثَّانِيَةُ

(۳۳) پھر جس وقت پھونکا جاوے گا دوسرا نفخہ

(۳۴) يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ○

(۳۴) اس دن بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے۔

تشریح

(۳۲) تمہارے اور تمہارے جانوروں کے لئے زندگی کا سامان | غرض یہ پھل ترکاریاں، طرح طرح کی چیزیں تمہارے لئے بھی زندگی کا سامان ہیں اور ان میں وہ بہت سی چیزیں ہیں جو تمہارے جانوروں کے کام آتی ہیں۔ پھر تم ان جانوروں سے چربی، گوشت، مکھن بہت سی چیزیں حاصل کرتے ہو۔ پھر یہ جانور تمہاری معیشت کے لئے بہت سی خدمات انجام دیتے ہیں تمہاری سواری کے کام آتے ہیں، ہل میں جوتے جاتے ہیں، بوجھ اٹھاتے ہیں۔ کیا یہ سب سروسامان اور نعمتیں جن سے تم رات دن فائدہ اٹھاتے ہو تمہیں اپنی ذمہ داری کا احساس نہیں دلاتیں کہ جس پروردگار نے تم پر یہ احسانات کئے ہیں وہ تم سے ان کے بارے میں باز پرس نہیں کرے گا۔ ایک دن وہ آئے گا کہ یہ سجی بنی دُنیا اپنے انجام کو پہنچ جائے گی۔

(۳۳) کانوں کو بہرہ کردینے والی آواز | اور ایک آواز بلند ہوگی۔ وہ آواز جو کانوں کو بہرہ کردے۔ قیامت کا صور جس کے پہلے نفخے میں سب نظام درہم برہم ہوجائے گا اور جس کے آخری نفخے میں تمام مرے ہوئے انسان جی اٹھیں گے اور سب کے سب میدان حشر میں جمع ہوجائیں گے۔ وہ میدان جہاں انسان کا حساب کتاب ہوگا جہاں اس کے اعمال کے بارے میں بازپرس ہوگی۔ اس میدان کا منظر کیا ہوگا۔ ہر ایک کو اپنی پڑی ہوگی۔ اگلی آیت میں اس کا بیان ہے۔

(۳۴) اس دن آدمی بھاگے گا اپنے بھائی سے | قیامت کے دن کی مصیبت ایسی ہوگی کہ بھائی بھائی کے کام نہ آسکے گا ہر شخص کو اپنی نجات کی فکر لگی ہوگی۔ اور کسی کو کسی کا ہوش نہ ہوگا۔

وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ﴿۳۵﴾ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ﴿۳۶﴾ لِكُلِّ

لِكُلِّ	وَبَنِيْهِ	وَصَاحِبَتِهٖ	وَاَبِيْهِ	وَاُمِّهٖ
واسطے ہر ایک	اور اپنے بیٹے	اور اپنی بیوی	اور اپنا باپ	اور اپنی ماں

اپنی ماں، اور اپنے باپ، اور اپنی بیوی سے اور اپنے بیٹے سے اس دن

امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ﴿۳۷﴾ وُجُوْهٌ

وُجُوْهٌ	يُّغْنِيْهِ	شَاْنٌ	يَوْمَئِذٍ	مِّنْهُمْ	امْرِئٍ
بہت چہرے	اسے کافی ہوگی	حالت (فکر)	اُس دن	اُن سے	آدمی

ان میں سے ہر ایک آدمی کو ایک فکر ہے جو اسے کافی ہوگا۔ اس دن

يَوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿۳۸﴾ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿۳۹﴾

مُّسْتَبْشِرَةٌ	ضَاحِكَةٌ	مُّسْفِرَةٌ	يَوْمَئِذٍ
خوشیاں مناتے۔	ہنستے	چمکتے	اس دن

بہت سے چہرے چمکتے، ہنستے، اور خوشیاں مناتے ہوں گے۔

وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿۴۰﴾ تَرْهَقُهَا

تَرْهَقُهَا	غَبَرَةٌ	عَلَيْهَا	يَّوْمَئِذٍ	وَوُجُوْهٌ
چھائی ہوئی	غبار	ان پر	اس دن	اور بہت چہرے

اور بہت سے چہروں پر اس دن غبار ہوگا سیاہی چھائی

قَتَرَةٌ ﴿۴۱﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ

الْكَفَرَةُ	هُمُ	اُولٰٓئِكَ	قَتَرَةٌ
کافر	وہ	یہی لوگ	سیاہی

ہوئی (ہوگی) یہی لوگ ہیں کافر

ع ۱ ۴۲ ۵

الْفَجَرَةُ ﴿۴۲﴾

	الْفَجَرَةُ	
	گناہ گار	

گناہ گار

۳۵ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ○	۳۵ اور ماں اور باپ
۳۶ وَصَاحِبَتِهٖ زوجتہ وَبَنِيْهِ ○ يَوْمَ بَدَلٌ مِنْ اِذَا وَ جَوَابُهَا دَلَّ عَلَيْهِ	۳۶ اور بیوی اور بیٹوں سے
۳۷ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ○ حَالٌ يَشْغَلُهٗ عَنْ شَانِ غَيْرِهٖ اَيْ اِشْتَغَلَ كُلُّ وَاحِدٍ بِنَفْسِهٖ	۳۷ ہر ایک آدمی کے لئے اس روز ایک حالت اور کیفیت ہوگی جو اس کو دوسروں کے حال کی تفتیش سے غافل اور بے پرواہ کرے گی ۔
۳۸ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ○ مُضِيْئَةٌ	۳۸ بہت چہرے اس روز روشن ہوں گے
۳۹ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ○ فَرِحَةٌ وَهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ	۳۹ ہنسنے والے یعنی اہل ایمان
۴۰ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ○ غُبَارٌ	۴۰ اور بہت چہرے اس روز خاک آلود ہوں گے کہ
۴۱ تَرْهَقُهَا تغشاها قَتَرَةٌ ○ ظُلْمَةٌ وَسَوَادٌ	۴۱ گھیرے ہوئے ہوگی ان کو ظلمت
۴۲ اُولٰٓئِكَ اَهْلُ هٰذِهِ الْحَالَةِ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ○ اَيِ الْجَامِعُوْنَ بَيْنَ الْكُفْرِ وَالْفُجُوْرِ	۴۲ جن کی یہ حالت ہوگی وہی ہیں کافر و فاسق

تشریح

۳۵ انسان اپنے ماں باپ سے دور بھاگے گا | ماں باپ کا رشتہ جو سب سے قریب اور عزیز رشتہ ہے اور بعض اوقات انسان دنیا میں ان قریبی رشتوں کی وجہ سے حق سے گریز کرتا ہے ۔ قیامت کے دن کی مصیبت اتنی بڑی ہوگی کہ اولاد کو ماں باپ سے دور کردے گی اور ہر ایک اپنی فکر میں ہوگا کہ میرا کیا بنے گا ۔؟

۳۶ آدمی اپنی بیوی اور اولاد سے بھاگے گا | دنیا کے رشتوں میں شوہر بیوی کا رشتہ اور اولاد کا رشتہ بڑا قریبی رشتہ ہے ۔ لیکن اس دن کی ہولناکی کا یہ عالم ہوگا کہ ہر ایک کو اپنی فکر پڑی ہوگی ــــ نہ کوئی بیوی کو پوچھےگا نہ اولاد کو ۔

۳۷ اس دن ہر شخص اپنی فکر میں ہوگا | اس دن کی مصیبت ایسی ہوگی کہ کوئی کسی کے کام نہ آسکے گا اور نہ اپنے سوا

کسی کا ہوش ہو گا سب کو اپنی اپنی پڑی ہو گی اور اپنے حساب کی فکر ہو گی۔ ہر ایک کو ایسی فکر لاحق ہو گی جو اس کو دوسری طرف متوجہ نہ ہونے دے گی۔ کسی عزیز اور رشتہ دار کا ہوش نہ ہو گا نہ کسی دوسرے کا خیال آئے گا۔ تمام انسان اس دن دو حصوں میں تقسیم ہوں گے۔

(۳۸) قیامت کے دن مومنین کے دمکتے چہرے | پہلی قسم ان انسانوں کی ہو گی جن کے چہرے دمک رہے ہوں گے ایمان کی روشنی سے چمک رہے چہرے، نور ایمان سے منور۔

(۳۹) مومنین کے ہشاش بشاش چہرے | پہلی قسم کے یہ چہرے جو ہشاش بشاش اور خوش و خرم ہوں گے خوشی سے خنداں و فرحاں یہ مومنین کے چہرے ہوں گے۔ اللہ کے یہ نیک بندے جنھوں نے دنیا میں زندگی اس طرح گزاری کہ وہ پروردگار سے ڈرتے رہے، وہ اس بات پر خوش ہوں گے کہ وہ دنیا کے امتحان میں کامیاب رہے اور ان کی محنت ٹھکانے لگی۔ ان کے چہروں کی شگفتگی ان کی نیک روی کا نتیجہ ہو گی اور جنت کا پروانہ پا کر مسرت و خوشی ان کے چہروں سے پھوٹ رہی ہو گی۔

(۴۰) دوسری قسم کے چہرے خاک آلود | قیامت کے اس دن میں دوسری قسم کے چہرے وہ ہوں گے جو غبار آلود ہوں گے ان کے چہروں پر خاک اڑ رہی ہو گی مایوس اور حسرت ناک چہرے۔

(۴۱) وہ چہرے جن پر سیاہی چھائی ہو گی | یہ وہ چہرے ہوں گے جن پر سیاہی چھا رہی ہو گی ان کی بدعملی ان کے چہروں کو خاک آلود کر رہی ہو گی۔

(۴۲) نافرمانوں کے چہرے | یہ چہرے نافرمانوں کے ہوں۔ آج کی نافرمانی ان کے چہروں پر نظر آ رہی ہو گی۔ یہ خاک آلود اور مایوس چہرے اپنی زندگی کی داستان سنا رہے ہوں گے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو اپنی ضد اور ہٹ میں مبتلا ہیں۔ اے نبیؐ آپ ان کے لئے اتنے متردد نہ ہوں۔ یہ آپ والے ہیں ہی نہیں۔

۸۱

التکویر

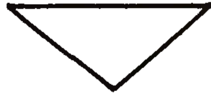
ترتیب تلاوت	۸۱	ترتیب نزول	۷
مکی/مدنی	مکی	تعداد رکوعات	۱
تعداد آیات	۲۹	تعداد الفاظ	۱۰۴
تعداد حروف	۴۳۶		

- اس سورت کی پہلی آیت ہے اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ (جب سورج لپیٹ دیا جائے گا) اس آیت کے لفظ كُوِّرَتْ سے جو کہ ماضی مجہول کا صیغہ ہے، اس کا مصدر تکوِیر اس سورت کا عنوان ہے یعنی وہ سورت جس میں سورج کے لپیٹنے کا بیان آیا ہے اور قیامت کی ایسی تصویر کشی کی گئی ہے جیسے قیامت آنکھوں کے سامنے ہو
- یہ سورت مکہ مکرمہ کے ابتدائی دور کی نازل ہونے والی سورتوں میں سے ہے۔
- اس سورت میں دو موضوع زیر بحث ہیں جن پر کلام کیا گیا ہے۔ ایک آخرت اور دوسرے رسالت۔ آخرت کے بیان میں قیامت کا ذکر کیا گیا ہے کہ جب سورج بے نور ہو جائے گا، ستارے بکھر جائیں گے پہاڑ فضا میں اڑتے پھریں گے، سمندر بھڑک اٹھیں گے اور جنگل کے جانور بدحواس ہو کر جنگلوں سے بھاگیں گے۔

اس کے بعد قیامت کے دوسرے مرحلے کا ذکر ہے ۔ جب انسان زندہ کرکے اٹھائے جائیں گے اور وہ میدان حشر میں جمع ہوں گے، ان کے نامۂ اعمال ان کے سامنے ہوں گے ۔ اور اللہ کے یہاں ان کی باز پرس ہوگی، حساب کتاب ہوگا۔ جنت اور دوزخ سے پردے اٹھا دیئے جائیں گے ۔ آخرت کا یہ نقشہ سامنے رکھ کر انسان کو سوچنے کی دعوت دی گئی ہے کہ وہ اپنے اعمال کے بارے میں غور کرے ۔

○ سورت کا دوسرا حصہ رسالت کے متعلق ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ محمد ﷺ تمہیں جس چیز کی دعوت دے رہے ہیں وہ دعوت برحق ہے ۔ اللہ کی طرف سے وہ امانت ہے جسے محمد ﷺ پیش کر رہے ہیں ۔ ان کے رسول ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے ــــــ وہ فرشتہ جو پیغام لے کر آتا ہے اس کو انھوں نے دن کی روشنی میں اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے ۔

یہ تعلیم وہ ہے جو تمہاری فطرت کے مطابق ہے اور مکمل دستور العمل ہے تم اس تعلیم سے منھ موڑ کر کدھر جارہے ہو ۔ ؟



آیاتها ۲۹	۸۱ = سُورَةُ التَّكْوِيرِ مَكِّيَّةٌ = ۷	رکوعها ۱
	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○	
	اللہ کے نام سے جو بہت مہربان، رحم کرنے والا ہے۔	

إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ① وَإِذَا النُّجُومُ انكَدَرَتْ ②

إِذَا	الشَّمْسُ	كُوِّرَتْ	وَإِذَا	النُّجُومُ	انكَدَرَتْ
جب	سورج	لپیٹ دیا جائے	اور جب	ستارے	ماند پڑ جائیں

جب سورج لپیٹ دیا جائے اور جب ستارے ماند پڑ جائیں

وَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ③ وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ④

وَإِذَا	الْجِبَالُ	سُيِّرَتْ	وَإِذَا	الْعِشَارُ	عُطِّلَتْ
اور جب	پہاڑ	چلائے جائیں	اور جب	دس ماہ کی گابھن اونٹنیاں	چھٹی پھریں

اور جب پہاڑ چلائے جائیں، اور جب دس ماہ کی گابھن اونٹنیاں چھٹی پھریں

سُورَةُ التَّكْوِيرِ مَكِّيَّةٌ
تِسْعٌ وَعِشْرُونَ آيَةً
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(۱) إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ○ لُفِفَتْ وَذُهِبَ بِنُورِهَا

(۲) وَإِذَا النُّجُومُ انكَدَرَتْ ○ اِنْقَضَّتْ وَتَسَاقَطَتْ عَلَى الْأَرْضِ

(۳) وَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ○ ذُهِبَ بِهَا عَنْ وَجْهِ الْأَرْضِ فَصَارَتْ هَبَاءً مُنْبَثًّا

(۴) وَإِذَا الْعِشَارُ النُّوقُ الْحَوَامِلُ عُطِّلَتْ ○ تُرِكَتْ بِلَا رَاعٍ أَوْ بِلَا حَلْبٍ لِمَا دَهَاهُمْ

سورۂ تکویر مکی ہے اس میں انتیس ۲۹ آیتیں ہیں
بسم اللہ الرحمن الرحیم
شروع اللہ کے نام سے جو بہت بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے

(۱) اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ وَاِذَا الْوُحُوْشُ
جس وقت آفتاب لپیٹا جاوے گا اور اس کی روشنی زائل کی جاوے گی۔

(۲) اور جب ستارے ٹوٹ کر زمین پر گر پڑیں گے۔

(۳) اور جس وقت پہاڑ زمین سے چلائے جائیں گے۔
پس وہ ہو جائیں گے ذرہ پراگندہ۔

(۴) اور جس وقت حاملہ اونٹنیاں بے کار چھوڑی جاویں گی بدون راعی کے جو ان کو چراوے یا ان کا دودھ نہ نکالا جاوے گا بہ سبب پیش آنے امر ہولناک کے۔

مِنَ الْاَمْرِ وَلَمْ يَكُنْ مَالٌ اَعْجَبُ اِلَيْهِمْ مِنْهَا

حالاں کہ ایسی اونٹنیوں سے زیادہ اہل عرب کو کوئی مال محبوب نہ تھا۔

تشریح

(۱) جب سورج کی روشنی تہہ کر کے رکھ دی جائے گی | سورج اس کائنات کی سب سے بڑی طاقت ہے۔ زمین کی سطح سورج سے چار ملین ہارس پاور فی مربع میل کی طاقت حاصل کرتی ہے۔ گویا سورج زمین کے لئے پاور ہاؤس کی حیثیت رکھتا ہے۔ قرآن حکیم یہ خبر دے رہا ہے کہ ایک روز آئے گا جب سورج اپنی یہ عظیم طاقت کھو چکا ہو گا۔ سائنس بھی اس حقیقت کا اعتراف کرتی ہے کہ ایک دن سورج کو تاریک ہونا ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ سورج خدا کی پیدا کی ہوئی کائنات کا ایک حصہ ہے۔ یہ اللہ کی مخلوق ہے۔ اللہ نے اس کو بنایا ہے اور یہ اللہ کا محکوم ہے۔ اور اس وقت تک روشنی دیتا رہے گا جب تک اللہ کا وہ حکم نہیں آجاتا جو کائنات کی بساط کو الٹ کر رکھ دے گا۔ جس دن وہ حکم آجائے گا سورج اپنی تمام توانائی کھو دے گا اور اس کی روشنی بالکل ختم ہو جائے گی۔ اس کی لمبی شعاعیں جن سے دھوپ پھیلتی ہے لپیٹ کر رکھ دی جائیں گی۔ سورج کی روشنی کو جو سورج سے نکل کر نظام شمسی میں پھیلتی ہے عمامے سے تشبیہ دی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ قیامت کے روز یہ پھیلا ہوا عمامہ سورج پر لپیٹ دیا جائے گا۔ یعنی اس کی روشنی کا پھیلنا بند ہو جائے گا۔ سورج کے بے نور کر دیئے جانے کے لئے تکویر یعنی لپیٹ دینا بے نظیر استعارہ ہے۔

(۲) جب تارے بکھر جائیں گے | روشنی پھیلاتے ہوئے سورج اور جگمگاتے ہوئے تاروں کو دیکھ کر انسان یہ سمجھنے لگتا ہے کہ یہ دنیا سدا بہار ہے اور اس کی رونق کبھی ختم نہ ہو گی لیکن قرآن انسان کو آگاہ کرتا ہے اور دوٹوک انداز میں بتاتا ہے کہ یہ دنیا فانی ہے ایک ایسا وقت آنے والا ہے جب سارے چراغ بجھا دیئے جائیں گے اور دنیا تاریکی کی نذر ہو جائے گی۔ تاروں کی یہ بندش جس نے ان کو اپنے اپنے مدار پر باندھ رکھا ہے کھل جائے گی یہ ستارے اور سیارے نہ صرف یہ کہ منتشر ہو جائیں گے بکھر جائیں گے بلکہ بے نور اور تاریک بھی ہو جائیں گے۔ توڑ پھوڑ کے اس عمل سے ایک نیا عالم وجود میں آئے گا جس میں عمل کے نتائج سامنے آئیں گے۔

(۳) جب پہاڑ چلائے جائیں گے | قیامت کے پہلے جھٹکے کے ساتھ ہی زمین کی کشش ختم ہو جائے گی اس کشش کی وجہ سے پہاڑوں میں وزن ہے اور وہ جمے ہوئے ہیں۔ جب وہ کشش باقی نہ رہے گی تو پہاڑ اپنی جگہ سے اکھڑ جائیں گے اور بے وزن ہو کر اس طرح چلنے لگیں گے جیسے فضا میں بادل چلتے ہیں۔

(۴) جب دس ماہ کی حاملہ اونٹنیاں اپنے حال پر چھوڑ دی جائیں گی | قرآن یہ بتانا چاہتا ہے کہ قیامت کا دھماکہ ہوتے ہی انسان اپنے عزیز ترین مال کو بھول جائے گا۔ مال و دولت کے ڈھیر جس کے حاصل کرنے کو انسان نے اپنی زندگی کا مقصد بنا رکھا ہے اور اصل مقصد کو پس پشت ڈال دیا ہے بے کار ہو جائیں گے۔ چاہے وہ مال و دولت محبوب اونٹنی کی شکل میں ہو یا قیمتی کاروں، بڑے بڑے کارخانوں اور شاندار عمارتوں کی شکل میں۔ قیامت کا بگل بجتے ہی یہ سب چیزیں انسان کے لئے بے معنی ہو جائیں گی۔

اُس زمانے کے لحاظ سے کیوں کہ اونٹنی ایک قیمتی مال سمجھی جاتی تھی اور وہ اونٹنی جو بچہ جننے کے قریب ہو اس کی بہت زیادہ حفاظت اور دیکھ بھال کی جاتی تھی ایسی اونٹنی سے غافل ہو جانا یہ معنی رکھتا ہے کہ اس وقت انسان کو اپنے عزیز ترین مال کی حفاظت کا بھی ہوش نہ رہے گا۔

وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ⑤ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ⑥ وَاِذَا

وَاِذَا	الْوُحُوْشُ	حُشِرَتْ	وَاِذَا	الْبِحَارُ	سُجِّرَتْ	وَاِذَا
اور جب	وحشی جانور	اکٹھے کیے جائیں	اور جب	دریا	بھڑکائے جائیں گے	اور جب

اور جب وحشی جانور اکٹھے کیے جائیں اور جب دریا بھڑکائے جائیں اور جب

النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ⑦ وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ⑧

النُّفُوْسُ	زُوِّجَتْ	وَاِذَا	الْمَوْءٗدَةُ	سُئِلَتْ
جانیں	جوڑے باندھے جائیں	اور جب	زندہ گاڑی ہوئی لڑکی	پوچھا جائے

جانوں (روحوں) کے جوڑے باندھے جائیں اور جب زندہ گاڑی ہوئی (زندہ درگور) لڑکی سے پوچھا جائے

⑤ وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ○ جُمِعَتْ بَعْدَ الْبَعْثِ لِيَقْتَصَّ لِبَعْضٍ مِنْ بَعْضٍ ثُمَّ تَصِيْرُ تُرَابًا

⑤ اور جس وقت کہ وحشی جانور اکٹھے کیے جائیں گے بعد زندہ کرنے کے تاکہ ہر ایک سے بدلہ لیا جاوے دوسرے کے لئے پھر وہ مٹی ہو جاویں گے۔

⑥ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ○ بِالتَّخْفِيْفِ وَالتَّشْدِيْدِ اُوْقِدَتْ فَصَارَتْ نَارًا

⑥ اور جس وقت دریا جھونکے جاویں گے پس وہ ہو جاویں گے آگ۔

⑦ وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ○ قُرِنَتْ بِاَجْسَادِهَا

⑦ اور جس وقت روحیں اپنے جسموں سے ملائی جائیں گی۔

⑧ وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ الْجَارِيَةُ تُدْفَنُ حَيَّةً خَوْفَ الْعَارِ وَالْحَاجَةِ سُئِلَتْ ○ تَبْكِيْتًا لِقَاتِلِهَا

⑧ اور جس وقت اس لڑکی سے سوال کیا جائے گا جس کو زندہ دفن کر دیا گیا ہے بسبب خوف اور عار اور ضرورت کے ایسا سوال اس لڑکی سے اس کے مارنے والے کی سرزنش اور دھمکانے کے لئے ہوگا

تشریح

⑤ جب جنگلی جانور سمیٹ کر اکٹھے کر دئیے جائیں گے | جب کوئی مصیبت کا موقع آتا ہے تو ہر قسم کے جانور بھاگ بھاگ کر ایک جگہ اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ وہ وحشی جانور جو آدمی کے سائے سے بھی بھاگتے ہیں پریشان ہو کر شہر میں گھس آئیں گے اور پالتو جانوروں اور انسانوں میں مل جائیں گے۔ اس وقت نہ سانپ ڈسے گا اور نہ شیر پھاڑے گا۔ قیامت کا ظہور ہوتے ہی ایسی خوف ناک صورت حال پیدا ہوگی کہ انسان تو انسان وحشی جانوروں میں بھی سراسیمگی کی حالت طاری ہوگی اور وہ پریشان ہو کر جنگلوں سے بھاگ کر دوسرے جانوروں اور انسانوں کے ساتھ اکٹھے ہونے لگیں گے۔

⑥ جب سمندر بھڑکا دیئے جائیں گے | آکسیجن اور ہائیڈروجن دو گیسوں سے مل کر پانی بنتا ہے۔ آکسیجن میں آگ بھڑکانے اور ہائیڈروجن میں بھڑکنے کی صلاحیت ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس ترتیب کو بدل دیں گے اور یہ دونوں گیسیں ایک دوسرے سے الگ ہو کر اپنی اصل خاصیت کے مطابق بھڑکنے اور بھڑکانے لگیں گی اور پانی کے یہ سمندر گرم ہو کر دھواں اور آگ بن جائیں گے اور تنور کی طرح ان میں آگ دہکنے لگے گی۔ اس طرح تمام سمندر خشک ہو کر زمین ایک چٹیل میدان بن جائے گی قیامت کے اس پہلے مرحلے کے بعد

اب دوسرا مرحلہ شروع ہوگا کہ تمام انسان پھر زندہ کئے جائیں گے اور روحیں جسموں سے جوڑ دی جائیں گی۔ جن کا بیان اگلی آیت میں ہے۔

(۷) جب روحیں جسموں سے جوڑ دی جائیں گی قیامت کے پہلے مرحلے کے بعد اب یہ دوسرا مرحلہ شروع ہوگا کہ جانیں جسموں سے جوڑ دی جائیں گی یعنی تمام انسانوں کو جسم میت دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور جس طرح وہ دنیا میں مرنے سے پہلے جسم اور روح کے ساتھ تھے اسی طرح وہ اپنے جسم اور روح کے ساتھ قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے۔

دوبارہ زندگی دینے کے ساتھ عقائد اور اعمال کی بنیاد پر لوگوں کی درجہ بندی کر دی جائے گی۔ دنیا میں تو سب اچھے برے، نیک و بد، ظالم و مظلوم ملے جلے رہتے ہیں۔ لیکن قیامت کا جھٹکا لگتے ہی انسانی سوسائٹی کا موجودہ ڈھانچہ ختم ہو جائے گا اور حشر کے میدان میں ایمان اور اخلاق کی بنیاد پر لوگوں کے الگ الگ گروہ بنا دئے جائیں گے جیسا کہ سورۂ واقعہ میں فرمایا۔ وَكُنتُمْ أَزْوَاجًا ثَلَاثَةً ؕ (آیت ۷)

(تم لوگ اس وقت تین گروہوں میں تقسیم ہو جاؤ گے۔)

(۸) جب زندہ درگور لڑکی سے پوچھا جائے گا اسلام سے پہلے عرب کے بعض قبیلوں میں یہ رواج تھا کہ اگر کسی کے یہاں لڑکی پیدا ہوتی تو اس کو زندہ زمین میں گاڑ دیتے تھے۔ اس کی وجہ ایک تو یہ تھی کہ معاشی خستہ حالی کی وجہ سے وہ یہ پسند نہیں کرتے تھے کہ کھانے والوں کی تعداد میں اضافہ ہو۔ اس لئے نسل کو محدود رکھنے اور فیملی پلاننگ کا یہ جاہلانہ اور ظالمانہ طریقہ افسوس نے اختیار کر رکھا تھا کہ وہ لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی ان کو دفن کر دیتے تھے۔

دوسری وجہ ان کی جھوٹی غیرت تھی کہ وہ لڑکیوں کی پیدائش کو اپنے لئے عار سمجھتے تھے اور اس لئے ایسی سنگدلانہ حرکت کرتے تھے۔ اخلاقی پستی نے ان کو اس انتہا پر پہنچا دیا تھا کہ اپنی ہی اولاد کو اپنے ہاتھوں زندہ درگور کرنے میں انھیں کوئی باک نہ ہوتا تھا۔

تیسرے عام رواج بھی اس کا ایک سبب تھی کہ دشمن قبیلے ایک دوسرے پر حملہ بول دیتے تھے کہ جو لڑکیاں ہاتھ لگتی تھیں انھیں لے جا کر لونڈیاں بنا لیتے تھے یا کہیں بیچ دیتے تھے۔ اس وقت کا معاشرہ کچھ ایسا بن گیا تھا کہ انسان بادل ناخواستہ یہ گری ہوئی حرکت کرتا تھا۔

ایک شخص نے نبی ﷺ سے اپنی سخت دلی کا واقعہ خود بیان کیا۔ یہ حدیث سنن دارمی کے پہلے باب میں منقول ہے اس شخص نے نبی ﷺ کو اپنا واقعہ سنایا۔

یا رسول اللہ میری ایک بیٹی تھی جو مجھ سے بڑا پیار کرتی تھی جب میں اس کو بلاتا تھا تو دوڑی ہوئی آتی اور مجھ سے لپٹ جاتی تھی۔ ایک روز میں نے اس کو بلایا اور اپنے ساتھ لے کر چل پڑا، راستے میں ایک کنواں آیا میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے کنویں میں دھکا دے دیا۔ یا رسول اللہ اس کی آخری آواز جو میرے کانوں میں آئی وہ تھی ہائے ابا، ہائے ابا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ کے آنسو بہنے لگے۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا کہ تم نے حضور کو غمگین کر دیا۔ آپ نے فرمایا اس کو مت روکو۔

اس نے دوبارہ یہ قصہ بیان کیا۔ آپ سن کر اتنا روئے کہ آپ کی ریش مبارک آنسوؤں سے بھیگ گئی۔ آپ نے فرمایا کہ اس وقت نادانی میں جو کچھ ہو گیا اللہ نے اسے معاف کر دیا اب نئے سرے سے اپنی زندگی شروع کرو۔

معاشرہ کتنا بھی بگڑ جائے بہرحال انسان اتنا بے درد نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے قرآن نے اس پر کوئی لمبی چوڑی تقریر کرنے کے بجائے ایک ہی جملے میں بات کو سمیٹ دیا کہ "جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا۔"

بِاَیِّ ذَنۡۢبٍ قُتِلَتۡ ⑨

قُتِلَتۡ	ذَنۡۢبٍ	بِاَیِّ
ماری گئی	گناہ	کس

وہ کس گناہ میں ماری گئی

⑨ بِاَیِّ ذَنۡۢبٍ قُتِلَتۡ ○ وَقُرِئَ بِکَسۡرِ التَّاءِ حِکَایَۃً لِمَا تُخَاطَبُ بِہٖ وَجَوَابُہَا اَنۡ تَقُوۡلَ قُتِلۡتُ بِلَا ذَنۡۢبٍ

⑨ کہ کس گناہ کے سبب یہ لڑکی ماری گئی۔

اور جواب اس کی طرف سے ہوگا کہ میں بے قصور ماری گئی ہوں۔

تشریح

⑨ وہ کس گناہ میں ماری گئی | زندہ درگور کی ہوئی لڑکی سے یہ سوال کہ "وہ کس جرم میں ماری گئی؟" اس کے بے گناہ مارے جانے اور مارنے والے کے جرم کی سنگینی کو بتاتی ہے۔

جرم کرنے والے کے جرم کی سنگینی کا اندازہ قرآن کے اس انداز بیان سے لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالٰی اس سے مخاطب بھی نہ ہوں گے اور اس کو خطاب کے قابل بھی نہ سمجھیں گے بلکہ خود لڑکی سے ہی پوچھا جائے گا کہ تمہیں کس جرم میں مارا گیا تھا؟ اس معصوم کی دادرسی جس کو دنیا میں کہیں انصاف نہیں ملا تھا، آج بارگاہِ الٰہی میں ہوگی۔ آخر کبھی تو وہ وقت آنا چاہیئے جب ظالموں سے اس بے دردانہ ظلم کی بازپرس کی جائے۔ اور وہ وقت میدان حشر میں ہوگا۔

○ اسلام کی برکتوں میں سے ایک بڑی برکت ہے کہ اس نے نہ صرف اس ظالمانہ رسم کا خاتمہ کردیا بلکہ اس تخیل کو مٹا دیا کہ لڑکی کا پیدا ہونا کوئی شرم کی بات ہے جس کو بادل ناخواستہ برداشت کیا جائے بلکہ بیٹیوں کی پرورش کرنا اور انھیں اچھی تعلیم دینا اس کی فضیلت ذہنوں میں بٹھائی اور لڑکیوں کی پیدائش کے تعلق سے ذہن وفکر کے سانچے بدل دیئے۔

بیٹیوں کی پرورش اور اس کی فضیلت کے سلسلے میں اللہ کے آخری رسول حضرت محمد صلعم کے قیمتی ارشادات میں سے چند حدیثیں بطور نمونہ مطالعہ فرمائیں اور اندازہ لگائیں کہ اسلام کی تعلیم نے عورت کی عزت اور اس کو وقار میں کتنا اضافہ کیا ہے

"مَنۡ عَالَ جَارِیَتَیۡنِ حَتّٰی تَبۡلُغَا جَاءَ یَوۡمَ الۡقِیَامَۃِ اَنَا وَھُوَ کَذَا وَضَمَّ اَصَابِعَہٗ" (مسلم)

(جس نے دو لڑکیوں کو پرورش کیا یہاں تک کہ وہ بالغ ہوگئیں۔ تو قیامت کے روز میرے ساتھ وہ اس طرح آئے گا۔ یہ فرماکر حضور صلعم نے اپنی انگلیوں کو جوڑ کر بتایا۔)

"مَا مِنۡ مُسۡلِمٍ تُدۡرِکُہٗ اِبۡنَتَانِ فَیُحۡسِنُ صُحۡبَتَہُمَا اِلَّا اَدۡخَلَتَاہُ الۡجَنَّۃَ۔ (بخاری، ادب المفرد)

(جس مسلمان کے ہاں دو بیٹیاں ہوں اور وہ ان کو اچھی طرح رکھے وہ اسے جنت میں پہنچائیں گی۔)

" اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِسُرَاقَۃَ بۡنِ جُعۡشُمٍ اَلَا اَدُلُّکَ عَلٰی اَعۡظَمِ الصَّدَقَۃِ اَوۡ مِنۡ اَعۡظَمِ الصَّدَقَۃِ قَالَ بَلٰی یَا رَسُوۡلَ اللّٰہِ قَالَ اِبۡنَتُکَ الۡمَرۡدُوۡدَۃُ اِلَیۡکَ لَیۡسَ لَہَا کَاسِبٌ غَیۡرُکَ (ابن ماجہ۔ بخاری فی الادب المفرد)۔ (نبی صلعم نے سراقہ بن جعشم سے فرمایا۔ میں تمہیں بتاؤں سب بڑا صدقہ (یا فرمایا۔ بڑے صدقوں میں سے ایک) کیا ہے؟ انھوں نے عرض کیا ضرور بتائیے یا رسول اللہ۔ فرمایا تیری وہ بیٹی جو (طلاق پاکر یا بیوہ ہوکر) تیری طرف پلٹ آئے اور تیرے سوا اس کے لئے کمانے والا نہ ہو۔)

وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ﴿۱۰﴾

نُشِرَتْ	الصُّحُفُ	وَاِذَا
کھولے جائیں	اعمال نامے	اور جب

اور جب اعمال نامے کھولے جائیں۔

﴿۱۰﴾ وَاِذَا الصُّحُفُ صُحُفُ الْاَعْمَالِ نُشِرَتْ ○ بِالتَّخْفِيْفِ وَالتَّشْدِيْدِ فُتِحَتْ وَبُسِطَتْ

﴿۱۰﴾ اور جس وقت اعمال نامے کھولے جاویں گے اور پھیلائے جاویں گے۔

تشریح

﴿۱۰﴾ جب اعمال نامے کھولے جائیں گے | دنیا کی زندگی میں انسان جو کچھ کرتا ہے چاہے وہ اچھے کام کرتا ہو اور چاہے بُرے۔ ان کاموں کا تعلق افکار و نظریات اور عقائد سے ہو یا اعمال سے، قول سے ہو یا فعل سے، انسان کی تقریر ہو یا تحریر، اس کی ہر حرکت اور سکون چال ڈھال ہر چیز کا ریکارڈ تیار کیا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے ساتھ فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو ہر ایک کے ساتھ الگ الگ ہوتے ہیں اور خفیہ طریقے پر اس کا ریکارڈ تیار کرتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید کی سورۂ قٓ میں ارشاد ہے:۔

اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ○ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ○ (اور ہمارے اس براہ راست علم کے علاوہ، دو کاتب اس کے دائیں اور بائیں بیٹھے ہر چیز ثبت کر رہے ہیں۔ کوئی لفظ اس کی زبان سے نہیں نکلتا جسے محفوظ کرنے کے لئے ایک حاضر باش نگراں موجود نہ ہو) (آیت ۱۷،۱۸ پارہ ۲۶ سورۂ ق)

یعنی ایک طرف تو اللہ تعالیٰ خود براہ راست انسان کی حرکات و سکنات اور اس کے خیالات کو جانتے ہیں دوسری طرف ہر انسان پر دو فرشتے مامور ہیں جو اس کی ایک ایک بات کو نوٹ کر رہے ہیں اور اس کا کوئی قول و فعل ان کے ریکارڈ سے نہیں چھوٹتا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ جس وقت اللہ تعالیٰ کی عدالت میں انسان کی پیشی ہوگی اس وقت اللہ کو خود بھی معلوم ہوگا کہ کون کیا کرکے آیا ہے اور اس پر شہادت دینے کے لئے دو گواہ بھی موجود ہوں گے جو اس کے اعمال کا دستاویزی ثبوت لاکر سامنے رکھ دیں گے۔

جس فضا میں انسان رہتا اور کام کرتا ہے اس میں ہر طرف اس کی آوازیں اس کی تصویریں اور اس کی حرکات و سکنات کے نقوش ذرے ذرے پر ثبت ہو رہے ہیں اور ان میں ہر چیز کو بعینہ انہی شکلوں اور آوازوں میں اس طرح پیش کیا جاسکتا ہے کہ اصل اور نقل میں ذرہ برابر فرق نہ ہو۔ قرآن اس ریکارڈ کو صحیفہ یا کتاب کہتا ہے اور اردو زبان میں اس کے لئے "نامۂ اعمال" کا لفظ بولا جاتا ہے۔ انسان جب مر جاتا ہے تو اس کی پوری زندگی کا یہ ریکارڈ تہہ کرکے محفوظ کر دیا جاتا ہے ـــــــ قیامت کے روز جب اللہ کے یہاں پیشی ہوگی تو یہی محفوظ شدہ ریکارڈ کھول کر ہر شخص کے سامنے رکھ دیا جائے گا۔ آج کل بڑی بڑی کتابوں کی مائیکرو فلمیں تیار کرلی جاتی ہیں جن میں موٹی موٹی کتابیں ایک چھوٹی سی فلم میں سما جاتی ہیں بس اسی طرح سے کچھ انسانی زندگی کے ریکارڈ کا معاملہ بھی ہوگا کہ پیدائش سے لے کر موت تک پوری زندگی کی مائیکرو فلم جو محفوظ کرلی گئی ہے روز قیامت اس کے سامنے رکھ دی جائے گی جس میں انسان کی ہر حرکت جوں کی توں اس طرح محفوظ ہوگی کہ آدمی انکار نہیں کرسکے گا کہ یہ کام میں نے نہیں کیا۔

مذکورہ آیت میں اسی کو بتایا جارہا ہے کہ جب اعمال نامے کھول دیئے جائیں گے اور ہر ایک کے ہاتھ میں اس کی کاپی دے دی جائے گی کہ لو جو کچھ تو نے کیا ہے خود اس کو دیکھ لو۔

وَإِذَا السَّمَاءُ كُشِطَتْ ⑪ وَإِذَا الْجَحِيمُ سُعِّرَتْ ⑫

سُعِّرَتْ	الْجَحِيمُ	وَإِذَا	كُشِطَتْ	السَّمَاءُ	وَإِذَا
بھڑکائی جائے	جہنم	اور جب	کھال کھینچ لی جائے	آسمان	اور جب

اور جب آسمان کی کھال کھینچ لی جائے اور جب جہنم بھڑکائی جائے

⑪ وَإِذَا السَّمَاءُ كُشِطَتْ ۝ نُزِعَتْ عَنْ أَمَاكِنِهَا كَمَا يَنْزِعُ الْجِلْدُ عَنِ الشَّاةِ

⑪ اور جس وقت آسمان اپنی جگہ سے نکالے جاویں گے۔ جیسا کہ بکری سے اس کا چمڑہ نکالا جاتا ہے۔

⑫ وَإِذَا الْجَحِيمُ النَّارُ سُعِّرَتْ ۝ بِالتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيدِ أُجِّجَتْ

⑫ اور جس وقت آگ بھڑکائی جائے گی۔

تشریح

⑪ جب آسمان کھول دیا جائے گا ہم جب آسمان کی طرف نگاہ اٹھاتے ہیں تو ہمیں اس وقت صرف خلا نظر آتا ہے یا بادل دکھائی دیتے ہیں یا اوپر گرد و غبار ہوتا ہے یا چاند سورج اور تارے نظر آتے ہیں یا ہماری نگاہیں نیلگوں آسمان تک جاکر رک جاتی ہیں۔ لیکن قیامت کے ساتھ ہی آسمان سے اوپر کی دنیا بے نقاب ہو جائے گی اور ہم اس دنیا کا بھی مشاہدہ کر سکیں گے جو آسمان سے اوپر ہے اور وہ غیبی حقائق جو آج ہماری نگاہوں سے اوجھل ہیں ان کو دیکھ لیں گے۔ اس روز انسان کو خدا کی خدائی اور کائنات کی وسعت کا اندازہ ہو سکے گا جو اصل حقیقت کے ساتھ سب کے سامنے بے پردہ ہو جائے گی۔

آج انسان دنیا کے جس خول میں بند ہے وہ یہ سمجھے ہوئے ہے کہ بس یہی سب کچھ ہے اور اس سے آگے جن غیبی حقائق کے بارے میں اسے بتایا جاتا ہے، اس کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ اس دنیا میں رہتے ہوئے انسان کی مثال اس مرغی کے بچے کی طرح ہے جو انڈے کے خول میں رہتے ہوئے اسی کو سب کچھ سمجھتا ہے۔

جس دن آسمان کی یہ کھال اترے گی اور اوپر کی چیزیں نظر آئیں گی اس وقت انسان ان حقائق کو دیکھ سکے گا جس کے بارے میں قرآن خبر دے رہا ہے۔ جیسا کہ سورۂ فرقان میں ارشاد ہوا۔

وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَاءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلَائِكَةُ تَنْزِيلًا ۝ (آیت ۲۵)

(آسمان کو چیرتا ہوا ایک بادل اس روز نمودار ہو گا اور فرشتوں کے پرے کے پرے اتار دئے جائیں گے)

⑫ اور جب جہنم دہکائی جائے گی حشر کے میدان میں جب سب لوگ جمع ہوں گے اور لوگوں کے مقدمات کی سنوائی ہوگی اس وقت جہنم کی دہکتی ہوئی آگ سب کو نظر آرہی ہوگی۔ جن لوگوں نے دنیا میں پروردگار کی نافرمانی میں زندگی بسر کی، سرکشی اور بغاوت کا رویہ اختیار کیا، اللہ کے رسولوں کو جھٹلایا، حق کی مخالفت کی، اللہ کی دی ہوئی صلاحیتوں کو اللہ کے دین کے خلاف استعمال کیا وہ بھی دیکھ لیں گے کہ وہ کہاں جانے والے ہیں۔ جہنم کے بھڑکتے ہوئے شعلے دیکھ کر ان کو اپنے جرائم کا اور زیادہ احساس ہوگا اور وہ سوچیں گے کہ کاش ہم نے دنیا میں اللہ کے رسولوں کی بات مانی ہوتی تو آج ہمارا یہ انجام نہ ہوتا۔

وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ⑬ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ

مَآ	نَفْسٌ	عَلِمَتْ	اُزْلِفَتْ	الْجَنَّةُ	وَ اِذَا
جو کچھ	ہر شخص	جان لے گا	قریب لائی جائے	جنت	اور جب

اور جنت جب قریب لائی جائے۔ ہر شخص جان لے گا وہ جو کچھ

اَحْضَرَتْ ⑭ فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ⑮

	بِالْخُنَّسِ	فَلَآ اُقْسِمُ	اَحْضَرَتْ
	پیچھے ہٹ جانے والے	سو میں قسم کھاتا ہوں	وہ لایا

لایا ہے۔ سو میں قسم کھاتا ہوں (ستارے کی) پیچھے ہٹ جانے والے،

الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ⑯ وَالَّيْلِ اِذَا

اِذَا	الَّيْلِ	وَ	الْكُنَّسِ	الْجَوَارِ
جب	رات	اور	چھپ جانے والے	سیدھے چلنے والے

سیدھے چلنے والے، چھپ جانے والے، اور رات کی جب وہ

عَسْعَسَ ⑰ وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ⑱

تَنَفَّسَ	اِذَا	وَالصُّبْحِ	عَسْعَسَ
دم بھرے	جب	اور صبح	پھیل جائے

پھیل جائے اور صبح کی جب وہ دم بھرے۔

⑬ وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ○ قُرِّبَتْ لِاَهْلِهَا لِيَدْخُلُوْهَا وَجَوَابُ اِذَا اَوَّلُ السُّوْرَةِ وَمَا عُطِفَ عَلَيْهَا

⑬ اور جس وقت جنت نزدیک کی جاوے گی تاکہ جنتی جنت میں داخل ہوں۔

⑭ عَلِمَتْ نَفْسٌ اَىْ كُلُّ نَفْسٍ وَقْتَ هٰذِهِ الْمَذْكُوْرَاتِ وَهُوَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ مَّآ اَحْضَرَتْ ○ مِنْ خَيْرٍ وَّشَرٍّ

⑭ جس وقت یہ تمام امور واقع ہوں گے یعنی قیامت کے دن اس وقت جان لیوے گی ہر ایک جان جو کچھ اس نے حاضر کیا بھلائی اور برائی سے۔

⑮ فَلَآ اُقْسِمُ لَا زَائِدَةٌ بِالْخُنَّسِ ○

⑮ پس قسم کھاتا ہوں میں رات پانچ ستاروں چلنے والوں پیچھے کو ہٹنے والوں غائب ہونے والوں کی

⑯ اَلْجَوَارِ الْكُنَّسِ ○ هِىَ

⑯ امراد ان پانچ ستاروں سے خمسہ متحیرہ ہیں یعنی زحل اور

النُّجُوْمُ الْخَمْسَةُ زُحَلُ وَالْمُشْتَرِیُ وَالْمِرِّیْخُ وَالزُّهْرَةُ وَعَطَارِدُ تَخْنَسُ بِضَمِّ النُّوْنِ اَیْ تَرْجِعُ فِیْ مَجْرَاهَا وَرَاءَهَا بَیْنَا تَرَی النَّجْمَ فِیْ اٰخِرِ الْبُرْجِ اِذْ کَرَّ رَاجِعًا اِلٰی اَوَّلِهٖ وَتَکْنِسُ بِکَسْرِ النُّوْنِ تَدْخُلُ فِیْ کِنَاسِهَا اَیْ تَغِیْبُ فِی الْمَوَاضِعِ الَّتِیْ تَغِیْبُ فِیْهَا

مشتری اور مریخ اور زہرہ اور عطارد یہ ستارے چلتے چلتے پیچھے کو ہٹ جاتے ہیں در آں حالے کہ دیکھے تو ایک ستارہ کو کہ وہ آخری برج میں ہے ناگاہ پھر وہ شروع برج میں آجاتا ہے اور بعض وقت چھپ جاتے ہیں)

(۱۷) وَالَّیْلِ اِذَا عَسْعَسَ ۝ اَقْبَلَ بِظَلَامِهٖ اَوْ اَدْبَرَ

(۱۷) قسم ہے رات کی جس وقت اس کا اندھیرا پھیل جائے یا مطلب یہ ہے کہ جس وقت اس کا اندھیرا زائل ہونے والا ہو۔

(۱۸) وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ۝ اِمْتَدَّ حَتّٰی یَصِیْرُ نَهَارًا بَیِّنًا

(۱۸) اور قسم ہے صبح کی جس وقت وہ پھیل جاوے اور خوب روشن ہو جاوے یہاں تک کہ دن نکل آوے۔

تشریح

(۱۳) اور جب جنت قریب لائی جائے گی | قیامت کے دن زمان و مکان کے پیمانے بدل چکے ہوں گے۔ اس روز انسان جان لے گا کہ جنت میدانِ حشر سے بہت قریب ہے اور جو لوگ جنت کے مستحق قرار پائیں گے ان کو جنت تک پہنچنے کے لئے نہ تو انتظار کرنا پڑے گا اور نہ طویل مسافت کی مشقت برداشت کرنی ہوگی۔ بلکہ وہ خود آگے بڑھ کر ان کا خیر مقدم کرے گی اور جنت کے مستحق بھی جان لیں گے کہ وہ کن نعمتوں سے سرفراز ہونے والے ہیں۔ اور دوزخ کو دیکھ کر اللہ کا شکر ادا کریں گے کہ اللہ نے ان کو اس ہولناک عذاب سے محفوظ رکھا اور اپنے انعامات سے نوازا۔

(۱۴) اس دن ہر شخص جان لے گا کہ وہ کیا لے کر آیا ہے | قیامت کے ہولناک مرحلوں کے بعد جب میدان حشر میں پیشی کا دن آئے گا اور اللہ کی عدالت قائم ہوگی اس روز انسان اپنی زندگی بھر کا کچا چٹھا لے کر حاضر ہوگا تاکہ اپنے پروردگار کے حضور اپنے کئے ہوئے کاموں کا حساب دے سکے۔ جواب دہی کا یہ مرحلہ بڑا سخت ہوگا۔ نبی ﷺ اس کے لئے دعا فرماتے ہوئے عرض کرتے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ حَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا (اے اللہ میرا حساب آسان کر دیجو۔)

بارگاہِ الٰہی میں پیشی اور جواب دہی کا مرحلہ جس کا آسانی سے گزر گیا بس وہ کامیاب ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوا کہ۔ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ (آل عمران ۔ ۱۸۵)

(جو کوئی دوزخ سے دور کیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا وہ کامیاب رہا۔)

(۱۵) نظام فلکی کی باقاعدگی، ان کے قانونِ الٰہی میں جکڑے رہنے کی دلیل ہے | فرمایا فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ (پس نہیں میں قسم کھاتا ہوں غروب ہونے والے ستاروں کی) یعنی بات وہ نہیں ہے جو تم سمجھ رہے ہو بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ نظام فلکی جس میں ستارے ایک متعین رفتار سے چلتے ہیں، ڈوبتے ہیں، چھپتے ہیں۔ ان کا طلوع و غروب، ان کی رفتار میں باقاعدگی اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ وہ قانون الٰہی میں جکڑے ہوئے ہیں۔

اور اللہ نے اپنے ضابطے کے مطابق صبح روشن میں اس فرشتے کو بھیجا تھا جو اللہ کا کلام لے کر آیا تھا اور ہمارے پیغمبر نے کھلی آنکھوں سے پورے ہوش وحواس کے ساتھ دن کی روشنی میں اس فرشتے کو دیکھا تھا۔

اس لئے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ قرآن خدا کا کلام ہے۔ غروب ہونے والے ستارے کو شہادت میں پیش کرکے نظام فلکی کے قانون کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ صرف ستاروں کی جگمگاہٹ سے ہی دھوکا نہیں کھانا چاہیئے۔ بلکہ یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ یہ ستارے ڈوبتے بھی ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اللہ کے قانون کے سامنے بے بس ہیں۔

اسی لئے چلنے والے ستاروں کا ذکر کرنے سے پہلے ان کے غروب ہونے کی صفت کا ذکر کیا گیا ہے۔

(۱۶) چلنے والے اور چھپنے والے ستاروں کی قسم | ارشاد ہوا۔ اَلْجَوَارِ الْکُنَّسِ، یعنی ان ستاروں کی قسم جو چلنے والے ہیں اور ان ستاروں کی قسم جو چھپ جانے والے ہیں۔

ستاروں میں کچھ ایسے ہیں جن کو آدمی ایسا محسوس کرتا ہے کہ یہ چل رہے ہیں۔ جدید سائنس نے بھی انکشاف کیا ہے کہ ستارے خلاء میں متحرک ہیں۔ پھر کچھ ایسے ستارے ہیں جو دن میں نظر نہیں آتے سورج سورج کی روشنی میں آنکھوں سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔

ستاروں کی رفتار اور ان کے طلوع وغروب کو اس بات کی شہادت کے لئے پیش کیا گیا ہے کہ قرآن وحی الہٰی اور اللہ کا کلام ہے۔ ان کا مقررہ وقت پر نکلنا اور ڈوبنا۔ ان کی رفتار میں باقاعدگی یہ بتلاتی ہے کہ وہ اللہ کے قانون میں جکڑے ہوئے ہیں۔ اور ایک حیرت انگیز نظم کے پابند ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کائنات ایک حکیمانہ نظام پر قائم ہے۔ جس کے پیچھے ایک علیم وخبیر ہستی کا مدبرانہ منصوبہ کارفرما ہے۔

قرآن خالق کائنات کے اس منصوبہ کی تشریح کرتا ہے اور خالق کی جن صفات کی طرف ستاروں کا یہ نظام اشارہ کر رہا ہے ان کو وہ کھول کر پیش کرتا ہے۔ گویا قرآن کا عکس اس کائنات کے آئینے میں دیکھا جا سکتا ہے اور قرآن کی صداقت کو آثار کائنات کی کسوٹی پر پرکھا جا سکتا ہے۔ آسمان کا یہ فلکی نظام انسان کو دعوت فکر دیتا ہے۔ ان درخشاں ستاروں کی صناعی اور ان کے حیرت انگیز نظام کو دیکھ کر خالق کائنات کی قدرت اس کی ربوبیت، اس کے علم اور اس کی حکمت کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔

یہ ستارے اپنی خاموش زبان سے اپنے خالق کا جو تعارف کراتے ہیں قرآن اپنے بیان سے اس کی تفصیل بیان کر دیتا ہے۔

(۱۷) قسم کھاتا ہوں رات کی جب وہ رخصت ہوا | رات کے رخصت ہونے کا منظر بھی اپنے آپ میں ایک خاص کیفیت رکھتا ہے اور عجائبات قدرت میں سے ہے۔ جب شب بھر کا مسافر رات کی چادر سرکاتا ہوا جانے لگتا ہے تو یہ بھی اللہ کی قدرت کی ایک نشانی ہوتی ہے۔

(۱۸) قسم کھاتا ہوں صبح کی جب وہ سانس لیتی ہے | رات کا جانا اور صبح کا نمودار ہونا، ایسا لگتا ہے گویا رات کے اندھیرے کو چیر کر صبح نے جنم لیا ہے اور نسیم سحر چلتی ہے تو ایسا محسوس ہوتا ہے گویا صبح سانس لے رہی ہے۔

جس ہستی نے رات اور دن کے آنے اور جانے کا یہ عجیب وغریب نظام قائم کیا ہے وہ اس نظام کے بطن سے ایک نظام نو بھی پیدا کر سکتا ہے۔ اور اس کی حکمت کا تقاضا ہے کہ ایسا کیا جائے۔

اس لئے قرآن قیامت کی آمد اور ایک نئے نظام کی تشکیل کی جو خبر دے رہا ہے جس میں جزائے عمل کا معاملہ پیش آئے گا وہ عقل کے خلاف نہیں ہے بلکہ موجودہ نظام کائنات کا ایک ابھرتا ہوا تقاضا ہے۔

إِنَّهٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ كَرِيۡمٍ ﴿۱۹﴾ ذِىۡ قُوَّةٍ

إِنَّهٗ	لَقَوۡلُ	رَسُوۡلٍ	كَرِيۡمٍ	ذِىۡ قُوَّةٍ
بیشک یہ	کلام	قاصد	عزت والا	قوت والا

بیشک یہ (قرآن) کلام ہے عزت والے قاصد (فرشتہ) کا، قوت والا

عِنۡدَ ذِى الۡعَرۡشِ مَكِيۡنٍ ﴿۲۰﴾

عِنۡدَ	ذِى الۡعَرۡشِ	مَكِيۡنٍ
نزدیک	عرش کے مالک	بلند مرتبہ

عرش کے مالک کے نزدیک بلند مرتبہ۔

(۱۹) إِنَّهٗ أَيِ الۡقُرۡاٰنُ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ كَرِيۡمٍ ○ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى وَهُوَ جِبۡرِيۡلُ أُضِيۡفَ إِلَيۡهِ لِنُزُوۡلِهٖ بِهٖ

(۱۹) بے شک یہ قرآن پیغمبر بزرگ کے کلام سے ہے یعنی جبریل امین اس کو لائے ہیں اور انھوں نے پڑھ کر سنایا ہے

(۲۰) ذِىۡ قُوَّةٍ أَيۡ شَدِيۡدِ الۡقُوٰى عِنۡدَ ذِى الۡعَرۡشِ أَيِ اللّٰهِ تَعَالٰى مَكِيۡنٍ ○ ذِىۡ مَكَانَةٍ مُتَعَلِّقٌ بِهٖ عِنۡدَ

(۲۰) جو ہے نزدیک صاحب عرش یعنی اللہ تعالے کے صاحب مرتبہ ہے۔

تشریح

(۱۹) قرآن بلاشبہ اللہ کا کلام ہے | اوپر کی آیات میں جن باتوں کو ستاروں کے نظام، ان کے نکلنے ڈوبنے کو اور ان کے ایک قانون میں جکڑے رہنے کو بطور دلیل و شہادت پیش کیا گیا تھا وہ یہ بات ہے کہ قرآن بلاشبہ اللہ کا کلام ہے جس کو اللہ کے معزز پیغمبر اور اس کے فرشتے حضرت جبرئیل لے کر حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوئے تھے اور ٹھیک ٹھیک انہی الفاظ میں آپ اس کلام کو پہنچاتے تھے ـــــ چونکہ یہ کلام اللہ کی طرف سے حضرت جبرئیلؑ لے کر آتے تھے یہ القاء ملکوتی ہوتا تھا نہ کہ القاء شیطانی اس لئے آیت میں کلام الٰہی کو خدا کے فرستادہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ وہ رسول کریم بزرگ پیغمبر اور امانت دار فرشتہ اللہ کا کلام لے کر محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوتا تھا۔ اور اس فرشتہ کی کچھ خصوصیات تھیں جن کا ذکر اگلی آیت میں ہے۔

(۲۰) حضرت جبرئیلؑ ممتاز اور بلند مرتبہ فرشتوں میں سے ہیں | فرشتوں میں وہ اپنی غیر معمولی طاقتوں کے اعتبار سے ممتاز ہیں۔ اللہ کے یہاں ان کا مرتبہ بہت بلند ہے چونکہ اللہ نے ان کو غیر معمولی قوت عطا فرمائی اس لئے شیاطین ان کے کام میں مخل نہیں ہو سکتے۔ ان کی پرواز آسمان سے پرے ہے اور وہ اللہ کا پیغام اس کے رسول تک بحفاظت پہنچانے پر پوری طرح قادر ہیں۔
اس کے علاوہ ان کی رسائی براہ راست فرماں روائے کائنات تک ہے اور وہ اس کے حضور مقرب اور عالی مقام ہیں۔

مُطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ ﴿۲۱﴾ وَمَا صَاحِبُکُمْ بِمَجْنُوْنٍ ﴿۲۲﴾

بِمَجْنُوْنٍ	صَاحِبُکُمْ	وَمَا	ثَمَّ + اَمِیْنٍ	مُطَاعٍ
دیوانہ	تمہارا رفیق	اور نہیں	وہاں کا امانتدار	سب کا مانا ہوا

سب کا مانا ہوا، وہاں کا امانت دار، اور تمہارے رفیق (حضرت محمدؐ) کچھ دیوانے نہیں۔

(۲۱) مُطَاعٍ ثَمَّ اَیْ تُطِیْعُہُ الْمَلَآئِکَۃُ فِی السَّمٰوٰتِ اَمِیْنٍ ○ عَلَی الْوَحْیِ

(۲۱) سب فرشتے اس کے مطیع ہیں۔ امانت دار ہے وحی کے لانے پر۔

(۲۲) وَمَا صَاحِبُکُمْ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَطْفٌ عَلٰٓی اِنَّہٗ اِلٰٓی اٰخِرِ الْمُقْسَمِ عَلَیْہِ بِمَجْنُوْنٍ ○ کَمَا زَعَمْتُمْ

(۲۲) اور تمہارا صاحب یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم دیوانہ نہیں

تشریح

(۲۱) جبرئیلؑ فرشتوں کے سردار اور امانت دار ہیں۔

حضرت جبرئیلؑ جو اللہ کا کلام حضرت محمدؐ کے پاس لے کر آتے ہیں وہ فرشتوں کے سردار ہیں۔ فرشتے ان کے حکم کی اطاعت کرتے ہیں جس کے ماتحت فرشتوں کی فوج ہو، جس کے اشارے پر فرشتوں کی فوج حرکت کرتی ہو اس کے کام میں شیطانی قوتیں کب دخل انداز ہو سکتی ہیں۔

ان کی دوسری صفت ان کی امانت ہے ان کا لقب ہی "جبرئیل امین" ہے۔ ان کا امین ہونا اس بات کی ضمانت ہے کہ وہ اللہ کا کلام بغیر کسی کمی بیشی کے جوں کا توں نبیؐ تک پہنچا رہے ہیں۔

حضرت جبرئیلؑ کی ان صفات سے یہ بتانا ہے کہ یہ کلام نہایت اہتمام کے ساتھ بڑے پاکیزہ ذریعے سے حضرت محمدؐ تک پہنچایا جا رہا ہے۔ اور اس میں کسی قسم کی آمیزش کا کوئی امکان ہی نہیں ہے۔ یہ لفظ بہ لفظ کلام الٰہی (WORD OF GOD) ہے۔

(۲۲) تمہارے ساتھی دانا اور ہوشمند انسان ہیں | اے مکہ کے لوگو! تمہارے ساتھی اور رفیق تمہارے بیہودہ الزام کے مطابق کوئی مجنون اور پاگل انسان نہیں ہیں وہ ایک دانا اور ہوش مند شخصیت کی حیثیت سے تمہارے جانے پہچانے ہیں۔ وہ تمہارے شہر میں پیدا ہوئے تمہارے ہم قوم اور ہم قبیلہ ہیں۔ تمہارے درمیان ان کی ساری زندگی گزری۔ یہی وہ شخصیت ہے جس کے فیصلوں پر تمہیں اعتماد رہا ہے جس کو تم "الصادق" اور "الامین" کہہ کر پکارتے رہے ہو۔ وہ کلام جو پیش کر رہے ہیں حکیمانہ باتوں سے پُر ہے اور اس کی تعلیمات ایسی پاکیزہ اور بلند ہیں جس کی نظیر دنیا پیش نہیں کر سکی۔ اس کتاب نے کتنے لوگوں کی زندگیاں اور ان کے اخلاق سنوارے ہیں — ان کو مجنون اور پاگل کہتے ہوئے کہنے والوں کو شرم آنی چاہیے۔ کیا کبھی کسی پاگل نے ایسی حکیمانہ کتاب پیش کی ہے جس کی دنیا میں کوئی نظیر نہیں ہے۔

وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ﴿۲۳﴾ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ﴿۲۴﴾

وَلَقَدْ + رَاٰهُ	بِالْاُفُقِ	الْمُبِيْنِ	وَمَا هُوَ	عَلٰى + الْغَيْبِ	بِضَنِيْنٍ
اور اُس نے اس کو دیکھا ہے	کنارہ پر	کھلا	اور نہیں وہ	غیب پر	بخل کرنے والا

اور اُس (محمدؐ) نے اُس (فرشتہ) کو کھلے (آسمان) کے کنارہ پر دیکھا۔ اور وہ غیب پر بخل کرنے والے نہیں۔

﴿۲۳﴾ وَلَقَدْ رَاٰهُ رَاٰی مُحَمَّدٌ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِمَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى صُوْرَتِهِ الَّتِيْ خُلِقَ عَلَيْهَا بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ○ الْبَيِّنِ وَهُوَ الْاَعْلٰى بِنَاحِيَةِ الْمَشْرِقِ

﴿۲۳﴾ اور بے شک محمدؐ نے جبرئیل کو اس کی اصلی صورت پر دیکھا جس پر وہ پیدا ہوا ہے۔

ظاہر کنارے پر اوپر کی جانب مشرق کی طرف

﴿۲۴﴾ وَمَا هُوَ اَیْ مُحَمَّدٌ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَى الْغَيْبِ مَا غَابَ مِنَ الْوَحْيِ وَخَبَرِ السَّمَاءِ بِظَنِيْنٍ ○ بِمُتَّهَمٍ وَفِيْ قِرَاءَةٍ بِالضَّادِ اَیْ بِبَخِيْلٍ فَيَنْقُصُ شَيْئًا مِنْهُ

﴿۲۴﴾ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان احکام پر جو غائب ہیں اور بذریعہ وحی کے اس کو معلوم ہوئے ہیں تہمت نہیں جاتا۔ یا مراد یہ ہے کہ وہ ان احکام آسمانی کے بیان کرنے پر بخیل نہیں کہ کچھ ان میں سے کم کردے۔

تشریح

﴿۲۳﴾ حضرت محمدؐ نے جبرئیل کو صاف روشن افق پر دیکھا | ارشاد ہے کہ وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ٥ یعنی نبیؐ نے وحی لانے والے فرشتے کو اپنی اصل شکل میں آسمان کے کھلے کنارے پر دیکھا تھا اس لئے اس میں شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ شاید دیکھنے یا پہچاننے میں کچھ التباس ہوگیا ہو۔ سورہ النجم میں ارشاد ہوا۔

وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ٥ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ٥ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ٥ (آیت ۷ تا ۹)

(یعنی حضرت جبرئیلؑ آسمان کے مشرقی کنارے پر بالکل سامنے تھے۔ پھر اور قریب آئے اور ہوا ہی میں معلق ہوگئے۔ یہاں تک کہ دو کمانوں کے برابر یا اس سے کچھ کم فاصلہ رہ گیا۔)

حدیث میں آتا ہے کہ نبیؐ نے جبرئیل کو ان کی اصل شکل میں دیکھا تو ان کے چھ سو پر تھے اور ان کے عظیم وجود سے آسمان وزمین کے درمیان کی فضا بھر گئی تھی۔ (مسلم۔ کتاب الایمان)

﴿۲۴﴾ غیبی حقائق سے باخبر کرنے میں آپ بخل سے کام نہیں لیتے | نبیؐ پر جو کلام نازل کیا جارہا ہے، اور جو وحی بھیجی جارہی ہے اس میں ملاء اعلیٰ کے حقائق کا انکشاف ہے اور قیامت کی آمد کی خبر بھی ہے۔ آپ ان باتوں سے لوگوں کو باخبر کرنے میں کسی بخل اور تنگی سے کام نہیں لے رہے ہیں بلکہ اپنا فرض منصبی سمجھ کر سب باتیں لوگوں کو بے کم وکاست پہنچا رہے ہیں تاکہ لوگ باخبر ہوں اور اپنے رب کی ہدایت قبول کریں۔

وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ۙ﴿۲۵﴾

وَ مَا هُوَ	بِقَوْلِ	شَيْطٰنٍ	الرَّجِيْمِ
اور نہیں وہ	کہا ہوا	شیطان	مردود

اور یہ (قرآن) شیطان مردود کا کہا ہوا نہیں ہے۔

فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ ﴿۲۶﴾ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا

فَاَيْنَ	تَذْهَبُوْنَ	اِنْ	هُوَ	اِلَّا
پھر کدھر	تم جارہے ہو	نہیں	وہ	مگر

پھر تم کدھر جارہے ہو؟ یہ نہیں ہے مگر (کتاب)

ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۷﴾ۙ لِمَنْ شَآءَ

ذِكْرٌ	لِّلْعٰلَمِيْنَ	لِمَنْ	شَآءَ
نصیحت	تمام جہانوں کے لئے	لئے + جو	چاہے

نصیحت، تمام جہانوں کے لئے تم میں سے جو بھی

مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ﴿۲۸﴾ؕ وَمَا

مِنْكُمْ	اَنْ	يَّسْتَقِيْمَ	وَمَا
تم سے	کہ	سیدھا چلے	اور نہ

چاہے کہ سیدھا راستہ چلے، اور تم نہ

تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ

تَشَآءُوْنَ	اِلَّآ	اَنْ	يَّشَآءَ	اللّٰهُ
تم چاہو گے	مگر	یہ کہ	چاہے	اللہ

چاہو گے مگر یہ کہ تمام جہانوں کا رب

رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۹﴾ع

رَبُّ	الْعٰلَمِيْنَ
رب	تمام جہان

اللہ چاہے۔

ع ۲۹ ۶

(۲۵) وَمَا هُوَ أَيِ الْقُرْآنُ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ مُسْتَرِقِ السَّمْعِ الرَّجِيمِ ○ مَرْجُومٍ

(۲۵) اور یہ قرآن شیطان مردود کا کلام نہیں کہ وہ چوری سے سن کر آیا ہو۔

(۲۶) فَأَيْنَ تَذْهَبُونَ ○ فَأَيَّ طَرِيقٍ تَسْلُكُونَ فِي إِنْكَارِكُمُ الْقُرْآنَ وَإِعْرَاضِكُمْ عَنْهُ

(۲۶) سو تم قرآن کے انکار میں کس راستہ کو جاتے ہو اور کس طریق سے انکار کرتے ہو اور منھ موڑتے ہو۔

(۲۷) إِنْ مَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ عِظَةٌ لِلْعٰلَمِينَ ○ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ

(۲۷) یہ قرآن محض نصیحت ہے واسطے جن و انس کے۔

(۲۸) لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ بَدَلٌ مِنَ الْعَالَمِينَ بِإِعَادَةِ الْجَارِّ أَنْ يَسْتَقِيمَ ○ بِاتِّبَاعِ الْحَقِّ

(۲۸) جو کوئی ان میں سے کہ راہ مستقیم پر قائم رہے حق کا تابع ہو کر۔

(۲۹) وَمَا تَشَاءُونَ الْاِسْتِقَامَةَ عَلَى الْحَقِّ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِينَ ○ الْخَلَائِقِ اِسْتِقَامَتَكُمْ عَلَيْهِ۔

(۲۹) اور تم اسی وقت حق پر استقامت چاہ سکتے ہو کہ اللہ جو جہاں کا رب ہے تمہارا مستقیم رہنا اس پر چاہے۔

تشریح

(۲۵) یہ کسی شیطان مردود کا قول نہیں ہے | حضرت محمدؐ عالم آخرت اور قیامت کے بارے میں جو باتیں بتا رہے ہیں ان کو ان کی شیطانی قول سے کیا نسبت ہوسکتی ہے۔ وہ خدا پرستی اور توحید کی تعلیم دے رہے ہیں۔ وہ انسان کو اللہ کے حضور جواب دہی کا احساس دلا رہے ہیں بد اخلاقی اور بدکرداری سے منع کر کے پاکیزہ زندگی، تقویٰ اور اخلاق فاضلہ کی طرف رہنمائی کر رہے ہیں۔ انسان میں بصیرت کی روشنی، خیالات میں پاکیزگی پیدا کرنے اور کردار کو بلند کرنے کی طرف لے جا رہے ہیں۔ سماج میں بھلائیوں کو پھیلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کیا یہ باتیں شیطانی قول سے کوئی تعلق رکھتی ہیں۔ آپ اللہ کی طرف سے لوگوں کی اصلاح کا کام کر رہے ہیں اور ان کو دنیا اور آخرت کی کامیابی کا راستہ بتا رہے ہیں۔

(۲۶) پھر تم لوگ کدھر چلے جا رہے ہو | ایسی سچی اور حق باتوں کو چھوڑ کر، ایسے روشن اور صاف راستے کے بجائے جو تمہیں کامیابی کی منزل پر لے جانے والا ہے، تم کدھر چلے جا رہے ہو۔

(۲۷) قرآن سارے جہان والوں کے لئے نصیحت ہے، | قرآن سارے جہان والوں کے لئے ایک نصیحت نامہ اور مکمل دستور العمل ہے جس سے ان کی دونوں جہان کی کامیابی وابستہ ہے۔

(۲۸) قرآن سے فائدہ وہی اٹھا سکتے ہیں جو راہ راست اختیار کرنا چاہیں | قرآن یاددہانی اور نصیحت تو سب کے لئے ہے لیکن اس سے فائدہ وہی اٹھا سکتے ہیں جو راہ راست اختیار کرنا چاہیں۔ انسان کا طالب حق ہونا اور راستی پسند ہونا قرآن سے فائدہ اٹھانے کی پہلی شرط ہے جو طالبِ حق نہ ہو وہ اس چشمۂ ہدایت سے فیضیاب نہیں ہو سکتا۔

(۲۹) ہدایت اللہ کی مشیت اور توفیق سے ہے | ارشاد ہوا اور تمہارے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا جب تک رب العٰلمین نہ چاہیں۔ یعنی کسی شخص کا نصیحت حاصل کرنا صرف اپنی مشیت پر ہی موقوف نہیں ہے بلکہ اسے نصیحت اس وقت نصیب ہوتی ہے جب کہ اللہ کی مشیت بھی یہ ہو کہ اسے نصیحت حاصل کرنے کی توفیق بخشے۔ یعنی بندے کا کوئی فعل بھی تنہا بندے کی اپنی مشیت سے ظہور میں نہیں آتا بلکہ ہر فعل اسی وقت پایۂ تکمیل کو پہنچتا ہے جب خدا کی مشیت بندے کی مشیت سے مل جائے۔ اگر اس دنیا میں ہر انسان کو یہ قدرت حاصل ہوتی کہ وہ جو کچھ کرنا چاہے کر گزرے تو ساری دنیا کا نظام درہم برہم ہو جاتا ——— یہ نظام اسی لئے قائم ہے کہ اللہ کی مشیت ساری مشیتوں پر غالب ہے۔ انسان جو کچھ بھی کرنا چاہے وہ اسی وقت کر سکتا ہے جب کہ اللہ بھی یہ چاہے کہ انسان کو وہ کام کرنے دیا جائے۔

رہا انسان کا جواب دہ ہونا تو وہ اس کے ارادے اور اختیار کی وجہ سے ہے ——— انسان کا اختیار غیر محدود نہیں، محدود اختیار ہے جو اس کو جواب دہ بناتا ہے۔



۸۲

اَلْاِنْفِطَار

○ ترتیب تلاوت	۸۲	○ ترتیب نزول	۸۲
○ مکی / مدنی	مکی	○ تعداد رکوعات	۱
○ تعداد آیات	۱۹	○ تعداد الفاظ	۸۰
○ تعداد حروف	۳۲۴		

○ اس سورت کی پہلی آیت میں لفظ "اِنْفَطَرَتْ" سے آسمان کے پھٹ جانے کی خبر دی گئی ہے اور اسی مناسبت سے اس سورت کا نام "انفطار" ہے یعنی وہ سورت جس میں آسمان کے پھٹ جانے کا ذکر آیا ہے۔

○ یہ سورت بھی مکہ مکرمہ کے ابتدائی زمانے کی سورتوں میں سے ہے اور اس کے مضمون سے اندازہ ہوتا ہے کہ سورہ تکویر اور اس سورت کے نازل ہونے کا زمانہ قریب قریب ہے۔

○ اس سورت کا مرکزی مضمون عمل کا بدلہ ہے یعنی قیامت کے دن ہر ایک کو اس کے عمل کا پورا پورا بدلہ ملے گا۔ لیکن اس مضمون کو ایک دوسرے پہلو سے بیان کیا گیا ہے اور اس اہتمام کا ذکر کیا گیا ہے جو ہر شخص کی عملی زندگی کو محفوظ رکھنے اور اس کا ریکارڈ تیار کرنے کے لئے اللہ تعالے نے کر رکھا ہے۔

○ اس سورت میں آخرت کا نقشہ اور قیامت کا بیان اس خوبی سے کھینچا گیا ہے کہ جیسے قیامت آنکھوں کے

سامنے ہو۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد منقول ہے کہ:۔

مَنْ سَرَّهُ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ كَاَنَّهُ رَاْىُ عَيْنٍ فَلْيَقْرَاْ
اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَاِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ وَاِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ

(مسند احمد، ترمذی، ابن المنذر، طبرانی، حاکم، ابن مردویہ)

(جو شخص چاہتا ہو کہ روز قیامت کو اس طرح دیکھ لے جیسے آنکھوں سے دیکھا جاتا ہے تو وہ سورۂ تکویر، اور سورۂ انفطار اور سورۂ انشقاق کو پڑھ لے۔)

○ اس سورت میں قیامت کے بیان کے ساتھ انسان کو یہ احساس بھی دلایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جہاں رحیم وکریم ہیں اس کے ساتھ وہ منصف وعادل بھی ہیں اس لئے انسان اس کے انصاف سے بے خوف ہو کر صرف رحم وکرم پر بھروسہ کر کے نہ رہ جائے۔

○ آخر میں نیکو کاروں اور بدکاروں کا انجام بتایا گیا ہے اور خبردار کیا گیا ہے کہ اللہ کی عدالت میں کسی کا کوئی بس نہ چلے گا، تمام اختیارات اللہ کے ہاتھ میں ہوں گے۔

○ حقیقت یہی ہے کہ بہت سے لوگ ایک بالاتر ہستی کو کسی نہ کسی انداز میں مانتے ہیں مگر قیامت اور جزا سزا کے متعلق یقین نہیں رکھتے اس لئے آخرت کا تصور ذہن نشین کراتے ہوئے اللہ کے رحمن ورحیم ہونے کے ساتھ اس کے " مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ " ہونے کے پہلو کو بھی اس سورت میں نمایاں کیا گیا ہے۔

رُکُوْعُهَا ۱	سُوْرَةُ الْاِنْفِطَارِ مَكِّيَّةٌ ۸۲ = ۸۲	اٰيَاتُهَا ۱۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے جو بہت مہربان، رحم کرنے والا ہے۔

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۝۱ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۝۲

اِذَا	السَّمَآءُ	انْفَطَرَتْ	وَاِذَا	الْكَوَاكِبُ	انْتَثَرَتْ
جب	آسمان	پھٹ جائے	اور جب	ستارے	جھڑ پڑیں

جب آسمان پھٹ جائے اور جب ستارے جھڑ پڑیں

وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۝۳ وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ۝۴

وَاِذَا	الْبِحَارُ	فُجِّرَتْ	وَاِذَا	الْقُبُوْرُ	بُعْثِرَتْ
اور جب	دریا	اُبل پڑیں (بہہ نکلیں)	اور جب	قبریں	کُریدی جائیں

اور جب دریا اُبل پڑیں اور جب قبریں کریدن جائیں

عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ ۝۵

عَلِمَتْ	نَفْسٌ	مَّا	قَدَّمَتْ	وَاَخَّرَتْ	
جان لے	ہر شخص	کیا	اس نے آگے بھیجا	اور پیچھے چھوڑا	

ہر شخص جان لے اس نے آگے کیا بھیجا اور پیچھے (کیا) چھوڑا۔

سُوْرَةُ الْاِنْفِطَارِ مَكِّيَّةٌ تِسْعَ عَشْرَةَ اٰيَةً

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(۱) اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ○ انشقت

(۲) وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ○ انقضت وتساقطت

(۳) وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ○ ثم بعضها فی بعض فصارت بحرا واحدا و

سورۃ انفطار مکی ہے اس میں اُنیس ۱۹ آیتیں ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شروع اللہ کے نام سے جو بہت بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے

(۱) اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ الخ جس وقت آسمان پھٹ جاوے گا۔

(۲) اور جس وقت ستارے ٹوٹ کر گر جاویں گے۔

(۳) اور جس وقت دریا کھول دیئے جاویں گے کہ سب مل کر ایک دریا ہو جائے گا۔

(۴) اخْتَلَطَ الْعَذْبُ بِالْمِلْحِ وَإِذَا الْقُبُورُ بُعْثِرَتْ ۝ قُلِبَ تُرَابُهَا وَبُعِثَ مَوْتَاهَا وَجَوَابُ إِذَا وَمَا عُطِفَ عَلَيْهَا

اور شیریں دریا شور دریا میں مل جاوے گا
(۴) اور جس وقت قبریں اُلٹ پلٹ دی جاویں گی۔

(۵) عَلِمَتْ نَفْسٌ أَيْ كُلُّ نَفْسٍ وَقْتَ هٰذِهِ الْمَذْكُورَاتِ وَهُوَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ مَّا قَدَّمَتْ مِنَ الْأَعْمَالِ وَمَا أَخَّرَتْ ۝ مِنْهَا فَلَمْ تَعْمَلْهُ

(۵) اس وقت جان لیوے گی ہر ایک جان جو اس نے کیا اور جو نہیں کیا۔

تشریح

(۱) جب آسمان پھٹ جائے گا | دنیا کی رونق دیکھ کر بظاہر ایسا لگتا ہے کہ اس کے شب و روز ہمیشہ اسی طرح رہیں گے۔ لیکن قرآن یہ خبر دیتا ہے کہ عنقریب یہ کائنات عظیم حادثے سے دوچار ہوگی اور زمین تو زمین آسمان کا نظام بھی درہم برہم ہو جائے گا اور اس شکست و ریخت کے بعد ایک نئی دنیا نئے نظام کے ساتھ وجود میں لائی جائے گی۔

(۲) تارے بکھر جائیں گے | قیامت کا پہلا مرحلہ یہ ہوگا کہ آسمان پھٹ جائے گا اس کی بندشیں ڈھیلی پڑ جائیں گی۔ اور جب یہ ساری بزم ہی ختم ہو جائے گی تو ستارے جو بزم جہاں کی رونق ہیں وہ بھی باقی نہ رہیں گے جس قانونِ کشش نے ان ستاروں کو خلا میں منظم کر رکھا ہے اس کشش کا ختم ہونا ستاروں کو منتشر کرنے کے لئے کافی ہوگا۔

(۳) جب سمندر اُبل پڑیں گے | قیامت کے روز پوری زمین ہلا دی جائے گی۔ سمندروں کی تہہ پھٹ جائے گی اور ان کا پانی اُبل کر زمین کے اس اندرونی حصے میں اترنے لگے گا جہاں ہر وقت ایک گرم لاوا کھولتا رہتا ہے اور پانی کی آکسیجن اور ہائیڈروجن دونوں اجزاء اس لاوے کے اندر مل جاویں گے جس سے دنیا کے سمندروں میں آگ لگ جائے گی اور پھر ان کا پانی خشک ہو کر زمین ایک چٹیل میدان کی شکل اختیار کر لے گی یہ قیامت کا پہلا مرحلہ ہوگا۔ اب اس کے بعد دوسرا مرحلہ شروع ہوگا۔

(۴) قبریں کھول دی جائیں گی | یعنی دنیا کے تمام انسان جو روزِ اول سے قیامت تک پیدا ہوئے ان سب مرے ہوئے لوگوں کو از سرِ نو زندہ کر کے اٹھایا جائے گا اور زمین کے اندر سے مردے اس طرح باہر نکل پڑیں گے جیسے قبریں اکھیڑ کر مردوں کو باہر نکالا گیا ہو۔ قیامت تک جتنے انسان بھی پیدا ہوئے اور مر گئے ان سب کو زمین اگل دے گی۔ خواہ کوئی قبر میں دفن ہوا یا سمندر میں غرق ہوا ہو یا کسی کی لاش جلا دی گئی ہو یا خلا میں اس کے اجزاء منتشر ہو گئے ہوں سب اپنے اپنے ٹھکانوں سے جیسے گئے تھے بالکل ویسے ہی اٹھ کھڑے ہوں گے۔

(۵) ہر شخص کو اس کا اگلا پچھلا کیا دھرا معلوم ہو جائے گا | ہر انسان روزانہ صبح سے شام تک جو کام کرتا ہے وہ اچھے ہوں یا برے سب جا کر جمع ہو جاتے ہیں۔ جو عمل آگے پہنچ گئے وہ وہاں جا کر اکٹھے ہو رہے ہیں۔

ان اعمال کے جو اثرات پیچھے رہ گئے اور جو اس کے نتیجے اس کے بعد تک جاری رہے وہ بعد میں جا کر اس کے اعمال نامے میں لکھ دئے جائیں گے۔ اس طرح ہر انسان کا اگلا پچھلا سارا عمل اکٹھا ہو کر ایک ریکارڈ تیار ہو جائے گا۔ جو قیامت کے دن اس کے سامنے رکھ دیا جائے گا اور ہر ایک کو معلوم ہو جائے گا کہ اس نے کیا کچھ کیا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ

بِرَبِّكَ	مَا غَرَّكَ	الْاِنْسَانُ	يٰٓاَيُّهَا
اپنا رب	کس چیز نے تجھے دھوکہ دیا	انسان	اے

اے انسان تجھے اپنے رب کریم کے بارے میں کس چیز نے

الْكَرِيْمِ ﴿۶﴾ الَّذِيْ خَلَقَكَ

خَلَقَكَ	الَّذِيْ	الْكَرِيْمِ
تجھے پیدا کیا	جس نے	کریم

دھوکہ دیا جس نے تجھے پیدا کیا۔

فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ﴿۷﴾ فِيْٓ اَيِّ

اَيِّ	فِيْٓ	فَعَدَلَكَ	فَسَوّٰىكَ
جس	میں	پھر برابر کیا	پھر تجھے ٹھیک کیا

پھر ٹھیک کیا، پھر برابر کیا، جس صورت

صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ﴿۸﴾

رَكَّبَكَ	مَّا شَآءَ	صُوْرَةٍ
تجھے جوڑ دیا۔	چاہا	صورت

میں چاہا تجھے جوڑ دیا۔

﴿۶﴾ يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ الكافر مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ○ حتّٰى عصيته

﴿۶﴾ اے انسان کافر تجھ کو تیرے رب کریم کے ساتھ کس چیز نے دھوکے میں ڈالا کر تو نے اس کی نافرمانی کی۔

﴿۷﴾ اَلَّذِيْ خَلَقَكَ بعد ان لم تكن فَسَوّٰىكَ جعلك مستوى الخلق سالم الاعضاء فَعَدَلَكَ ○ بالتخفيف و التشديد جعلك معتدل الخلق متناسب

﴿۷﴾ جس نے تجھ کو پیدا کیا بعد اس کے کہ تو کچھ نہ تھا۔ پس درست کیا تیرے اعضا کو

اور تجھ کو معتدل الاعضاء بنایا۔

الْأَعْضَاءِ لَيْسَتْ يَدٌ أَوْ رِجْلٌ أَطْوَلُ مِنَ الْأُخْرَىٰ

کہ کوئی ہاتھ اور پیر دوسرے سے بڑا نہیں۔

(۸) فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَاۗءَ رَكَّبَكَ ۝ زائدة

(۸) جس صورت میں چاہا تجھ کو بنایا۔ ہرگز اللہ تعالیٰ کے کرم سے دھوکہ نہ کھاؤ۔

تشریح

(۶) اللہ کے محسن وکریم ہونے کا تقاضہ اس کی شکرگزاری — اللہ تعالیٰ جو انسان کے پروردگار اس کے محسن اور نہایت مہربان وکریم ہیں اس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ انسان اپنے محسن کا شکرگذار ہو اور ذمہ داری کے احساس کے ساتھ زندگی گزارے اور اس کا وفادار بندہ بن کر رہے۔ لیکن اگر انسان اپنے رب سے بے نیازی برتتا ہے اور اپنے آپ کو اس کے سامنے جواب دہ نہیں سمجھتا۔ جب کہ اس کا ہر عمل اس کے یہاں پہنچ رہا ہے اور اس کو اپنے کئے ہوئے کاموں کا حساب دینا ہے تو یہ انسان سراسر دھوکے میں مبتلا ہے۔

اگر وہ یہ سمجھتا ہے کہ میری خطا پر مجھے فوراً سزا نہیں ملی تو یہ اللہ کی طرف سے تیرے اوپر کرم ہے کہ سنبھلنے کا موقعہ دے رہا ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس کی خدائی میں انصاف نام کی کوئی چیز نہیں ہے یا تیرا رب سزا پر قادر نہیں ہے۔ تیرا رب قدرت والا ہے ہر چیز پر قادر ہے۔ اس کی قدرت کا بیان اگلی آیت میں آرہا ہے۔

(۷) انسان کا خالق اللہ ہے اور وہ اس کی تخلیق کا شاہکار ہے — انسان دنیا کی ممتاز ترین مخلوق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی جسمانی بناوٹ بھی ہر طرح سے ٹھیک ٹھاک کی ہے جس میں پیدا کرنے والے کی قدرت اور اس کی صناعی پوری طرح نمایاں ہے۔ اس کے اعضاء کا تناسب اور اس کے قوئ میں اعتدال اس کے دنیا کی بہترین مخلوق ہونے کی گواہی دیتا ہے۔ دنیا میں اربوں کھربوں انسان پیدا ہوتے ہیں ہر ایک کی شکل وصورت الگ الگ ہے۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ نے ہر انسان کی خصلت الگ الگ بنائی ہے جس سے اس کا تشخص اور اس کی انفرادیت ظاہر ہوتی ہے۔ سب انسان ہیں مگر صورت میں بھی الگ سیرت میں بھی الگ اور مزاج میں بھی منفرد۔ جو پروردگار ایسی قدرت والا ہے کہ گوشت کے ایک لوتھڑے سے ایسی صورتیں اور ایسی خصلتیں بناتا ہے اس کے بارے میں انسان کس وجہ سے دھوکے میں مبتلا ہوگیا ہے کیا وہ یہ سمجھتا ہے کہ وہ اپنے خالق کی گرفت سے باہر ہو سکتا ہے۔

(۸) انسان کی شکل وصورت اس کی اپنی بنائی ہوئی نہیں ہے — انسان جو اپنی صورت کے اعتبار سے بھی اور جسمانی بناوٹ کے لحاظ سے تمام مخلوقات سے ممتاز ہے۔ اس کی یہ حسین شکل وصورت خود انسان کی بنائی ہوئی نہیں ہے اس کے خالق نے جس صورت اور رنگ و روپ میں چاہا اس کو بنا دیا۔ اللہ نے اگر اس کو حسین چہرہ اور متناسب اعضاء عطا کئے ہیں تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کی دین ہے۔ پھر ہر انسان کی شکل وصورت میں تھوڑا بہت فرق بھی رہتا ہے۔ بچہ کبھی باپ پر جاتا ہے کبھی ماں کی جھلک نظر آتی ہے، کبھی کسی اور عزیز کی شباہت ہوتی ہے۔ اور اس طرح دوسرے انسانوں سے وہ جدا معلوم ہوتا ہے۔ اس بات کو سمجھتے ہوئے بھی انسان دھوکے میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے۔ اگلی آیت میں اس کا بیان ہے۔

كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُونَ بِالدِّيْنِ ﴿٩﴾ وَإِنَّ

كَلَّا	بَلْ	تُكَذِّبُوْنَ	بِالدِّيْنِ	وَإِنَّ
ہرگز نہیں	بلکہ	تم جھٹلاتے ہو	جزاوسزا کا دن	اور بیشک

ہرگز نہیں بلکہ تم جزاوسزا کے دن (قیامت) کو جھٹلاتے ہو اور بیشک

عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ﴿١٠﴾

عَلَيْكُمْ	لَحٰفِظِيْنَ
تم پر	نگہبان

تم پر نگہبان (مقرر) ہیں۔

﴿٩﴾ كَلَّا رَدْعٌ عَنِ الْاِغْتِرَارِ بِكَرَمِ اللّٰهِ تَعَالٰى بَلْ تُكَذِّبُوْنَ أَيْ كُفَّارِ مَكَّةَ بِالدِّيْنِ ۝ اَلْجَزَاءِ عَلَى الْاَعْمَالِ

﴿٩﴾ ہرگز نہیں۔ بلکہ اے کفار مکہ تم اس امر کو جھوٹا سمجھتے ہو کہ قیامت میں اعمال کا بدلہ ملے گا۔

﴿١٠﴾ وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۝ مِنَ الْمَلٰئِكَةِ لِاَعْمَالِكُمْ

﴿١٠﴾ اور بیشک فرشتے تمہارے عملوں کے نگہبان ہیں۔

تشریح

﴿٩﴾ دھوکے میں مبتلا ہونے کی وجہ بدلے کے دن پر یقین نہ ہونا ہے انسان بڑا احسان فراموش ہے وہ بھول جاتا ہے کہ اس کے پروردگار نے اس کے ساتھ کیسے کیسے احسانات کئے ہیں وہ یہ گمان کرنے لگتا ہے کہ یہ دنیا یوں ہی چلتی رہے گی نہ قیامت آئے گی نہ پروردگار کے حضور میں پیشی ہوگی۔ انسان دھوکے میں اسی لئے پڑ جاتا ہے کہ وہ انصاف کے دن پر یقین نہیں رکھتا وہ جزا اور سزا کی حقیقت کو تسلیم کرنا نہیں چاہتا کیوں کہ انصاف کے دن کو ماننے کے بعد اس کو اپنی نفسانی خواہشات کو چھوڑ کر ایک ذمہ دارانہ زندگی گزارنی پڑتی ہے جس کے لئے وہ اپنے آپ کو آمادہ نہیں کر پاتا۔ انسان محض اس گمان کی وجہ سے دھوکے میں مبتلا ہے کہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ دنیا جو عمل کی جگہ ہے اس کے بعد کوئی دارالجزاء نہیں ہے اسی غلط اور بے بنیاد گمان نے انسان کو پروردگار سے غافل اس کے انصاف سے بے خوف اور اپنے اخلاقی رویے میں غیر ذمہ دار بنا دیا۔

﴿١٠﴾ ریکارڈ کا یہ اہتمام کیوں ہے؟ تمہارے اوپر نگراں مقرر ہیں حقیقت یہی ہے کہ پروردگار نے تمہیں شتر بے مہار بنا کر نہیں چھوڑا ہے جزا و سزا کا معاملہ لازماً پیش آنا ہے اور اس کے لئے پروردگار نے یہ اہتمام کیا ہے کہ انسانوں کے اعمال کا ریکارڈ تیار کیا جا رہا ہے ایک ایک آدمی پر اللہ کی طرف سے نگراں فرشتے مقرر ہیں۔ جو انسان کے ہر قول و فعل کا ریکارڈ کر رہے ہیں — ایک فرشتہ دائیں جانب اور دوسرا بائیں جانب۔ اس طرح ہر انسان کے ساتھ دو نگراں فرشتے لگے ہوئے ہیں۔

كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ⑪ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ⑫

مَا تَفْعَلُوْنَ	يَعْلَمُوْنَ	كَاتِبِيْنَ	كِرَامًا
جو تم کرتے ہو	وہ جانتے ہیں	لکھنے والے	عزت والے

عزت والے (اعمال) لکھنے والے، جو تم کرتے ہو وہ جانتے ہیں۔

(۱۱) كِرَامًا عَلَى اللّٰهِ كَاتِبِيْنَ ○ لَهَا — (۱۱) اللہ کے نزدیک بزرگ مرتبہ والے لکھنے والے اعمال کے۔

(۱۲) يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ○ جَمِيْعَهُ — (۱۲) جو کچھ تم کرتے ہو سب جانتے ہیں۔

تشریح

(۱۱) ریکارڈ کرنے والے فرشتے بے لاگ اور راستباز ہیں! یہ فرشتے جو اللہ کی طرف سے نگرانی پر مقرر ہیں اور انسان کے ہر قول و فعل کا ریکارڈ تیار کر رہے ہیں، یہ بڑے معزز، بے لاگ، اور راست باز ہیں۔ نہ کسی سے ذاتی دشمنی رکھتے ہیں نہ کسی سے ذاتی محبت نہ کسی کی بے جا رعایت کرتے ہیں اور نہ کسی کی مخالفت کرتے ہیں۔ ان فرشتوں کا مقام یہ ہے کہ یہ تمام اخلاقی کمزوریوں سے بلند و بالا ہیں اس لئے ان کا تیار کیا ہوا ریکارڈ ہر طرح سے قابل اعتماد ہے اور خود اللہ تو بھی براہ راست ہر چیز کا علم رکھتے ہیں۔

(۱۲) نگراں فرشتوں کی خصوصیت کہ وہ ہر بات کا علم رکھتے ہیں! نگراں فرشتوں کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ جو کچھ تم کرتے ہو اسے وہ جانتے ہیں۔ ہر ایک کے اعمال سے پوری طرح باخبر ہیں۔ سورۂ قٓ میں بتایا گیا ہے کہ انسان جو بات بھی زبان سے نکالتا ہے اس کو نوٹ کرنے کے لئے فرشتے موجود ہوتے ہیں۔ اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ○ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ۔ (آیت ۱۷-۱۸) اس طرح اقوال اور افعال سب کا ایک مکمل ریکارڈ تیار ہو رہا ہے۔

آج کے دور میں یہ سمجھنا مشکل نہیں رہا کہ انسان کی تمام حرکات و سکنات اور اس کی زبان سے نکلے ہوئے ایک ایک لفظ کو کس طرح محفوظ کیا جا سکتا ہے موجودہ سائنس نے قدرت کے دو اہم قوانین کا انکشاف کیا ہے ایک تو یہ کہ ہماری تصویر ہر لمحہ فضا میں بنتی رہتی ہے اس تصویر کو محفوظ کرنے کی تکنیک سائنس نے معلوم کی اور اس سے کام لیا۔

دوسری چیز سائنس نے منکشف کی کہ ہماری آواز ہوا میں لہریں پیدا کرتی ہے ان لہروں کو کیسٹ میں محفوظ کر کے اس آواز کو پھر سنا جا سکتا ہے۔

اس طرح یوں سمجھئے کہ قیامت کے دن ہر شخص کی زندگی کی پوری فلم اس کے سامنے پیش کر دی جائے گی جس کو دیکھ کر وہ حیران رہ جائے گا جیسا کہ سورۂ کہف میں فرمایا:۔

وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّا اَحْصٰهَا وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ○ (آیت ۴۹)

(اور نامۂ اعمال سامنے رکھ دیا جائے گا اس وقت تم دیکھو گے کہ مجرم لوگ اپنی کتاب زندگی کے اندراجات سے ڈر رہے ہوں گے اور کہہ رہے ہوں گے کہ ہائے ہماری کم بختی، یہ کیسی کتاب ہے کہ ہماری کوئی چھوٹی بڑی حرکت ایسی نہیں رہی جو اس میں درج نہ ہوگئی ہو۔ جو کچھ انھوں نے کیا تھا وہ سب اپنے سامنے حاضر پائیں گے اور تیرا رب کسی پر ذرا ظلم نہ کرے گا۔)

یعنی ایسا نہیں ہوگا کہ جرم کسی نے کیا ہو اور سزا کسی کو ملے اور نہ یہ ہوگا کہ جرم سے بڑھ کر سزا دی جائے۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ ﴿۱۳﴾ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ

اِنَّ	الْاَبْرَارَ	لَفِیْ	نَعِیْمٍ	وَاِنَّ	الْفُجَّارَ	لَفِیْ
بیشک	نیک لوگ	میں	جنت	اور بیشک	گنہگار	میں

بیشک نیک لوگ جنت میں ہوں گے اور بیشک گنہگار جہنم

جَحِیْمٍ ﴿۱۴﴾

جَحِیْمٍ
جہنم

میں ہوں گے

﴿۱۳﴾ اِنَّ الْاَبْرَارَ الْمُؤْمِنِیْنَ الصَّادِقِیْنَ فِیْ اِیْمَانِہِمْ لَفِیْ نَعِیْمٍ ○ جَنَّةٍ

﴿۱۳﴾ بے شبہ ایمان والے جو اپنے ایمان میں سچے ہیں وہ جنت کی نعمت میں ہیں۔

﴿۱۴﴾ وَاِنَّ الْفُجَّارَ الْکُفَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ ○ نَارٍ مُحْرِقَةٍ

﴿۱۴﴾ اور بے شک فاجر کافر آدمی آگ جلانے والی میں داخل ہوں گے۔

تشریح

﴿۱۳﴾ نیکوکار عیش ونشاط میں ہوں گے | انسان کیوں کہ اللہ کے سامنے جواب دہ ہے وہ شتر بے مہار نہیں ہے ایک ذمے دار ہستی ہے اور یہ دنیا دار العمل ہے اور آخرت دار الجزاء ہے۔ جزا اور سزا کے قانون کی وجہ سے اللہ نے اعمال کے ریکارڈ کا اتنا زبردست اہتمام کیا ہے کہ ہر انسان کے قول وفعل کو ریکارڈ کرنے کے لئے دو دو نگراں مقرر کئے ہیں۔ یہ پورا اعمال نامہ بارگاہ الٰہی میں پیش کردیا جائے گا اور اعمال کے وزن کے بعد نیک لوگ بہشت میں عیش ونشاط کی زندگی گزاریں گے اور یہ وہاں کی راحت ونعمت کی زندگی ہمیشہ رہے گی کیوں کہ اس کا اگر نکلنے کا کھٹکا ہو اور یہ خیال ہو کہ یہ نعمت چھن جائے گی تو سارا مزا کرکرا ہو جاتا ہے۔

﴿۱۴﴾ بدکار جہنم میں ہوں گے | جن لوگوں کو یہ احساس نہ ہو کہ ہمیں اپنے پروردگار کے حضور میں حاضر ہونا ہے اور اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔ ان کے سامنے آخرت کی جزا وسزا نہ ہو اور نہ یہ کہ وہ ایک ذمہ دارانہ زندگی دنیا میں بسر کریں نہ ان کو یہ احساس ہو کہ ہم اپنے رب کی نافرمانی کررہے ہیں اور نہ اس کی سزا کا کوئی ڈر ہو ایسے لوگ اعمال کے وزن اور حساب کتاب کے بعد دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے۔

يَّصۡلَوۡنَهَا يَوۡمَ الدِّيۡنِ ﴿۱۵﴾ وَمَا

مَا	وَ	الدِّيۡنِ	يَوۡمَ	يَصۡلَوۡنَهَا
نہیں	اور	جزاوسزا (قیامت)	روز	ڈالے جائیں گے اس میں

اس میں روز جزا و سزا (قیامت کے دن) ڈالے جائیں گے اور وہ اس

هُمۡ عَنۡهَا بِغَآئِبِيۡنَ ﴿۱۶﴾ وَمَآ اَدۡرٰىكَ

مَآ اَدۡرٰىكَ	وَ	بِغَآئِبِيۡنَ	عَنۡهَا	هُمۡ
تمہیں کیا خبر	اور	غائب (جُدا ہونے والے)	اس سے	وہ

سے جدا ہونے والے نہ ہوں گے۔ اور تمہیں کیا خبر

مَا يَوۡمُ الدِّيۡنِ ﴿۱۷﴾

مَا	يَوۡمُ	الدِّيۡنِ	
کیا	روز	جزا وسزا	

روز جزا و سزا کیا ہے۔

﴿۱۵﴾ يَصۡلَوۡنَهَا يَدۡخُلُوۡنَهَا وَيُقَاسُوۡنَ حَرَّهَا
يَوۡمَ الدِّيۡنِ ○ اَلۡجَزَاءِ

﴿۱۵﴾ اور اس کی گرمی کی تکالیف اُٹھاویں گے اس روز کہ سب کو ان کے اعمال کا بدلہ ملے گا۔

﴿۱۶﴾ وَمَا هُمۡ عَنۡهَا بِغَآئِبِيۡنَ ○
بِمُخۡرَجِيۡنَ

﴿۱۶﴾ اور دوزخی دوزخ سے نکالے نہ جاویں گے۔

﴿۱۷﴾ وَمَآ اَدۡرٰىكَ اَعۡلَمَكَ
مَا يَوۡمُ الدِّيۡنِ ○

﴿۱۷﴾ اور تو کیا جانے کیا ہے دن جزا کا

تشریح

﴿۱۵﴾ جنت و جہنم کا فیصلہ جزا کے دن ہوگا | روز قیامت حشر کا میدان ہوگا اور تمام نسل انسانی کے فیصلے ہوں گے اس فیصلے اور جزا کے دن میں جنت والے جنت میں اور دوزخ والے دوزخ میں پہنچائے جائیں گے۔

﴿۱۶﴾ یہ لوگ جنت اور دوزخ سے غائب نہ ہوسکیں گے | جنت والے جنت میں اور جہنم والے جہنم میں چلے جائیں گے اور جانے کے بعد وہاں سے بھاگنے کی کوئی صورت نہ ہوگی جن کو ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہنا ہے وہ ہمیشہ دوزخ میں ہی رہیں گے ایسا نہیں ہوگا کہ وہاں سے بھاگ کر نکل جائیں۔ وہ پوری طرح اللہ کی گرفت میں ہوں گے۔

﴿۱۷﴾ فیصلے کا دن کیا ہے؟ | کتنا بھی سوچو اور غور کرو اس ہولناک دن کی پوری کیفیت سمجھ میں نہیں آسکتی۔ اس دن کا اندازہ محض علم سے نہیں کیا جاسکتا۔

ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ

يَوْمُ	مَا	اَدْرٰىكَ	مَآ	ثُمَّ
روز	کیا	تمہیں خبر	کیا	پھر

پھر تمہیں کیا خبر روزِ جزا و سزا

الدِّيْنِ ⑱ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ

لَا تَمْلِكُ	يَوْمَ	الدِّيْنِ
مالک نہ ہوگا	جس دن	جزا وسزا

کیا ہے؟ جس دن کوئی شخص کسی شخص

نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا ۭ وَالْاَمْرُ

وَالْاَمْرُ	شَيْـًٔا	لِّنَفْسٍ	نَفْسٌ
اور حکم	کچھ	کسی شخص کے لئے	کوئی شخص

کا مالک نہ ہوگا (کچھ بھلا نہ کرسکے گا) اس دن

يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ⑲ ع

ع ۱ ۱۹

	لِّلّٰهِ	يَوْمَئِذٍ	
	اللہ کے لئے	اس دن	

حکم اللہ ہی کا ہوگا۔

⑱ ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۝ تَعْظِيْمٌ لِشَانِهٖ

⑱ پھر تو کیا جانے کیا ہے دن جزا کا۔ غرض اس سے بیان کرنا عظمت اس روز کا ہے۔

⑲ يَوْمَ بِالرَّفْعِ اَىْ هُوَ يَوْمُ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا ۭ مِنَ

⑲ وہ دن وہ ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو اس روز نفع نہ پہنچا سکے گا۔

الْمَنْفَعَةِ وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ○ لَا اَمْرَ لِغَيْرِهٖ فِيْهِ اَيْ لَمْ يُمْكِنْ اَحَدٌ مِّنَ التَّوَسُّطِ فِيْهِ بِخِلَافِ الدُّنْيَا

اور اس روز بجز اللہ کے حکم کے کسی کا حکم نہیں اور کسی کو کچھ اختیار نہ ہوگا نہ کوئی کسی کے بیچ میں پڑے گا۔

تشریح

(۱۸) تم کیا جانو کہ وہ روز جزا کیا ہے؟ | بدلے کا وہ دن، فیصلے کی وہ گھڑی، وہ روز جزا اس کی ہولناکی کا اندازہ ہی نہیں کیا جا سکتا۔ الفاظ میں اس کو بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ بس اس کی لرزہ خیز ہولناکی کا اندازہ اس سے کر لو کہ......

(۱۹) ایک نفسا نفسی کا عالم ہوگا اور ہر با اختیار بے اختیار ہو کر رہ جائے گا۔ | اس دن کی ہولناکی کا اندازہ بس اسی سے کر لو کہ سب نفسی نفسی پکارتے ہوں گے۔ ایک نفسا نفسی کا عالم ہوگا کسی کے لئے کچھ کرنا کسی کے بس میں نہ ہوگا وہاں کوئی ایسا بااثر زور آور نہ ہوگا کہ کسی کے کام آسکے۔ وہاں ہر با اختیار اللہ کے سامنے بے اختیار ہوگا۔ اس روز انسان کی بے بسی کا یہ حال ہوگا کہ اپنے لئے ہی کچھ نہ کر سکے گا کجا یہ کہ دوسروں کے لئے کچھ کرے۔ اختیار اور اقتدار سب اللہ کے ہاتھ میں ہوگا اور معاملات کے فیصلے وہ خود فرمائے گا۔ اس کے آگے کسی کو دم مارنے کی مجال نہ ہوگی۔ دنیا میں جو تھوڑے بہت اختیارات دنیوی حاکم، آقا اور دوسرے لوگوں کو دیئے گئے تھے ظاہری اور مجازی رنگ میں بھی کسی کی بادشاہت نہ رہے گی، اس دن وہ اختیارات بھی ختم ہو چکے ہوں گے۔ اور حکم مطلقاً اللہ ہی کا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (المومن۔ ۱۶)

(کس کا راج ہے، اس دن اللہ کا ہے جو اکیلا ہے دباؤ والا۔)

۸۳

اَلْمُطَفِّفِیْن

ترتیب تلاوت	۸۳	ترتیب نزول	۸۶
مکی / مدنی	مکی	تعداد رکوعات	۱
تعداد آیات	۳۶	تعداد الفاظ	۱۷۲
تعداد حروف	۷۵۸		

○ "طَفِیْف" کے معنی ہیں "معمولی سی چیز"۔ اس سے بنا ہے "تَطْفِیْف" جس کا مطلب ہے "ناپ تول میں چوری چھپے کمی کرنا"۔ تطفیف سے مُطَفِّفِیْن بنا یعنی ناپ تول میں کمی کرنے والے ـــــ اس سورت کی پہلی آیت وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ سے لے کر اس سورت کا نام مُطَفِّفِیْن رکھا گیا ہے۔

○ گزشتہ سورت سورۂ انفطار میں عقائد کی بنا پر جزا اور سزا کا بیان تھا اور اس سورت میں اعمال بالخصوص معاشرے سے متعلق اعمال کی اہمیت کا بیان ہے اور معاشرتی اخلاق بڑے مؤثر انداز میں سمجھائے گئے ہیں۔

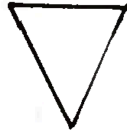
○ گزشتہ سورت میں نیک لوگوں اور برے لوگوں کا اجمالاً ذکر تھا۔ موجودہ سورت میں کسی قدر تفصیل سے اس پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ منشا یہی ہے کہ توحید اور رسالت کے ساتھ آخرت کا تصور ذہن نشین ہو جائے اور جوابدہی کا احساس تازہ رہے۔

○ اس وقت کے معاشرے میں کاروباری بے ایمانی بکثرت پھیلی ہوئی تھی۔ جب لینا ہوتا تو پورا ناپ کر تول کر لیتے تھے اور دینا ہوتا تھا تو اس میں ڈنڈی مارتے تھے۔

ناپ تول میں کمی کرنا یا ڈنڈی مارنا اور کاروبار میں دیانت داری کا ہونا آخرت میں جواب دہی کے احساس کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ اسلام کی نظر میں کاروباری دیانت داری ایک پالیسی نہیں بلکہ فریضہ ہے اور عقیدۂ آخرت کے بغیر سچی اور مستقل دیانت داری پیدا نہیں ہو سکتی۔ اس بات کو موجودہ سورت میں بڑے مؤثر انداز میں سمجھا گیا ہے۔

○ سورت کے آخر میں اچھے اور برے دونوں طرح کے لوگوں کو خبردار کیا گیا ہے کہ اچھے لوگوں کے اعمال بلند پایہ لوگوں کے رجسٹر میں درج ہو رہے ہیں جس پر مقرب فرشتے مامور ہیں اور بدکار لوگوں کے اعمال جرائم پیشہ لوگوں کے رجسٹر میں لکھے جا رہے ہیں۔

○ آخیر میں اہل ایمان کو تسلی دی گئی ہے کہ وہ منکرین کے طنز و تشنیع سے کبیدہ خاطر نہ ہوں۔ آج وہ تم پر ہنس رہے ہیں مگر کل تم ان پر ہنسو گے۔



رکوعہا ۱	سورۃ المطففین مکیۃ ۸۳ = ۸۶	ایاتہا ۳۶

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے جو بہت مہربان، اور رحم کرنے والا ہے۔

وَیۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِیۡنَ ﴿۱﴾ الَّذِیۡنَ اِذَا اکۡتَالُوۡا عَلَی

وَیۡلٌ	لِّلۡمُطَفِّفِیۡنَ	الَّذِیۡنَ	اِذَا	اکۡتَالُوۡا	عَلَی
خرابی	کمی کرنے والوں کے لئے	وہ جو کہ	جب	ماپ کرلیں	پر (سے)

خرابی ہے کمی کرنے والوں کے لئے جو (لوگوں سے) ماپ کرلیں تو پورا

النَّاسِ یَسۡتَوۡفُوۡنَ ﴿۲﴾ وَاِذَا کَالُوۡہُمۡ اَوۡ وَّزَنُوۡہُمۡ

النَّاسِ	یَسۡتَوۡفُوۡنَ	وَاِذَا	کَالُوۡہُمۡ	اَوۡ	وَّزَنُوۡہُمۡ
لوگ	پورا بھرلیں	اور جب	ماپ کردیں وہ	یا	تول کردیں

بھر کرلیں۔ اور جب (دوسروں کو) ماپ کر یا تول کر دیں تو

یُخۡسِرُوۡنَ ﴿۳﴾ اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِکَ اَنَّہُمۡ

یُخۡسِرُوۡنَ	اَلَا	یَظُنُّ	اُولٰٓئِکَ	اَنَّہُمۡ
گھٹاکردیں	کیانہیں	خیال کرتے	یہ لوگ	کہ وہ

گھٹ کر دیں۔ کیا یہ لوگ خیال نہیں کرتے کہ وہ اٹھائے

مَّبۡعُوۡثُوۡنَ ﴿۴﴾ لِیَوۡمٍ عَظِیۡمٍ ﴿۵﴾

مَّبۡعُوۡثُوۡنَ	لِیَوۡمٍ	عَظِیۡمٍ
اٹھائے جانے والے ہیں	ایک دن	بڑا

جانے والے ہیں ایک بڑے دن۔

سُوۡرَۃُ الۡمُطَفِّفِیۡنَ مَکِّیَّۃٌ اَوۡ مَدَنِیَّۃٌ سِتٌّ وَّثَلٰثُوۡنَ اٰیَۃً

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۱) وَیۡلٌ کَلِمَۃُ عَذَابٍ اَوۡ وَادٍ فِیۡ جَہَنَّمَ

سورۃ مطففین مکی ہے یا مدنی اس میں چھتیس ۳۶ آیتیں ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شروع اللہ کے نام سے جو بہت بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے

(۱) ویل للمطففین الذین اذا اکتالوا علی الناس یستوفون الخ

لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝ — خرابی ہے کم دینے والوں کے لئے

(۲) الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى اى مِنَ النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝ الكيل — (۲) کہ جب وقت وہ اور لوگوں سے لیتے ہیں تو پورا لیتے ہیں

(۳) وَاِذَا كَالُوْهُمْ اى كالوا لهم اَوْ وَّزَنُوْهُمْ اى وزنوا لهم يُخْسِرُوْنَ ۝ ينقصون الكيل اوالوزن — (۳) اور جب ان کے دینے کے لئے کچھ ناپتے ہیں یا تولتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔

(۴) اَلَا استفهام توبيخ يَظُنُّ يتيقن اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝ — (۴) کیا ان لوگوں کو یہ یقین نہیں کہ۔۔ وہ ..... زندہ ہوکر اٹھائے جائیں گے

(۵) لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ اى فيه وهو يوم القيمة — (۵) قیامت کے دن۔

تشریح

(۱) بربادی ہے ڈنڈی مارنے والوں کے لئے | ڈنڈی مارنا یا ناپ تول میں چوری چھپے کمی کرنا ایک ذہنیت ہے۔ یہ ذہنیت والا ہاتھ کی صفائی دکھا کر خریدار کے حصے میں سے تھوڑا سا اڑا لیتا ہے۔ قرآن اس ذہنیت کی سخت مذمت کرتا ہے اور اس کو تباہی و بربادی کا عنوان دیتا ہے اس لئے کہ ڈنڈی مارنے کا یہ عمل یا ناپ تول میں کمی خریدار سے چھپا کر کی جاتی ہے اس لئے یہ دھوکا اور فریب بھی ہے اور اس میں کمینگی پائی جاتی ہے۔

لین دین کے معاملے میں یہ ذہنیت انسان کو ملاوٹ پر بھی اکساتی ہے۔ کیوں کہ ملاوٹ میں بھی اصل شے کو مقدار سے کم کر دیا جاتا ہے مثلاً اگر کوئی دودھ میں پانی ملاتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ خالص دودھ کی مقدار کم ہو گئی ہے اور اس کی جگہ پانی نے لے لی ہے

قرآن مجید میں جگہ جگہ ناپ تول میں کمی کرنے کی مذمت کرتے ہوئے ٹھیک ٹھیک ناپنے اور تولنے کی تاکید کی گئی ہے۔ سورۂ انعام میں ارشاد ہوا

وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۝ (آیت ۱۵۲)

(اور ناپ تول میں پورا پورا انصاف کرو)

سورۂ بنی اسرائیل میں ارشاد ہوا۔

وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ (آیت ۳۵)

(پیمانے سے دو تو پورا بھر کر دو۔ اور تولو تو ٹھیک ترازو سے تولو۔)

دنیا اور آخرت دونوں میں یہ بات بہتر ہے امانت داری سے کاروبار کرنے میں دنیا میں اعتماد پیدا ہوتا ہے جس سے کاروبار میں ترقی ہوتی ہے۔ ایمان اور خدا ترسی سے آخرت کی بھلائی حاصل ہوتی ہے۔ سورۂ رحمٰن میں ہے۔

وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۝ (آیت ۹)

(انصاف کے ساتھ ٹھیک ٹھیک تولو اور ترازو میں ڈنڈی نہ مارو۔)

یعنی اگر حق داروں کے حق مارو گے تو یہ فطرت کائنات سے تمہاری بغاوت ہوگی کیوں کہ یہ پوری کائنات ہی متوازن نظام عدل پر قائم ہے۔

لین دین میں دھوکہ اللہ کی نظر میں کتنا بڑا جرم ہے اس کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ مدین کی قوم کاروبار میں دھوکا دینے میں مبتلا تھی اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیبؑ پیغمبر کو اس قوم کی اصلاح کے لئے مقرر فرمایا۔ حضرت شعیبؑ کے سمجھانے کے باوجود ان میں ناپ تول میں کمی کرنے کا مرض کم نہ ہوا۔ آخر ان پر اللہ کا عذاب آیا اور ایسے سخت زلزلے کی زد میں آ گئے کہ پوری کی پوری قوم اپنے گھروں میں پڑی کی پڑی رہ گئی۔

ڈنڈی مار ذہنیت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اپنا حق پورا پورا وصول کرنا چاہتا ہے اور دوسرے کے حق پر ڈاکہ ڈالتا ہے۔ چنانچہ اگلی آیت میں اسی کا بیان ہے۔

(۲) جب لوگوں سے لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں۔ | کوئی ناپنے کی چیز ہو تو چاہتے ہیں کہ پورا پورا لیں۔ تولنے کی چیز ہے تو چاہتے ہیں کہ پوری پوری تول کر لیں۔ اپنا حق پورا پورا لینا کوئی بری بات نہیں ہے اور یہاں اپنا پورا حق لینے کی مذمت مقصود بھی نہیں ہے۔ مذمت اس بات کی مقصود ہے کہ جب لینے میں پورا لیتے ہو تو دینے میں پورا کیوں نہیں دیتے جیسا کہ اگلی آیت میں اس کا ذکر ہے۔

(۳) دوسروں کو دیتے ہیں تو گھٹا کر دیتے ہیں | لیتے وقت تو پورا پورا لے رہے ہیں اپنا حق وصول کرنے میں بڑے چست ہیں مگر جب دینے کا نمبر آیا تو گھٹا کر دے رہے ہیں۔ یہ ہے وہ ذہنیت جو دوسرے کے حق میں سے چوری چھپے حاصل کرنا چاہتی ہے اس میں دھوکا اور فریب بھی ہے اور گھٹیا ذہنیت کا اظہار بھی۔

جب انسان لیتے وقت پورا لینا چاہتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ یہ پسند نہیں کرتا کہ کوئی اس کی آنکھوں میں دھول جھونک کر جتنا ملنا چاہیئے اس سے کم دے۔ یہ بالکل ایک فطری بات ہے اور فطرت عدل کو پسند کرتی ہے۔ لیکن یہ فطرت دینے کے معاملے میں جب کم دیتی ہے تو عادلانہ فطرت کے خلاف ہوتا ہے۔ جب انسان کی فطرت عدل کو پسند کرتی ہے تو اللہ تو بھی عادل و منصف ہیں وہ بھی عدل کو پسند کرتے ہیں رب کی مرضی کے خلاف کرنے والے عادلانہ فطرت کی خلاف ورزی کرتے ہیں اس لئے ان سے باز پرس فرور ہوگی اور یہ عادلانہ فطرت کی خلاف ورزی جب ہی ہوتی ہے جب انسان کے دل میں آخرت کا خوف نہیں ہوتا۔ قرآن آخرت کی طرف متوجہ کرتے ہوئے ڈنڈی مار ذہنیت کا علاج بتاتا ہے اور معاشرے کو اس برائی سے پاک کرنے کا طریقہ اگر کوئی مؤثر ہو سکتا ہے تو یہی کہ سماج میں یہ شعور پیدا کیا جائے کہ انہیں ایک دن خدا کے حضور میں حاضر ہونا ہے۔

(۴) ڈنڈی مار ذہنیت کا علاج خدا کے حضور جواب دہی کا یقین | اگر انہیں یقین ہوتا کہ مرنے کے بعد پھر ایک دن اٹھنا اور اللہ کے سامنے تمام حقوق و فرائض کا حساب دینا ہے تو ایسی حرکت کبھی نہ کرتے۔ اگر آخرت پیش نظر رہے تو انسان سمجھے کہ اس کا یہ بخل خود اپنی ذات کے ساتھ بخل ہے اور اس کی یہ حرکت خود اپنے لئے نقصان دہ ہے حقوق کی ادائیگی میں کمی نہ آنے دینا فرد اور معاشرے کی اصلاح کی بنیاد ہے یہ خود غرضی اخلاق کی بالیدگی اور کردار کی نشو و نما میں حائل ہوتی ہے۔

(۵) ان کا حساب کتاب یوم عظیم یعنی قیامت کے دن ہی ہوگا | اگر انہیں اس بات کا یقین ہوتا کہ ان کو مرنے کے بعد زندہ ہونا ہے اور اللہ کے سامنے اپنے اعمال کا حساب کتاب دینا ہے۔ اس یوم عظیم یعنی قیام کے دن میں جو نسل انسانی کے لئے حساب کا سب سے بڑا دن ہوگا اور اس دن میں میزانِ عدل قائم ہوگی اور عذاب و ثواب کے اہم ترین فیصلے کئے جائیں گے۔ کوئی ایسا شخص دھوکا جو اللہ کی عدالت میں حاضر نہ ہو۔ تو وہ کبھی ایسی اوچھی اور گری ہوئی حرکتیں نہ کرتے۔

يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝٦ كَلَّآ اِنَّ

اِنَّ	كَلَّا	الْعٰلَمِيْنَ	لِرَبِّ	النَّاسُ	يَقُوْمُ	يَوْمَ
بیشک	ہرگز نہیں	تمام جہان	رب کے سامنے	لوگ	کھڑے ہوں گے	دن

جس دن لوگ کھڑے ہوں گے تمام جہانوں کے رب کے سامنے ہرگز نہیں بیشک

كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ۝٧ وَمَآ اَدْرٰىكَ

اَدْرٰىكَ	وَمَآ	سِجِّيْنٍ	لَفِيْ	الْفُجَّارِ	كِتٰبَ
خبر ہے تجھے	اور کیا	سجین	البتہ میں	بدکار	اعمال نامہ

بدکاروں کا اعمال نامہ سجین میں ہے۔ اور تجھے کیا خبر سجین

مَا سِجِّيْنٌ ۝٨ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝٩ وَيْلٌ

وَيْلٌ	مَّرْقُوْمٌ	كِتٰبٌ	مَا + سِجِّيْنٌ
خرابی	لکھا ہوا	ایک دفتر	کیا ہے سجین

کیا ہے ؟۔ ایک لکھا ہوا دفتر (نوشتہ) اس دن خرابی

يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝١٠

	لِّلْمُكَذِّبِيْنَ	يَوْمَئِذٍ
	جھٹلانے والوں کے لئے	اس دن

ہے جھٹلانے والوں کے لئے۔

(٦) يَوْمَ بَدَلٌ مِنْ مَحَلِّ لِيَوْمٍ فَنَاصِبُهٗ مَبْعُوْثُوْنَ يَقُوْمُ النَّاسُ مِنْ قُبُوْرِهِمْ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَلْخَلَائِقُ لِاَجْلِ اَمْرِهٖ وَحِسَابِهٖ وَجَزَائِهٖ

(٦) اس روز کہ تمام آدمی اپنی اپنی قبروں سے نکل کر تمام جہان کے رب کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ حساب اور جزا و سزا کے لئے۔

(٧) كَلَّا حَقًّا اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ اَيْ كُتُبَ اَعْمَالِ الْكُفَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ۝ قِيْلَ هُوَ كِتَابٌ جَامِعٌ لِاَعْمَالِ الشَّيَاطِيْنِ وَالْكَفَرَةِ وَقِيْلَ هُوَ مَكَانٌ اَسْفَلُ الْاَرْضِ السَّابِعَةِ وَهُوَ مَحَلُّ اِبْلِيْسَ وَجُنُوْدِهٖ

(٧) بے شبہ کافروں کے نامۂ اعمال سجین میں ہوں گے۔ (بعض علماء نے فرمایا کہ سجین ایک کتاب ہے جس میں شیاطین اور کافروں کے اعمال لکھے ہوئے ہیں اور بعض نے کہا کہ سجین ایک جگہ ہے ساتویں زمین سے نیچے اور وہ جگہ ہے ابلیس اور اس کے لشکر کی)

۸) وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ○ — اور تو کیا جانے کیا ہے کتاب سجین کی۔

مَا كِتَابُ سِجِّيْنٍ

۹) كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ○ مختوم — وہ کتاب ہے مہر لگی ہوئی۔

۱۰) وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ○ — خرابی ہے اس روز جھٹلانے والوں کو۔

تشریح

۶) سب لوگ رب العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے | اللہ کی عدالت میں پیشی اور جواب دہی کوئی معمولی بات نہیں ہے یہ بڑا سخت اور کٹھن مرحلہ ہوگا جس سے ہر شخص کو گزرنا ہے۔ ذرا تصور کیجئے عدالت خداوندی کا جب کہ سارے انسان زندہ ہو کر حشر کے میدان میں جمع ہوں گے۔ فرماں روائے کائنات خود اس عدالت کے جج ہوں گے۔ ہر شخص کی ان کے حضور پیشی ہوگی اور اس کو پوری زندگی کے اعمال کا حساب پیش کرنا ہوگا۔ اس وقت انسان بالکل بے بس ہوگا۔ حدیث نبوی میں اس وقت کا نقشہ یوں کھینچا گیا ہے۔ يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ حَتّٰى يَغِيْبَ اَحَدُهُمْ فِيْ رَشْحِهٖ اِلٰى اَنْصَافِ اُذُنَيْهِ۔ (مسلم کتاب الجنۃ)۔ (جس روز لوگ رب العالمین کے حضور پیشی کے لئے کھڑے ہوں گے تو وہ پسینہ میں شرابور ہوں گے کہ بعض لوگوں کے کان کے نصف حصہ تک جسم پسینہ میں ڈوب رہا ہوگا۔

۷) دنیا میں جرم کرنے والے چھوٹیں گے نہیں ان کے اعمال میں لکھے جا رہے ہیں۔ | اللہ کی نافرمانی کرنے والے اور اللہ کی دی ہوئی آزادی کا بے جا اور غلط فائدہ اٹھانے والے اگر یہ سمجھتے ہیں کہ ہم یوں ہی آزاد پھرتے رہیں گے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ نہ ہوں گے اور کوئی حساب کتاب نہ ہوگا تو وہ غلط سمجھتے ہیں۔ ان کو اپنے رب کے سامنے جواب دہی کے لئے حاضر ہونا پڑے گا۔ ان کا ہر عمل سجین کے دفتر میں درج کیا جا رہا ہے۔

۸) سجین کیا ہے؟ | اور تم کیا جانو کہ سجین کیا ہے؟۔ سجین جو لفظ سجن سے بنا ہے جس کے معنی ہیں قید خانہ قرآن نے اس کو ایک اصطلاح کے طور پر استعمال کیا ہے۔ اور اگلی آیت میں خود ہی اس کی تشریح کی ہے۔

۹) سجین ایک ریکارڈ آفس ہے | سجین کیا ہے؟ وہ کتاب مرقوم لکھی ہوئی کتاب یعنی ریکارڈ آفس ہے یہ ریکارڈ آفس (RECORD OFFICE) یعنی کتاب مرقوم عالم برزخ کی ایک بڑی حقیقت ہے ہر انسان کی زندگی کا ریکارڈ تیار کرنے پر جو فرشتے مقرر ہیں ان کے کام کا سلسلہ انسان کی موت تک جاری رہتا ہے۔ موت کے بعد اس کا نامۂ اعمال عالم برزخ میں منتقل ہو جاتا ہے۔ اگر وہ بدکار ہے تو اس کے کاموں کا اندراج سجین نام کے ریکارڈ آفس میں کیا جاتا ہے اور اگر وہ نیکوکار ہے تو اس کے عمل کا اندراج علیین نام کے رجسٹر میں ہوتا ہے جس کا ذکر آگے آ رہا ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کے نامۂ عمل کو مرنے کے بعد محفوظ رکھنے کا اہتمام کر رکھا ہے۔

۱۰) اس روز کو جھٹلانے والوں کے لئے تباہی ہے | اعمال کی جزا کو جھٹلانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ جھٹلانے والا مادر پدر آزاد ہو کر من چاہی زندگی گزارنا چاہتا ہے۔ وہ کسی ایسی ذمہ داری کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہے جو اسے کسی ضابطہ کا پابند بنائے اسے حرام حلال، جائز ناجائز اچھے برے کی کوئی پروا نہیں ہے اسے یہ بالکل فکر نہیں ہے کہ میرا نامۂ اعمال تیار ہو رہا ہے۔ میرے کاموں کا حساب کتاب ہوگا اور اس کے مطابق بدلہ دیا جائے گا۔

الَّذِیْنَ یُکَذِّبُوْنَ بِیَوْمِ الدِّیْنِ ﴿۱۱﴾ وَمَا یُکَذِّبُ

الَّذِیْنَ	یُکَذِّبُوْنَ	بِیَوْمِ الدِّیْنِ	وَ مَا یُکَذِّبُ
جو لوگ	جھٹلاتے ہیں	روز جزا وسزا کو	اور نہیں جھٹلاتا

جو لوگ جھٹلاتے ہیں روز جزا وسزا کو اور اسے نہیں جھٹلاتا

بِهٖۤ اِلَّا کُلُّ مُعْتَدٍ اَثِیْمٍ ﴿۱۲﴾ اِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِ

بِهٖ	اِلَّا	کُلُّ	مُعْتَدٍ	اَثِیْمٍ	اِذَا	تُتْلٰی	عَلَیْهِ
اس کو	مگر	ہر	حد سے بڑھ جانے والا	گنہگار	جب	پڑھی جائیں	اس پر

مگر ہر حد سے بڑھ جانے والا گنہگار، جب پڑھی جاتی ہیں اس پر

اٰیٰتُنَا قَالَ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۳﴾ کَلَّا بَلْ سکتہ رَانَ

اٰیٰتُنَا	قَالَ	اَسَاطِیْرُ	الْاَوَّلِیْنَ	کَلَّا	بَلْ	رَانَ
ہماری آیتیں	کہے	کہانیاں	پہلوں	ہرگز نہیں	بلکہ	زنگ پکڑ گیا ہے

ہماری آیتیں تو کہے یہ پہلوں کی کہانیاں ہیں۔ ہرگز نہیں بلکہ زنگ پکڑ گیا ہے

عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَّا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾

عَلٰی	قُلُوْبِهِمْ	مَّا	کَانُوْا + یَکْسِبُوْنَ
پر	ان کے دل	جو	وہ کماتے تھے۔

ان کے دلوں پر جو وہ کماتے تھے۔

﴿۱۱﴾ اَلَّذِیْنَ یُکَذِّبُوْنَ بِیَوْمِ الدِّیْنِ ○ اَلْجَزَاءِ بَدَلٌ اَوْ بَیَانٌ لِلْمُکَذِّبِیْنَ

﴿۱۱﴾ جو جھٹلاتے ہیں روز جزا کو۔

﴿۱۲﴾ وَمَا یُکَذِّبُ بِهٖۤ اِلَّا کُلُّ مُعْتَدٍ مُتَجَاوِزِ الْحَدِّ اَثِیْمٍ ○ صِیْغَةُ مُبَالَغَةٍ

﴿۱۲﴾ اور اس کو وہی شخص جھٹلاتا ہے جو حد سے بڑھا ہوا گناہ گار ہے۔

﴿۱۳﴾ اِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِ اٰیٰتُنَا الْقُرْاٰنُ قَالَ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ○ اَلْحِکَایَاتُ الَّتِیْ سُطِرَتْ قَدِیْمًا جَمْعُ اُسْطُوْرَةٍ بِالضَّمِّ اَوْ اِسْطَارَةٍ

﴿۱۳﴾ جس وقت اس پر ہماری آیتیں یعنی قرآن پڑھا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ یہ کہانیاں ہیں پہلوں کی۔

بالکسر

(۱۴) کَلَّا رَدْعٌ وَزَجْرٌ لِقَوْلِهِمْ ذٰلِكَ بَلْ سَكْتٌ رَانَ غَلَبَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَغَشِيَهَا مَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ○ مِنَ الْمَعَاصِيْ فَهُوَ كَالصَّدَاءِ

(۱۴) ہرگز یہ نہیں بلکہ ان کے دلوں پر زنگ اور میل ہے بسبب گناہوں کے جو وہ کماتے ہیں۔

تشریح

(۱۱) جو فیصلے کے دن کو جھٹلاتے ہیں | جو روز جزا کو جھٹلاتے ہیں جن کا خیال یہ ہے کہ کوئی انصاف کا دن نہیں آئے گا، کوئی قیامت برپا نہ ہوگی، انسان مرنے کے بعد زندہ نہ ہوگا۔ جو ان تمام باتوں کے منکر ہیں اور آزادانہ زندگی گزارنا چاہتے ہیں ان کے لئے تباہی و بربادی ہے۔

(۱۲) فیصلے کے دن کو وہی جھٹلاتا ہے جو حد سے گزرنے والا ہو | بندگی کی حدود پار کرنے والے جو اپنے آپ کو اللہ کا بندہ نہیں سمجھتے بلکہ خود مختار سمجھ کر من مانی کرنا چاہتے ہیں وہی دراصل آخرت کو اور قیامت کو اور فیصلے کے دن کو جھٹلاتے ہیں۔ کچھ لوگ ہیں جو پوری زندگی گناہوں میں اور برائیوں میں گزار دیتے ہیں کیونکہ جب انسان اللہ کی بندگی سے باہر نکل جاتا ہے تو پھر وہ جو کچھ کرے کم ہے۔ حدوں میں وہی شخص رہتا ہے جو اپنے آپ کو اللہ کا بندہ سمجھ کر زندگی گزارتا ہے روز جزا کا انکار کرنے والا دراصل اللہ کی ربوبیت اس کی قدرت اس کے عدل و حکمت سبھی چیزوں کا انکار کرتا ہے اور اسی لئے وہ گناہوں پر دلیر ہو جاتا ہے اور اس کی عادت بن جاتی ہے کہ ....

(۱۳) اللہ کی آیتوں کو پرانے زمانے کی کہانیاں کہتا ہے | اللہ کی وہ آیتیں اور نشانیاں جن میں روز جزا کی خبر دی گئی ہے اور وہ تاریخی واقعات جن میں بتایا گیا ہے کہ جن قوموں نے اللہ کی آیات اور اس کے رسولوں کو ٹھکرایا ان کا کیا انجام ہوا ان سے سبق لینے کے بجائے ان کو یہ لوگ کہتے ہیں اجی یہ تو پرانے زمانے کی کہانیاں فرسودہ افسانے اور دقیانوسی باتیں ہیں۔

(۱۴) منکرین کے دل زنگ آلود ہو گئے | یہ بات ہرگز نہیں ہے اور اس کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے کہ آخرت کی جزا اور سزا کو اگلے وقتوں کی کہانیاں کہا جائے بلکہ حقیقت حال یہ ہے کہ ان کے گناہوں نے ان کو ڈھیٹ بنا دیا ہے اور ان کے دلوں پر بدعملی کا زنگ چڑھ گیا ہے۔ جب آدمی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نکتہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر وہ باز آجائے اور توبہ کرلے تو وہ سیاہی ختم ہو جاتی ہے اور وہ نکتہ صاف ہو جاتا ہے لیکن اگر وہ گناہ کرتا ہی چلا جائے تو وہ سیاہی پورے دل پر چھا جاتی ہے اور پورا دل سیاہ اور زنگ آلود ہو جاتا ہے پھر اس پر اچھی بات کا اثر نہیں ہوتا جیسا کہ حدیث میں نبی ﷺ نے تشریح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ :۔

خَطِيْئَةٌ نُكِتَتْ فِيْ قَلْبِهٖ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ فَاِذَا هُوَ نَزَعَ وَاسْتَغْفَرَ وَتَابَ صُقِلَ قَلْبُهٗ وَاِنْ عَادَ زِيْدَ فِيْهَا حَتّٰى تَعْلُوَ قَلْبَهٗ وَهُوَ الرَّانُ الَّذِيْ ذَكَرَ اللّٰهُ كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (ترمذی ابواب التفسیر)

(بندہ جب کسی گناہ کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نکتہ لگ جاتا ہے۔ اگر وہ باز آجائے اور استغفار اور توبہ کرلے تو وہ نکتہ صاف ہو جاتا ہے لیکن اگر وہ پھر گناہ کرے تو یہ دھبہ بڑھ جاتا ہے یہاں تک کہ پورے دل پر چھا جاتا ہے یہی وہ زنگ ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے آیت كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ میں کیا ہے۔)

كَلَّآ اِنَّهُمۡ عَنۡ رَّبِّهِمۡ يَوۡمَئِذٍ لَّمَحۡجُوۡبُوۡنَ ﴿۱۵﴾

كَلَّآ	اِنَّهُمۡ	عَنۡ	رَّبِّهِمۡ	يَوۡمَئِذٍ	لَّمَحۡجُوۡبُوۡنَ
ہرگز نہیں	بیشک وہ	سے	اپنا رب	اس دن	روک دیئے جائیں گے۔

ہرگز نہیں وہ اس دن اپنے رب سے روک دیئے جائیں گے۔

﴿۱۵﴾ كَلَّا حَقًّا اِنَّهُمۡ عَنۡ رَّبِّهِمۡ يَوۡمَئِذٍ يَوۡمَ الۡقِيَامَةِ لَّمَحۡجُوۡبُوۡنَ ○ فَلَا يَرَوۡنَهٗ

﴿۱۵﴾ بیشک وہ اپنے رب سے روز قیامت محجوب ہوں گے کہ اس کو دیکھ نہ سکیں گے۔

تشریح

﴿۱۵﴾ یہ لوگ دیدار الٰہی کے شرف سے محروم رہیں گے | میدانِ حشر میں دو قسم کے لوگ ہوں گے ایک وہ لوگ ہوں گے جنھوں نے دنیا میں ذمہ دارانہ زندگی گزاری، نفس کی خواہشات کو قابو میں رکھا اور اللہ کے احکام کی تابع داری کرتے رہے۔ یہ لوگ میدان حشر میں اس طرح ہوں گے کہ ان کے چہرے تروتازہ ہوں گے اور اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔ جیسا کہ سورۂ قیامہ میں ارشاد ہوا:۔

وُجُوۡهٌ يَّوۡمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۙ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۔ (آیت ۲۲-۲۳)

(اس روز کچھ چہرے تروتازہ ہوں گے اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔)

دوسرے وہ چہرے ہوں گے جو اداس ہوں گے اور سمجھ رہے ہوں گے کہ ان کے ساتھ کمر توڑ برتاؤ ہونے والا ہے۔

وُجُوۡهٌ يَّوۡمَئِذٍ بَاسِرَةٌ ۙ تَظُنُّ اَنۡ يُّفۡعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ (سورۂ قیامہ آیت ۲۴/۲۵)

(یہی وہ چہرے ہوں گے جو اپنے رب کی دید سے محروم رکھے جائیں گے۔)

یہ خدا کے یہاں شرف باریابی تو کیا حاصل کرتے اس کی عنایات سے محروم اور اس کے جلووں سے بھی دور ہوں گے۔ اس طرح ان کی یہ آرزو خاک میں مل جائے گی کہ جس طرح ہمیں مال و دولت یا جاہ و منصب سے دنیا میں عزت کا مقام حاصل ہے وہاں بھی اگر کوئی دنیا ہے تو عزت کا مقام ملے گا۔

آخرت کا انکار کرنے والوں کی تنگ نظری اور یہ خواہش رہتی ہے کہ جو ملنا ہے ہمیں مل جائے اور نفس کی خواہشات اسی دنیا میں پوری ہو جائیں۔ اس لئے وہ آخرت کو کوئی اہمیت دینا نہیں چاہتے انھوں نے جو سودا کیا ہے وہ متاع غرور کا کیا ہے۔ وہ نفع عاجلہ کی طرف دوڑ رہے ہیں۔ ان کے سامنے نہ آخرت رہی نہ وہاں کا نفع نقصان۔ اس لئے آج ان کے سامنے جو پیش آ رہا ہے وہ ان کے اسی عقیدے اور عمل کے مطابق ہے جس میں وہ گم رہے ہیں — آج وہ پروردگار عالم کی توجہات سے اور اس کی نعمتوں سے محروم ہیں۔

اب ان کا انجام کیا ہے؟ اگلی آیت میں سنیئے۔

ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ

ثُمَّ	اِنَّهُمْ	لَصَالُوا	الْجَحِيْمِ	ثُمَّ	يُقَالُ	هٰذَا	الَّذِيْ
پھر	بیشک وہ	داخل ہونے والے	جہنم	پھر	کہا جائے گا	یہ	وہ جو کہ

پھر بیشک وہ جہنم میں داخل ہونے والے ہیں۔ پھر کہا جائے گا یہ وہی ہے

كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۷﴾ كَلَّا اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ

كُنْتُمْ	بِهٖ	تُكَذِّبُوْنَ	كَلَّا	اِنَّ	كِتٰبَ	الْاَبْرَارِ
تم تھے	اس کو	جھوٹ جانتے	ہرگز نہیں	بیشک	اعمال نامہ	نیک لوگ

جس کو تم جھوٹ جانتے تھے۔ ہرگز نہیں بیشک نیک لوگوں کا اعمالنامہ

لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ﴿۱۸﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ﴿۱۹﴾

لَفِيْ	عِلِّيِّيْنَ	وَمَآ	اَدْرٰىكَ	مَا عِلِّيُّوْنَ
البتہ	علیین	اور کیا	تجھے خبر	کیا علیین

"علیین" میں ہے اور تجھے کیا خبر علیین کیا ہے؟

كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ﴿۲۰﴾

كِتٰبٌ	مَّرْقُوْمٌ
ایک دفتر ہے	لکھا ہوا

ایک دفتر ہے لکھا ہوا۔

﴿۱۶﴾ ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ○ لَدَاخِلُوا النَّارَ الْمُحْرِقَةِ

﴿۱۶﴾ پھر بالیقین وہ داخل ہوں گے آگ جلانے والی میں۔

﴿۱۷﴾ ثُمَّ يُقَالُ لَهُمْ هٰذَا اَيِ الْعَذَابُ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ○

﴿۱۷﴾ پھر ان سے کہا جائے گا کہ یہ وہ عذاب ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے۔

﴿۱۸﴾ كَلَّا حَقًّا اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ اَيْ كُتُبَ اَعْمَالِ الْمُؤْمِنِيْنَ الصَّادِقِيْنَ فِيْ اِيْمَانِهِمْ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ○ قِيْلَ هُوَ كِتَابٌ جَامِعٌ لِاَعْمَالِ الْخَيْرِ مِنَ

﴿۱۸﴾ بے شک سچے ایمان والوں کے نامہ اعمال

علیین میں ہوں گے۔ کہا گیا ہے علیین ایک کتاب ہے جس میں اعمال خیر فرشتوں اور اہل ایمان

الملائکۃ و مؤمنی الثقلین وقیل ھو مکان فی السماء السابعۃ تحت العرش	جن وانس کے درج ہیں اور کہا گیا ہے کہ وہ ایک جگہ ہے ساتویں آسمان پر عرش کے نیچے۔
(۱۹) وَمَآ اَدۡرٰىكَ مَا عِلِّيُّوۡنَ ؕ‏ مَا کِتَابُ عِلِّیِّیْنَ ما اعلمک	(۱۹) اور تو کیا جانے کیا ہے کتاب علیین کی
(۲۰) كِتٰبٌ مَّرۡقُوۡمٌ ۙ‏ ھو مختوم	(۲۰) وہ ایک کتاب مہر لگائی گئی۔

تشریح

(۱۶) ان کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا | آخرت کا انکار کرنے والوں کے اعمال سجین میں درج کئے جا رہے ہیں جو لوگ اس دن کو جھٹلاتے رہے ہیں ان کے لئے یہ دن تباہی اور بربادی لے کر آئے گا۔ یہ لوگ جو آخرت کی باتوں کو اعمال کی جزا اور سزا کو اور جن قوموں نے آخرت کو جھٹلایا ان کے انجام بد کو پرانے زمانے کی کہانیاں اور ڈھکوسلا کہتے رہے ہیں۔ آج جب ان کے عمل اللہ کے سامنے پیش ہوں گے اور ان کے اعمال نامے کے مطابق ان کو سزا دی جائے گی۔ رب کی عنایتوں سے اور ان کے دیدار کے شرف سے محروم یہ لوگ دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے۔

(۱۷) یہی ہے وہ دوزخ جس کو تم جھٹلاتے تھے | اور ان سے کہا جائے گا کہ تم آخرت کی جزا اور سزا کو جھٹلاتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ ہم جو کچھ بھی چاہیں کریں ہماری کوئی گرفت نہ ہوگی۔ یہی وہ جہنم ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے — اللہ تعالیٰ کے یہاں نیک و بد کی تمیز ہے ایسا نہیں ہے کہ اچھا کریں یا برا سب کے ساتھ ایک سا معاملہ ہے۔ ایک طرف یہ آخرت کے جھٹلانے والے بدکردار ہوں گے جن کا نامۂ اعمال بدکاروں کے رجسٹر میں سجین میں ہوگا۔ دوسری طرف نیک کردار لوگوں کا کیا معاملہ ہوگا، اس کا بیان اگلی آیات میں آرہا ہے۔

(۱۸) نیک کردار لوگوں کا نامۂ اعمال علیین میں ہوگا | جس طرح بدکرداروں کا نامۂ اعمال سجین میں ہوگا یعنی وہ رجسٹر اور وہ ریکارڈ آفس جہاں بدکردار لوگوں کے اعمال کی مسلیں محفوظ ہیں، پاکباز اور نیک کردار لوگوں کا نامۂ اعمال علیین میں ہوگا۔ یہ علیین کیا ہے؟ آگے کی آیت میں اس کی تشریح ہے۔

(۱۹) تم کیا جانو علیین کیا ہے؟ | یہ انداز بیان کسی چیز کی خاص اہمیت کو ظاہر کرنے کے لئے ہوتا ہے جس سے اس کا خاص امتیاز معلوم ہوتا ہے۔

(۲۰) علیین بلند پایہ لوگوں کا دفتر ہے | علیین بلند پایہ لوگوں کا دفتر ہے۔ ایک لکھی ہوئی کتاب ہے جہاں جنتیوں کے نام درج ہیں اور ان کے اعمال کی مسلیں مرتب کر کے رکھی جاتی ہیں۔ علیین وہ مقام ہے جہاں نیک روحوں کو لے جایا جاتا ہے اور پھر وہاں سے اپنے اپنے مقام پر پہنچایا جاتا ہے۔ ان روحوں کا تعلق یک گونہ قبر سے بھی رہتا ہے۔ چونکہ مقام علیین ایک بلند مقام پر ہے ساتویں آسمان کے اوپر ہے مقربین کی روحیں اسی جگہ مقیم رہتی ہیں اس لئے اس جگہ کا نام علیین ہے۔ اس مقام کی خاص نگہداشت کی جاتی ہے جیسا کہ اگلی آیت میں اس کا ذکر ہے۔

يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿٢١﴾ إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ﴿٢٢﴾

يَشْهَدُهُ	الْمُقَرَّبُوْنَ	إِنَّ	الْأَبْرَارَ	لَفِيْ + نَعِيْمٍ
دیکھتے ہیں	نزدیک والے	بیشک	نیک بندے	البتہ نعمت آرام میں

(اسے) دیکھتے ہیں (اللہ کے مقرب (نزدیک والے) بیشک نیک بندے آرام میں

عَلَى الْأَرَائِكِ يَنْظُرُوْنَ ﴿٢٣﴾

عَلَى	الْأَرَائِكِ	يَنْظُرُوْنَ
پر	تخت (جمع)	دیکھتے ہوں گے

تختوں (مسندوں) پر دیکھتے ہوں گے۔

﴿٢١﴾ يَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ○ مِنَ الْمَلَائِكَةِ

﴿۲۱﴾ کہ حاضر ہوتے ہیں اس پر فرشتے مقربین۔

﴿٢٢﴾ إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ○ جَنَّةٍ

﴿۲۲﴾ بیشک سچے ایمان والے نعمتِ جنت میں خوش ہوں گے

﴿٢٣﴾ عَلَى الْأَرَائِكِ السُّرُرِ فِي الْحِجَالِ يَنْظُرُوْنَ ○ مَا أُعْطُوْا مِنَ النَّعِيْمِ

﴿۲۳﴾ تخت پر بیٹھے ہوئے دیکھتے ہوں گے۔ جو اُن کو نعمت عطا ہوئی۔

تشریح

﴿۲۱﴾ مقام علیین کی نگہداشت مقرب فرشتے کرتے ہیں یا مقام علیین پر جو کہ نیکوکاروں کا ریکارڈ آفس ہے اور پاکیزہ روحوں کا ٹھکانا ہے، یہاں مقرب فرشتے حاضر رہتے ہیں یہ مقرب فرشتوں کی طرف سے نیکوکاروں کے حق میں خراج تحسین ہے اور یہ بہت بڑا شرف اور بہت بڑا اعزاز ہے جو عالم برزخ میں نیک بندوں کو حاصل ہوتا ہے۔

﴿۲۲﴾ نیکوکار عیش میں ہوں گے اللہ کے وہ بندے جنھوں نے دنیا میں نیکی کے ساتھ زندگی گزاری اپنے رب کے فرماں بردار رہے ان کو یہ فکر رہی کہ ہمیں اپنے اعمال کا اللہ کے حضور میں حساب دینا ہے، یہ عالم برزخ میں بھی مزے میں ہوں گے اور حساب کتاب کے بعد جنت کے مزے لوٹ رہے ہوں گے۔ اور اللہ کی نعمتوں سے لطف اٹھا رہے ہوں گے۔

﴿۲۳﴾ شاہانہ ٹھاٹھ باٹ کے ساتھ رب کی نعمتوں کا لطف لے رہے ہوں گے ایک نیکوکار آدمی چاہے دنیا میں اس نے کیسی بھی عسرت اور تنگی کی زندگی گزاری ہو جنت میں جانے کے بعد شاہانہ ٹھاٹھ باٹ کے ساتھ تخت پر بیٹھا ہوا جنت کی وسیع اور پُربہار فضا کا لطف لے رہا ہوگا اور اپنے رب کی نعمتوں کے مزے لیتا ہوا اس کی شان کے جلوے دیکھ رہا ہوگا۔ وہاں ان کے لئے اونچی اونچی مسندیں شاہانہ تخت ہوں گے اور سامنے دل کش نظارے ہوں گے۔

تَعۡرِفُ فِیۡ وُجُوۡهِهِمۡ نَضۡرَةَ النَّعِیۡمِ ﴿۲۴﴾ یُسۡقَوۡنَ

یُسۡقَوۡنَ	النَّعِیۡمِ	نَضۡرَةَ	وُجُوۡهِهِمۡ	فِیۡ	تَعۡرِفُ
انھیں پلائی جاتی ہے	نعمت کی	تروتازگی	ان کے چہرے	میں	تو پہچان لے گا

تو ان کے چہروں پر نعمت کی تروتازگی پائے گا۔ انھیں پلائی جاتی ہے

مِنۡ رَّحِیۡقٍ مَّخۡتُوۡمٍ ﴿۲۵﴾ خِتٰمُهٗ مِسۡكٌ ؕ وَ فِیۡ

وَ فِیۡ	مِسۡكٌ	خِتٰمُهٗ	مَّخۡتُوۡمٍ	رَّحِیۡقٍ	مِنۡ
اور میں	مشک	اس کی مہر	سربمہر	خالص شراب	سے

خالص شراب، سربمہر۔ اس کی مہر مشک (سے لگی ہوئی) اور چاہیے

ذٰلِكَ فَلۡیَتَنَافَسِ الۡمُتَنٰفِسُوۡنَ ﴿۲۶﴾ وَمِزَاجُهٗ مِنۡ

مِنۡ	وَمِزَاجُهٗ	الۡمُتَنٰفِسُوۡنَ	فَلۡیَتَنَافَسِ	ذٰلِكَ
سے	اس کی آمیزش	رغبت کرنے والے	چاہیے رغبت کریں	اس

کہ رغبت کرنے والے اس میں رغبت کریں۔ اور اس میں آمیزش

تَسۡنِیۡمٍ ﴿۲۷﴾ عَیۡنًا یَّشۡرَبُ بِهَا الۡمُقَرَّبُوۡنَ ﴿۲۸﴾

الۡمُقَرَّبُوۡنَ	بِهَا	یَّشۡرَبُ	عَیۡنًا	تَسۡنِیۡمٍ
مقرب (جمع)	اس سے	پیتے ہیں	ایک چشمہ	تسنیم

ہے "تسنیم" کی۔ یہ ایک چشمہ ہے جس سے مقرب پیتے ہیں۔

﴿۲۴﴾ تَعۡرِفُ فِیۡ وُجُوۡهِهِمۡ نَضۡرَةَ النَّعِیۡمِ ○ بَهۡجَةَ التَّنَعُّمِ وَ حُسۡنَهٗ

﴿۲۵﴾ یُسۡقَوۡنَ مِنۡ رَّحِیۡقٍ خَمۡرٍ خَالِصَةٍ مِنَ الدَّنَسِ مَّخۡتُوۡمٍ ○ عَلٰی اِنَائِهَا

﴿۲۶﴾ لَا یَفُكُّ خَتۡمُهٗ اِلَّا هُمۡ خِتٰمُهٗ مِسۡكٌ اَیۡ اٰخِرُ شُرۡبِهٖ تَفُوۡحُ مِنۡهُ رَائِحَةُ الۡمِسۡكِ وَفِیۡ ذٰلِكَ فَلۡیَتَنَافَسِ الۡمُتَنٰفِسُوۡنَ ○ فَلۡیَرۡغَبُوۡا بِالۡمُبَادَرَةِ اِلٰی طَاعَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی

﴿۲۴﴾ پاوے گا تو ان کے چہروں میں تروتازگی اور خوشی بسبب حصول نعمت کے۔

﴿۲۵﴾ پلائی جائیں گی وہ شراب خالص میل کچیل سے جس کے برتن پر مہر ہوگی ہوگی کہ کوئی اس کو ان کے سوا نہ

﴿۲۶﴾ توڑے گا۔ اس کے پینے سے آخر میں خوشبو مشک کی نکلے گی۔ سو چاہیے کہ اس میں حرص کریں حرص کرنے والے کہ جلدی کریں طرف بندگی حق تعالیٰ کی

(۲۷) وَمِزَاجُهُ أَيْ مَا يُمْزَجُ بِهِ مِنْ تَسْنِيمٍ ○ فَسَّرَ بِقَوْلِهِ
(۲۷) اور اس شراب میں ملا ہوا ہوگا تسنیم میں سے۔

(۲۸) عَيْنًا فَنَصَبُهُ بِأَمْدَحُ مُقَدَّرٍ يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ○ أَيْ مِنْهَا أَوْ ضُمِّنَ يَشْرَبُ مَعْنَى يَلْتَذُّ
(۲۸) جو ایک چشمہ ہے کہ پئیں گے اس میں سے اللہ کے مقربین۔

تشریح

(۲۴) چہروں پر خوش حالی کی رونقیں ہوں گی | ان کے چہروں پر جنت کی خوش حالی اور وہاں کی رونقیں صاف جھلک رہی ہوں گی ان کو جنت میں جو زندگی میسر آئے گی وہ ایسی آسائش اور آسودہ حالی کی ہوگی کہ ان کے چہرے ہمیشہ تروتازہ اور شگفتہ ہی رہیں گے۔ ہر رنج وفکر سے دور ہمیشہ ہمیشہ عیش وتنعم کی زندگی گزاریں گے۔

(۲۵) ان کو سربمہر پاکیزہ شراب پلائی جائے گی | یوں تو شراب کی نہریں ہر گھر میں ہوں گی۔ لیکن یہ سربمہر شراب نادر قسم کی ہوگی۔ جنت کی شراب میں دنیا کی شراب کی کوئی برائی نہ ہوگی۔ نہ اس میں بدبو ہوگی نہ نشہ ہوگا بس ایک سرور کی کیفیت ہوگی نہ اس سے ہوش وحواس خراب ہوں گے اور نہ وہ عقل کو متاثر کرے گی۔

جو لوگ دنیا میں اللہ کی حرام کی ہوئی شراب سے بچتے رہے اللہ تعالیٰ ان کو جنت کی شراب عطا فرمائیں گے شراب کی نہروں کے علاوہ نفیس ترین سربند شراب بھی پلائی جائے گی۔

(۲۶) جنت کی خصوصی شراب پر مشک کی مہر ہوگی | جنت میں سربند نفیس شراب جنتیوں کو پیش کی جائے گی جو نہروں میں بہنے والی شراب سے اعلیٰ ہوگی۔ اسے جنت کے خدام مشک کی مہر لگے ہوئے برتنوں میں لاکر اہل جنت کو پیش کریں گے۔ شیشہ ہاتھ میں لیتے ہی دماغ معطر ہوجائے گا اور آخر تک خوشبو مہکتی رہے گی۔ یہ ہے جنت کی وہ شراب جس کو حاصل کرنے کے لئے لوگوں کو ٹوٹ پڑنا چاہیئے اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ یعنی آدمی کو ادنیٰ کے بجائے اعلیٰ چیز اور ختم ہوجانے والی چیز کے مقابلے میں ہمیشہ باقی رہنے والی چیز کا انتخاب کرنا چاہیئے۔ اگر آدمی غور کرے تو دنیا کا عیش اور اس کی لذتیں آخرت کے عیش اور لذتوں کے مقابلے میں بالکل بے وقعت اور بے حقیقت نظر آئیں گی۔ اور دانائی کا تقاضا یہ ہے کہ انسان مادہ پرستی میں غرق ہونے کے بجائے اخروی نعمتوں کا طلب گار بنے اور اس میدان میں ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی کوشش کرے۔ اس لئے قرآن نے جنت کی نعمتوں کی رغبت دلائی ہے۔ اور یہ عین انسانی نفسیات کے مطابق ہے

(۲۷) جنت کی شراب میں تسنیم کی آمیزش ہوگی | جنت کے ایک چشمے کا نام "تسنیم" ہے تسنیم کے معنیٰ بلندی کے ہیں اہل جنت کو ایسی شراب بھی پیش کی جائے گی۔ جس میں تسنیم کی آمیزش ہوگی جس سے اس کی خوشبو اور ذائقہ اور زیادہ عمدہ ہوجائے گا۔

(۲۸) تسنیم وہ چشمہ ہے جس سے مقرب بندے پیتے ہیں | اللہ کے وہ نیک بندے جو حبِّ الٰہی اور کثرت نوافل سے اللہ کا قرب حاصل کرچکے ہیں ان کو جو شراب پلائی جائے گی اس میں تسنیم کی آمیزش ہوگی۔ یہ اہل جنت کا سب سے اعلیٰ مشروب ہوگا جس سے اس کے کیف میں اضافہ ہوجائے گا۔ اللہ کے مقرب بندے تسنیم کے چشمے سے براہ راست نوش کریں گے۔ گویا لطف اندوزی اور کیف وسرور میں ان کا حصہ اتنا ہی وافر ہوگا جتنا وافر حصہ ان کے ایمان، عمل صالح اور اللہ کے لئے قربانیاں دینے کے معاملے میں رہا ہے۔ ایک طرف تو اہل جنت کے یہ عیش وعشرت ہوں گے اور نیکوکاروں کی یہ کیفیت ہوگی۔ دوسری طرف بدکاروں کا کیا حال ہوگا اگلی آیتوں میں ان کا بیان آرہا ہے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ اَجۡرَمُوۡا کَانُوۡا مِنَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا

اِنَّ	الَّذِیۡنَ	اَجۡرَمُوۡا	کَانُوۡا	مِنَ	الَّذِیۡنَ + اٰمَنُوۡا
بیشک	وہ لوگ جو	جرم کیا	تھے	سے (پر)	جو ایمان لائے (مومن)

بیشک جن لوگوں نے جرم کیا (گنہگار) وہ مومنوں پر ہنستے تھے۔

یَضۡحَکُوۡنَ ﴿۲۹﴾ وَ اِذَا مَرُّوۡا بِہِمۡ یَتَغَامَزُوۡنَ ﴿۳۰﴾

یَضۡحَکُوۡنَ	وَ اِذَا	مَرُّوۡا	بِہِمۡ	یَتَغَامَزُوۡنَ
ہنستے	اور جب	گزرتے	ان سے	آنکھ مارتے۔

اور جب ان سے ہو کر گزرتے، تو آنکھ مارتے

﴿۲۹﴾ اِنَّ الَّذِیۡنَ اَجۡرَمُوۡا کَاَبِیۡ جَھۡلٍ وَّ نَحۡوِہٖ کَانُوۡا مِنَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کَعَمَّارٍ وَّ بِلَالٍ وَّ نَحۡوِھِمَا یَضۡحَکُوۡنَ ○ اِسۡتِھۡزَاءً بِھِمۡ

﴿۲۹﴾ بے شبہ جو لوگ کافر ہوئے جیسے ابوجہل اور مثل اس کے وہ مذاق کرتے تھے ایمان والوں سے جیسے عمار اور بلال اور مثل ان کے۔

﴿۳۰﴾ وَ اِذَا مَرُّوۡا اَیِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ بِھِمۡ یَتَغَامَزُوۡنَ ○ اَیۡ یُشِیۡرُ الۡمُجۡرِمُوۡنَ اِلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ بِالۡجَفۡنِ وَالۡحَاجِبِ اِسۡتِھۡزَاءً

﴿۳۰﴾ اور جب ان پر گذرتے تو ان کی طرف آنکھوں سے اشارہ کرتے ازراہ استہزاء کے۔

تشریح

﴿۲۹﴾ مجرمین اہل ایمان پر ہنسا کرتے تھے ان بدکاروں اور مجرمین کا یہ حال تھا کہ وہ اہل ایمان کا مذاق اڑاتے تھے اور ان پر پھبتیاں کستے تھے۔ جس طرح آج کل اگر کوئی اللہ کے دین پر عمل کرے تو اس ملائیت کی پھبتی کسی جاتی ہے اور قدامت پسندی کے فقرے چست کئے جاتے ہیں گویا اللہ کے احکام پر عمل کرنا اور اس کی فرماں برداری کرنا ترقی پسندی کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔

﴿۳۰﴾ دین داروں کی طرف آنکھ سے اشارے کرتے تھے دین داروں کے پاس سے گزرتے ہوئے آنکھ سے اشارے کرتے تھے کنکھیوں سے ان کو اس انداز سے دیکھتے تھے جیسے یہ لوگ بڑے حقیر قسم کے ہیں جیسے کوئی بے وقوف کروقت اور حالات کو نہیں سمجھے اور انہی پرانی باتوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ گویا اللہ کے احکام کی بجا آوری ان کے خیال میں احمقانہ باتیں ہیں۔

وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا

وَاِذَا	انْقَلَبُوْٓا	اِلٰٓى	اَهْلِهِمُ	انْقَلَبُوْا
اور جب	وہ لوٹتے	طرف	اپنے گھر والے	لوٹتے

اور جب اپنے گھر والوں کی طرف لوٹتے تو ہنستے (باتیں بناتے)

فَكِهِيْنَ ﴿۳۱﴾ وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا اِنَّ

فَكِهِيْنَ	وَ	اِذَا	رَاَوْهُمْ	قَالُوْٓا	اِنَّ
ہنستے (باتیں بناتے)	اور	جب	انھیں دیکھتے	کہتے	بیشک

لوٹتے۔ اور جب انھیں دیکھتے تو کہتے بیشک

هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ ﴿۳۲﴾ وَمَآ اُرْسِلُوْا

هٰٓؤُلَآءِ	لَضَآلُّوْنَ	وَمَآ	اُرْسِلُوْا
یہ لوگ	گمراہ (جمع)	اور نہیں	بھیجے گئے

یہ لوگ گمراہ ہیں۔ اور وہ ان پر نگہبان بناکر

عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ ﴿۳۳﴾ فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ

عَلَيْهِمْ	حٰفِظِيْنَ	فَالْيَوْمَ	الَّذِيْنَ
ان پر	نگہبان	پس آج	جو لوگ

نہیں بھیجے گئے۔ پس آج ایمان

اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ ﴿۳۴﴾

اٰمَنُوْا	مِنَ	الْكُفَّارِ	يَضْحَكُوْنَ
ایمان لائے	سے	کافر (جمع)	ہنستے ہیں

والے کافروں پر ہنستے ہیں۔

عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ هَلْ

عَلَى	الْاَرَآئِكِ	يَنْظُرُوْنَ	هَلْ
پر	تخت (جمع)	دیکھتے ہیں	کیا

تختوں (مسہریوں) پر بیٹھے دیکھتے ہیں۔ کافروں

ع ۳۶ ۸
هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ (۳۶)

يَفْعَلُونَ	كَانُوا	مَا	الْكُفَّارُ	ثُوِّبَ
وہ کرتے	تھے	جو	کافر (جمع)	بدلہ دیا گیا

نے اب بدلہ پایا ہے جیسا کہ وہ کرتے تھے۔

(۳۱) وَإِذَا انْقَلَبُوا رَجَعُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمُ انْقَلَبُوا فَكِهِينَ ○ وَفِي قِرَاءَةٍ فَكِهِينَ مُعْجِبِينَ بِذِكْرِهِمُ الْمُؤْمِنِينَ

(۳۱) اور جب واپس جاتے اپنے گھر کی طرف تو جاتے خوش ہوتے ہوئے بسبب استہزاء کرنے اور برائی سے یاد کرنے ایمان والوں کے۔

(۳۲) وَإِذَا رَأَوْهُمْ رَأَوُا الْمُؤْمِنِينَ قَالُوا إِنَّ هَٰؤُلَاءِ لَضَالُّونَ ○ لِإِيمَانِهِمْ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَعَالَىٰ

(۳۲) اور ان کا حال یہ ہے کہ جب یہ ایمان والوں کو دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ بلاشک یہ لوگ گمراہ ہیں کہ محمدؐ پر ایمان لائے۔

فرمایا اللہ تعالیٰ نے

(۳۳) وَمَا أُرْسِلُوا أَيِ الْكُفَّارُ عَلَيْهِمْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَٰفِظِينَ ○ لَهُمْ أَوْ لِأَعْمَالِهِمْ حَتَّىٰ يَرُدُّوهُمْ إِلَىٰ مَصَالِحِهِمْ

(۳۳) اور یہ کفار ایمان والوں کے عملوں کے نگہبان کر کے نہیں بھیجے گئے کہ ان کی درستی کا فکر کریں۔

(۳۴) فَالْيَوْمَ أَيْ يَوْمَ الْقِيَٰمَةِ الَّذِينَ آمَنُوا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُونَ ○

(۳۴) پس قیامت کو اہل ایمان کافروں سے ہنسیں گے۔

(۳۵) عَلَى الْأَرَائِكِ فِي الْجَنَّةِ يَنظُرُونَ ○ مِنْ مَنَازِلِهِمْ إِلَى الْكُفَّارِ وَهُمْ يُعَذَّبُونَ فَيَضْحَكُونَ مِنْهُمْ كَمَا ضَحِكَ الْكُفَّارُ مِنْهُمْ فِي الدُّنْيَا

(۳۵) جنت میں تخت پر بیٹھے ہوئے اپنے مکانات سے کافروں کو دیکھتے ہونگے۔

اس حال میں کہ ان کو عذاب ہو رہا ہو گا۔ پس مومنین ان سے استہزاء کریں گے جیسا وہ ان کے ساتھ دنیا میں استہزاء کرتے تھے۔

(۳۶) هَلْ ثُوِّبَ جُوزِيَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ○

(۳۶) کافروں کو ان کے اعمال کا بدلہ مل ہی گیا۔

تشریح

(۳۱) | جب اپنے گھروں کو جاتے تو مسلمانوں کا مذاق اڑاتے جاتے | ان کے اوچھے پن اور سطحی نظر کا عالم یہ تھا کہ اپنی حرکتوں پر شرمندہ ہونے کے بجائے گھروں کو جاتے ہوئے دل لگی کرتے ہوئے جاتے اور یہ سمجھتے تھے کہ یہ بڑے بے وقوف لوگ ہیں جنھوں نے اپنے اوپر دنیا کی نعمتیں حرام کر رکھی ہیں خیالی جنت کی امیدمیں جی رہے ہیں۔ حلال وحرام کے چکر میں پڑے ہوئے ہیں۔ حرام سے اس لئے بچ رہے ہیں کہ انھیں جہنم کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے اور اس خیال خام میں مبتلا ہیں کہ ان کو مرنے کے بعد جنت کی نعمتیں ملیں گی۔ حق کو ٹھکرانے والوں کی اسی قسم کی نفسیات ہوتی ہیں جس کی تصویر قرآن نے کھینچی ہے۔

(۳۲) | اہل حق کو دیکھ کر کہتے تھے کہ یہ بہکے ہوئے لوگ ہیں | جو لوگ حق وصداقت پر جمے ہوئے تھے ہر حال میں اللہ کے احکام کی بجا آوری پر مستعد تھے ان کو دیکھ کر یہ منکرین حق کہتے تھے کہ یہ بے چارے بہکے ہوئے لوگ ہیں عقل سے کورے ہیں۔ یعنی ان کے خیال میں بلاتمیز دنیا کے فائدوں پر ریجھنے والے سمجھدار اور عقل مند ہیں اور اچھائی اور برائی میں تمیز کرنے والے عقل سے بیدل ہیں۔

(۳۳) | وہ ان پر نگراں بنا کر تو بھیجے نہیں گئے تھے | جو لوگ سچائی پر چل رہے تھے، حق کا علم بلند کئے ہوئے تھے اللہ کے دین کے لئے تکلیفیں برداشت کر رہے تھے اور ہر طرح سے قربانیاں دے رہے تھے وہ کسی کا کیا بگاڑ رہے تھے۔ حق کا انکار کرنے والے کیا ان پر نگراں اور داروغہ بنا کر بھیجے گئے تھے؟ وہ کسی چیز کو مانیں یا نہ مانیں یہ ان کی مرضی۔ لیکن جو لوگ صداقت پر چل رہے ہیں ان پر ان کا کیا زور ہے؟ کیا وہ سارے زمانے کے چودھری ہیں؟ کہ جو ہم کریں وہی سب کریں، جس طرح ہم رہیں اسی طرح سب رہیں، جس طرح ہم سوچیں اسی طرح سب سوچیں۔ ایک تو خود بھٹکے ہوئے اوپر سے اہل حق پر شیر بن رہے ہیں ان کی ہنسی اڑا رہے ہیں۔ طرح طرح سے ان کو پریشان کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنے اعمال کا ذمہ دار ٹھہرایا تھا نہ کہ دوسروں کے اعمال کا لیکن یہ اپنی ذات کو بھلا کر اہل ایمان کے پیچھے پڑ گئے ہیں کہ انھیں اذیت دے دے کر اپنی بات منوائیں۔ گویا اللہ نے ان کو اس دنیا میں اس لئے نہیں بھیجا تھا کہ وہ اپنا صالح ہونا ثابت کریں بلکہ اس لئے بھیجا تھا کہ داروغہ بن کر اہل ایمان کی خبر لیں۔

(۳۴) آخرت میں اہل ایمان ان منکرین پر ہنسیں گے | منکرین دنیا میں دھاندلیاں کرتے رہے اپنی خوش حالی اور طاقت کے زور پر اہل ایمان کی ہنسی اڑاتے رہے۔ دین پر ان کی ثابت قدمی کو حقارت کی نظر سے دیکھتے رہے۔ لیکن آخرت میں معاملہ یہ ہو گا کہ اہل ایمان ان پر ہنسیں گے اور ان کو اپنی حرکات کا ٹھیک ٹھیک بدلہ ملے گا اور چوں کہ حق کا انکار کرنے والوں پر دنیا میں اللہ کی حجت قائم ہو چکی تھی کہ اللہ نے اپنی کتابیں بھیجیں رسول بھیجے، حق و باطل کا فرق سمجھایا اس کے باوجود انھوں نے قبولِ حق کی راہ اختیار نہیں کی بلکہ سرکش بن کر حق کی مخالفت کرتے رہے اس لئے وہ آخرت میں کسی ہمدردی کے مستحق نہیں ہوں گے۔

(۳۵) مسندوں پر بیٹھے ان کا حال دیکھ رہے ہوں گے | ایک طرف اہل ایمان کی خوش حالی اور جنت کی نعمتیں اور وہاں کی پر لطف زندگی ہوگی۔ دوسری طرف حق کا انکار کرنے والوں کی بدحالی ان کی مشکل زندگی عذاب سے بھری ہوئی اور مصیبتوں میں گھری ہوئی بدحالی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ایسا انتظام فرماویں گے کہ اہل جنت اپنی مسندوں پر بیٹھے بیٹھے ہی ان منکرین حق کی بدحالی کے نظارے کر رہے ہوں گے جیسے آج کل گھر کے کمرے میں بیٹھے بیٹھے دور دراز کی چیزیں کرین پر ایسی نظر آجاتی ہیں جیسے سب کچھ ہمارے سامنے ہو رہا ہو۔ اس طرح اہل جنت اہل دوزخ کا حال دیکھ کر اور زیادہ اللہ کے شکر گزار ہوں گے کہ اس نے اس عذاب سے ان کو محفوظ رکھا۔ اور وہ لوگ جو کل تک اہل ایمان کی ہنسی اڑاتے تھے آج خود ہنسی کا سامان بنے ہوئے ہیں۔

(۳۶) بدل گیا نا، منکرین حق کو ان کے کرتوتوں کا بدلہ | حق کا انکار کرنے والے بلکہ صداقت کا مقابلہ کرنے والے اور حق کے خلاف طرح طرح کی تدبیریں کرنے والے وہ لوگ جن کو اپنی سمجھ داری پر اپنی عقل اور چالاکی پر بڑا ناز تھا جو اللہ کی نعمتیں پا کر دنیا میں شکر گزار ہونے کے بجائے اترایا کرتے تھے ان کی نظر میں اہل حق کی کوئی قدر و قیمت نہ تھی آج ان کو اپنے کرتوتوں کا بدلہ پورا پورا مل گیا نا۔ جس کو وہ کار ثواب سمجھتے تھے اہل ایمان کو اذیت دینا آج ان کو وہ ثواب مل رہا ہے۔

۸۴

اَلْاِنْشِقَاق

ترتیب تلاوت	۸۴	ترتیب نزول	۸۳
مکی/مدنی	مکی	تعداد رکوعات	۱
تعداد آیات	۲۵	تعداد الفاظ	۱۰۸
تعداد حروف	۴۴۸		

○ **سورۃ** کی پہلی آیت میں آسمان کے پھٹنے کی خبر دی گئی ہے " اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ (جب آسمان پھٹ جائے گا) اس مناسبت سے سورت کا نام " الانشقاق" ہے یعنی وہ سورت جس میں آسمان کے پھٹنے کا ذکر ہوا ہے۔

○ **یہ** سورت مکہ کے ابتدائی زمانے میں نازل ہوئی ہے جس کا اندازہ اس کے مضمون سے کیا جا سکتا ہے کیوں کہ یہ وہ دور تھا جس میں نبی ﷺ نے اسلام کی دعوت کا آغاز فرمایا تھا اور لوگوں کو یہ بتانا تھا کہ یہ دنیا ایک دن ختم ہو جائے گی اور انھیں اپنے رب کے سامنے جواب دہی کے لئے حاضر ہونا پڑے گا۔

○ **سورۃ** کا مرکزی مضمون یوم جزا اور آخرت ہے۔ یعنی یہ بتانا ہے کہ انسان دنیا میں رہتے ہوئے جیسے عمل کرے گا اسی کے مطابق اس کا نتیجہ عالم آخرت میں اس کے سامنے آئے گا۔

○ اس سے پہلی سورت سورۂ مطففین میں بتایا گیا تھا کہ انسان کا نامۂ عمل اس کے مرنے کے بعد عالم برزخ میں محفوظ رکھا جاتا ہے اور عالم برزخ میں ایک ریکارڈ آفس سجین کے نام سے ہے اور ایک علیین کے نام سے۔ اس سورت میں بتایا گیا ہے کہ یہ محفوظ نامۂ عمل قیامت میں پیشی کے دن ہر شخص کے ہاتھ میں دے دیا جائے گا۔ نیک لوگوں کا نامۂ عمل ان کے داہنے ہاتھ میں اور بدکاروں کا نامۂ عمل بائیں ہاتھ میں پشت کی جانب سے دیا جائے گا۔

○ اس سورت میں بتایا گیا ہے کہ قیامت کے پہلے مرحلے کے بعد یہ زمین ربڑ کی طرح کھینچ کر چٹیل میدان کی صورت میں پھیلا دی جائے گی، اس کے نشیب و فراز ختم ہو جائیں گے اور سب لوگ پیشی کے لئے اپنے رب کے سامنے حاضر ہوں گے۔

○ جن کا نامۂ اعمال سیدھے ہاتھ میں دیا جائے گا وہ نیکوکار سخت حساب فہمی کے بغیر جنت میں داخل کر دئے جائیں گے ——— اور وہ لوگ جن کا نامۂ اعمال پیٹھ کے پیچھے سے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ مجرمین سخت پکڑ میں آئیں گے۔ ان کا یہ انجام اس لئے ہوگا کہ وہ دنیا میں اس غلط فہمی میں مبتلا رہے کہ کبھی اللہ کے سامنے جواب دہی کے لئے حاضر ہونا نہیں ہے۔ حالاں کہ ان کا رب ان کے سارے کاموں کو دیکھ رہا تھا اور ان کی ہر بات سے باخبر تھا۔ یہ لوگ حساب کتاب کے بعد اپنے کاموں کی سزا پائیں گے۔

○ اس سورت میں سابقہ سورتوں سورۂ تکویر اور سورۂ انفطار کی طرح قیامت کا نقشہ کھینچا گیا ہے مگر انداز بیان ان سے مختلف ہے۔

○ مکی سورتوں اور اس منزل میں آخرت کا ذکر مختلف انداز سے کیا گیا ہے۔ سورۂ انشقاق کے مضمون پر غور کریں تو اس میں بتایا جا رہا ہے کہ کائنات کی ہر شے تعمیل امر کا سبق دے رہی ہے۔ آسمان و زمین کا قیام بھی تعمیل امر سے ہے اور اس کا پھٹنا اور متغیر ہونا یہ بھی امر خداوندی کا نتیجہ ہے۔ اگر اس نظام شمسی کو دیکھو اور اپنی تخلیق پر غور کرو تو سب کے سب رب کا حکم مانتے ہیں۔ اگر تم بھی امر الٰہی کے تابع ہو جاؤ اور اس کے حکم کے آگے سر جھکا دو تو تم بھی امن پاؤ گے اور تمہارا اجر لامتناہی ہو جائے گا۔ قیامت آئے گی چلی جائے گی مگر تمہارا اجر ختم نہ ہو گا۔

آیاتہا ۲۵	سُوْرَةُ الْاِنْشِقَاقِ مَكِّيَّةٌ ۸۴ = ۸۳	رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے جو بہت مہربان رحم کرنے والا ہے

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ① وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ②

اِذَا	السَّمَآءُ	انْشَقَّتْ	وَ اَذِنَتْ	لِرَبِّهَا	وَحُقَّتْ
جب	آسمان	پھٹ جائے گا	اور سُن لے گا	اپنے رب کا	اور اسی لائق ہے

جب آسمان پھٹ جائے گا، اور اپنے رب کا (حکم) سُن لے گا اور وہ اسی لائق ہے

سُوْرَةُ الْاِنْشِقَاقِ مَكِّيَّةٌ
ثَلٰثٌ اَوْ خَمْسٌ وَعِشْرُوْنَ اٰيَةً
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
① اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ○
② وَاَذِنَتْ سَمِعَتْ وَاَطَاعَتْ فِي الْاِنْشِقَاقِ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ○
اَيْ حَقَّ لَهَا اَنْ تَسْمَعَ وَتُطِيْعَ

سورۂ انشقت مکی ہے اس میں تیئس یا پچیس آیتیں ہیں۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
شروع اللہ کے نام سے جو بہت بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے،
① اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ الخ۔ جب شق کر
② اور اپنے رب کے حکم کے تابع ہوگا۔ پھٹنے اور ٹوٹنے میں یعنی جیسا اس کو حکم ہوگا کہ ٹوٹ جا وہ ٹوٹ جاوے گا اور اس کو یہی لائق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کرے۔

تشریح

① <u>جب آسمان پھٹ جائے گا</u> آسمان کی بھی اسی طرح مادی حقیقت ہے جیسے زمین کی ہے آسمان کے بارے میں قرآن کا بیان بہت واضح اور صاف ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح زمین، چاند، سورج یہ چیزیں بنائی ہیں اسی طرح آسمان کو بھی بنایا ہے۔ سورۂ ذاریات میں ارشاد ہوا۔ وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْدٍ (آیت ۴۷) (ہم نے آسمان کو اپنے ہاتھ سے بنایا)۔ سورۂ رحمٰن میں فرمایا۔ وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا (آیت ۷) (ہم نے آسمان کو بلند کیا)۔ سورۂ انبیاء میں ارشاد ہوا۔ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا (آیت ۳۲) (ہم نے اسے محفوظ چھت بنایا)۔ سورۂ فصلت میں ارشاد ہوا۔ وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ (آیت ۱۲) (ہم نے اسے ستاروں سے مزین کیا)۔

اسی طرح قرآن پاک خبر دیتا ہے کہ ایک دن یہ آسمان پھٹ جائے گا اور اس میں دروازے ہی دروازے ہو جائیں گے۔ معلوم ہوا کہ آسمان اسی طرح اللہ کی مادی تخلیق ہے جس طرح دوسری چیزیں۔

② <u>آسمان کو پھٹنے کا حکم ہوگا</u> جب اللہ کی طرف سے آسمان کو پھٹنے کا تکوینی حکم ہوگا تو وہ اس کی تعمیل کرے گا اور اس کے لئے حق یہی ہے کہ باوجود اپنی عظمت و رفعت کے اپنے خالق و مالک کے سامنے سر جھکا دے اور اس کی فرماں برداری میں ذرا چون و چرا نہ کرے۔ یہ نہ سمجھو کہ آسمان اللہ کے حکم سے سرتابی کر سکتا ہے اس کو لازماً اپنے خالق و مالک کے حکم کی تعمیل کرنی ہے کیوں کہ اللہ کی فرماں روائی اس پر پوری طرح قائم ہے۔ لہٰذا جب قیامت کے دن وہ اس کو پھٹنے کا حکم دے گا تو وہ اپنے پروردگار کا حکم بجا لائے گا۔ اور حکم سنتے ہی پاش پاش ہو جائے گا۔

وَاِذَا الۡاَرۡضُ مُدَّتۡ ۝۳ۙ وَاَلۡقَتۡ مَا

وَ اِذَا	الۡاَرۡضُ	مُدَّتۡ	وَ اَلۡقَتۡ	مَا
اور جب	زمین	پھیلا دی جائے گی	اور نکال ڈالے گی	جو

اور جب زمین پھیلا دی جائے گی اور جو کچھ اس میں

فِیۡهَا وَتَخَلَّتۡ ۝۴ۙ

فِیۡهَا	وَ تَخَلَّتۡ	
اس میں	اور خالی ہو جائے گی۔	

ہے اسے نکال ڈالے گی۔

(۳) وَاِذَا الۡاَرۡضُ مُدَّتۡ ۝ زِیۡدَ فِیۡ سَعَتِهَا كَمَا یُمَدُّ الۡاَدِیۡمُ وَلَمۡ یَبۡقَ عَلَیۡهَا بِنَاءٌ وَّلَا جَبَلٌ

(۳) اور جس وقت کہ زمین کھینچی جاوے گی یعنی اس کی وسعت بڑھائی جاوے گی جیسا کہ چمڑے کو کھینچ کر بڑھاتے ہیں۔ اور اس میں کوئی مکان اور پہاڑ باقی نہ رہے گا۔

(۴) وَاَلۡقَتۡ مَا فِیۡهَا مِنَ الۡمَوۡتٰى اِلٰى ظَاهِرِهَا وَتَخَلَّتۡ ۝ عَنۡهُ

(۴) اور وہ ڈال دے گی جو کچھ اس کے اندر ہے یعنی مُردوں کو باہر نکال دے گی اور ان سے خالی ہو جائے گی۔

تشریح

(۳) جب زمین پھیلا دی جائے گی زمین پر سمندر اور دریا پاٹ دیئے جائیں گے پہاڑ ریزہ ریزہ کر کے بکھیر دیئے جائیں گے ساری اونچ نیچ برابر کر کے ایک ہموار میدان بنا دیا جائے گا۔ زمین ربڑ کی طرح کھینچ کر پھیلا دی جائے گی۔ جیسا کہ سورۂ طٰہٰ میں فرمایا:

فَیَذَرُهَا قَاعًا صَفۡصَفًا ۝ لَّا تَرٰى فِیۡهَا عِوَجًا وَّلَاۤ اَمۡتًا ۝ (آیت ۱۰۶-۱۰۷)

(اور زمین کو ایسا ہموار اور چٹیل میدان بنا دے گا کہ اس میں تم بل اور سلوٹ نہ دیکھو گے۔)

یہ پورا کرۂ زمین ہموار کر کے ایک گیند کی طرح بنا دیا جائے گا اور یہی زمین کی وہ شکل ہوگی جس پر حشر قائم ہوگا اور اللہ تعالیٰ عدالت فرمائیں گے۔ اس دن تمام انسان جو شروع سے لے کر قیامت تک پیدا ہوئے ہوں گے بیک وقت زندہ کر کے انہیں عدالتِ الٰہی میں پیش کیا جائے گا۔

(۴) زمین اپنے خزانے اُگل دے گی یعنی جتنے مردہ انسان اور ان کے اعمال کی شہادتیں زمین کے اندر موجود ہوں گی وہ سب پوری کی پوری باہر آجائیں گی کوئی چیز بھی اس میں چھپی ہوئی اور دبی ہوئی نہیں رہے گی۔ زمین اس طرح ساری چیزیں باہر اُگل دے گی جیسے حاملہ عورت بچہ جننے کے بعد بوجھ سے فارغ ہو جاتی ہے۔ اس طرح وہ اپنے اندر کے خزانے نکال کر باہر پھینک دے گی، اور خالی ہو جائے گی۔

وَ اَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَ حُقَّتْ ﴿۵﴾ يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ

الْاِنْسَانُ	يٰٓاَيُّهَا	وَ حُقَّتْ	لِرَبِّهَا	وَ اَذِنَتْ
انسان	اے	اور اسی لائق ہے	اپنے رب کا	اور سن لے گی

اور اپنے رب کا (حکم) سُن لے گی اور اسی لائق ہے اے انسان،

اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا

كَدْحًا	رَبِّكَ	اِلٰى	كَادِحٌ	اِنَّكَ
خوب تکلیف	اپنا رب	طرف	تکلیف اٹھانے والا	بیشک تو

بیشک تو اپنے رب کی طرف (پہنچنے میں) خوب تکلیف اٹھانے والا ہے

فَمُلٰقِيْهِ ﴿۶﴾

فَمُلٰقِيْهِ
پھر اس کو ملنا ہے

پھر اس کو ملنا ہے۔

﴿۵﴾ وَ اَذِنَتْ سَمِعَتْ وَ اَطَاعَتْ فِیْ ذٰلِكَ لِرَبِّهَا وَ حُقَّتْ ○ وَ ذٰلِكَ كُلُّهٗ يَكُوْنُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ جَوَابُ اِذَا وَمَا عُطِفَ عَلَيْهَا مَحْذُوْفٌ دَلَّ عَلَيْهِ مَا بَعْدَهٗ تَقْدِيْرُهٗ لَقِيَ الْاِنْسَانُ عَمَلَهٗ۔

﴿۵﴾ اور اپنے رب کا حکم سنے گی اور اطاعت کرے گی اور اس کو یہی لائق ہے۔
اور یہ سب امور روز قیامت کو ہوں گے۔
اور جواب اذا کا محذوف ہے دلالت کرتا ہے اس پر اس کا ما بعد یعنی اس وقت ہر ایک آدمی اپنے اعمال کا بدلہ پائے گا۔

﴿۶﴾ يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ جَاهِدٌ فِیْ عَمَلِكَ اِلٰى لِقَآءِ رَبِّكَ وَ هُوَ الْمَوْتُ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ○ اَیْ مُلَاقٍ عَمَلَكَ الْمَذْكُوْرَ مِنْ خَيْرٍ اَوْ شَرٍّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

﴿۶﴾ اے آدمی بے شبہ تو بہت مشقت اٹھانے والا ہے اعمال کے اپنے رب کے ملنے تک یعنی موت کے وقت تک۔ پھر قیامت میں اپنے عملوں سے ملنے والا ہے بھلے یا برے یعنی جیسا کیا اس کا بدلہ پائے گا۔
پس چکھو۔

تشریح

(۵) زمین اپنے رب کے حکم کی تعمیل کرے گی | آسمان اور زمین سب اللہ کے تکوینی حکم کے تابع ہیں۔ ان کی کیا مجال ہے کہ یہ اللہ کی نافرمانی کرسکیں۔ جس طرح آسمان اللہ کے حکم سے پھٹ جائے گا اسی طرح زمین بھی اللہ کا اشارہ پاتے ہی اپنے رب کے حکم کو بجالائے گی اور تعمیل حکم میں ذرا بھی دیر نہ کرے گی۔ اور اس کے لئے سزاوار بھی یہی ہے کہ وہ اپنے مالک کے حکم کو بجالائے۔ آسمان اور زمین سب ہی رب کی اطاعت میں ہیں اور انسان کے لئے بھی سزاوار یہی ہے کہ وہ تشریعی احکام میں اپنے رب کے فرمان سے سرتابی نہ کرے۔

(۶) اے انسان تیرے سفر کی آخری منزل آخرت ہے | انسان شعوری یا لاشعوری طور پر کشاں کشاں اپنے رب کی طرف چلا جارہا ہے اور اس سے ملنا والا ہے۔ اس کے سفر کی آخری منزل آخرت ہے۔ ہماری زندگی کا یہ سفر جس کا آغاز دنیا میں آنے سے ہوا تھا یہ جاکر ختم آخرت پر ہی ہوگا چاہے ہمیں اس کا شعور ہو یا نہ ہو۔ جس طرح زمین گردش کررہی ہے اور ہم بھی زمین کے ساتھ گردش کرتے رہتے ہیں چاہے ہمیں اس گردش کا پتہ چلے یا نہ چلے ہم گردش کرنا چاہیں یا نہ چاہیں لیکن زمین کی گردش کے ساتھ گردش کرنے پر مجبور ہیں۔ اسی طرح زندگی کا یہ سفینہ کشاں کشاں ہمیں لئے ہوئے رب العالمین کی عدالت کی طرف رواں دواں ہے اور ہماری آخری منزل آخرت ہے۔

جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ دنیا ہماری منزل ہے وہ غلط فہمی میں مبتلا ہیں ــ انھیں اپنی منزل کے بارے میں غور کرنا چاہیئے۔

دنیا میں اربوں کھربوں انسان پیدا ہوتے ہیں اور دنیا سے رخصت ہوجاتے ہیں مگر ان میں کتنے لوگ ہیں جنھوں نے اس سوال پر سنجیدگی سے سوچا ہو کہ ہماری زندگی کے سفر کا آغاز کہاں سے ہوا اور یہ سفر کہاں پر ختم ہوگا۔؟

اگر ہمیں راستے میں کوئی شخص ملے اور ہم اس سے پوچھیں کہ کہاں سے آرہے ہو؟۔ اور وہ کہے کہ مجھے نہیں پتہ ــ اور ہم اس سے پوچھیں کہ تم کہاں جارہے ہو؟۔ اور وہ یہ کہے کہ مجھے نہیں معلوم ــ تو ہمیں اس کے جواب پر حیرت ہوگی اور ہم یہی کہیں گے کہ عجیب آدمی ہے اس کو یہ بھی نہیں معلوم کہ کہاں سے آرہا ہے اور کہاں جارہا ہے۔؟

یہ زندگی جو اتنی قیمتی ہے اس کے سفر کے آغاز اور انجام کے بارے میں کیا ہمیں معلوم نہ ہونا چاہیئے؟ ــــــ ہم سوچیں نہ سوچیں! مگر ہم عدالتِ خداوندی کی طرف اس طرح کھنچے چلے جارہے ہیں جس طرح سوئی مقناطیس کی طرف کھنچتی ہے۔

قرآن کے اندازِ بیان پر غور کیجئے۔ " اے انسان تو کشاں کشاں اپنے رب کی طرف چلا جارہا ہے۔ اور اس سے ملنے والا ہے ــــ تجھے اپنے رب کا قرب حاصل کرنے کی خوب کوشش کرنی چاہیئے۔ کیوں کہ تجھے ارادہ دیا گیا ہے اور تو مکلف بنایا گیا ہے۔ حرص و ہوس کو چھوڑ کر تجھے اس کا بندہ بننا چاہیئے جس کا تو حقیقت میں بندہ ہے۔

آگے بتایا جارہا ہے کہ جو اس کے بندے بن کر رہے ان کا کیا ہوگا اور جو بندے ہوتے ہوئے بھی اس کے بندے بن کر نہ رہے ان پر کیا گزرے گی؟۔

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ﴿۷﴾

بِيَمِيْنِهٖ	كِتٰبَهٗ	اُوْتِیَ	مَنْ	فَاَمَّا
اس کے دائیں ہاتھ میں	اس کا اعمال نامہ	دیا گیا	جو	پس

پس جس کو اس کا اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا گیا

فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۙ﴿۸﴾ وَّ

وَّ	يَّسِيْرًا	حِسَابًا	يُحَاسَبُ	فَسَوْفَ
اور	آسان	حساب	حساب لیا جائے گا	پس عنقریب

پس اس سے عنقریب آسان حساب لیا جائے گا۔ اور وہ

يَنْقَلِبُ اِلٰٓى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ؕ﴿۹﴾

مَسْرُوْرًا	اَهْلِهٖ	اِلٰٓى	يَنْقَلِبُ
خوش خوش۔	اپنے لوگ	طرف	لوٹے گا

اپنے لوگوں کی طرف خوش خوش لوٹے گا۔

﴿۷﴾ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ كِتَابَ عَمَلِهٖ بِيَمِيْنِهٖ ۝ وَهُوَ الْمُؤْمِنُ

﴿۷﴾ سو جس کے اعمال کی کتاب داہنے ہاتھ میں ملے گی اور وہ مومن ہے

﴿۸﴾ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۝ هُوَ عَرْضُ عَمَلِهٖ عَلَيْهِ كَمَا فُسِّرَ فِيْ حَدِيْثِ الصَّحِيْحَيْنِ وَ فِيْهِ مَنْ نُوْقِشَ الْحِسَابَ هَلَكَ وَبَعْدَ الْعَرْضِ يُتَجَاوَزُ عَنْهُ

﴿۸﴾ پس نزدیک ہے کہ اس پر حساب میں آسانی ہوگی یعنی صرف اس پر اس کے اعمال پیش کئے جائیں گے کوئی سخت گیری نہ ہوگی جیسا کہ اس کی تفسیر بخاری و مسلم کی حدیث میں اسی طرح آئی ہے اور یہ بھی حدیث صحیحین میں ہے کہ جس پر حساب میں سختی اور تحقیق زیادہ ہوگی وہ ہلاک ہوگا

﴿۹﴾ وَيَنْقَلِبُ اِلٰٓى اَهْلِهٖ فِی الْجَنَّةِ مَسْرُوْرًا ۝ بِذٰلِكَ

﴿۹﴾ اور جب مومنین پر ان کے اعمال پیش کر دیئے جائیں گے معاف کر دیئے جائیں گے اور مومن جنت میں اپنے گھر والوں کی طرف آئے گا خوش ہوتا ہوا۔ بسبب اس کے کہ اس کے نامۂ اعمال اس کو داہنے ہاتھ میں ملے۔

تشریح

﴿۷﴾ وہ لوگ جن کا نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا | میدان حشر میں جو لوگ اللہ کی عدالت میں پیش ہوں گے وہ دو قسم کے لوگ ہوں گے۔ ایک وہ لوگ ہوں گے جن کا نامۂ اعمال ان کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا۔ دوسرے وہ لوگ ہوں گے جن کا نامۂ اعمال پیٹھ کے پیچھے سے بائیں ہاتھ میں پکڑایا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے داہنے ہاتھ کو یہ امتیاز بخشا ہے کہ وہ خیر کی علامت قرار دیا گیا ہے۔ نیک بندے اللہ تعالیٰ کی داہنی طرف ہوں گے۔ حضرت آدم ؑ کو جب نبی ﷺ نے معراج کی رات میں دیکھا تو دیکھا کہ داہنی طرف کے لوگوں کو دیکھ کر حضرت

آدم ؑ خوش ہوتے ہیں ۔ حضرت جبریل ؑ سے دریافت کیا تو انھوں نے بتایا کہ حضرت آدم ؑ کی داہنی طرف ان کی وہ اولاد ہے جو جنت میں جائے گی اس لیے ان کو دیکھ کر آپ خوش ہوتے ہیں۔

نبی ؐ نے جو آداب سکھائے ہیں ان میں یہ بات شامل ہے کہ تمام اچھے کام داہنے ہاتھ سے کیے جائیں مثلاً کھانا پینا اس کے لیے داہنا ہاتھ استعمال کیا جائے۔ وضو کی جائے تو پہلے داہنا ہاتھ دھویا جائے۔ اللہ کے راستے میں دیا جائے تو داہنے ہاتھ سے دیا جائے۔ اللہ کے بخشے ہوئے اس شرف کی بنا پر نیکوکاروں کا داہنا ہاتھ قیامت کے دن اس کا اہل ہو گا کہ ان کا نامۂ اعمال ان کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے۔ اور ان داہنے ہاتھ والوں کے ساتھ معاملہ کیسا ہو گا اس کا بیان بھی اگلی آیت میں کیا جا رہا ہے۔

(۸) داہنے ہاتھ والوں کا حساب ہلکا لیا جائے گا | وہ نیکوکار جن کے داہنے ہاتھ میں نامۂ اعمال دیا جائے گا ان کا حساب بہت ہلکا اور آسان ہو گا اور آسان حساب یہ ہے کہ بات بات پر گرفت نہ ہو گی، سخت حساب فہمی نہ کی جائے گی۔ یہ دیکھ کر کہ بھلائیوں کا پلڑا بھاری ہے اس کے قصوروں سے درگزر کیا جائے گا اور انھیں معاف کر دیا جائے گا۔ جیسا کہ سورۂ احقاف میں ارشاد ہوا۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ (آیت ۱۶)

(اس طرح کے لوگوں سے ہم ان کے بہترین اعمال کو قبول کرتے ہیں اور ان کی برائیوں سے درگزر کر جاتے ہیں۔)

یعنی دنیا میں انھوں نے جو بہتر سے بہتر عمل کیا ہے آخرت میں ان کا درجہ اسی اعلیٰ عمل کے لحاظ سے مقرر کیا جائے گا اور ان کی لغزشوں اور کمزوریوں پر گرفت نہیں کی جائے گی۔ یہ بالکل ایسا ہے کہ ایک قدرشناس آقا اپنے وفادار خادم کی قدر اس کی جاں نثاری اور وفاداری سے کرتا ہے اور اس کی چھوٹی چھوٹی کوتاہیوں پر گرفت نہیں کرتا۔
ایک حدیث میں نبی ؐ نے ارشاد فرمایا کہ:۔

قیامت کے دن جس سے حساب لیا گیا وہ عذاب میں پڑ گیا۔ حضرت عائشہ رضؓ نے عرض کیا اللہ تو فرماتا ہے، فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا (اس سے آسان حساب لیا جائے گا۔) فرمایا اس کا مطلب سخت بازپرس کرنا نہیں ہے بلکہ پیشی ہے۔ سخت بازپرس قیامت کے دن جس سے بھی کی گئی وہ عذاب میں مبتلا ہوا۔ (مسلم۔ کتاب الجنۃ)

(۹) وہ اپنے لوگوں کے پاس خوش خوش پلٹے گا | وہ اپنے گھر والوں، اہل و عیال، رشتہ داروں اور صاحب ایمان ساتھیوں، دوستوں کے پاس خوش خوش واپس آئے گا۔ یہ سب وہ لوگ ہوں گے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے درگزر کا معاملہ کیا ہو گا وہ جنت میں ایک ساتھ جمع ہوں گے اور انھیں ایک دوسرے کی رفاقت میسر آئے گی۔

جنت میں اللہ تعالیٰ اس کے اہل و عیال کو اور اس کے والدین کو رشتہ دار اور رفیقوں کو بشرطیکہ وہ صاحب ایمان ہوں ایک جگہ جمع کرنے کے لیے کسی کا درجہ گھٹائیں گے نہیں بلکہ جس کا درجہ کم ہو گا اپنے کرم سے اس کا درجہ بلند فرما کر اس کو اپنے لوگوں کے ساتھ رہنے کا موقع عطا فرمائیں گے جیسا کہ سورۂ طور میں ارشاد ہوا۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ (آیت ۲۱)

(جو لوگ ایمان لائے ہیں اور ان کی اولاد بھی کسی درجۂ ایمان میں ان کے نقش قدم پر چلی ہے ان کی اس اولاد کو بھی ہم (جنت میں) ان کے ساتھ ملا دیں گے اور ان کے عمل میں کوئی گھاٹا ان کو نہ دیں گے۔)

نیکوکار آسان حساب کے بعد خوش خوش اپنے لوگوں کے پاس واپس آئیں گے، دوسری طرف ان لوگوں کا کیا حال ہو گا جن کا نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا گیا تھا۔ اس کا بیان اگلی آیات میں۔۔۔۔۔۔

وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۙ ⑩ فَسَوْفَ

وَاَمَّا	مَنْ	اُوْتِیَ	کِتٰبَهٗ	وَرَآءَ	ظَهْرِهٖ	فَسَوْفَ
اور وہ	جو	دیا گیا	اس کا اعمال نامہ	پیچھے	اس کی پشت	پس عنقریب

اور جس کو اس کا اعمال نامہ اس کی پیٹھ پیچھے سے دیا گیا وہ عنقریب

یَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۙ ⑪ وَّیَصْلٰی سَعِیْرًا ؕ ⑫ اِنَّهٗ كَانَ فِیْۤ

یَدْعُوْا	ثُبُوْرًا	وَّیَصْلٰی	سَعِیْرًا	اِنَّهٗ	كَانَ	فِیْ
مانگے گا	موت	اور داخل ہوگا	آگ	بیشک وہ	تھا	میں

موت مانگے گا اور جہ

اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ؕ ⑬ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ یَّحُوْرَ ۚۛ ⑭

اَهْلِهٖ	مَسْرُوْرًا	اِنَّهٗ	ظَنَّ	اَنْ	لَّنْ یَّحُوْرَ
اپنے لوگ	خوش وخرم	بیشک اس	گمان کیا	کہ	ہرگز نہ لوٹے گا

⑩ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ○ هُوَ الْكَافِرُ تُغَلُّ یُمْنَاهُ اِلٰی عُنُقِهٖ وَتُجْعَلُ یُسْرَاهُ وَرَاءَ ظَهْرِهٖ فَیَاْخُذُ بِهَا کِتَابَهٗ

⑩ اور جس کو اس کے عملوں کی کتاب پس پشت ملی اس طرح کہ اس کا داہنا ہاتھ گردن سے باندھا جاوے گا اور بایاں ہاتھ پیٹھ کے پیچھے کو نکال کر اس میں اپنے نامۂ اعمال لے گا۔ یعنی کافر

⑪ فَسَوْفَ یَدْعُوْا عِنْدَ رُؤْیَتِهٖ مَا فِیْهِ ثُبُوْرًا ○ یُنَادِیْ هَلَاكَهٗ بِقَوْلِهٖ یَا ثُبُوْرَاهُ

⑪ سو نزدیک ہے کہ وہ بوقت دیکھنے اور پڑھنے اس کتاب اعمال کے ہلاکی کو پکارے گا۔

⑫ وَّیَصْلٰی سَعِیْرًا ○ یَدْخُلُ النَّارَ الشَّدِیْدَةَ وَفِیْ قِرَاءَةٍ بِضَمِّ الْیَاءِ وَفَتْحِ الصَّادِ وَتَشْدِیْدِ اللَّامِ

⑫ اور تیز آگ میں داخل ہوگا۔

⑫ اِنَّهٗ كَانَ فِیْ اَهْلِهٖ عَشِیْرَتِهٖ

⑬ بیشک وہ دنیا میں اپنے کنبہ میں خوشی اور عیش سے گذارتا تھا۔

فِی الدُّنْیَا مَسْرُوْرًا ○ بَطَرًا بِاتِّبَاعِہٖ لِھَوَاہُ — اور خواہشات نفسانیہ کی پیروی کرتا تھا اور اتراتا تھا۔

۱۴ اِنَّہٗ ظَنَّ اَنْ مُخَفَّفَۃٌ مِنَ الثَّقِیْلَۃِ وَاِسْمُھَا مَحْذُوْفٌ اَیْ اَنَّہٗ لَّنْ یَّحُوْرَ ○ یَرْجِعُ اِلٰی رَبِّہٖ — ۱۴ بیشک اس نے یہ سمجھا کہ مجھ کو اپنے رب کی طرف جانا نہیں۔ البتہ اس کو اپنے رب کی طرف جانا ہے۔

تشریح

(۱۰) وہ لوگ جن کا نامۂ اعمال پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا | اوپر نیکوکاروں کا بیان گزرا جن کا نامۂ اعمال ان کے داہنے ہاتھ میں دیا گیا تھا۔ اب ان لوگوں کا انجام بیان ہو رہا ہے جو خدا کے حضور پیش ہونے پر یقین نہیں رکھتے تھے آخرت کے حساب کتاب کو نہیں مانتے تھے دنیا ہی کو سب کچھ سمجھے ہوئے تھے اور پروردگار سے بغاوت کرتے ہوئے زندگی گزار رہے تھے ایسے لوگ اللہ کی عدالت میں مجرم کی حیثیت سے پیش ہوں گے اس لئے ان کا نامۂ اعمال پیچھے کی طرف سے بائیں ہاتھ میں پکڑا دیا جائے گا انھوں نے کتاب الٰہی کو پس پشت ڈال دیا تھا اس لئے بجا طور پر وہ اس کے مستحق ہوں گے کہ ان کا نامۂ اعمال ان کے پیٹھ پیچھے سے پکڑا دیا جائے۔ وہ خود بھی اپنے کرتوتوں سے واقف ہوں گے اور انہیں اپنے انجام کا احساس ہوگا اور اس انجام کے خوف سے کانپتے ہوئے ان کا کیا حال ہوگا اگلی آیت میں اس کا بیان ہے۔

(۱۱) وہ اپنی موت کو پکاریں گا | وہ اپنے انجام کو دیکھتے ہوئے تمنا کریں گے کہ ان کو موت آجائے تاکہ ہم اس انجام سے بچ سکیں اور موت اب آئے گی نہیں۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہے کہ موت ایک ہی بار آئے گی جس سے دنیا کی زندگی کا خاتمہ ہو جائے گا اور موت کے بعد جب اللہ تعالیٰ دوبارہ زندہ کریں گے تو پھر نہ دوزخ والوں کو موت آئے گی اور نہ جنت والوں کو اس لئے ان کا موت کی تمنا کرنا بے کار ہوگا۔

(۱۲) ان کو بھڑکتی ہوئی آگ میں پھینک دیا جائے گا | ساری تمنائیں لاحاصل ہوں گی انجام یہی ہوگا کہ وہ دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ میں جا پڑیں گے اس لئے کہ ان کے کرتوت اسی قابل تھے وہ دنیا میں بے فکری کی زندگی گذار رہے تھے۔ اپنے انجام سے غافل عیش و عشرت میں مست تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ اس دنیا کے بعد کوئی اور دنیا نہیں ہے۔ وہ دنیا میں چین کی بنسی بجا رہے تھے اور آنے والے وقت سے بے فکر تھے۔

(۱۳) وہ اپنے گھر والوں میں مست تھے | وہ اپنے گھر والوں میں مست آخرت سے بے فکر دنیا کے عیش میں مست تھے اس دنیا کی زندگی کو بنانے کے لئے حرام و حلال کا خیال کئے بغیر عیش کا سامان فراہم کر رہے تھے۔ لوگوں کے حق مار کر حرام خوریاں کر رہے تھے اور دنیا کے لطف و لذت کے لئے اللہ کی حدود کو پامال کر رہے تھے۔ آج ان کی بے فکری رنج و غم میں بدل گئی دنیا میں وہ بے غم تھے آج غم میں مبتلا ہو گئے۔

ان کا حال ان لوگوں سے بالکل مختلف تھا جو دنیا میں اللہ سے ڈرتے ہوئے زندگی بسر کرتے رہے اور انہیں یہ فکر رہتی تھی کہ ہم دنیا بنانے کے لئے اپنی عاقبت برباد نہ کرلیں۔

جب دنیا میں ان دونوں کا حال مختلف تھا تو آج آخرت میں بھی ان دونوں کا حال ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہے۔ یہ آخرت کا نہ ماننے والا یہ سمجھے بیٹھا تھا کہ اسے کبھی کسی دوسری دنیا میں آنا ہی نہیں ہے۔ جیسا کہ اگلی آیت میں آرہا ہے۔

(۱۴) اس نے سمجھ رکھا ہے کہ اس نے کبھی لوٹنا نہیں ہے | اس نے اپنے خیال خام میں یہ سمجھ رکھا تھا کہ اسے لوٹ کر اپنے رب کے پاس جانا ہی نہیں ہے اور وہاں کوئی حساب کتاب ہونا نہیں ہے اس لئے وہ آخرت سے بے فکر ہو کر دنیا کے سنوارنے میں ہی لگا رہا اور دنیا کو بنانے کے لئے اس نے اپنی عاقبت کے بگڑنے کی کوئی پرواہ نہیں کی۔

بَلٰٓی ۚ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا ⑮ فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ⑯

بَلٰٓی	اِنَّ ، رَبَّهٗ	كَانَ	بِهٖ	بَصِيْرًا	فَلَآ اُقْسِمُ	بِالشَّفَقِ
کیوں نہیں	بیشک اس کا رب	تھا	اس کو	دیکھنے والا	سو میں قسم کھاتا ہوں	شام کی سرخی

کیوں نہیں ؟ بیشک اس کا رب اسے دیکھتا تھا۔ سو میں قسم کھاتا ہوں شام کی سرخی کی۔

⑮ بَلٰٓی ج يَرْجِعُ اِلَيْهِ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا ○ عَالِمًا بِرُجُوْعِهٖ اِلَيْهِ

⑮ البتہ اس کو اپنے رب کی طرف جانا ہے بالیقین اس کے رب کو اس کے جانے کا حال معلوم ہے۔

⑯ فَلَآ اُقْسِمُ لَا زَائِدَةٌ بِالشَّفَقِ ○ هُوَ الْحُمْرَةُ فِی الْاُفُقِ بَعْدَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ

⑯ سو میں قسم کھاتا ہوں شفق کی یعنی اس سرخی کی جو آسمان کے کنارہ ہوتی ہے بعد غروب شمس کے۔

تشریح

⑮ اس کا رب اس کی نگرانی کر رہا تھا وہ تو یہ سمجھ رہا تھا کہ میں آزاد ہوں جو چاہے کروں مگر یہ بات اللہ کے انصاف اور اس کی حکمت کے خلاف تھی کہ وہ اس کے اعمال کو نظر انداز کر دیتا اور اس سے باز پرس نہ کرتا۔ اللہ تعالےٰ نے اس دنیا کا نظام جس حکمت کے تحت بنایا ہے اس میں یہ بات شامل ہے کہ اس نے انسان کو ایک ذمہ دار ہستی بنایا ہے اس کو اچھے برے کی تمیز دی ہے پھر اس کی رہنمائی کا انتظام کیا ہے اور یہ انتظام کر کے اس کو آزادی دی ہے کہ وہ اپنے اختیار سے اپنے رب کے بتائے ہوئے راستے پر چلے۔ یہ دنیوی زندگی اس کے لئے ایک امتحان اور آزمائش کی زندگی ہے اس لئے لازم ہے کہ اس امتحان کا نتیجہ بھی سامنے آئے اس لئے پروردگار نے اس کا پورا انتظام کیا ہے کہ پیدائش سے لے کر موت تک انسان کی پوری نگرانی کی جائے اور اس کے ایک ایک عمل کا مکمل ریکارڈ تیار کیا جائے اس کے اعمال کے نتائج اور ثمرات سامنے آنا اور حساب کتاب کا ہونا ایک منطقی تقاضا ہے اس لئے اس کا یہ سمجھنا کہ مجھے پلٹ کر رب کے سامنے جانا نہیں ہے خام خیالی سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ انسان کو مرنے کے بعد زندہ ہونا ہے، پروردگار کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ اس بات کو دلیل سے ثابت کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے آثار کائنات کے کچھ حالات اگلی آیتوں میں بیان فرمائے ہیں۔

⑯ میں قسم کھاتا ہوں شام کی سرخی کی شام کو سورج غروب ہونے کے بعد جو سرخی آسمان پر نمودار ہوتی ہے اس کو شفق کہتے ہیں گویا زندگی کی شام ہونے پر ایک اور ہی روشنی نمودار ہوتی ہے۔ انسان ہوں یا جانور اپنے اپنے ٹھکانوں سے نکل کر دن بھر روزی کی تلاش میں ادھر ادھر پھرتے رہتے ہیں اور جیسے ہی رات ہوتی ہے ہر طرف سے سمٹ کر اپنے اپنے ٹھکانوں پر آجاتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ نے انسانوں کو دنیا میں بھیجا وہ زندگی کی تگ و دو میں مصروف رہے زندگی کی شام ہو گئی دن تمام ہوا اب انھیں پلٹ کر اپنے اصل ٹھکانے یعنی عالم بالا میں پہنچنا ہے۔

وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ﴿١٧﴾ وَالْقَمَرِ إِذَا اتَّسَقَ ﴿١٨﴾

وَالَّيْلِ	وَمَا	وَسَقَ	وَالْقَمَرِ	إِذَا	اتَّسَقَ
اور رات	اور جو	سمٹ آتی ہے	اور چاند	جب	مکمل ہوجائے

اور رات کی جو (اس میں) سمٹ آتی ہے۔ اور چاند کی جب مکمل ہو جائے۔

لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ﴿١٩﴾ فَمَا

لَتَرْكَبُنَّ	طَبَقًا	عَنْ	طَبَقٍ	فَمَا
تم کو ضرور چڑھنا ہے	ایک درجہ	سے	درجہ	سو کیا

تم کو درجہ بدرجہ ضرور چڑھنا ہے۔ سو انھیں کیا

لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٢٠﴾ وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ

لَهُمْ	لَا يُؤْمِنُونَ	وَإِذَا	قُرِئَ	عَلَيْهِمُ
انھیں	وہ ایمان نہیں لاتے	اور جب	پڑھا جاتا ہے	ان پر

ہوگیا ہے کہ وہ ایمان نہیں لاتے ؟ اور جب ان پر قرآن پڑھا

الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ ﴿٢١﴾ السجدة بَلِ الَّذِينَ

الْقُرْآنُ	لَا يَسْجُدُونَ	بَلِ	الَّذِينَ
قرآن	وہ سجدہ نہیں کرتے	بلکہ	جن لوگوں

جاتا ہے تو وہ سجدہ نہیں کرتے بلکہ جن لوگوں نے

كَفَرُوا يُكَذِّبُونَ ﴿٢٢﴾ وَاللَّهُ أَعْلَمُ

كَفَرُوا	يُكَذِّبُونَ	وَ	اللّٰهُ	أَعْلَمُ
کفر کیا (منکر)	جھٹلاتے ہیں	اور	اللہ	خوب جانتا ہے

کفر کیا (منکر) جھٹلاتے ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے جو

بِمَا يُوعُونَ ﴿٢٣﴾ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ

بِمَا	يُوعُونَ	فَبَشِّرْهُمْ	بِعَذَابٍ
جو	بھر رکھتے ہیں	سو انھیں خوشخبری سنا	عذاب کی

وہ (دلوں میں) بھر رکھتے ہیں۔ سو انھیں دردناک عذاب کی خوشخبری

اَلِیۡمٍ ﴿۲۴﴾ اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا

اَلِیۡمٍ	اِلَّا	الَّذِیۡنَ	اٰمَنُوۡا	وَ عَمِلُوا
دردناک	سوائے	جو لوگ	ایمان لائے	اور انھوں نے کام کئے

سُنا دیجئے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انھوں نے

الصّٰلِحٰتِ لَهُمۡ اَجۡرٌ غَیۡرُ مَمۡنُوۡنٍ ﴿۲۵﴾ ع ۲۵

الصّٰلِحٰتِ	لَهُمۡ	اَجۡرٌ	غَیۡرُ مَمۡنُوۡنٍ
اچھے	ان کے لئے	اجر	نہ ختم ہونے والا

اچھے کام کئے ان کے لئے ختم نہ ہونے والا اجر ہے۔

﴿۱۷﴾ وَالَّیۡلِ وَمَا وَسَقَ ○ جَمَعَ مَا دَخَلَ عَلَیۡهِ مِنَ الدَّوَابِ وَغَیۡرِهَا

﴿۱۷﴾ اور قسم رات کی اور جو اس میں مجتمع ہیں جانوروں وغیرہ سے۔

﴿۱۸﴾ وَالۡقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ○ اِجۡتَمَعَ وَتَمَّ نُوۡرُهٗ وَ ذٰلِكَ فِی اللَّیَالِی الۡبِیۡضِ

﴿۱۸﴾ اور قسم چاند کی جب کہ اس کی روشنی پوری ہو جائے۔ اور یہ روشنی کا پورا ہونا تیرہویں[۱۳]، چودہویں[۱۴]، پندرہویں[۱۵] تاریخ کو ہوتا ہے۔

﴿۱۹﴾ لَتَرۡكَبُنَّ اَیُّهَا النَّاسُ اَصۡلُهٗ تَرۡكَبُوۡنَنَّ حُذِفَتۡ نُوۡنُ الرَّفۡعِ لِتَوَالِی الۡاَمۡثَالِ وَالۡوَاوُ لِالۡتِقَاءِ السَّاكِنَیۡنِ طَبَقًا عَنۡ طَبَقٍ ○ حَالًا بَعۡدَ حَالٍ وَهُوَ الۡمَوۡتُ ثُمَّ الۡحَیَاةُ وَمَا بَعۡدَهَا مِنۡ

﴿۱۹﴾ البتہ تم کو اے لوگو ایک حالت بعد دوسری حالت کے پیش آوے گی کہ مردگی پھر زندہ ہوگے اور اس کے بعد قیامت میں طرح طرح کے حالات پیش آدیں گے۔

(۲۰) أَحْوَالِ الْقِيَامَةِ- فَمَا لَهُمْ أَيِ الْكُفَّارِ لَا يُؤْمِنُونَ ○ أَيْ أَيُّ مَانِعٍ لَهُمْ مِنَ الْإِيْمَانِ أَوْ أَيُّ حُجَّةٍ لَهُمْ فِي تَرْكِهِ مَعَ وُجُودِ بَرَاهِيْنِهِ

(۲۰) سو ان کافروں کو کیا ہوا کہ یہ ایمان نہیں لاتے۔

یعنی کیا امر اُن کو ایمان لانے سے روکتا ہے یا کیا وجہ کہ یہ ایمان کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔

حالاں کہ ایمان کے دلائل موجود ہیں۔

(۲۱) وَمَا لَهُمْ إِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ ○ يَخْضَعُوْنَ بِأَنْ يُؤْمِنُوْا بِهِ لِإِعْجَازِهِ

(۲۱) اور ان کافروں کو کیا ہوا کہ ان کے روبرو قرآن پڑھا جاتا ہے تو یہ اس کے احکام کے مطیع نہیں ہوتے اور اس کے سامنے پستی اختیار نہیں کرتے کہ اس کے اعجاز کو دیکھ کر ایمان لاویں۔

(۲۲) بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ ○ بِالْبَعْثِ وَغَيْرِهِ

(۲۲) بلکہ کفار حشر و نشر کو جھوٹا سمجھتے ہیں۔

(۲۳) وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ ○ يَجْمَعُوْنَ فِي صُحُفِهِمْ مِنَ الْكُفْرِ وَالتَّكْذِيْبِ وَأَعْمَالِهِمِ السُّوْءِ

(۲۳) اور اللہ جانتا ہے جو کچھ وہ اپنے صحیفوں میں جمع کر رہے ہیں کفر اور جھٹلانا حشر و نشر وغیرہ کا اور اعمالِ بد۔

(۲۴) فَبَشِّرْهُمْ أَخْبِرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيْمٍ ○ مُؤْلِمٍ

(۲۴) سو ان کو بشارت دے عذاب دردناک کی۔

(۲۵) إِلَّا لٰكِنِ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ○ غَيْرُ مَقْطُوْعٍ وَلَا مَنْقُوْصٍ وَلَا يُمَنُّ بِهِ عَلَيْهِمْ

(۲۵) لیکن جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کے لئے ثواب ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا اور نہ اس میں کمی ہوگی اور اس کے سبب ان پر احسان نہ جتایا جائے گا۔

تشریح

(۱۷) قسم کھاتا ہوں رات کی اور جو کچھ وہ سمیٹ لیتی ہے | غروب آفتاب کے بعد شفق کی سرخی آتی ہے اور پھر رات کا اندھیرا چھا جاتا ہے اور رات اپنے دامن میں ستاروں کو سمیٹ لیتی ہے رات کی چادر میں جگمگاتے ستارے بھی سمٹ آتے ہیں اور انسان بھی اپنے اپنے بستروں میں دبک جاتے ہیں

(۱۸) چودھویں کے چاند کی قسم | چودھویں کے چاند کی قسم جب وہ ماہ کامل ہو جاتا ہے اس کی ٹھنڈی چاندنی زمین پر پھیل جاتی ہے اور فضا خمار آلود ہو جاتی ہے۔

جس طرح یہ چیزیں یہ آثار کائنات ایک حالت پر نہیں رہتے۔ دن ہوا، پھر شام کی سرخی آئی پھر رات آ گئی، پھر ستارے جگمگانے لگے، پھر چودھویں کا چاند چاندنی پھیلانے لگا جس طرح سے یہ آثار بدلتے ہیں اسی طرح انسان کے حالات بھی بدلتے ہیں۔

(۱۹) تمہیں ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف گزرتے چلے جانا ہے | ان آثار کائنات کی طرح تمہیں بھی ایک حالت سے دوسری حالت میں جانا ہے، تمہیں ایک حالت پر نہیں رہنا ہے۔ جوانی سے بڑھاپا، بڑھاپے سے موت، موت سے برزخ، برزخ سے دوبارہ زندگی، دوبارہ زندگی سے میدان حشر، پھر حساب و کتاب پھر جزا و سزا کی منزلیں۔

معلوم ہوا کہ جس کائنات میں انسان رہتا ہے اس میں ٹھہراؤ نہیں ہے درجہ بدرجہ تبدیلی پائی جاتی ہے۔ اگر ان دلائل پر اور شہادتوں پر غور کرو تو بات سمجھ میں آئے گی کہ قرآن جو یہ خبر دے رہا ہے وہ بالکل صحیح خبر ہے کہ انسان کو موت کے بعد پھر زندگی کے مرحلے میں داخل ہونا ہے اور پھر اپنے رب کے حضور پیشی کے مرحلے سے لازماً دوچار ہونا ہے۔ اور ان مرحلوں سے گزر کر اپنی آخری منزل جنت یا دوزخ میں پہنچ کر رہنا ہے اگر انسان غور و فکر سے کام لے اور آثار کائنات کے ان احوال کا مشاہدہ کرے تو اس کی فکر و نظر کے زاویے بدل جائیں گے۔ سورج کے غروب ہوتے ہی شفق کی سرخی، دن کے رخصت ہوتے ہی رات کا ستاروں سے اپنی بزم کو آراستہ کرنا۔ اور چاند کا ہلال سے بتدریج مہ کامل بن جانا اس بات کا ثبوت ہے کہ اس کائنات کے نظام میں تدریج پائی جاتی ہے اور قرآن اس پہلو سے دعوت فکر دے رہا ہے

(۲۰) ان واضح شہادتوں کے باوجود ایمان نہ لانے کی کیا وجہ ہے | ان واضح شہادتوں کے باوجود یہ کیوں نہ تسلیم کیا جائے کہ انسان کو جواب دہی کے مرحلے سے گزرنا ہے اور اپنے اس خیال پر اصرار کرنے کی کیا وجہ ہے کہ زندگی اسی دنیا تک ہے اور مرنے کے بعد کوئی مرحلہ پیش آنا نہیں ہے اس بات کو سمجھنے کے لئے عقل کی اور آثار کائنات کی رہنمائی بھی کافی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے ایک احسان اور کیا کہ اپنی کتاب نازل کر کے بات کھول کر ان کے سامنے رکھ دی۔

(۲۱) وہ قرآن کی صداقت کا اعتراف کیوں نہیں کرتے | آثار کائنات اور عقل کی رہنمائی کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر پر اپنی کتاب نازل فرمائی جنھوں نے کھول کھول کر یہ حقائق سامنے رکھے۔ ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ قرآن کا یہ حقیقت افروز بیان سن کر وہ اس کی صداقت کا اعتراف کرتے اور اس کی عظمت سے متاثر ہو کر اللہ کے حضور سجدہ ریز ہوتے۔

اس مقام پر نبی ﷺ سے سجدہ کرنا ثابت ہے تاکہ عملاً بھی قرآن کے اس بیان کو تسلیم کرنے کا اظہار ہو۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی اور آپ نے نماز میں یہ سورت پڑھ کر اس مقام پر سجدہ کیا۔ (مسلم)

(۲۲) حق کا انکار کرنے والے الٹا قرآن کو جھٹلاتے ہیں | منکرین حق آیات الٰہی کی نشانیوں کو دیکھ کر ایمان تو کیا لاتے اور قرآن

کی زبان سے صداقت کی بات سن کر سر تسلیم تو کیا خم کرتے الٹا اس کی سچائیوں کو جھٹلاتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں اسی طرح دنیا میں رہنا ہے۔

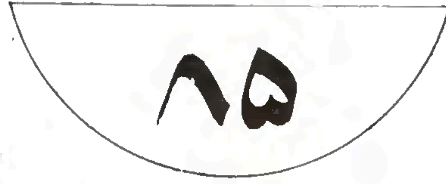
(۲۳) ان کے دل کی بات اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں | یہ کیوں اللہ کی آیات کو سُن کر سر تسلیم خم نہیں کرتے اور کیوں زبان سے اس کی تکذیب کرتے ہیں۔ اصل بات جو ان کے دلوں میں چھپی ہوئی ہے اللہ تم اسے خوب جانتے ہیں۔ اللہ کو معلوم ہے کہ یہ بے قید اور مفاد پرستانہ زندگی گزارنے کی خواہش ہے جس کو وہ اپنے سینوں میں چھپائے ہوئے ہیں۔ اس لئے انھیں حق سے عناد اور اسلام سے دشمنی ہے کہ اسلام ان کو بے قید نفسانی خواہشات کے خلاف ایک ضابطے اور قانون کا پابند بناتا ہے اور انسان پر ذمہ داری ڈالتا ہے کہ وہ ایسی ذمہ دارانہ زندگی بسر کرے جس کے بارے میں اللہ کے سامنے پیش ہو کر سُرخ رو ہو سکے اور اس کو ہر قدم پر آخرت کی جواب دہی کا احساس رہے۔

یہ طریقۂ زندگی انسان کی دنیا اور آخرت دونوں کو درست کرتا ہے اور انسان کو سیدھے راستے پر قائم رکھتا ہے۔ ان کی آزاد اور بے قید زندگی گزارنے کی خواہش کا نتیجہ کیا ہوگا اس کا بیانِ اگلی آیت میں ہے اور اس کے ساتھ نیک عمل کرنے والوں کو نہ ختم ہونے والے اجر کی بشارت بھی ہے۔

(۲۴) منکرین حق کو عذاب الیم کی بشارت | بشارت کا لفظ یہاں طنزیہ طور پر لایا گیا ہے کہ جب تم جنت کی خوش خبری سننے اور اپنے آپ کو اس کا مستحق بنانے کے لئے تیار نہیں ہو تو پھر جہنم کی ہی خوش خبری سن لو کہ تمہیں تمہاری کمائی کا پھل ضرور ملے گا اور تمہاری کوششیں خالی نہیں جائیں گی۔ دنیا میں تمہاری کرتوت آخرت کے دردناک عذاب کے ہی قابل تھیں۔

(۲۵) نیکو کاروں کے لئے آخرت کا نہ ختم ہونے والا اجر و ثواب | نیکو کار جنھوں نے اللہ سے ڈرتے ہوئے زندگی بسر کی اس کے احکام کی تعمیل کے لئے مستعد رہے جواب دہی کی فکر کرتے رہے ان کو آخرت میں جو اجر ملے گا وہ وقتی اور عارضی نہ ہوگا بلکہ مستقل اور دائمی ہوگا جس کا سلسلہ کبھی منقطع نہ ہوگا۔ یوں سمجھو کہ آخرت کی نعمتیں اور وہاں کی راحتیں ان کے لئے بہتے دریا کی طرح ہوں گی جو ہمیشہ رواں دواں رہے گا۔

۸۵



○ ترتیب تلاوت	۸۵	○ ترتیب نزول	۲۷
○ مکی / مدنی	مکی	○ تعداد رکوعات	۱
○ تعداد آیات	۲۲	○ تعداد الفاظ	۱۰۹
○ تعداد حروف	۴۷۵		

○ اس سورت کی پہلی آیت میں برجوں والے آسمان کا ذکر ہوا ہے :۔ ”وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الۡبُرُوۡجِ“ اس سے لفظ بروج لے کر بطور علامت اس سورت کا نام اَلۡبُرُوۡج رکھا گیا ہے یعنی وہ سورت جس میں لفظ ”البروج“ آیا ہے۔

○ سورت کے مضمون سے اس کے نازل ہونے کے زمانہ کا اندازہ ہوتا ہے کہ یہ سورت مکہ مکرمہ میں اس دور میں نازل ہوئی جب حق کا انکار کرنے والوں کی طرف سے اہل ایمان پر ظلم وستم کئے جا رہے تھے اور انھیں طرح طرح کی تکلیفیں دے کر یہ کوشش کی جا رہی تھی کہ وہ اپنے ایمان سے پھر جائیں۔

○ اس سورت کا موضوع ظالموں کو ان کے بُرے انجام سے خبردار کرنا اور اہل ایمان کو تسلی دینا اور ثابت قدم رہنے کی تلقین کرنا ہے۔

○ اس سلسلے میں "اصحاب الاخدود" کے قصے کا ذکر کیا گیا ہے اور اس قصے کے پیرائے میں یہ بات ذہن نشین کرائی گئی ہے کہ ظلم کی ٹہنی کبھی پھلتی نہیں ہے۔ ظالم کو سزا ضرور ملتی ہے۔

اور اہل ایمان کو یہ قصہ سنا کر تسلی دی گئی ہے کہ حالات کتنے بھی شدید ہوں انھیں "اصحاب الاخدود" کی طرح ثابت قدم رہنا چاہیۓ جنھوں نے آگ کے گڑھوں میں گر کر جان دینا قبول کر لیا تھا مگر اپنے ایمان سے پھرنا قبول نہیں کیا تھا۔

○ اس سورت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اہل ایمان جس رب پر ایمان لائے ہیں وہ سب پر غالب ہے زمین و آسمان پر اسی کی حکومت ہے۔ تمام حمد و ستائش کا مستحق وہی ہے وہ سب کے اعمال کو دیکھ رہا ہے جس کا جیسا عمل ہوگا اس کے مطابق اس کو بدلہ ملے گا۔

تم جس قرآن کو جھٹلا رہے ہو اس کا پیغام اور اس کی ہر بات اٹل ہے یہ قرآن لوح محفوظ میں ثبت ہے جس کا لکھا کسی کے بدلنے سے بدل نہیں سکتا۔ یہ قرآن روز جزا کی خبر دے رہا ہے اس بلند پایہ کتاب کا سرچشمہ اتنا پاکیزہ اور اتنا محفوظ ہے کہ اس کی کوئی بات غلط نہیں ہو سکتی۔



آیاتہا ۲۲	سورۃ البروج مکیۃ ۸۵ = ۲۷	رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے، جو بہت مہربان، رحم کرنے والا ہے

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ①

ذَاتِ الْبُرُوْجِ	وَالسَّمَآءِ
برجوں والا	قسم آسمان کی

برجوں والے آسمان کی قسم

سُوْرَۃُ الْبُرُوْجِ مَکِّیَّۃٌ
ثِنْتَانِ وَعِشْرُوْنَ اٰیَۃً
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
① وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۝ لِلْکَوَاکِبِ اِثْنَا عَشَرَ بُرْجًا تَقَدَّمَتْ فِی الْفُرْقَانِ

سورہ بروج مکی ہے اس میں بائیس آیتیں ہیں۔
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
شروع اللہ کے نام سے جو بہت بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے
① وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ وَالْیَوْمِ الْمَوْعُوْدِ وَشَاہِدٍ وَّمَشْہُوْدٍ
قسم ہے آسمان بارہ برج والے کی۔

تشریح

① قسم ہے برجوں والے آسمان کی قرآن میں جن چیزوں کی قسمیں کھائی گئی ہیں اس کے بارے میں بتایا جا چکا ہے کہ ان قسموں کا مقصد ان کے تقدس اور عظمت کو بیان کرنا نہیں ہوتا بلکہ ان چیزوں کو شہادت اور دلیل کے طور پر پیش کرنا ہوتا ہے۔ یہ عربی کا ایک خاص اسلوب ہے اس اسلوب و انداز میں بلاغت بھی ہے اور زور کلام بھی۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے برجوں والے آسمان کی قسم کھا کر آسمان کو بطور شہادت اور دلیل کے پیش کیا ہے کہ ذرا اس آسمان کو دیکھو اس میں روشن ستاروں کے جھرمٹ آسمان کی زینت بنے ہوئے ہیں۔ اور جن کی جلوہ ریزیاں انسان کو دعوت نظارہ دے رہی ہیں آسمان کے ستاروں کے جھرمٹ اس طرح درخشاں نظر آتے ہیں جیسے یہ بلند محل اور برج ہیں جو سجائے گئے ہیں۔ ان کی اس طرح قلعہ بندی کی گئی ہے کہ جب شیطانی طاقتیں آسمان کی طرف پرواز کرنے لگتی ہیں تو ان قلعوں سے ان پر شہاب ثاقب کے گولے داغے جاتے ہیں۔

برجوں والے آسمان کی قسم کھانے کا مطلب یہ ہے کہ آسمان میں نظر آنے والے درخشاں ستاروں کے یہ جھرمٹ اس بات کی واضح شہادت دیتے ہیں کہ جس ہستی نے یہ بزم کائنات سجائی ہے اس کے یہاں اندھیر نگری نہیں ہے بلکہ وہ اپنی صفت جلال و جمال کے ساتھ اس کائنات پر حکومت کر رہے ہیں۔

لہٰذا ایسا نہیں ہو سکتا کہ جو لوگ اس کے وفادار بندوں پر ظلم ڈھاتے ہیں ان سے باز پرس نہ ہو اور اس کی خاطر ستائے گئے وفادار مظلوم بندے انعام و اکرام سے نہ نوازے جائیں۔

شیطانی طاقتوں کی آسمان پر پرواز کو روکنے کے لئے شہاب ثاقب کے گولے برسائے جاتے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حد سے تجاوز کرنے والوں کے لئے پروردگار کے یہاں سزا کا قانون ہے پھر وہ سرکشوں کو سزا کیوں نہیں دے گا۔

برجوں والے آسمان پر غور کرنے سے جزا اور سزا کا تقاضا ابھرتا ہے اور اس سے روز جزا کی تصدیق و تائید ہوتی ہے جس کی خبر قرآن دے رہا ہے اس لئے برجوں والے آسمان کو بطور دلیل و شہادت پیش کیا گیا ہے۔

وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ﴿٢﴾ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ﴿٣﴾ قُتِلَ

قُتِلَ	وَمَشْهُوْدٍ	وَشَاهِدٍ	الْمَوْعُوْدِ	وَالْيَوْمِ
ہلاک کردیے گئے	اور جہاں حاضر ہوتے ہیں	اور حاضر ہونے والا	وعدہ کیے ہوئے	اور دن کی

اور وعدہ کیے ہوئے دن کی، اور حاضر ہونے والے دن کی اور جہاں حاضر ہوتے ہیں۔ ہلاک

أَصْحٰبُ الْأُخْدُوْدِ ﴿٤﴾

	الْأُخْدُوْدِ	أَصْحٰبُ
	خندق (جمع)	والے

کردیے گئے خندقوں والے

﴿٢﴾ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ○ يَوْمُ الْقِيَامَةِ

﴿٢﴾ اور قیامت کے دن کی۔

﴿٣﴾ وَشَاهِدٍ يَوْمُ الْجُمُعَةِ وَّمَشْهُوْدٍ ○ يَوْمُ عَرَفَةَ كَذَا فُسِّرَتِ الثَّلٰثَةُ فِي الْحَدِيْثِ فَالْأَوَّلُ مَوْعُوْدٌ بِهٖ وَالثَّانِيْ شَاهِدٌ بِالْعَمَلِ فِيْهِ وَالثَّالِثُ يَشْهَدُهُ النَّاسُ وَالْمَلَائِكَةُ وَجَوَابُ الْقَسَمِ مَحْذُوْفٌ صَدْرُهُ أَيْ لَقَدْ

﴿٣﴾ اور جمعہ اور عرفہ کے دن کی (یوم موعود اور شاہد و مشہود کی یہی تفسیر حدیث شریف میں آئی ہے۔ قیامت کے دن کو یوم موعود اس لئے فرمایا کہ اس کے آنے کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اور جمعہ کو شاہد اس لیے فرمایا کہ جو عمل جمعہ کے روز کیے جاتے ہیں ان پر جمعہ گواہی دے گا۔ اور یوم عرفہ کو مشہود اس لئے فرمایا کہ اس دن آدمی اور فرشتے ایک جگہ حاضر ہوتے ہیں۔ جواب قسم وہ ہے جو آگے مذکور ہے اس کا شروع محذوف ہے یعنی اصل یہ تھی۔ لَقَدْ قُتِلَ أَصْحٰبُ الْأُخْدُوْدِ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ الخ

﴿٤﴾ قُتِلَ لُعِنَ أَصْحٰبُ الْأُخْدُوْدِ ○ اَلشَّقُّ فِي الْأَرْضِ

﴿٤﴾ بے شبہ لعنت ہوئی خندق والوں پر۔

تشریح

﴿٢﴾ اس دن کی قسم جس کا وعدہ کیا گیا ہے جس دن کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ آکر رہے گا وہ قیامت کا دن ہے، فیصلے کا دن تاکہ اللہ تعالیٰ عدالت قائم کریں اور نیک و بد، ظالم و مظلوم اور حق و باطل کے درمیان پورا پورا انصاف ہو۔ کیوں کہ اس دنیا کی ساخت میں اعمال کا پورا پورا بدلہ ممکن نہیں ہے۔ اس لئے ایک دن ایسا آئے گا کہ سچ اور جھوٹ اس طرح الگ الگ ہو جائیں کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔ اور پھر انصاف کے ساتھ ان کے درمیان اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائیں گے۔
اس دنیا میں انسان کا آنا اس کو عمل کی آزادی دینا، اس کے اندر اچھے برے کی تمیز کا ہونا اور پھر اس کے اعمال کا پورا پورا ریکارڈ تیار

کرنے کا غیر معمولی اہتمام کرنا۔ اس سب کا منطقی تقاضا ہے کہ ایک دن ایسا آنا ہی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دن کا وعدہ کیا ہے اور اسی کی قسم کھا کر اس کو بطور شہادت اور دلیل پیش کیا ہے

(۳) شاہد و مشہود کی قسم | شاہد کا مطلب یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو قیامت کے دن حاضر ہوگا اور قیامت کے مناظر اور اس کی ہولناکیوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھے گا۔ اور مشہود کا مطلب وہ چیزیں جو قیامت کے دن حاضر کی جائیں گی یعنی وہ ہولناک مناظر جن کو شخص اپنی آنکھوں سے دیکھے گا۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں چار چیزوں کی قسمیں کھائی ہیں۔ ایک برجوں والے آسمان کی، دوسرے یوم موعود کی یعنی جس کا وعدہ ہے اور وہ روز قیامت ہے ۔ تیسرے شاہد یعنی حاضر ہونے والا۔ وہ لوگ جو روز قیامت موجود ہوں گے اور اپنی آنکھوں سے قیامت کے مناظر دیکھیں گے ۔ چوتھی چیز جس کی قسم کھائی ہے وہ ہے مشہود یعنی قیامت کے وہ مناظر جو سامنے لائے جائیں گے۔ ان چاروں چیزوں کی قسمیں کلام کو مؤکد کرنے اور ان باتوں کا یقین پیدا کرنے کے لئے کھائی گئی ہیں یعنی اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں کا اور ۔ تمام زمانوں کا مالک ہے اور سب چیزیں اس کے قبضۂ قدرت میں ہیں وہ اس نظام کائنات کو بدل بھی سکتا ہے اور اس کو تہہ و بالا کر کے ایک دوسرا نظام۔ دوسرے قانون کے مطابق قائم کر سکتا ہے جہاں مکان اور وقت کے پیمانے اس دنیا سے مختلف ہوں گے ۔ جو قادر مطلق ان سب پر حاکم ہے حقیر انسان اس سے بچ کر کہاں جا سکتا ہے۔ یوم موعود قیامت کی قسم کھا کر بتایا گیا ہے کہ دنیا میں ظالموں نے جو ظلم کرنا تھا کر لیا مگر وہ دن آنے والا ہے جب اس ظلم کا بدلہ ان سے لیا جائے گا۔

اصحابُ الاُخدود کے واقعہ پر ایک نظر

○ جنوبی عرب میں نجران یمن کی سرحد پر واقع ہے۔ ریاض سے اس کا فاصلہ ایک ہزار کلومیٹر ہے۔ اس شہر کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔ یہ ایک بڑا تجارتی اور صنعتی مرکز تھا مشہور حلۂ یمانی یہیں تیار ہوتا تھا۔ یہاں چمڑے اور اسلحہ کی اور اس کے علاوہ بشر کی بڑی بڑی صنعتیں قائم تھیں۔ اس علاقے پر بنی حمیر نے صدیوں تک حکومت کی ہے۔ حضرت موسیٰؑ کے بعد یمن کے علاقے میں یہودیوں کی حکومت قائم رہی۔

نجران کے لوگ ایک زاہد و مجاہد عیسائی سیاح فیمیون (FAYMIYON) کی تبلیغ سے عیسائی ہوگئے تھے۔ نجران کی سیاسی اور معاشی اور مذہبی اہمیت کی وجہ سے یمن کے یہودی بادشاہ ذونواس نے اکتوبر ۵۲۳ء میں نجران پر حملہ کر کے وہاں کے لوگوں کو جو حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لائے تھے اور سچے مومن تھے یہودی مذہب قبول کرنے کا حکم دیا لیکن ان سچے اہل ایمان نے انکار کر دیا ان کے انکار کرنے پر ذونواس نے بڑی بڑی خندقیں کھدوائیں اور ان میں آگ دہکا دی اور ان اہل ایمان کو حکم دیا کہ یا تو وہ یہودی مذہب قبول کریں اور اپنے ایمان سے دستبردار ہو جائیں ورنہ ان کو آگ میں جھونک دیا جائے گا مگر ان لوگوں نے ایمان سے دستبردار ہونا گوارا نہیں کیا اور ذونواس نے آگ سے بھرے ہوئے گڑھوں میں عورت، مرد، بچے، بوڑھے سب کو پھنکوا دیا۔ مجموعی طور پر بیس سے چالیس ہزار تک مقتولین کی تعداد بیان کی جاتی ہے۔

یہ واقعہ سیرت ابن ہشام جلد ۱ ص ۳۵ پر موجود ہے۔ اور سٹینڈرڈ جیوش انسائیکلوپیڈیا میں بھی مختصراً اس کا ذکر ہے۔

(THE STANDARD JEWISH ENCYCLOPAEDIA, PAGE 554)

آخر ۵۲۵ء میں حبشیوں نے یمن پر حملہ کر کے ذونواس اور اس کی حمیری سلطنت کا خاتمہ کر دیا۔ اس کی تصدیق حصنِ غراب کے کتبے سے ہوتی ہے جو یمن میں موجودہ زمانے کے محققین آثارِ قدیمہ کو ملا ہے۔

حبشی عیسائیوں نے نجران پر قبضہ کرنے کے بعد یہاں کعبے کی شکل کی ایک عمارت بنائی تھی جسے وہ مکہ کے کعبے کی جگہ مرکزی حیثیت دینا چاہتے تھے اور اس کو حرم قرار دیا گیا تھا۔ اسی کعبۂ نجران کے پادری اپنے سیّد اور عاقب اور اُسقُف ابوحارث بن علقمہ[1] کی قیادت میں شہر میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور مباہلے کا وہ مشہور واقعہ پیش آیا تھا جس کا ذکر سورۂ آلِ عمران کی آیت ۶۱ میں کیا گیا ہے۔ ارشاد ہے:۔

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيهِ مِنۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَآءَنَا وَأَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَل لَّعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَٰذِبِينَ ۝

(اور تم ان لوگوں میں شامل نہ ہو جو اس میں شک کرتے ہیں یہ علم آجانے کے بعد، اب جو کوئی تم سے اس معاملے میں جھگڑا کرے تو اے نبی ﷺ اس سے کہو کہ "آؤ ہم اور تم خود بھی آجائیں اور اپنے اپنے بال بچوں کو بھی لے آئیں اور خدا سے دعا کریں کہ جو جھوٹا ہو اس پر خدا کی لعنت ہو۔")

فیصلے کی یہ صورت پیش کرنے سے یہ ثابت ہو گیا تھا کہ نجرانی مسیحیت کے پیشوا اور پادری جن کے تقدس کا سکّہ دُور دُور تک چلتا ہے ایسے عقائد کا اتباع کر رہے ہیں جن کی صداقت پر خود انہیں کامل اعتماد نہیں ہے۔

⃝ چھٹی صدی عیسوی کی متعدد عیسائی تحریروں میں اصحاب الاخدود کے اس واقعہ کی تفصیلات بیان ہوئی ہیں۔ فلبی نے اپنے سفرنامے (ARABIAN HIGHCANDS) میں لکھا ہے کہ نجران کے لوگوں میں اب تک وہ جگہ معروف ہے جہاں اصحاب الاخدود کا واقعہ پیش آیا تھا۔ تقریباً ایک کلو میٹر لمبی کھائیاں جو تین سو میٹر کے قریب چوڑی تھیں کھدوائی گئی تھیں جن کے نشانات آج بھی پائے جاتے ہیں۔ اُم حرق کے پاس چٹانوں میں کھُدی ہوئی کچھ تصویریں بھی پائی جاتی ہیں اور کعبۂ نجران جس جگہ واقع تھا اس کو بھی اہلِ نجران جانتے ہیں۔

نجران کے مکہ کے قریب ہونے کی وجہ سے یقیناً یہ واقعہ عربوں میں مشہور رہا ہو گا اسی لئے قرآن نے اصحاب الاخدود کہہ کر اس واقعہ کی طرف خصوصیت سے اشارہ کیا ہے۔ آیئے اب قرآن کے بیان پر نظر ڈالتے ہیں۔ قرآن کا طریقہ ہے کہ وہ واقعہ کے اس پہلو کو لے لیتا ہے جس سے اس کا مقصد عبرت و نصیحت حاصل ہو جائے، اور غیر ضروری تفصیلات کو نظر انداز کر دیتا ہے۔

(۴) مارے گئے کھائیاں کھودنے والے | وہ لوگ جنھوں نے کھائیاں کھودی تھیں گڑھے کھودے تھے اور اہلِ ایمان کو مجبور کیا تھا کہ یا تو وہ ایمان سے دستبردار ہو جائیں یا بھڑکتی ہوئی آگ میں چھلانگ لگا دیں۔ وہ گڑھے کھودنے والے خود ہی تباہ و برباد ہوئے آج ان کا نام و نشان بھی نہیں ہے لیکن وہ اہلِ ایمان جنھوں نے اپنے ایمان کو بچانے کے لئے قربانیاں دیں مر کر بھی زندۂ جاوید ہیں۔

؎ پنداشت ستم گر کہ جفا بر من کرد ٭ بر گردنِ او بماند و بر ما بگذشت

(ظالم نے سمجھا کہ اس نے ظلم ہم پر کیا۔ اس کے ظلم کا وبال اس کی گردن پر رہ گیا اور ہم پر سے گزر گیا۔)

نمرود نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ ؑ کو بھڑکتی ہوئی آگ کے الاؤ میں ڈال کر یہ سمجھا تھا کہ حضرت خلیل ؑ کے آگ میں ڈالنے سے حق جل کر ختم ہو جائے گا مگر حق باقی ہے اور خاتمہ باطل کا ہوا ہے۔

؎ بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق ٭ عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

---

[1] ابو حارث بن علقمہ دراصل عرب کے مشہور قبیلے بنی بکر بن وائل سے تعلق رکھتا تھا، مگر پھر پکا نصرانی بن کر روم چلا گیا اور وہاں کے عیسائی سلاطین نے اسلام دشمنی میں اس کی بڑی پذیرائی کی اور مال و منصب سے نوازا۔ یہ فدا ابھی مدینہ طیبہ کے راستے ہی میں تھا کہ خچر پر سوار ابو حارث نے اپنے بھائی کرز بن علقمہ سے کہا، "واللہ ہم خوب جانتے ہیں کہ یہ وہی نبی منتظر ہیں۔ مگر اگر یہ بات ہم مان لیں تو ہمارے سارے مفادات ختم ہو جائیں گے۔" ابو حارث کی یہی بات آگے چل کر کرز بن علقمہ کے مشرف باسلام ہونے کا باعث بن گئی۔ (امام رازی تفسیر سورۂ آلِ عمران)

النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۝۵ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ۝۶

قُعُوْدٌ	عَلَيْهَا	اِذْ هُمْ	الْوَقُوْدِ	ذَاتِ	النَّارِ
بیٹھے تھے	اس پر	جب وہ	ایندھن	والی	آگ

ایندھن والی آگ والے، جب وہ اس پر بیٹھے تھے

وَهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ

بِالْمُؤْمِنِيْنَ	يَفْعَلُوْنَ	مَا	عَلٰى	وَهُمْ
مومنوں کے ساتھ	وہ کرتے تھے	جو	پر	اور وہ

اور وہ جو مومنوں کے ساتھ کرتے (اپنی آنکھوں سے)

شُهُوْدٌ ۝۷ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا

يُّؤْمِنُوْا	اَنْ	اِلَّآ	مِنْهُمْ	وَمَا نَقَمُوْا	شُهُوْدٌ
وہ ایمان لائے	کہ	مگر	ان سے	اور نہیں بدلہ لیا	دیکھتے

دیکھتے اور انھوں نے (مومنوں سے) بدلہ نہیں لیا مگر اس بات کا کہ اللہ پر

بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝۸

	الْحَمِيْدِ	الْعَزِيْزِ	بِاللّٰهِ
	تعریفوں والا	زبردست	اللہ پر

ایمان لائے جو زبردست ہے تعریفوں والا۔

۵ النَّارِ بَدَلُ الْاِشْتِمَالِ مِنْهُ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۝ مَا تُوْقَدُ فِيْهِ

۶ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا اَيْ حَوْلَهَا عَلٰى جَانِبِ الْاُخْدُوْدِ عَلَى الْكَرَاسِيِّ قُعُوْدٌ ۝

۷ وَهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ بِاللّٰهِ مِنْ تَعْذِيْبِهِمْ بِالْاِلْقَاءِ فِي النَّارِ اِنْ لَّمْ يَرْجِعُوْا عَنْ اِيْمَانِهِمْ شُهُوْدٌ ۝ حُضُوْرٌ رُوِيَ اَنَّ اللّٰهَ

۵ جو صاحب آگ جلانے والے کے تھے۔

۶ جب کہ وہ لوگ کرسیوں پر گرد اُن خندقوں آگ سے بھری ہوئی کے بیٹھے تھے۔

۷ اور وہ جو کچھ تکالیف اور مصیبت اللہ پر ایمان لانے والوں کو دے رہے تھے یعنی ان سے یہ کہتے تھے کہ ایمان سے لوٹو اگر وہ نہ لوٹتے تھے تو وہ ان کو اس آگ میں ڈالتے تھے اس امر پر وہ گواہ اور اس وقت وہاں موجود تھے۔ امروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نجات دی اور آگ کی تکلیف سے بچا یا ان لوگوں کو جو ایمان لائے تھے اور کافروں نے ان کو آگ

اَنۡجَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ الۡمُلۡقِیۡنَ فِی النَّارِ بِقَبۡضِ اَرۡوَاحِہِمۡ قَبۡلَ وُقُوۡعِہِمۡ فِیۡہَا وَخَرَجَتِ النَّارُ اِلٰی مَنۡ ثَمَّ فَاَحۡرَقَتۡہُمۡ

میں ڈالا تھا اس طرح کہ ان کی روحیں قبض کرلیں پہلے اس سے کہ وہ آگ میں گریں ۔ اور الٹا یہ ہوا کہ وہ آگ باہر نکلی اور ان سب کو جلا دیا جو کرسیوں پر اس کے گرد بیٹھے تھے ۔

(۸) وَمَا نَقَمُوۡا مِنۡہُمۡ اِلَّاۤ اَنۡ یُّؤۡمِنُوۡا بِاللّٰہِ الۡعَزِیۡزِ فِیۡ مُلۡکِہِ الۡحَمِیۡدِ ○ الۡمَحۡمُوۡدِ

(۸) اور ان کافروں نے صرف اس وجہ سے اہل ایمان سے بغض رکھا اور دشمنی کی کہ وہ اللہ پر ایمان لائے جو غالب ہے، اپنے ملک میں تعریف کیا گیا ہے ۔

تشریح

(۵) ان گڑھوں میں خوب بھڑکتی ہوئی آگ تھی | وہ گھاٹیاں اور گڑھے جس میں اہل ایمان کو پھینکنا تھا خوب اچھی طرح ایندھن والی آگ سے بھرے ہوئے تھے تاکہ اس کے شعلے خوب بھڑکیں اور تیز آگ جلے اور اس میں ڈالے جانے والے لوگ بھڑکتی آگ میں بھسم ہوجائیں اس لئے ان کھائیوں کو ایندھن سے اچھی طرح بھرا گیا تھا تاکہ اس کی آگ خوب بھڑکے ۔

(۶) منکرین حق ان کھائیوں کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے | یہ سچائی کے دشمن جو اہل ایمان کو اس لئے آگ کے شعلوں کی نظر کررہے تھے کہ وہ اللہ پر ایمان لانے والے تھے ان کھائیوں اور گڑھوں کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے ۔

(۷) ان کے جلنے کا تماشہ دیکھ رہے تھے | سنگ دلی کی انتہا یہ تھی کہ اہل ایمان پر ایسا انسانیت سوز ظلم ڈھاتے ہوئے انھیں ذرا جھجک نہیں ہوئی اور اخلاق جس اتنی مردہ ہو گئی تھی کہ وہ بڑی بے شرمی کے ساتھ ان کے جلنے کا تماشا دیکھ رہے تھے اور ذرا سا بھی ان کو رحم نہیں آتا تھا ۔

سے
بہ جرمِ عشق تو می کشتم غوغائیست
تو نیز بر سرِ بام آ کہ خوش تماشائیست

(میں تیرے عشق کے جرم میں مارا جا رہا ہوں اور شور مچا ہوا ہے،
آپ بھی چھت پر آکر دیکھیۓ کیسا اچھا منظر ہے ۔)

(۸) حق پرستوں کا جرم صرف یہ تھا کہ وہ صرف اہل ایمان تھے | یہ حق پرست جن کو بے دردی کے ساتھ آگ میں پھینکا جا رہا تھا ان کا اگر کوئی قصور تھا تو صرف یہ کہ وہ اللہ پر صحیح معنیٰ میں ایمان لائے تھے (اَتَقۡتُلُوۡنَ رَجُلًا اَنۡ یَّقُوۡلَ رَبِّیَ اللّٰہُ) ان مومنین صادق کی سب سے بڑی نیکی ان ظالموں کی نظر میں سب سے بڑا جرم تھی

حالاں کہ اللہ ہی اس بات کا مستحق ہے کہ اس پر ایمان لایا جائے اس لئے کہ وہ زبردست ہر چیز پر غالب اور اپنی ذات میں محمود، لائق حمد وثنا ہے ۔

اللہ کا غلبہ اور اس کی قدرت وطاقت خود اس کی اپنی ہے کسی کی دی ہوئی نہیں ہے اور وہ اپنی ذات میں خود ستودہ صفات محمود اور لائق حمد وثنا ہے چاہے کوئی اس کی تعریف کرے یا نہ کرے وہ بذات خود محمود ہے ۔

وہ ہستی جو ان صفات کی حامل ہے اگر اس کو نہ مانا جائے اس کی عبادت نہ کی جائے اور اس کے آگے سر تسلیم خم نہ کیا جائے تو پھر کس کے آگے کیا جائے ؟ ۔

الَّذِیۡ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی

عَلٰی	وَاللّٰهُ	وَالۡاَرۡضِ	السَّمٰوٰتِ	مُلۡكُ	لَهٗ	الَّذِیۡ
پر	اور اللہ	اور زمین	(آسمان (جمع	بادشاہت	اس کے لئے	وہ جو کہ

جس کی بادشاہت ہے آسمانوں اور زمین میں اور اللہ ہر

كُلِّ شَیۡءٍ شَهِیۡدٌ ؕ ﴿۹﴾ اِنَّ الَّذِیۡنَ فَتَنُوا الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَ

وَ	الۡمُؤۡمِنِیۡنَ	فَتَنُوا	الَّذِیۡنَ	اِنَّ	شَهِیۡدٌ	شَیۡءٍ	كُلِّ
اور	مومن (جمع) مرد	تکلیفیں دیں	وہ جو	بیشک	سامنے (باخبر)	چیز	ہر

چیز پر باخبر ہے۔ بیشک جن لوگوں نے مومن مردوں اور مومن

الۡمُؤۡمِنٰتِ ثُمَّ لَمۡ یَتُوۡبُوۡا فَلَهُمۡ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَ

وَ	جَهَنَّمَ	عَذَابُ	فَلَهُمۡ	لَمۡ یَتُوۡبُوۡا	ثُمَّ	الۡمُؤۡمِنٰتِ
اور	جہنم	عذاب	تو ان کے لئے	انھوں نے توبہ نہ کی	پھر	مومن عورتیں

عورتوں کو تکلیفیں دیں پھر انھوں نے توبہ نہ کی تو ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور

لَهُمۡ عَذَابُ الۡحَرِیۡقِ ؕ ﴿۱۰﴾ اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ

وَ	اٰمَنُوۡا	الَّذِیۡنَ	اِنَّ	الۡحَرِیۡقِ	عَذَابُ	لَهُمۡ
اور	ایمان لائے	جو لوگ	بیشک	جلنا	عذاب	ان کے لئے

ان کے لئے جلنے کا عذاب ہے۔ بیشک جو لوگ ایمان لائے اور

عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمۡ جَنّٰتٌ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا

تَحۡتِهَا	مِنۡ	تَجۡرِیۡ	جَنّٰتٌ	لَهُمۡ	الصّٰلِحٰتِ	عَمِلُوا
ان کے نیچے	سے	جاری ہیں	باغات	ان کے لئے	اچھے	انھوں نے عمل کئے

انھوں نے اچھے عمل کئے، ان کے لئے باغات ہیں جن کے نیچے جاری ہیں

الۡاَنۡهٰرُ ؕ ذٰلِكَ الۡفَوۡزُ الۡكَبِیۡرُ ﴿۱۱﴾

(آیۃ سجدہ)

	الۡكَبِیۡرُ	الۡفَوۡزُ	ذٰلِكَ	الۡاَنۡهٰرُ
	بڑی	کامیابی	یہ	نہریں

نہریں یہ بڑی کامیابی ہے۔

(۹) الَّذِیۡ لَہٗ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ وَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ شَہِیۡدٌ ؕ○ أی ما انکر الکفار علی المؤمنین إلا إیمانھم

(۹) کہ اس کے واسطے بادشاہت آسمانوں کی اور زمین کی۔ اور اللہ ہر چیز پر گواہ ہے اس کو سب معلوم ہے حال یہ ہے کہ کافروں نے اہل ایمان پر صرف اسی وجہ سے انکار کیا کہ وہ ایمان کیوں لائے حالانکہ یہ وجہ بغض اور

(۱۰) اِنَّ الَّذِیۡنَ فَتَنُوا الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَ الۡمُؤۡمِنٰتِ بالاحراق ثُمَّ لَمۡ یَتُوۡبُوۡا فَلَہُمۡ عَذَابُ جَہَنَّمَ بکفرھم وَ لَہُمۡ عَذَابُ الۡحَرِیۡقِ ؕ○ أی عذاب إحراقھم المؤمنین فی الآخرۃ و قیل فی الدنیا بأن خرجت النار فأحرقتھم کما تقدم

(۱۰) بے شبہ جن لوگوں نے ایمان لانے والے مرد اور ایمان لانے والی عورتوں کو تکلیف میں ڈالا کہ ان کو آگ میں جلایا پھر اپنے اس فعل سے تائب نہ ہوئے ان کے واسطے دوزخ کا عذاب ہے بسبب ان کے کفر کے اور ان کے لئے عذاب آگ میں جلنے کا آخرت میں بہ سبب اس کے کہ انھوں نے اہل ایمان کو آگ میں جلایا اور کہا گیا کہ مراد دنیا میں ان کا آگ میں جلنا ہے اس طرح کہ ان خندقوں میں سے آگ نکلی اور ان سب کو جلا دیا جیسا کہ پہلے معلوم ہوا۔

(۱۱) اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَہُمۡ جَنّٰتٌ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ ۬ؕ ذٰلِکَ الۡفَوۡزُ الۡکَبِیۡرُ ؕ○

(۱۱) بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کے واسطے باغ ہیں کہ ان کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ یہ بہت بڑی نجات ہے

تشریح

(۹) اللہ زمین و آسمان کا مالک اور سب کچھ دیکھ رہا ہے | اللہ تو زمین و آسمان کی سلطنت کا مالک ہے اس کی حکومت آسمانوں پر بھی ہے اور زمین پر بھی اور اس کا علم اتنا وسیع ہے کہ ہر چیز اس کی نظر میں ہے وہ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے اور خوب واقف ہے۔ وہ ظالموں کا ظلم بھی دیکھ رہا ہے اور کوئی اس کی حکومت سے باہر نہیں ہے۔ ایک دن ظالموں کو عدالت خداوندی کے کٹہرے میں کھڑا ہونا ہے وہ ایمان والوں کا ایمان اور ان کا صبر بھی دیکھ رہا ہے اور ظالموں کے ظلم سے بھی خوب آگاہ و واقف ہے۔

(۱۰) ظالموں کے لئے جہنم میں جلنے کا عذاب ہوگا | ایک اصحاب الاخدود ہی کیا جو لوگ بھی مومن مرد اور عورتوں پر محض اس لئے ظلم ڈھاتے ہیں کہ ان کو ان کے دین سے پھیرا جا سکے ایسے لوگوں کے لئے جہنم میں دوسرے عذابوں کے ساتھ خاص طور سے شدید قسم کی آگ میں جلنے کے عذاب کا مزا بھی چکھنا پڑے گا (انھوں نے دنیا میں اصحاب الاخدود کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا تھا)۔

جرم کتنا بھی بڑا ہو اگر اس کا کرنے والا توبہ کرکے اپنی اصلاح کر لیتا ہے تو اس کے لئے معافی کے دروازے کھلے ہوئے ہیں مگر جو لوگ ڈھٹائی کے ساتھ ظلم بھی کرتے ہیں اور اپنے جرم کا احساس بھی نہیں کرتے اور اس سے مرتے دم تک توبہ بھی نہیں کرتے اور اہل ایمان کے ساتھ ایسی بے دردی کا معاملہ کرتے ہیں کہ مومن ہونے کے جرم میں بھڑکتی ہوئی آگ میں پھینک دیتے ہیں ان کو اپنے جرم کی سزا ظالم دنیا میں اہل ایمان کو تکلیف دیکر یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم دنیا میں کامیاب ہیں لیکن آخرت میں اہل ایمان ہی کامیاب ہوں گے اور ان کی بڑی کامیابی کیا ہے جنت کی راحتیں اللہ کی رضا جس کا ذکر اگلی آیت میں آیا ہے۔

(۱۱) ایمان اور عمل صالح کا بہترین ثمرہ | ظلم و ستم کے باوجود جو لوگ اپنے ایمان پر ثابت قدم رہے اور نیک اعمال کرتے رہے اللہ کی اطاعت اور فرماں برداری میں لگے رہے ان کے لئے بہت بڑی کامیابی ہے اور بڑی کامیابی دنیا کا حاصل کرنا نہیں ہے کیوں کہ دنیا تو فانی اور عارضی ہے۔ بلکہ جنت کا حاصل کرنا ہے جس کی نعمتیں لازوال ہیں۔ جہاں وہ باغات ہیں جن میں نہریں رواں دواں ہیں جہاں عیش و راحت کی دائمی زندگی ہے ۔ ظلم کرنے والے اس خام خیالی میں مبتلا نہ رہیں کہ وہ ظلم کرکے کامیاب ہو گئے۔ اللہ کی پکڑ بہت شدید ہے جس کا ذکر اگلی آیت میں آ رہا ہے۔

اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ﴿۱۲﴾ اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ

يُبْدِئُ	هُوَ	اِنَّهٗ	لَشَدِيْدٌ	رَبِّكَ	بَطْشَ	اِنَّ
پہلی بار پیدا کرتا ہے	وہی	بیشک وہ	بڑی سخت	تمہارا رب	پکڑ	بیشک

بے شک تمہارے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے۔ بے شک وہی پہلی بار پیدا کرتا ہے

وَيُعِيْدُ ﴿۱۳﴾ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ﴿۱۴﴾

	الْوَدُوْدُ	الْغَفُوْرُ	هُوَ	وَ	وَيُعِيْدُ
	محبت والا	بخشنے والا	وہ	اور	اور لوٹاتا ہے

اور (وہی) لوٹاتا ہے اور وہی بخشنے والا محبت کرنے والا ہے

﴿۱۲﴾ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ بِالْكُفَّارِ لَشَدِيْدٌ ○ بِحَسَبِ اِرَادَتِهٖ

﴿۱۲﴾ بے شک تیرے رب کی پکڑ کافروں پر سخت ہے موافق ارادہ باری تعالیٰ کے۔

﴿۱۳﴾ اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ الْخَلْقَ وَيُعِيْدُ ○ فَلَا يُعْجِزُهٗ مَا يُرِيْدُ

﴿۱۳﴾ بے شک وہی اول مرتبہ مخلوق کو پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ پیدا کرے گا۔ سو اس کو کوئی چیز اس کے ارادے سے نہیں روک سکتی۔

﴿۱۴﴾ وَهُوَ الْغَفُوْرُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ الْمُذْنِبِيْنَ الْوَدُوْدُ ○ اَلْمُتَوَدِّدُ اِلٰى اَوْلِيَائِهٖ بِالْكَرَامَةِ

﴿۱۴﴾ اور وہ بخشنے والا ہے۔ ایمان والوں گنہگاروں کو دوست رکھا گیا ہے اپنے دوستوں کی طرف ساتھ بزرگی کے۔

تشریح

﴿۱۲﴾ رب کی پکڑ بہت سخت ہے | ظلم کرنے والے اس مغالطے میں نہ رہیں کہ وہ اللہ کی پکڑ سے بچ سکیں گے اللہ کی پکڑ بہت شدید ہے لیکن وہ اپنی حکمت کے مطابق دنیا میں ڈھیل دیتا ہے اور جب وہ مہلت ختم ہو جاتی ہے تو ظالموں اور مجرموں کو پکڑ کر سخت ترین سزا دیتا ہے۔ یہ سزا کبھی عبرت کے لئے اس کا کچھ حصہ دنیا میں بھی مل جاتا ہے۔ اور پوری سزا آخرت میں ملے گی۔

﴿۱۳﴾ پہلی بار بھی اللہ نے پیدا کیا اور وہی موت کے بعد دوبارہ پیدا کرے گا | اللہ تعالیٰ زندگی اور موت کے مالک ہیں وہی موت دیتے ہیں وہی زندگی دیتے ہیں۔ پہلی بار انسان کو زندگی ملی اور وہ دنیا میں آیا تو یہ زندگی اللہ کی دی ہوئی تھی پھر جب اس کی موت کا وقت آیا اور اس پر موت طاری ہوئی تو یہ موت بھی اللہ کی دی ہوئی تھی۔ اب جزا اور سزا کے لئے انسان کو دوبارہ پیدا کیا جائے گا اور یہ دوبارہ پیدا کرنا اس ہستی کے لئے کچھ بھی مشکل نہیں جس نے پہلی بار پیدا کیا ہے اس لئے مجرم اس دھوکے میں نہ رہیں کہ موت جب ہمارا نام ونشان مٹا دے گی تو ہم کس طرح پکڑے جائیں گے۔

﴿۱۴﴾ اللہ بخشنے والا بھی ہے اور محبت کرنے والا بھی | قہاری اور سخت گیری کی صفت کے باوجود اللہ کی بخشش اور محبت کی بھی کوئی حد نہیں ہے اگر بندہ توبہ کرے اور اپنے طرزِ عمل کی اصلاح کرلے تو چاہے اس نے کتنے ہی گناہ کئے ہوں وہ بخشے جانے کا مستحق ہو سکتا ہے کیوں کہ وہ اپنے فرماں بردار بندوں کی خطائیں معاف کرتا ہے اور ان کے عیب چھپاتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے بے پناہ محبت کرتے ہیں اگر وہ اس کے وفادار بندے بن کر رہیں تو طرح طرح کے لطف وکرم اور عنایت وشفقت سے نوازتا ہے۔

ذُوالْعَرْشِ الْمَجِيدُ ﴿١٥﴾ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ ﴿١٦﴾

يُرِيدُ	لِمَا	فَعَّالٌ	الْمَجِيدُ	ذُو الْعَرْشِ
وہ چاہے	جو	کر ڈالنے والا	بڑی شان والا	عرش والا (مالک)

عرش کا مالک بڑی شان والا ہے ۔ جو چاہے کر ڈالنے والا ہے ۔

﴿۱۵﴾ ذُوالْعَرْشِ خالقه ومالكه الْمَجِيدُ ○ بالرفع المستحق لكمال صفات العلو ﴿۱۵﴾ مالک اور پیدا کرنے والا ہے عرش کا بزرگی والا اور بڑی شان والا ہے

﴿۱۶﴾ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ ○ لا يعجزه شيء ﴿۱۶﴾ جو چاہتا ہے کرتا ہے کوئی چیز اس کو عاجز نہیں کر سکتی ۔

تشریح

﴿۱۵﴾ اللہ تعالیٰ مالک عرش اور صاحب عظمت ہے | عرش کے معنی تخت کے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ تخت سلطنت کا مالک ہے کیوں کہ انسان ایسے ہی الفاظ سے اللہ تعالیٰ کی بادشاہت اس کی حکومت اور سلطنت کا تصور کر سکتا ہے اس لئے یہاں وہ الفاظ لائے گئے ہیں جس سے معلوم ہو جائے کہ پوری کائنات پر اللہ تعالیٰ کا ہی اقتدار قائم ہے اور اکیلا وہی پوری کائنات پر فرماں برداری کر رہا ہے اس لئے اس سے سرکشی کرنے والے اور اس کے فرماں بردار بندوں پر زیادتیاں کرنے اور ظلم ڈھانے والے اس کی پکڑ سے بچ نہیں سکتے وہ صاحب عظمت و جلالت اور بزرگ و برتر ہے اور اس عظمت و جلالت میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے اس کی جلالت شان تصور سے بالاتر ہے اس لئے بندہ اس کی صفت جمال اور صفت جلال دونوں پر نظر رکھے اور نہ مایوس ہو اور نہ بے خوف ہو ۔ نہ تو اس کی رحمت و بخشش سے مایوس ہو کر بیٹھ جائے اور نہ رحمت و بخشش پر بھروسہ کر کے بے خوف ہو جائے ۔

﴿۱۶﴾ دنیا کی کوئی طاقت اللہ کے کام میں رکاوٹ پیدا نہیں کر سکتی | اللہ تعالیٰ اپنے علم و حکمت کے مطابق جو کرنا چاہیں ان کو کوئی روکنے اور ٹوکنے کا حق نہیں رکھتا ۔ پوری کائنات میں کسی کی یہ طاقت نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کام کا ارادہ کریں اس میں وہ مانع ہو سکیں اور اس کے منصوبے کو روک سکیں ۔

○ ان تمام صفات میں اللہ کی بخشش کی امید دلا کر یہ بتایا گیا کہ اگر کوئی اپنے گناہوں سے باز آ کر توبہ کرے تو اس کا دامن رحمت کھلا ہوا ہے ۔

○ اللہ تعالیٰ کی محبت کا حوالہ دے کر یہ بتایا گیا کہ اللہ کو اپنی مخلوق سے کوئی عداوت اور دشمنی نہیں ہے کہ خواہ مخواہ ان کو عذاب دے تکلیف میں مبتلا کرے بلکہ اللہ نے جس مخلوق کو پیدا کیا ہے اللہ تعالیٰ اس سے بہت محبت کرتے ہیں اور سزا جب ہی دیتے ہیں جب وہ سرکشی سے باز نہ آئے اور اپنا رویہ نہ بدلے ۔

○ مالک عرش کہہ کر انسان کو متوجہ کیا گیا کہ ساری کائنات کی سلطنت کا فرماں روا اللہ جل شانہ ہے اس لئے سرکشی کرنے والا اس کی گرفت سے بچ کر کہیں نہیں جا سکتا ۔

○ اللہ کی عظمت، بزرگی اور برتری کا بیان کر کے انسان کو تنبیہ کی گئی کہ وہ اس ہستی کے مقابلے میں گستاخی کا رویہ اختیار نہ کرے جس کی عظمت و بزرگی اور برتری تصور سے زیادہ ہے ۔

○ اور آخر میں بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ جس کام کا ارادہ کریں اس میں کوئی رکاوٹ ڈالنے والا نہیں ہے ۔

ایسے محبت کرنے والے اور ایسے صاحب اقتدار پروردگار سے روگردانی کیوں کرتے ہو؟ تم سے پہلے بھی ایسی قومیں گزری ہیں جنھوں نے غلط رویہ اختیار کیا ان کی حالت سے سبق لو ۔ ان میں سے بعض اقوام کا ذکر آنے والی آیتوں میں کیا جا رہا ہے جن میں فرعون اور ثمود کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ۔

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ﴿١٧﴾

اَلْجُنُوْدِ	حَدِيْثُ	اَتٰىكَ	هَلْ
لشکر (جمع)	بات	تجھ تک آئی (پہنچی)	کیا

کیا تمہارے پاس لشکروں کی بات (خبر) پہنچی

فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ ﴿١٨﴾ بَلِ الَّذِيْنَ

اَلَّذِيْنَ	بَلِ	وَثَمُوْدَ	فِرْعَوْنَ
وہ جو کہ	بلکہ	اور ثمود	فرعون

فرعون اور ثمود کی بلکہ جن لوگوں نے

كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ ﴿١٩﴾ وَّاللّٰهُ

اللّٰهُ	وَ	تَكْذِيْبٍ	فِيْ	كَفَرُوْا
اللہ	اور	جھٹلانا	میں	انھوں نے کفر کیا

کفر کیا (کافر) جھٹلانے میں (لگے ہوئے ہیں) اور اللہ

مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ ﴿٢٠﴾ بَلْ هُوَ

هُوَ	بَلْ	مُّحِيْطٌ	وَّرَآئِهِمْ	مِنْ
وہ	بلکہ	گھیرے ہوئے	ان کے ہر طرف	سے

انھیں ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے بلکہ یہ

قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ﴿٢١﴾ فِيْ لَوْحٍ

لَوْحٍ	فِيْ	مَّجِيْدٌ	قُرْاٰنٌ
لوح	میں	بڑی شان والا	قرآن

قرآن بڑی شان والا ہے۔ لوح محفوظ

مَّحْفُوْظٍ ﴿٢٢﴾

ع ۱ / ۲۲ / ۱۰

	مَّحْفُوْظٍ	
	محفوظ	

میں (لکھا ہوا) ہے۔

(١٧) هَلْ أَتٰكَ يَا مُحَمَّدُ حَدِيثُ الْجُنُودِ ○

(١٧) اے محمد تجھ کو قصہ لشکر

(١٨) فِرْعَوْنَ وَثَمُودَ ○ بَدَلٌ مِنَ الْجُنُودِ وَاسْتَغْنٰى بِذِكْرِ فِرْعَوْنَ عَنْ أَتْبَاعِهِ وَحَدِيثُهُمْ أَنَّهُمْ أُهْلِكُوا بِكُفْرِهِمْ وَهٰذَا تَنْبِيهٌ لِمَنْ كَفَرَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْقُرْاٰنِ لِيَتَّعِظُوا

(١٨) فرعون اور ثمود قوم کا پہنچا کہ وہ سب بسبب کافر ہونے کے ہلاک ہوئے۔

اور یہ تنبیہ ہے ان لوگوں کو جو پیغمبرؐ کے منکر ہوئے
اور قرآن کا انکار کیا۔
تاکہ یہ لوگ نصیحت پکڑیں۔

(١٩) بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي تَكْذِيبٍ ○ بِمَا ذُكِرَ

(١٩) بلکہ جو لوگ کافر ہوئے وہ جھٹلاتے ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کو۔

(٢٠) وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيطٌ ○ لَا عَاصِمَ لَهُمْ مِنْهُ

(٢٠) اور اللہ ان کے پیچھے سے ان کو گھیرے ہوئے ہے۔ اس کے عذاب سے کوئی شخص اس کو بچا نہیں سکتا

(٢١) بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيدٌ ○ عَظِيمٌ

(٢١) بلکہ وہ قرآن بزرگ ہے

(٢٢) فِي لَوْحٍ هُوَ فِي الْهَوَاءِ فَوْقَ السَّمَاءِ السَّابِعَةِ مَّحْفُوظٍ ○ بِالْجَرِّ مِنَ الشَّيَاطِينِ وَمِنْ تَغَيُّرِ شَيْءٍ

(٢٢) لوح محفوظ میں (لوح محفوظ ساتویں آسمان سے اوپر ہوا (یعنی جو) میں ہے اور وہ محفوظ ہے شیطانوں سے۔

اور اس میں کسی قسم کا تغیر کوئی نہیں کرسکتا۔

مِنْهُ وَطُوْلُهُ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَعَرْضُهُ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَهُوَ مِنْ دُرَّةٍ بَيْضَاءِ قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا۔

اور اس کا طول اس قدر ہے جیسا آسمان اور زمین کے درمیان فاصلہ ہے۔
اور اس کا عرض اس قدر جس قدر مشرق اور مغرب کے دوری ہے۔
اور وہ بنا ہوا ہے سفید موتی سے
فرمایا ہے یہ ابن عباس رضی اللہ عنہمانے۔

تشریح

(١٧) کیا تمہیں لشکروں کی خبر پہنچی | کیا تم نے ان طاقت ور جتھوں کے بارے میں نہیں سُنا جو اپنے جتھوں کی طاقت کے بل پر اللہ کی زمین پر سرکشیاں کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنے انعامات کے دروازے کھول رکھے تھے اور اللہ کی زمین سے ساری نعمتیں ان کو مل رہی تھیں۔ مگر ان نعمتوں پر شکر گزار ہونے کے بجائے ان میں تکبر اور سرکشی پیدا ہو گئی اور یہ سمجھنے لگے کہ ہمارے پاس اتنے طاقت ور جتھے اور لشکر ہیں کوئی ہمارا کیا بگاڑ سکتا ہے؟۔ کیا تمہیں ان کا انجام معلوم ہوا۔؟ جانتے ہو وہ طاقت ور جتھے کون تھے۔

(١٨) فرعون اور ثمود | فرعون، مصر کے قدیم بادشاہوں کا لقب تھا۔ اور جس فرعون سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سابقہ پیش آیا تھا وہ تقریباً چودہ سو قبل مسیح مصر میں حکمرانی کرتا تھا۔ فرعون کی سرکشی یہ تھی کہ وہ اپنے کو خدا کا بندہ سمجھنے کے بجائے آزاد اور خود مختار سمجھتا تھا اپنے رب اعلیٰ ہونے کا مدعی اور حکومت فرماں روائی کے سارے کام اللہ سے بغاوت کی بنیاد پر انجام دیتا تھا۔ اس نے اپنی خود سری کی بنا پر بندگان خدا کے ساتھ ظلم و جور کا رویہ اختیار کر رکھا تھا چنانچہ وہ اس وقت کی مسلم قوم بنی اسرائیل پر شدید ظلم ڈھا رہا تھا ان کے لڑکوں کو قتل کر دیتا تھا اور لڑکیوں کو کنیز بنا لیتا تھا۔

ثمود اس قوم کا نام ہے جو حجر کے علاقے میں آباد تھی۔ حجر مدینے اور تبوک کے درمیان ایک علاقہ ہے۔ ثمود کا زمانہ حضرت ابراہیمؑ سے پہلے کا ہے۔ اس کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت صالحؑ کو پیغمبر بنا کر بھیجا تھا مگر اس قوم نے حضرت صالحؑ کی بات نہیں مانی سرکشی کا رویہ اختیار کیا جس کے نتیجے میں اس قوم پر سخت عذاب نازل ہوا۔ اس کے تباہ شدہ کھنڈرات آج بھی حجر کے علاقے میں موجود ہیں۔

فرعون اور ثمود کو دنیوی شان و شوکت اور اقتدار حاصل تھا مگر وہ اقتدار کے نشے میں مست ہو کر سرکشی میں مبتلا ہوئے اور کمزوروں پر ظلم ڈھانے لگے لیکن جب اللہ تعالیٰ نے ان کو پکڑا تو یہ دونوں قومیں بہت برے انجام سے دوچار ہوئیں۔ ان تاریخی واقعات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد ہو رہا ہے کہ کیا تم بھی ان کی سی روش اختیار کر کے اسی انجام سے دوچار ہونا چاہتے ہو۔؟

(١٩) منکرین حق جھٹلانے میں لگے ہوئے ہیں | حق و صداقت کا انکار کرنے والے یہ لوگ فرعون اور ثمود جیسے واقعات سے عبرت تو کیا حاصل کرتے اور اللہ کے عذاب سے خوف تو کیا کھاتے وہ ان قصوں کو اور قرآن کی پیش کی ہوئی صداقتوں کو جھٹلانے

میں لگے ہوئے ہیں۔ وہ سچائی پر سنجیدگی سے غور نہیں کرتے اور اپنی خواہشات نفس میں ایسے مست ہیں کہ اپنے انجام کے بارے میں نہیں سوچتے۔ ان کی یہ روش انہیں اس بات سے روکتی ہے کہ وہ پیغمبر کی پیش کی ہوئی سچائی کے سامنے سرِ تسلیم خم کریں اور اللہ ہی کو اپنا رب مان کر اس کی فرماں برداری کا رویہ اختیار کریں۔ مگر ان کے اس جھٹلانے اور ان کی اس غلط روش سے کچھ فرق پڑنے والا نہیں ہے کیوں کہ یہ لوگ اللہ کی گرفت سے بچ کر کہیں نہیں جا سکتے۔

(۲۰) اللہ ان کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے | اللہ تعالیٰ نے ان کو ہر طرف سے گھیر رکھا ہے وہ پوری طرح اللہ کی گرفت میں ہیں اس سے بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتے اس لئے ان کے جھٹلانے سے کوئی فائدہ نہیں ان کے نہ ماننے سے حقیقت بدل نہیں سکتی سچائی سچائی ہے ان لوگوں کے نہ ماننے سے سچائی بدل نہیں سکتی۔ اور سچائی وہی ہے جو قرآن پیش کر رہا ہے نہ سچائی بدلے گی نہ قرآن بدلے گا۔

(۲۱) قرآن بلند پایہ بزرگی اور شان والا ہے | قرآن ایسی کتاب نہیں ہے جس کو جھٹلایا جا سکے۔ چند نادانوں کے جھٹلانے سے قرآن کی شان اور اس کی بزرگی میں کوئی فرق پڑنے والا نہیں ہے نہ ان کے جھٹلانے سے قرآن کا کچھ بگڑتا ہے کیونکہ قرآن ایک بلند پایہ عظیم الشان کتاب ہے اس کی صداقتیں ناقابل تبدیل ہیں۔

(۲۲) قرآن لوح محفوظ میں نقش ہے | قرآن اس لوح اور تختی میں نقش ہے جو ملاءِ اعلیٰ میں پوری طرح محفوظ ہے لوح محفوظ اس کا منبع ہے وہ چشمۂ صافی سے نکلا ہوا وہ ہدایت نامہ ہے جس کی ہر بات حق ہے اور پوری ہو کر رہنے والی ہے اس کا لکھا ہوا بالکل اٹل ہے۔ ملاءِ اعلیٰ کی مقدس تختی پر لکھے ہوئے یہ کلمات عین حق و صداقت ہیں۔ قرآن کوئی خیالی نظریاتی اور اٹکل پچو چیز نہیں ہے بلکہ وہ حقائق کا ترجمان ہے۔ وہ اللہ کا ناقابل تبدیل اور محفوظ کلام ہے۔ اس عظمت کا محرم قلب رسول ہے یہ انسانیت کے لئے سب سے بڑا عطیہ ہے۔

۸۶

اَلطَّارِق

ترتیب تلاوت	۸۶	ترتیب نزول	۳۶
مکی / مدنی	مکی	تعداد رکوعات	۱
تعداد آیات	۱۷	تعداد الفاظ	۶۱
تعداد حروف	۲۵۴		

سورت کی پہلی آیت وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ میں لفظ اَلطَّارِقُ کو اس سورت کا نام قرار دیا گیا ہے

سورت کے مضمون سے پتہ لگتا ہے کہ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہونے والی ابتدائی سورتوں میں سے ہے۔ اس دور میں اسلام کی دعوت کے مخالف طرح طرح کی چالوں کے ذریعے اس کوشش میں لگے ہوئے تھے کہ اس دعوت کا اثر پھیلنے نہ پائے۔

اس سورت میں ایک مضمون تو یہ ہے کہ انسان کو ایک دن مرنا ہے اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر اللہ کے سامنے پیش ہونا ہے۔

دوسرا مضمون اس سورت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قرآن یوم جزا کی جو خبر دے رہا ہے وہ ایک قطعی طے شدہ بات ہے۔ وہ ایک قول فیصل ہے جس کے خلاف نہیں ہو سکتا۔

گزشتہ سورت کا خاتمہ اس بات پر ہوا تھا کہ قرآن لوح محفوظ میں لکھا ہوا ناقابل تبدیل اور عظیم ہدایت نامہ ہے اب اس موجودہ صورت میں یہ بات بتائی جارہی ہے کہ قرآن عظیم بھی ہے اور اس کے ساتھ قول فیصل بھی ہے یعنی وہ طے شدہ حقیقت ہے جو بدلی نہیں جاسکتی۔ جس طرح قرآن نہیں بدلا جاسکتا یہ قول فیصل بھی بدلا نہیں جاسکتا۔ اور مقصد اس کا یہ ہے کہ انسان، توحید، رسالت اور آخرت کو ماننے میں کوئی شک وشبہ نہ کرے مکمل یقین کے ساتھ اس عقیدے کو تسلیم کرے۔

◯ آسمان کے تاروں کو اس بات کی شہادت کے لئے پیش کیا گیا ہے کہ اس کائنات میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اللہ کی نگہبانی کے بغیر باقی رہ سکتی ہو۔ اسی طرح انسان کے اوپر بھی نگہبانی کرنے والا موجود ہے۔ جس طرح تارے بغیر بنائے نہیں بنے اور بغیر چمکائے نہیں چمک رہے ہیں، اسی طرح انسان بھی خود بخود وجود میں نہیں آیا اور نہ اس کی حیات کا سلسلہ بغیر نگراں کے قائم ہے۔

◯ اس سورت میں بتایا گیا ہے کہ انسان ذرا اپنی تخلیق کو دیکھے کہ جس قادر مطلق نے اسے پہلی بار ایک حقیر بوند سے پیدا کیا، کیا وہ اس کو دوبارہ پیدا نہیں کرسکتا؟ اس حقیقت کے باوجود اگر کوئی نہیں مانتا تو وہ خود سوچ لے کہ اس کا کیا انجام ہوگا؟

آخر میں نبی ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ صبر اور حوصلے سے کام لیں۔ یہ لوگ جو آپ کی دعوت کو ناکام کرنا چاہتے ہیں ان کی ساری تدبیریں ناکام ہوجائیں گی۔ اللہ کی تدبیر کے سامنے ان کی کوئی تدبیر نہ چلے گی۔

آیاتہا ۱۷	سُوْرَةُ الطَّارِقِ مَكِّيَّةٌ ۸۶ = ۳۶	رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے جو بہت مہربان، رحم کرنے والا ہے۔

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۝۱ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ۝۲

وَالسَّمَآءِ	وَالطَّارِقِ	وَمَآ اَدْرٰىكَ	مَا الطَّارِقُ
قسم آسمان کی	اور رات کو آنے والے کی	اور تم نے کیا سمجھا	کیا ہے "طارق"

قسم ہے آسمان کی اور "طارق" (رات کو آنے والے) کی اور تم نے کیا سمجھا "طارق" کیا ہے؟

سُوْرَةُ الطَّارِقِ مَكِّيَّةٌ
سَبْعَ عَشْرَةَ اٰيَةً

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۱) وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۝ اَصْلُهٗ كُلُّ اٰتٍ لَيْلَةً وَمِنْهُ النُّجُوْمُ لِطُلُوْعِهَا لَيْلًا

(۲) وَمَآ اَدْرٰىكَ اَعْلَمَكَ مَا الطَّارِقُ مُبْتَدَأٌ وَخَبَرٌ فِيْ مَحَلِّ الْمَفْعُوْلِ الثَّانِيْ لِاَدْرٰى وَمَا بَعْدَ مَا الْاُوْلٰى خَبَرُهَا وَفِيْهِ تَعْظِيْمٌ لِشَانِ الطَّارِقِ الْمُفَسَّرِ بِمَا بَعْدَهٗ هُوَ

سورۂ طارق مکی ہے اس میں سترہ آیتیں ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شروع اللہ کے نام سے جو بہت بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے

(۱) وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ النَّجْمُ الثَّاقِبُ
قسم ہے آسمان کی اور ہر ایک رات کو آنے والی چیز کی۔ (اس میں داخل ہیں ستارے کہ وہ بھی رات کو نکلتے ہیں)۔

(۲) اور تو کیا جانے کیا ہے طارق۔

تشریح

(۱) قسم آسمان کی اور رات کو نمودار ہونے والے کی | قرآن مجید میں جن چیزوں کی قسمیں کھائی گئی ہیں ان قسمیں کھانے کا مطلب ان چیزوں کے تقدس اور عظمت کو بیان کرنا نہیں ہے بلکہ ان چیزوں کو شہادت اور دلیل کے طور پر پیش کرنا ہے۔

سب سے پہلے آسمان کو بطور شہادت اور دلیل پیش کیا گیا ہے کہ آسمان اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی مادی چیزوں میں بڑی عجیب و غریب مخلوق ہے قرآن مجید میں کئی جگہ اللہ تعالیٰ نے آسمان کا ذکر کیا ہے اور اس کو بطور شہادت پیش کیا ہے آسمان کی بلندی آسمان کا محفوظ چھت کی طرح ہونا پھر آسمان میں ستاروں کے جھرمٹ کیوں آسمان ایک ایسی چیز ہے جس کو ہر شخص نگاہ اٹھا کر دیکھ سکتا ہے اور اس کی عظمت و رفعت سے خالق کی عظمت کا اندازہ کر سکتا ہے۔

اس کے بعد رات کو نمودار ہونے والے کو بطور دلیل و شہادت پیش کیا گیا ہے اور وہ رات کو نمودار ہونے والا کیا ہے؟ اس کا بیان آگے تیسری آیت میں آرہا ہے۔ اس رات کو نمودار ہونے والے کی اہمیت کو ظاہر کرنے کے لئے سوالیہ فقرہ سامنے لایا گیا ہے۔

(۲) تم کیا جانو وہ رات کو نمودار ہونے والا کیا ہے؟ | یعنی رات کو نمودار ہونے والی چیز ایسی نہیں ہے کہ اس پر سے سرسری طور پر گذر جاؤ اس پر سنجیدگی سے غور کرو اور غور و فکر کے ذریعے صرف معلومات ہی نہیں بلکہ خالق کائنات کی معرفت حاصل کرو۔

النَّجْمُ الثَّاقِبُ ﴿۳﴾ إِن كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا

لَّمَّا	نَفْسٍ	كُلُّ	إِنْ	الثَّاقِبُ	النَّجْمُ
مگر	جان	کوئی	نہیں	چمکتا ہوا	ستارا

چمکتا ہوا ستارہ۔ کوئی جان نہیں جس پر (کوئی)

عَلَيْهَا حَافِظٌ ﴿۴﴾ فَلْيَنظُرِ الْإِنسَانُ مِمَّ

مِمَّ	الْإِنسَانُ	فَلْيَنظُرِ	حَافِظٌ	عَلَيْهَا
کس چیز سے	انسان	چاہیئے کہ دیکھے	نگہبان	اس پر

نگہبان نہ ہو۔ اور انسان کو چاہیئے کہ دیکھے وہ کس چیز سے

خُلِقَ ﴿۵﴾ خُلِقَ مِن مَّاءٍ دَافِقٍ ﴿۶﴾

دَافِقٍ	مَّاءٍ	مِن	خُلِقَ	خُلِقَ
اچھلتا ہوا	پانی	سے	پیدا کیا گیا	پیدا کیا گیا؟

پیدا کیا گیا؟ وہ پیدا کیا گیا اچھلتے ہوئے پانی سے۔

﴿۳﴾ النَّجْمُ أَيِ الثُّرَيَّا أَوْ كُلُّ نَجْمٍ الثَّاقِبُ ○ الْمُضِيءُ لِثَقْبِهِ الظَّلَامَ بِضَوْئِهِ وَجَوَابُ الْقَسَمِ

﴿۴﴾ إِن كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ○ بِتَخْفِيفِ مَا فَهِيَ مَزِيدَةٌ وَإِنْ مُخَفَّفَةٌ مِنَ الثَّقِيلَةِ وَاسْمُهَا مَحْذُوفٌ أَيْ أَنَّهُ فَارِقَةٌ وَبِتَشْدِيدِهَا فَإِنْ نَافِيَةٌ وَلَمَّا بِمَعْنَى إِلَّا وَالْحَافِظُ مِنَ الْمَلَائِكَةِ يَحْفَظُ عَمَلَهَا مِنْ خَيْرٍ وَشَرٍّ

﴿۵﴾ فَلْيَنظُرِ الْإِنسَانُ نَظَرَ اعْتِبَارٍ مِمَّ خُلِقَ ○ مِنْ أَيِّ شَيْءٍ جَوَابُهُ

﴿۶﴾ خُلِقَ مِن مَّاءٍ دَافِقٍ ○ ذِي انْدِفَاقٍ مِنَ الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ فِي رَحِمِهَا

﴿۳﴾ وہ ثریا ہے یا ہر ایک ستارہ روشن اور ثاقب اس کو اس لئے فرمایا کہ وہ ظلمت کو دور کرتا ہے اپنی روشنی سے (اور جواب قسم یہ ہے جو آگے مذکور ہے)

﴿۴﴾ نہیں ہے کوئی جان مگر اس پر فرشتہ نگہبان ہیں کہ اس کے عملوں کو لکھتے ہیں۔ بھلے کو اور برے کو۔

﴿۵﴾ سو چاہیئے کہ آدمی نظر عبرت سے دیکھے کہ وہ کس چیز سے بنا ہے۔

﴿۶﴾ بنایا گیا وہ پانی سے جو اچھل کر نکلتا ہے مرد اور عورت سے، گرتا ہے عورت کے رحم میں۔

تشریح

(۳) وہ رات میں نمودار ہونے والا چمکتا ستارہ ہے | یہ چمکتے دمکتے ستارے جو خوب روشن اور درخشاں نظر آتے ہیں اور جن کو ہر شخص کھلی آنکھ سے دیکھ سکتا ہے ان کی چمک دمک بتاتی ہے کہ ان کا پیدا کرنے والا کیسا حکیم و دانا ہے یہ ستارے جو جگمگاتے ہوئے آسمان کو روشن کرتے ہیں ان سے مسافروں کو منزل کا پتہ بھی لگتا ہے اور یہ دعوت فکر دیتے ہیں۔

آسمان میں ستارے اتنی کثرت سے ہیں کہ ان کی صحیح تعداد ابھی تک معلوم نہیں کی جا سکی۔ اندازہ یہ ہے کہ جس کہکشاں میں ہماری زمین واقع ہے اس میں کوئی ایک ملین ستارے ہوں گے اس سے آسمان کی وسعت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

(۴) ہر ایک کے اوپر نگہبان ہے | اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کی ہر چھوٹی بڑی مخلوق کی دیکھ بھال نگرانی اور حفاظت کر رہے ہیں ان کے سنبھالنے سے ہر چیز سنبھلی ہوئی ہے انھوں نے ہر جاندار کی ضروریات بہم پہنچانے اور اسے ایک مقررہ مدت تک حفاظت سے رکھنے کا انتظام کر رکھا ہے۔ یہی سمجھانے کے لئے آسمان اور چمکتے ہوئے ستاروں کو بطور شہادت پیش کیا گیا ہے۔ انسان رات کو جب آسمان پر نظر ڈالتا ہے تو ستاروں کی جگمگاہٹ اسے حیرت میں ڈال دیتی ہے۔ بہت سے ستارے اتنی دوری پر ہیں کہ ان کی روشنی زمین تک پہنچنے کے لئے کئی نوری سال لگ جاتے ہیں۔ یہ فلکیاتی نظام اپنے خالق کے کمال قدرت اور کائنات کی عظیم سلطنت کے فرماں روا ہونے کا پتہ دیتا ہے۔ یہ حیرت انگیز نظام انسان کو توجہ دلاتا ہے کہ وہ من مانی کرنے کے لئے آزاد نہیں ہے اور فرماں روائے کائنات کے حضور جواب دہ ہے۔ انسان ایک ذمہ دار ہستی ہے۔ اس کا لازمی تقاضا ہے کہ اس کی عملی زندگی کا ریکارڈ تیار کیا جائے تاکہ اس کی بنیاد پر جزا یا سزا کا فیصلہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا پورا انتظام کیا ہے اور ہر شخص کے ساتھ نگراں فرشتے لگا دیئے ہیں جو اس کے ہر قول و فعل کا ریکارڈ تیار کر رہے ہیں۔ تارے ہر وقت آسمان پر موجود رہتے ہیں مگر ان کا ظہور ایک خاص وقت رات میں ہوتا ہے اسی طرح اعمال نامے کے ریکارڈ کا ظہور ایک خاص وقت پیشی کے موقعہ پر ہوگا ۔۔۔۔ اللہ کی نگرانی اور عالم بالا کی طرف توجہ دلانے کے بعد اب انسان کو آنے والی آیت میں دعوت دی جارہی ہے کہ وہ اس پر بھی غور کرے کہ وہ کس طرح وجود میں آیا۔

(۵) انسان اپنی تخلیق پر غور کرے | آخرت کا انکار کرنے والوں کا سب سے بڑا اعتراض یہ تھا کہ جب انسان مر گیا اور موت کے بعد اس کے اجزا بکھر گئے وہ مٹی میں رل مل گیا اور اس کا وجود ختم ہو گیا تو پھر اس کو دوبارہ پیدا کرنا ممکن نہیں ہے۔ ان کا یہ اعتراض اس لئے ہے کہ آخرت کا انکار کرنے والے اللہ تعالیٰ کو قادر مطلق نہیں سمجھتے اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ انسان کے مرنے کے بعد اس کا دوبارہ زندہ ہونا ممکن نہیں ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ کے بارے میں اس کے ہر چیز پر قادر ہونے کا جو حقیقی تصور ہے وہ یہ ہے کہ کائنات کی ہر ہر چیز اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہیں اور اس سلسلے میں انسان کو متوجہ کیا گیا ہے کہ وہ ذرا اپنی خلقت پر غور کرے۔ اگر وہ اپنی تخلیق پر غور کرے گا اور تخلیق کے مرحلوں کو دیکھے گا تو اس کی سمجھ میں یہ بات آسانی سے آجائے گی کہ جس ہستی نے اسے پہلی بار پیدا کیا وہ اسے دوبارہ بھی پیدا کرنے پر اسی طرح قادر ہے جس طرح پہلی بار پیدا کرنے پر۔ اس کی قدرت کے لئے پہلی اور دوسری بار پیدا کرنے میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ان لئے اس بات کو دلیل کے ساتھ سمجھنے کے لئے اسے خود اپنی تخلیق پہ غور کرنا چاہیئے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔

(۶) انسان اچھلنے والے پانی سے پیدا کیا گیا ہے | انسان کا مادۂ تولید وہ منی ہے جو اچھل کر نکلتی ہے یہ اچھلتا ہوا پانی اس کی بوند جس کو نطفہ کہا جاتا ہے انسان کا مادۂ تخلیق ہے اور یہ حقیر قطرہ جس سے حضرت انسان پیدا ہوتے ہیں کہاں سے نکلتا ہے انسان کے بدن کے کس حصہ سے اس کا اخراج ہوتا ہے اس کا بیان اگلی آیت میں ہے۔

يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ⑦ إِنَّهُ عَلٰى

عَلٰى	إِنَّهُ	وَالتَّرَآئِبِ	الصُّلْبِ	بَيْنِ	مِنْ	يَخْرُجُ
پر	بیشک وہ	اور سینہ	پیٹھ	درمیان	سے	نکلتا ہے

وہ نکلتا ہے پیٹھ اور سینہ کے درمیان سے بیشک وہ (اللہ) دوبارہ

رَجْعِهِ لَقَادِرٌ ⑧ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ⑨

السَّرَآئِرُ	تُبْلَى	يَوْمَ	لَقَادِرٌ	رَجْعِهِ
راز	جانچے جائیں گے	دن	قادر	دوبارہ لوٹانا

لوٹانے پر قادر ہے جس دن (لوگوں کے) راز جانچے جائیں گے۔

⑦ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ لِلرَّجُلِ وَالتَّرَآئِبِ لِلْمَرْأَةِ وَهِيَ عِظَامُ الصَّدْرِ

⑦ جو مرد کی پشت اور عورت کے سینہ کی ہڈیوں سے نکلتا ہے۔

⑧ إِنَّهُ تَعَالٰى عَلٰى رَجْعِهِ بَعْثِ الْإِنْسَانِ بَعْدَ مَوْتِهِ لَقَادِرٌ فَإِذَا أُعْتُبِرَ أَصْلُهُ عَلِمَ أَنَّ الْقَادِرَ عَلٰى ذٰلِكَ قَادِرٌ عَلٰى بَعْثِهِ

⑧ بے شک اللہ تعالیٰ آدمی کے زندہ کرنے پر بعد اس کے مرنے کے قدرت رکھتا ہے (پس جس وقت آدمی اپنی اصل کو غور سے دیکھے گا تو جان لے گا کہ جو ذات آدمی کو اس طرح پیدا کرنے پر قدرت رکھتی ہے وہ بعد موت کے زندہ کرنے پر بھی قادر ہے)۔

⑨ يَوْمَ تُبْلَى تُخْتَبَرُ وَتُكْشَفُ السَّرَآئِرُ ضَمَائِرُ الْقُلُوْبِ فِي الْعَقَائِدِ وَالنِّيَّاتِ

⑨ جس روز لگی چھپی ہوئی باتیں یعنی عقیدے اور نیتیں ظاہر کی جاویں گی اور کھول دی جاویں گی۔

تشریح

⑦ انسان کا مادہ تولید پیٹھ اور سینے کی ہڈیوں کے درمیان سے نکلتا ہے۔ عورت اور مرد دونوں کے مادۂ تولید سے مل کر انسان کی پیدائش ہوتی ہے یہ مادہ تولید انسانی جسم کے اس جوف میں جس کے ایک طرف ریڑھ کی ہڈی اور دوسری طرف پسلیاں ہیں ایک رقیق مادے کی شکل میں تیار ہوتا ہے۔ اصل میں جسم کے اعضاء رئیسہ اس مادے کا ماخذ ہیں۔ اسی لئے اگر ہاتھ پاؤں کٹ جائیں تب بھی یہ پیدا ہوتا رہتا ہے۔ پھر یہ اسی طرح نکلتا ہے جس طرح پچکاری کا عمل ہوتا ہے، اس لئے اس کو اچھلتے ہوئے پانی سے تعبیر کیا گیا ہے انسانی ڈھانچے کے اندر اوپر کے دھڑ سے بڑے عجیب طریقے سے وہ مادہ خارج ہوتا ہے۔ جو ہوتا تو ہے بے وقعت اور حقیر لیکن اس سے انسان جیسی عظیم مخلوق پیدا ہوتی ہے یہ مادۂ منویہ کیسۂ منویہ میں جمع ہو جاتا ہے اور کیسہ منویہ جوف شکم میں ہے جو آخری پسلی کا نیچے کا حصہ ہے۔

انسان کی تخلیق جس مادۂ منویہ سے ہوتی ہے قرآن نے اس پر غور کرنے کی دعوت دی ہے ایک وقت میں جو مادہ منویہ خارج ہوتا ہے اس کی مقدار دو سے پانچ ملی لیٹر تک ہوتی ہے اور ہر ملی لیٹر یا چالیس سے سو ملین تک پیدائش کے جراثیم ہوتے ہیں مرد کے ایک وقت کے خارج شدہ مادہ منویہ میں اتنی قوت ہوتی ہے کہ وہ پچاس کروڑ انسان پیدا کر سکتا ہے۔ مگر انسان کے خالق نے ان جراثیم کے بار آور ہونے کا ایسا نظام بنایا ہے کہ ایک وقت میں ایک یا دو سے زیادہ جرثومے بار آور نہیں ہوتے۔ باپ کے جسم سے خارج ہونے والے اربوں جرثوموں میں سے ایک جرثومہ اور ماں کے اندر سے نکلنے والے بکثرت بیضوں میں سے ایک بیضے کا انتخاب کر کے دونوں کو کسی وقت جوڑ دیتا ہے اور اس سے ایک خاص انسان کا استقرار حمل واقع ہو جاتا ہے۔

○ مرد کا نطفہ دو اجزاء پر مشتمل ہوتا ہے

۱۔ جرثومہ (SPERM) ۲۔ منی (SEMEN)

جرثوموں کا پیدائشی عمل مرد کے خصیوں (TESTICLES) میں ہوتا ہے۔ جرثومے پیدائش کے خلیوں (CELLS) کی حالت میں ہوتے ہیں۔

مرد کے نطفے کا دوسرا حصہ منی کہلاتا ہے۔ یہ ایک گاڑھا سفیدی مائل سیال ہوتا ہے جو مرد کے مختلف تولیدی اعضا سے خارج ہوتا ہے۔ جرثومے منی کے ساتھ ہی خارج ہوتے ہیں اور منی میں تیرتے ہوئے عورت کے بیضے (OVUM) تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔

○ جس طرح مرد کا نطفہ دراصل جرثومہ ہوتا ہے اُسی طرح عورت کا نطفہ دراصل بیضہ ہوتا ہے۔ عورت کے تولیدی نظام میں بیضہ دانی۔ یا خصیۃ الرحم (OVARY) کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ ہر عورت کا ایک ماہواری نظام ہوتا ہے جو بالغ ہونے کے ساتھ ہی شروع ہو جاتا ہے۔

مرد اور عورت کے ملاپ کے نتیجے میں انزال کی وجہ سے جو منی خارج ہوتی ہے اسی منی کے ساتھ تقریباً دس لاکھ جرثومے بھی خارج ہوتے ہیں۔ اسی عمل کو اللہ تعالیٰ نے تُمْنُوْنَ فرمایا ہے۔ یہ سارے دس لاکھ جرثومے اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ چاہیں تو کوئی ایک جرثومہ عورت کے بیضے تک پہنچ پاتا ہے ورنہ نہیں۔ اگر پہنچ پاتا ہے تب بھی اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوتی ہے تو وہ بیضے میں داخل ہو سکتا ہے ورنہ نہیں۔

پھر استقرار حمل کے بعد ماں کے پیٹ میں درجہ بدرجہ اُسے نشوونما دے کر اس حد کو پہنچایا جاتا ہے کہ وہ ایک زندہ بچے کی شکل میں پیدا ہو۔

پھر یہ بھی دیکھیے کہ انسان کا خالق ماں کے رحم میں ہی بچے کے جسم کی بناوٹ اس کی جسمانی اور ذہنی صلاحیتوں کا تناسب قائم کرتا ہے پھر اس کی پیدائش کے بعد زندگی کے تمام ذرائع باہم پہنچاتا ہے۔

اس کرشمۂ قدرت کے مشاہدے کے بعد کیا انسان اس کی بے پناہ قدرت کا قائل نہیں ہو سکتا اور کیا پھر بھی وہ یہ ماننے سے انکار کرے گا کہ اس کا خالق اس کو مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کرنے پر قادر نہیں ہے۔ اگلی آیت میں اسی پر خبردار کیا گیا ہے۔

⑧ یقیناً انسان کا خالق اس کو دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے | انسان کا خالق جس طرح ایک حقیر پانی سے درجہ بدرجہ ترقی دے کر انسان جیسی مخلوق پیدا کرنے پر قادر ہے یہ اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ وہ اسے موت کے بعد پلٹا کر اسی جسم سمیت پھر وجود میں لا سکتا ہے اگر وہ پہلی چیز پر قادر تھا تو آخر کیا معقول دلیل یہ گمان کرنے کے لئے پیش کی جا سکتی ہے کہ وہ دوسری چیز پر قادر نہیں ہے۔

⑨ جس دن سب بھید کھل جائیں گے | دوبارہ زندہ کرنے اور زندگی واپس لانے کا وہ دن ہوگا جس دن سب پوشیدہ راز ظاہر کر دیئے جائیں گے انسان کے اپنے عیب اور دلوں کے چور چھپائے نہ جا سکیں گے۔ اس روز کوئی راز راز نہ رہے گا یہاں تک کہ انسان کی نیت اس کے ارادے، اس کے عمل کے محرکات اور وہ اغراض و مقاصد جو اس کے اعمال کی پشت پر رہے ہیں سب بے نقاب ہو کر سامنے آجائیں گے۔ عمل ہی نہیں بلکہ نیت کا جہاں کہیں کھوٹ ہوگا وہ بھی نمایاں ہو کر سامنے آجائے گا۔ یہ بھی سامنے آجائے گا کہ انسان کے عمل کے کیا اثرات دنیا میں مرتب ہوئے وہ اثرات کہاں کہاں پہنچے؟ عمل کا جو بیج دنیا میں بویا تھا اس کی فصل کس کس شکل میں کٹتی رہی۔

غرض عمل کے تمام گوشے اپنے تمام نتائج کے ساتھ روشن ہو کر سامنے آجائیں گے۔

اس دن انسان اپنے مالک کے رحم و کرم پر ہوگا۔ نہ اس کا اپنا کوئی زور چلے گا اور نہ اس کا کوئی مددگار ہوگا۔ جس کا بیان اگلی آیت میں آرہا ہے۔

فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ﴿۱۰﴾ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ﴿۱۱﴾ وَ

وَ	ذَاتِ + الرَّجْعِ	وَالسَّمَآءِ	نَاصِرٍ	وَّلَا	قُوَّةٍ	مِنْ	فَمَا + لَهٗ
اور	بارش والا	قسم آسمان کی	مددگار	اور نہ	قوت	سے	تو نہ اس کے لئے

تو نہ اسے (انسان) کوئی قوت ہوگی اور نہ مددگار بارش والے آسمان کی قسم اور پھٹ

الْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ﴿۱۲﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ﴿۱۳﴾ وَّمَا

وَّمَا	فَصْلٌ	لَقَوْلٌ	اِنَّهٗ	ذَاتِ + الصَّدْعِ	الْاَرْضِ
اور نہیں	فیصلہ کردینے والا	کلام	بیشک وہ	پھٹ جانے والی	زمین کی

جانے والی زمین کی قسم بیشک وہ فیصلہ کردینے والا کلام ہے اور

هُوَ بِالْهَزْلِ ﴿۱۴﴾ اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ﴿۱۵﴾

كَيْدًا	يَكِيْدُوْنَ	اِنَّهُمْ	بِالْهَزْلِ	هُوَ
تدبیر	تدبیر کرتے ہیں	بیشک وہ	بیہودہ بات	وہ

وہ بیہودہ بات نہیں۔ بیشک وہ (طرح طرح کی) تدبیریں کرتے ہیں۔

۱۰ ثُمَّ مَا لَهٗ لِمُنْكِرِ الْبَعْثِ مِنْ قُوَّةٍ يَّمْتَنِعُ بِهَا عَنِ الْعَذَابِ وَّلَا نَاصِرٍ ○ يَدْفَعُهٗ عَنْهُ

(۱۰) اس روز قیامت کے منکر کو یہ طاقت نہ ہوگی کہ عذاب کو دفع کرسکے اور نہ کوئی اس کا مددگار ہوگا جو اس عذاب کو دور کرے۔

۱۱ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ○ اَلْمَطَرُ لِعَوْدِهٖ كُلَّ حِيْنٍ

(۱۱) قسم ہے آسمان صاحب بارش کی۔

۱۲ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ○ اَلشَّقُّ عَنِ النَّبَاتِ

(۱۲) اور زمین کی جو اُوگانے والی ہے نباتات کو۔

۱۳ اِنَّهٗ اَيِ الْقُرْاٰنُ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ○ يَفْصِلُ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ

(۱۳) بے شبہ یہ قرآن فیصلہ کرتا ہے حق اور باطل میں۔

۱۴ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ○ بِاللَّعِبِ وَالْبَاطِلِ

(۱۴) اور یہ کھیل اور نکمی بات نہیں۔

۱۵ اِنَّهُمْ اَيِ الْكُفَّارُ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ○ يَعْمَلُوْنَ الْمَكَائِدَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(۱۵) بلاشبہ کفار مکر کرتے ہیں ساتھ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے

تشریح

۱۰ انسان نہ اپنی مدافعت کرسکے گا اور نہ اس کا کوئی حمائتی ہوگا | اللہ کی عدالت میں پیشی کا یہ دن ایسا دن ہوگا کہ نہ انسان کے پاس اپنی

مدافعت کی طاقت ہوگی اور نہ اس کا کوئی مدد کرنے والا حمایتی ہوگا جو اس کو بچا سکے۔ وہاں ہر شخص اپنے ہی غم میں مبتلا ہوگا اپنی ہی فکر اس کو ستا رہی ہوگی۔ بڑی بے بسی کا عالم ہوگا۔ اس دن کے آنے سے پہلے انسان اپنی حفاظت کا سامان کرلے، اللہ کے احکام کے آگے سر جھکا دے اور اسی مالک الملک کا ہو رہے۔

(۱۱) قسم ہے آسمان کی جس سے بارش برستی ہے | آسمان سے بارش کا برسنا ایک عام محاورہ ہے جس کا مطلب ہوتا ہے اوپر سے بارش کا ہونا اگرچہ بارش بادلوں سے برستی ہے۔ یہاں آسمان کے لئے ذَاتِ الرَّجْع کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ رجع کے معنی ہیں پلٹنے اور لوٹنے کے۔ مجازاً یہ لفظ بارش کے لئے استعمال کیا جاتا ہے کیوں کہ بارش ایک ہی دفعہ نہیں برستی بلکہ بار بار برستی ہے اور پلٹ پلٹ کر آتی ہے سمندروں سے پانی بھاپ بن کر اٹھتا ہے اور پھر وہ پلٹ کر زمین پر ہی برستا ہے۔ بارش کا یہ منصوبہ بند نظام اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ انسان کو پھر پلٹ کر اپنے رب کے پاس جانا ہے اور جس پروردگار کے قبضے میں بارش برسانا ہے انسان بھی اس کی گرفت سے باہر نہیں ہے۔

(۱۲) کھیتی اور درخت کے پھوٹ جانے والی زمین کی قسم | بارش برستی ہے تو مردہ زمین زندہ ہو اٹھتی ہے زمین کے مسامات کھل جاتے ہیں اور اس کے اندر سے نباتات اُگنے لگتے ہیں سبزہ لہلہانے لگتا ہے۔ بارش کا برسنا اور زمین کا شق ہو کر اپنے اندر سے نباتات کا اگانا انسان کو دعوت فکر دیتا ہے کہ جس طرح بارش برسنے سے مردہ زمین زندہ ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ موت کے بعد مُردوں کو زندہ کر دیں گے اور جب خدا کے حکم سے بارش برسنے پر کھیتی اور درخت زمین سے پھوٹ نکلتے ہیں تو اللہ کے حکم سے مردے کیوں زندہ نہیں ہو سکتے۔؟

بارش کے برسنے اور زمین کے پانی کو اپنے اندر جذب کر کے سبزہ اگانے کا منظر بتاتا ہے کہ دونوں کا نظم ایک ہی ہستی کے اختیار میں ہے اور جو معبود آسمان کا ہے وہی زمین کا ہے (هُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلَٰهٌ وَفِي الْأَرْضِ إِلَٰهٌ) زمین و آسمان کے اندر یہ توافق و موافقت ایک ہی ہستی کے با اختیار اور با اقتدار ہونے کا ایسا ثبوت ہے جس کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

بارش جس طرح زمین کے لئے رحمت ہے اسی طرح روح انسانی کی بالیدگی کے لئے قرآن رحمت ہے قرآن کا حکم اور اس میں بتایا ہوا اللہ کا فیصلہ نا قابل تبدیل اور دوٹوک ہے۔ جیسا کہ اگلی آیت میں ارشاد ہو رہا ہے۔

(۱۳) قرآن قول فیصل ہے | قرآن جس آنے والے دن کی یعنی قیامت کی خبر دے رہا ہے وہ ایک فیصل شدہ قطعی دوٹوک اور اٹل بات ہے۔ قرآن حق و باطل کے درمیان ایک فیصلہ کن کلام ہے۔ وہ آنے والی دنیا یعنی معاد اور آخرت کے بارے میں جو کچھ کہتا ہے وہ بلاشبہ حق ہے وہ ایک طے شدہ معاملے کی خبر دیتا ہے جو یقیناً پیش آکر رہے گا قرآن کی بات اتنی نپی تلی ہے کہ اس میں شک و شبہ کا کوئی امکان ہی نہیں ہے — وہ حقیقت کا اظہار کر رہا ہے نہ کہ کوئی ہنسی مذاق کی بات جیسا کہ اگلی آیت میں بیان ہو رہا ہے۔

(۱۴) قرآن کی بات ہنسی مذاق کی بات نہیں ہے | قرآن ایک سنجیدہ حقیقت کی خبر دے رہا ہے جو انتہائی اہم ہے یہ کوئی لغو اور مذاق کی چیز نہیں ہے اتنی سنجیدہ بات کو ہنسی مذاق قرار دینا انہی لوگوں کا کام ہو سکتا ہے جو حقیقت سے بھاگنا چاہتے ہیں۔ قرآن کا یہ کہنا کہ انسان کو پھر اپنے رب کی طرف پلٹنا ہے دوٹوک بات اور قول حق ہے جسے پورا ہو کر رہنا ہے۔

(۱۵) سچائی کے دشمن اپنی چالیں چلنے میں لگے ہوئے ہیں | جو لوگ حق و صداقت کے مخالف ہیں قرآن کی آواز کو دبانا چاہتے ہیں وہ طرح طرح کی چالیں چلتے رہتے ہیں تاکہ سچائی کے بارے میں لوگوں کے دلوں میں شک و شبہات پیدا کریں وہ ان تدبیروں میں لگے ہوئے ہیں کہ حق و صداقت کو کس طرح ناکام بنایا جائے۔ ایک طرف وہ تدبیریں کر رہے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ بھی غافل نہیں ہے، وہ بھی اپنی تدبیر فرما رہے ہیں جس کا بیان اگلی آیت میں ہے۔

وَاَكِيدُ كَيْدًا ﴿١٦﴾ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ﴿١٧﴾

وَاَكِيدُ	كَيْدًا	فَمَهِّلِ	الْكٰفِرِيْنَ	اَمْهِلْهُمْ	رُوَيْدًا
اور میں تدبیر کر رہا ہوں	ایک تدبیر	پس ڈھیل دو	کافر (جمع)	ڈھیل دو	تھوڑی

اور میں (بھی) ایک تدبیر کرتا ہوں۔ پس ڈھیل دو کافروں کو تھوڑی ڈھیل

۱۶ وَاَكِيدُ كَيْدًا ○ اَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ

(۱۶) اور میں ان کو بتدریج پکڑتا ہوں ایسی طرح سے کہ ان کو خبر نہ ہو۔

۱۷ فَمَهِّلِ يَا مُحَمَّدُ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ تَاكِيْدٌ حَسَنَةٌ مُخَالِفَةُ اللَّفْظِ اَيْ اَنْظِرْهُمْ رُوَيْدًا ○ قَلِيْلًا وَهُوَ مَصْدَرُ مُؤَكِّدٌ الْمَعْنَى الْعَامِلِ مُصَغَّرُ رُوْدٍ اَوْ اِرْوَادٍ عَلَى التَّرْخِيْمِ وَقَدْ اَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَنُسِخَ الْاِمْهَالُ بِاٰيَةِ السَّيْفِ اَيْ بِالْاَمْرِ بِالْجِهَادِ وَالْقِتَالِ

(۱۷) سو مہلت دے اے محمد کافروں کو تھوڑے زمانہ تک (اور بیشک پکڑا ان کو اللہ تعالیٰ نے بدر میں اور مہلت دینا منسوخ ہوگیا ساتھ آیت سیف کے جس میں حکم ہے جہاد کا اور قتل وقتال کا۔

تشریح

۱۶ وہ اپنی تدبیر کر رہے ہیں ہم اپنی تدبیر کر رہے ہیں۔ حق کا انکار کرنے والے اپنی چالیں چلنے اور اپنی تدبیروں میں لگے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی تدبیر فرما رہے ہیں کہ ان کی چالوں کو خود ان کے اوپر کیسے الٹا جائے۔ اللہ تعالیٰ اہل باطل کو بھی موقع دیتے ہیں کہ وہ اپنے شر کی صلاحیت آزمالیں اور اپنے ارمان نکال لیں لیکن اللہ کے مقابلے میں ان کی چالاکیاں اور مکاریاں کام نہیں آسکتیں یہ لوگ ناکام ہوکر رہیں گے اور اللہ کا دین پھیل کر رہے گا۔

ے فانوس بن کے جس کی حفاظت خدا کرے
وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

۱۷ اے نبی ﷺ آپ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیجئے اے نبی ﷺ آپ ان کی پرواہ نہ کیجئے یہ خود اپنے پیروں پر کلہاڑی مار رہے ہیں ان کے پاپ کی ہنڈیا۔ بھرنے دیجئے ان کو جو مہلت دی جارہی ہے وہ جلد ہی ختم ہوجائے گی آپ صبر و حوصلے کے ساتھ جس طرح اپنا کام انجام دے رہے ہیں انجام دیتے رہیئے۔ آپ ان کے آخری انجام کا انتظار کیجئے۔



ترتیب تلاوت	۸۷	ترتیب نزول	۸
مکی / مدنی	مکیّ	تعداد رکوعات	۱
تعداد آیات	۱۹	تعداد الفاظ	۷۲
تعداد حروف	۲۹۹		

- پہلی آیت سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى میں لفظ اَلْاَعْلٰی کو سورت کا نام قرار دیا گیا ہے۔
- گزشتہ سورت الطارق میں قرآن کے قول فیصل ہونے کا ذکر تھا کہ قرآن کی بات اٹل اور نا قابل تبدیل ہے موجودہ سورت سورۂ اَعْلٰی میں اللہ تعالیٰ اپنی تعریف اور شان کبریائی کو بیان فرمارہے ہیں کہ انسان اپنے رب اعلیٰ کو یاد رکھے اسی کے سامنے جھکے اور کائنات کی تخلیق پر غور کرے اور یہ سوچے کہ اس کی خدائی میں پیغمبر، انسانوں کی ہدایت کے لئے آتے رہے ہیں۔ انسان کا کام ان کے احکام کو قبول کرنا ہے جس نے ان احکام کو مانا اس نے فلاح پائی اور جس نے نہ مانا اس نے اپنی ہلاکت کو دعوت دی۔ ان حقائق پر قرآن بھی شہادت دے رہا ہے اور قرآن سے پہلے نازل ہونے والی آسمانی کتابیں بھی اس صداقت کی گواہ ہیں۔
- سورت کے مضمون سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ مکہ مکرمہ میں نازل ہونے والی سورتوں میں سے ہے اور یہ اس وقت نازل ہوئی ہے جب ابھی نزول وحی کا آغاز ہوا تھا اور آپ قرآن کو اخذ کرنے میں یہ اندیشہ محسوس کر رہے تھے کہ

کہیں کوئی آیت بھول نہ جائیں۔ سورۂ قیامہ میں آپ کی اس کیفیت کا بیان ہوا ہے کہ آپ وحی کے الفاظ جلدی جلدی یاد کرنے کے لئے اپنی زبان کو حرکت نہ دیا کریں۔

لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ ۞ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ۞ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ۞ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ ۞ (آیت ۱۶ تا ۱۹)

(اے نبی اس وحی کو جلدی جلدی یاد کرنے کے لئے اپنی زبان کو حرکت نہ دو۔ اس کو یاد کرا دینا اور پڑھوا دینا ہمارے ذمہ ہے لہذا جب ہم اسے پڑھ رہے ہوں (جبریل کا پڑھنا اللہ کا ہی پڑھنا تھا) اس وقت تم اس کی قرائت کو غور سے سنتے رہو، پھر اس کا مطلب سمجھا دینا بھی ہمارے ہی ذمہ ہے)

سورۂ طٰہٰ میں بھی اس بات کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اطمینان دلایا ہے کہ ہم یہ کلام آپ کو پڑھوا دیں گے اور آپ اسے نہ بھولیں گے۔

وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ مِن قَبْلِ أَن يُقْضَىٰ إِلَيْكَ وَحْيُهُ (آیت ۱۱۴)

(اور قرآن پڑھنے میں جلدی نہ کیا کرو، جب تک کہ تمہاری طرف اس کی وحی تکمیل کو نہ پہنچ جائے۔)

یعنی آپ نزول وحی کے وقت اسے یاد کرنے کی کوشش نہ فرمایا کریں اور پیغام کی سماعت پر پوری توجہ مرکوز رکھیں۔

اس تیسرے مقام سورہ طٰہٰ کے بعد پھر کبھی اس کی نوبت نہیں آئی کہ آں حضرتؐ کو ایسی کوئی ہدایت دینے کی ضرورت ہوتی۔

○ اس سورت کا مرکزی مضمون فلاح و کامیابی ہے اور بتایا گیا ہے کہ دونوں جہان کی کامیابی کا مدار اللہ کی ہدایت قبول کرنے پر ہے جو قرآن کی شکل میں اللہ کے پیغمبر پر نازل ہو رہی ہے۔

اس سورت میں تینوں مضمون توحید، رسالت اور آخرت کو سمیٹ لیا گیا ہے پہلی آیت میں ہی توحید کی تعلیم ہے کہ اللہ کے نام کی تسبیح کی جائے اس کی پاکیزگی بیان کی جائے اور اس کو اچھے ناموں اور اچھی صفات سے یاد کیا جائے۔ اس کے اسماء حسنیٰ پاکیزہ نام ہیں جو اس کی اعلیٰ صفات کے مظہر ہیں۔

بتایا گیا ہے کہ تمہارا رب جس کے نام کی تسبیح کا تمہیں حکم دیا جا رہا ہے اس نے کائنات کی ہر چیز کو پیدا کیا ہے۔ اس میں تناسب قائم کیا ہے اور ہر چیز کو وہ کام انجام دینے کی راہ بتائی جس کے لئے وہ پیدا کی گئی۔

بات اس پر ختم کی گئی ہے کہ دونوں جہان کی کامیابی انہی لوگوں کے لئے ہے جو عقیدے، اخلاق اور عمل میں پاکیزگی کا راستہ اختیار کریں۔

یہ سورت مختصر ہونے کے باوجود بڑے مؤثر انداز میں زندگی کے حقائق پیش کرتی ہے اور یہی وجہ ہے جیسا کہ مسلم کتاب الجمعہ میں حدیث نقل کی گئی ہے کہ رسول اللہؐ اکثر عیدین اور جمعہ میں سورۂ اعلیٰ اور سورۂ غاشیہ ان دو سورتوں کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

آیاتہا ۱۹	۸۷ = سُوْرَۃُ الْاَعْلٰی مَکِّیَّۃٌ = ۸	رُکُوْعُہَا ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے جو بہت مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلَی ۱ الَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی ۲

سَبِّحِ	اسْمَ	رَبِّکَ	الْاَعْلَی	الَّذِیْ	خَلَقَ	فَسَوّٰی
پاکیزگی بیان کر	نام	اپنا رب	سب سے بلند	جس نے	پیدا کیا	پھر ٹھیک کیا

پاکیزگی بیان کر اپنے سب سے بلند رب کے نام کی جس نے پیدا کیا پھر ٹھیک کیا

سُوْرَۃُ الْاَعْلٰی مَکِّیَّۃٌ
تِسْعَ عَشْرَۃَ اٰیَۃً
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

۱ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ اَیْ نَزِّہْ رَبَّکَ عَمَّا لَا یَلِیْقُ بِہٖ وَلَفْظُ اِسْمٍ زَائِدٌ الْاَعْلٰی ○ صِفَۃٌ لِرَبِّکَ

۲ الَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی ○ مَخْلُوْقَہٗ جَعَلَہٗ مُتَنَاسِبَ الْاَجْزَاءِ غَیْرَ مُتَفَاوِتٍ

سورۃ الاعلیٰ مکی ہے اس میں اُنیس ۱۹ آیتیں ہیں
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
شروع اللہ کے نام سے جو بہت بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے۔

۱ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلَی الَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی الخ
اے محمد اپنے رب کی پاکی بیان کر ان امور سے جو اس کی شان کے مناسب نہیں وہ برتر ہے۔

۲ جس نے مخلوق کو پیدا کیا اور ان کو متناسب الاعضاء برابر بنایا۔

تشریح

۱ اپنے رب کے نام کی پاکیزگی بیان کیجئے | اے نبی آپ اپنے پروردگار کے نام کی پاکیزگی بیان کیجئے جو ارفع و اعلیٰ ہے اور امت کو اپنے رب کی تسبیح کے آداب سکھائیے

○ رب کے معنی ہیں پرورش کرنے والا اور مالک و آقا۔ اللہ تعالیٰ کائنات کا خالق و پروردگار بھی ہے اور اس کا مالک و آقا بھی ہے۔ سارے اختیارات کا تنہا مالک ہے۔ سب اس کے سامنے بے اختیار ہیں اس کی ربوبیت تمام جہانوں کو گھیرے ہوئے ہے۔ وہ رب العلمین ہے۔

وہ رب اعلیٰ ہے وہ ایک برتر و بالا ہستی ہے اس کی شان اور اس کا رتبہ بہت بلند ہے۔ انسان فطرتاً اس کو جانتا ہے، عقل اس کو پہچانتی ہے مگر وہ عقل کی گرفت میں نہیں آسکتا۔

تو دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا
بس جان گیا میں تیری پہچان یہی ہے

اللہ کی پہچان اور اس کی معرفت عقل کو جلا بخشنے والی دل کو مطمئن کرنے والی اور انسان کو خدا شناس بنانے والی ہے۔ ایسی معرفت اللہ کی صفات پر غور کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ اللہ واحد و یکتا اور اعلیٰ و برتر ہے۔

○ اللہ کو ان ناموں سے یاد کیا جائے جو اپنے معنیٰ اور مفہوم کے لحاظ سے اس کی شان اور اس کے رتبے کے لحاظ سے موزوں اور مناسب ہوں۔ ان الفاظ میں شرک کا نقص اور بے ادبی کا کوئی پہلو نہ ہو۔
دوسری زبان میں اللہ کے لئے کوئی نام تجویز کرتے وقت یہ احتیاط رکھنی چاہیئے کہ اس کے معنی میں کوئی نقص کا پہلو نہ ہو۔ اور بہتر ہے کہ وہی نام استعمال کئے جائیں جو اللہ نے خود قرآن مجید میں بیان فرمائے ہیں یا دوسری زبان میں ہو تو صحیح ترجمہ ہو۔

○ اللہ کی پاکیزگی بیان کرو یعنی اللہ تعالیٰ ہر نقص اور عیب سے پاک ہے۔

○ اللہ کی پاکی کے تصور کے ساتھ ان کے نام کی تسبیح کرو کیوں کہ ان ہی کا نام اس لائق ہے کہ اس کی تسبیح کی جائے اسے جپا جائے۔

جب یہ آیت نازل ہوئی سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى تو نبی ص نے حکم دیا کہ سجدے میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى پڑھا کرو (ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ) سجدے کی یہ تسبیح اسی آیت کے حکم کی تعمیل میں ہے
ایک حدیث میں حضرت عُقبہ بن عامر جہنی سے منقول ہے کہ رسول اللہ ص نے سجدے میں "سبحان ربی الاعلیٰ" پڑھنے کا حکم اسی آیت کی بنا پر دیا تھا اور رکوع میں "سبحان ربی العظیم" پڑھنے کا جو طریقہ مقرر فرمایا تھا وہ سورۂ واقعہ کی آخری آیت فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ پر مبنی تھا۔ (مسند احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ، ابن حبان، حاکم، ابن المنذر۔)

○ اپنے رب برتر کے نام کو پاک کرنا یہ بھی ہوگا کہ اللہ کا نام پورے ادب و احترام کے ساتھ لیا جائے، کوئی گناہ کرتے ہوئے اپنے رب کا نام نہ لیا جائے۔ نا پاک جگہ مثلاً بیت الخلاء میں رب کا نام نہ لیا جائے، پروردگار عالم کا نام گرامی ہنسی مذاق میں نہ لیا جائے، بے ہودہ مجلس میں نہ لیا جائے۔

○ اللہ تعالیٰ کے لئے مخلوقات جیسے نام نہ استعمال کئے جائیں۔

○ اسی طرح مخلوقات کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ جیسے نام نہ لائے جائیں۔

○ کچھ صفاتی نام اگر ایسے ہوں کہ بندوں کے لئے بھی ان کا استعمال کرنا جائز ہو تو اس میں یہ احتیاط کی جائے کہ ان کا استعمال اس طریقہ پر نہ ہو جس طرح اللہ کے لئے ہوتا ہے۔

(۲) ہر شے کی حکیمانہ تخلیق اے حبیب اپنے اس پروردگار کے نام کی پاکیزگی بیان کیجئے جس نے ہر شے کو عین حکمت کے مطابق پیدا کیا پھر اس کی استعداد و صلاحیت کے مطابق اس کو موزونیت اور تناسب کے ساتھ درست کیا جو چیز بنائی عین حکمت کے موافق بہت ٹھیک بنائی اور اس چیز سے جو فائدے مقصود ہیں اس میں وہ خاصیتیں اور صفتیں پیدا کیں اور ان کی پیدائش کو کمال کے درجے تک پہنچایا اور ہر چیز کا ایسا معتدل مزاج بنایا جس سے وہ منافع اور فوائد مرتب ہو سکیں جو اس سے مقصود ہیں۔ اس نے زمین سے لے کر آسمانوں تک کائنات کی ہر ہر چیز کو پیدا کیا اور جو چیز بھی پیدا کی اسے بالکل ٹھیک ٹھیک راست اور درست بنایا اس کا توازن اور تناسب ٹھیک ٹھیک قائم کیا اس کو ایسی صورت پر پیدا کیا کہ اس جیسی چیز کے لئے اس سے بہتر صورت کا تصور نہیں کیا جا سکتا جیسا کہ سورۂ سجدہ میں ارشاد ہوا۔ اَلَّذِیْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ (آیت ۷)
(جس نے ہر چیز جو بنائی خوب ہی بنائی۔)
انسان کو دیکھو اس میں جو تناسب موزونیت اور حسن وجمال ہے وہ خالق کے کمال کی اور اس کی حکمت کی کھلی نشانی ہے۔ کائنات کی تخلیق میں جو سلیقہ اور حسن وجمال پایا جاتا ہے وہ پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ یہ ایک ہی صانع حکیم کا کمال ہے اور اس خالق وحکیم کی منصوبہ بندی اتفاقی طور پر نہیں بلکہ حکیمانہ ہے۔

وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی ﴿۳﴾

وَالَّذِیْ	قَدَّرَ	فَهَدٰی
اور جس نے	اندازہ ٹھہرایا	پھر راہ دکھائی

اور جس نے اندازہ ٹھہرایا پھر راہ دکھائی

(۳) وَالَّذِیْ قَدَّرَ مَاشَآءَ فَهَدٰی ○ اِلٰی مَاقَدَّرَہٗ مِنْ خَیْرٍ وَشَرٍّ

(۳) اور اس نے ہر چیز کا اندازہ رکھا جس طرح چاہا پھر راہ دکھلا طرف بھلائی اور برائی کے۔

تشریح

(۳) وہ خالق جس نے ہر ایک کے کمال کا اندازہ کا ٹھہرایا پھر اس کو توفیقِ عمل سے نوازا — اللہ کے ہمیشگی تیار کردہ منصوبے کا نام تقدیر ہے۔ اللہ نے اشیاء سے لے کر انسان تک ہر ایک کے کمال کا ایک اندازہ ٹھہرایا، ایک منصوبہ بنایا پھر اس کی تکمیل اور اس کی نشوونما کی طرف اس کی رہبری کی اور توفیق عمل سے نوازا۔

انسان کی پیدائش ایک منصوبے کے ساتھ ہوئی کہ اسے دنیا میں ایک مقررہ مدت تک کام کرنا ہے۔ دنیا کی زندگی امتحان و آزمائش کی زندگی ہے اور ہر ایک انسان کو آزمائش کے مرحلوں سے گزرنا ہوگا۔

اللہ نے اپنے اس منصوبے سے انسان کو بے خبر نہیں رکھا بلکہ اجمالاً اس کا شعور اس کی فطرت میں رکھ دیا ہے جس کی وجہ سے اس کا ضمیر برائی پر ٹوکتا ہے اور اچھائی پر مطمئن ہوتا ہے۔ اسی فطرت کا تقاضا ہے کہ انسان اپنی زندگی کا اچھا انجام دیکھنا چاہتا ہے اور وہ نہیں چاہتا کہ برا انجام اس کے سامنے آئے اس فطری احساس کو جو چیز تازہ کرتی ہے اور نکھارتی ہے اور خدائی منصوبے کی تفصیلات سے باخبر کرتی ہے وہ وحی الٰہی ہے۔ اللہ خالق تعالیٰ نے خفی اور جلی دونوں طرح کی رہنمائی کا سامان کر دیا ہے فطرت کی آواز ہدایت خفی ہے اور وحی الٰہی ہدایت جلی ہے۔

اب انسان کے لئے یہ کہنے کا موقع نہیں رہا کہ میرے رب نے میری رہنمائی نہیں کی۔ اب وہ اپنے کئے کا خود ذمہ دار ہے۔ آنے والی آیتوں میں وحی الٰہی کی اسی رہنمائی اور نشانیوں کا بیان ہو رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ خالق بھی ہیں اور ہادی بھی۔ اللہ تعالیٰ نے ذمہ لیا ہے کہ جو چیز جس حیثیت میں اس نے پیدا کی ہے اس کو ویسی ہی ہدایت دے جس کے وہ لائق ہے اور اسی طریقے سے ہدایت دے جو اس کے لئے موزوں ہے۔

انسان کی عقلی اور شعوری زندگی کے لئے اللہ کی ہدایت انسان کے علم اور عقل اس کی فطرت اور بناوٹ کے لحاظ سے ہے کہ وہ اللہ کی نشانیوں پر غور کرے اور پوری بصیرت کے ساتھ اللہ کی بھیجی ہوئی ہدایت کو قبول کرے۔

زمین سے نباتات کا اگنا اور پھر اس پُر بہار رونق کا خزاں میں بدل جانا انسان کے لئے عبرت کا ایک منظر ہے جس کو آنے والی آیت میں بیان کیا گیا ہے۔

وَالَّذِیۡۤ اَخۡرَجَ الۡمَرۡعٰی ۝۴ فَجَعَلَہٗ غُثَآءً

وَالَّذِیۡۤ	اَخۡرَجَ	الۡمَرۡعٰی	فَجَعَلَہٗ	غُثَآءً
اور جس نے	نکالا (اگایا)	چارا	پھر اسے کر دیا	خشک

اور جس نے چارا اُگایا پھر اسے خشک سیاہ کر دیا

اَحۡوٰی ۝۵ سَنُقۡرِئُکَ فَلَا تَنۡسٰۤی ۝۶

اَحۡوٰی	سَنُقۡرِئُکَ	فَلَا تَنۡسٰۤی	
سیاہ	ہم جلد پڑھائیں گے آپ کو	پھر نہ بھولیں گے آپ	

ہم جلد آپ کو پڑھائیں گے، پھر آپ نہ بھولیں گے۔

(۴) وَالَّذِیۡۤ اَخۡرَجَ الۡمَرۡعٰی ۝ اَنۡبَتَ الۡعُشۡبَ

(۴) اور اس نے نکالا ہری گھاس کو۔

(۵) فَجَعَلَہٗ بَعۡدَ الۡخُضۡرَۃِ غُثَآءً جَافًّا ھَشِیۡمًا اَحۡوٰی ۝ اَسۡوَدَ یَابِسًا

(۵) سو کیا اس کو بعد سبزی کے خشک سیاہ اور شکستہ۔

(۶) سَنُقۡرِئُکَ الۡقُرۡاٰنَ فَلَا تَنۡسٰۤی ۝ مَا تَقۡرَءُوۡہُ

(۶) نزدیک ہے کہ ہم تجھ کو اے محمد قرآن پڑھاویں گے کہ تو اس کو نہ بھولے گا۔

تشریح

(۴) وہ رب جس نے زمین سے نباتات کو اگایا وہ پروردگار جس نے لوگوں کی نظروں کے سامنے حیات و موت کا نقشہ پیش کیا۔ پہلے زمین سے چارا اگایا۔ زمین سے نباتات کا اُگنا ایک ایسا منظر ہے جس سے پوری زمین سرسبز ہو جاتی ہے۔ ہریالی زمین کا منظر بڑا خوش کن ہوتا ہے اس کی تازگی اور شادابی دیکھ کر دل خوش ہوتا ہے اور کبھی خیال بھی نہیں گزرتا کہ یہ ہریالی خشکی میں بدل جائے گی مگر ایسا ہی ہوتا ہے جیساکہ اگلی آیت میں ذکر ہے

(۵) پھر ان کو سیاہ کوڑا کرکٹ بنا دیا پھر وہی ہریالی جس کی شادابی دیکھ کر دل خوش ہوتا تھا اس کو زرد خشک اور سیاہ کرکے ایسا کوڑا کرکٹ بنا دیا جو عرصہ تک جانوروں کا چارہ بنتا ہے اور جسے ہوائیں اڑاتی پھرتی ہیں اور سیلاب خس و خاشاک کی صورت میں بہا کر لے جاتے ہیں۔ یہ حیات کے بعد موت کا منظر ہے۔ کسی کو اس غلط فہمی میں مبتلا نہ رہنا چاہیئے کہ وہ دنیا میں صرف بہار ہی دیکھے گا اس کو خزاں سے سابقہ پیش نہ آئے گا۔ پوری دنیا کے لئے خدا کا منصوبہ یہ ہے کہ اس پر خزاں کو لازماً آنا ہے تاکہ اس کے بعد عالم آخرت کا سلسلہ شروع ہو لہٰذا انسان اس دنیا کو ہرا بھرا دیکھ کر اس خام خیالی میں

مبتلا نہ رہے کہ یہ دنیا ہمیشہ پُر بہار رہے گی اور اس پر خزاں آنے والی نہیں ہے۔

سورۂ یونس میں اس کا منظر بیان کرتے ہوئے ارشاد ہوا ہے۔ اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَاۤ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَاۤ ۙ اَتٰٮهَاۤ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ (آیت ۲۴)

(دنیا کی اس زندگی کی مثال ایسی ہے جیسے آسمان سے ہم نے پانی برسایا تو زمین کی پیداوار جسے آدمی اور جانور سب کھاتے ہیں خوب گھنی ہو گئی۔ پھر عین اس وقت جب کہ زمین اپنی بہار پر تھی اور کھیتیاں بنی سنوری کھڑی تھیں اور ان کے مالک سمجھ رہے تھے کہ اب ہم ان سے فائدہ اٹھانے پر قادر ہیں یکایک رات کو یا دن کو ہمارا حکم آ گیا ہم نے اسے ایسا غارت کر کے رکھ دیا کہ گویا کل وہاں کچھ تھا ہی نہیں اس طرح ہم نشانیاں کھول کھول کر پیش کرتے ہیں ان لوگوں کے لئے جو سوچنے سمجھنے والے ہیں۔)

اسی طرح سورۂ کہف میں اللہ تعالیٰ نے دنیا کی بے ثباتی کو مثال کے ذریعے ذہن نشین کرایا ہے ارشاد ہوا۔ وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا (آیت ۴۵)

(اے نبی ﷺ انہیں حیات دنیا کی حقیقت اس مثال سے سمجھاؤ کہ آج ہم نے آسمان سے پانی برسا دیا تو زمین کی پود خوب گھنی ہو گئی۔ اور کل وہی نباتات بھس بن کر رہ گئی جسے ہوائیں اڑائے لئے پھرتی ہیں۔ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔)

یہ مثال دے کر بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ زندگی بھی بخشتا ہے اور موت بھی، وہی عروج بھی عطا کرتا ہے اور زوال بھی، اسی کے حکم سے بہار آتی ہے تو خزاں بھی آجاتی ہے جس پروردگار کے حکم سے خوش حالی تمہیں میسر ہے وہ پروردگار تم سے چھین بھی سکتا ہے۔

(۶) قرآن کا ایک ایک لفظ معجزانہ طریقہ سے نبی ﷺ کے حافظے میں محفوظ کر دیا گیا۔ قرآن کا نزول معجزانہ طریقے پر ہوا ہے۔ قرآن ایک معجزہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے خاتم الانبیاء کو عطا فرمایا ہے۔ جس طرح وہ معجزانہ طریقہ پر نازل ہوا ہے اسی طرح اس کا ایک ایک لفظ معجزانہ طریقے سے نبی ﷺ کے حافظے میں محفوظ کر دیا گیا تھا اور اس بات کا کوئی امکان نہیں رہنے دیا گیا کہ آپ قرآن میں سے کوئی چیز بھول جائیں یا قرآن کے اصل لفظ کی جگہ اس کے ہم معنی کوئی لفظ آپ ﷺ کی زبان مبارک سے ادا ہو جائے۔ چنانچہ ارشاد ہوا کہ اے نبی ﷺ قرآن کی شکل میں جو وحی ہم نازل کر رہے ہیں اس کو آپ کے ذہن میں محفوظ کرنے کی ذمہ داری ہم نے لی ہے آپ اس بات کا کوئی اندیشہ نہ کریں کہ اس کا کوئی حصہ آپ بھول جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ قرآن کی حقانیت اور نبی ﷺ کی صداقت کی دلیل ہے کیوں کہ پورا قرآن لفظ بہ لفظ اپنی اصل صورت میں اور اصل الفاظ میں نبی ﷺ کو اس طرح یاد ہو گیا تھا کہ آپ ﷺ کبھی اس کو نہیں بھولے اور آپ ﷺ نے پوری صحت کے ساتھ مکمل قرآن امت کی طرف منتقل کر دیا۔

آج ہمارے سامنے قرآن کے لاکھوں کروڑوں نسخے اپنی اصل شکل میں اس طرح موجود ہیں کہ تا قیامت ان کے محفوظ ہونے کا سامان ہو گیا ہے۔ قرآن ایک مستقل اور دائمی معجزہ ہے جو ہر دور کے لوگوں کے سامنے ہے۔

جب وحی کا آغاز ہوا تو نبی ﷺ بھول جانے کے اندیشے سے ابتدائی حصہ دہرانے لگتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو یہ اطمینان دلایا کہ جب وحی نازل ہو آپ خاموشی سے سنتے رہیں ہم آپ ﷺ کو اسے پڑھوا دیں گے اور وہ ہمیشہ کے لئے آپ کو یاد ہو جائے گی۔ اس بات کا کوئی اندیشہ آپ نہ کریں کہ اس کا کوئی لفظ آپ بھول جائیں گے۔ اس سے پہلے سورۂ طٰہٰ اور سورۂ قیٰمہ میں بھی یہ بات آ چکی ہے اور سورۂ طٰہٰ کے بعد پھر کبھی اس کی ضرورت نہیں ہوئی کہ آپ ﷺ کو ایسی ہدایت دینے کی ضرورت ہو۔

اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى ؕ ﴿۷﴾ وَ

وَ	يَخْفٰى	وَمَا	الْجَهْرَ	يَعْلَمُ	اِنَّهٗ	شَآءَ اللّٰهُ	مَا	اِلَّا
اور	پوشیدہ	اور جو	ظاہر	جانتا ہے	بیشک وہ	اللہ چاہے	جو	مگر

مگر جو اللہ چاہے، بیشک وہ جانتا ہے ظاہر بھی اور پوشیدہ بھی اور

نُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى ۚ ﴿۸﴾ فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ؕ ﴿۹﴾

الذِّكْرٰى	نَّفَعَتِ	اِنْ	فَذَكِّرْ	لِلْيُسْرٰى	نُيَسِّرُكَ
سمجھانا	نفع دے	اگر	پس سمجھادیں	آسان طریقہ	آپ کو سہولت دیں گے

ہم آپ کو آسان طریقہ کی سہولت دیں گے، پس سمجھادیں اگر سمجھانا نفع دے

سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ۙ ﴿۱۰﴾

	يَّخْشٰى	مَنْ	سَيَذَّكَّرُ
	ڈرتا ہے	جو	جلد سمجھ جائے گا

جو ڈرتا ہے وہ جلد سمجھ جائے گا

﴿۷﴾ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ اِنْ تَنْسَاهُ بِنَسْخِ تِلَاوَتِهٖ وَحُكْمِهٖ وَكَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْهَرُ بِالْقِرَاءَةِ مَعَ قِرَاءَةِ جِبْرِيْلَ خَوْفَ النِّسْيَانِ فَكَانَّهٗ قِيْلَ لَهٗ لَا تَعْجَلْ بِهَا اِنَّكَ لَا تَنْسٰى فَلَا تَتْعَبْ نَفْسَكَ بِالْجَهْرِ بِهَا اِنَّهٗ تَعَالٰى يَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَالْفِعْلِ وَمَا يَخْفٰى ○ مِنْهُمَا

﴿۸﴾ وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى ○ لِلشَّرِيْعَةِ السَّهْلَةِ وَهِيَ الْاِسْلَامُ

﴿۹﴾ فَذَكِّرْ عِظْ بِالْقُرْاٰنِ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ○ مَنْ تَذَكَّرَهٗ الْمَذْكُوْرُ

﴿۷﴾ مگر جو اللہ بھلانا چاہے وہ بھول جاوے گا۔ اس طرح کہ اس کی تلاوت اور حکم منسوخ فرماوے گا (اور عادت مبارک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تھی کہ آپ مع جبرئیل کے ساتھ ساتھ قرآن شریف پکار کر پڑھتے تھے کہ بھول نہ جاویں۔ تو گویا آپ کو یہ حکم ہوا کہ تو جلدی نہ کر یہ نہ ہوگا کہ تو بھول جاوے پھر کیوں اپنی جان کو مشقت میں ڈالتا ہے کہ جبرئیل کے ساتھ ساتھ پکار کر پڑھتا ہے۔
بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو بات پکار کر کہی جاوے اور جو کام ظاہر کیا جاوے اور جانتا ہے پوشیدہ کو ان میں سے

﴿۸﴾ اور ہم تیرے لئے آسان کر دیں گے شریعت آسان یعنی دین اسلام کہ تو اسی پر ثابت قدم رہے گا۔

﴿۹﴾ پس نصیحت کر لوگوں کو ساتھ قرآن کے اگر نفع دے نصیحت کرنا یعنی اگرچہ نفع تیری نصیحت کا بعض کو ہوگا جس کا ذکر آگے آتا ہے۔ اور بعض کو نہ ہوگا پر تیرا کام نصیحت کرنا ہے۔

(۱۰) سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ﴿١٠﴾ یخاف اللہ تعالیٰ کآیۃ فذکر بالقرآن من یخاف وعید

(۱۰) نزدیک ہے کہ نصیحت حاصل کرے گا اس سے وہ جو اللہ سے ڈرتا ہے۔ یہ حکم آپ کو ایسا ہے جیسا کہ اس آیت میں فَذَکِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ یَّخَافُ وَعِیْدِ یعنی تو نصیحت کر ساتھ قرآن کے اس کو جو میرے عذاب سے ڈرتا ہے۔

تشریح

(۷) قرآن کا آپ کے حافظے میں محفوظ ہونا اے نبی اللہ کی توفیق کا نتیجہ ہے آپ دل میں کوئی اندیشہ نہ کریں۔ اے نبی قرآن کا لفظ بہ لفظ آپ کے حافظے میں محفوظ ہو جانا اللہ کے فضل اور اس کی توفیق کا نتیجہ ہے ورنہ اگر اللہ چاہے تو آپ بھلا سکتا ہے۔ قرآن کو یاد رکھنے کے سلسلے میں آپ اپنے دل میں جو اندیشہ محسوس کرتے ہیں اللہ کو اس کا علم ہے۔ وہ پوشیدہ اور ظاہر ہر چیز کو جانتا ہے مگر آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ قرآن کا سبق آپ کو وہ ہستی دے رہی ہے جس کا علم تمام باتوں کو محیط ہے اور اس نے آپ کے حافظے میں قرآن کو ٹھیک ٹھیک محفوظ کر دینے کا فیصلہ کر لیا ہے کبھی وقتی طور پر نسیان لاحق ہو جانا الگ بات ہے مگر آپ مستقل طور پر قرآن کے کسی لفظ کو نہیں بھولیں گے۔

(۸) اے نبی ہم آپ کے لئے آسانی کی راہ ہموار کر دیں گے اے نبی ہم آپ کے لئے ہر طرح سے آسانی کی راہیں ہموار کر دیں گے۔ آپ کے لئے وحی کو یاد رکھنا اور قرآن کا جوں کا توں لوگوں کو پہنچانا یہ بھی آسان ہو جائے گا اور اللہ کی معرفت اس کی عبادت، ملک و ملت کی سیاست یہ سب راہیں سہل کر دی جائیں گی اور کامیابی کے راستے سے تمام مشکلات ہٹا دی جائیں گی چنانچہ اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق تمام باتیں سامنے آئیں۔ اگرچہ آپ نے دنیا میں کسی سے علم حاصل نہ کیا تھا آپ کسی عالم نہ تھے اُمّی تھے۔ اللہ کا عطا کردہ وہبی علم تھا۔ آپ کے لئے پورے قرآن کا حفظ کرنا آسان ہو گیا۔ آپ قرآن لوگوں تک پہنچاتے تھے اس کا درس دیتے تھے، اس کی تشریح و توضیح کرتے تھے اس کے نکات اور اس کی پر حکمت باتوں کو بیان فرماتے تھے آپ کے لئے قرآن کے احکام کو نافذ کرنا بھی اللہ نے آسان کر دیا اور آپ کو ایسے ساتھی عطا کر دیئے جو قرآن کی کتابت کا کام بحسن و خوبی انجام دیتے تھے تاکہ آنے والی نسلوں کے لئے قرآن کی حفاظت کا سامان ہو۔ کتنے ہی لوگوں نے قرآن حفظ کر لیا۔ قرآن ان کے سینوں میں محفوظ ہو گیا اور انھوں نے قرآن کے پھیلانے میں بیش بہا خدمات انجام دیں۔ غرض اللہ نے آپ کے لئے دین میں سہولت کا سامان مہیا کر دیا اور شریعت کا ہر پہلو فرد اور جماعت کے لئے بالیدگی اور فلاح کا ضامن بنا۔

(۹) جہاں تک نصیحت کارگر ہو آپ نصیحت کرتے رہیئے اے حبیب! آپ دعوت و تبلیغ اور نصیحت عام کا سلسلہ جاری رکھیئے اور اللہ کے بندوں میں سے ان پر نظر رکھیئے جو آپ کی نصیحت سے فائدہ اٹھا کر راہ راست اختیار کر لیں۔ ایسے ہی لوگ آپ کی خصوصی توجہ کے مستحق ہیں اور ان کی تعلیم و تربیت پر آپ کو خاص دھیان دینا چاہیئے۔

وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

(۱۰) اللہ سے ڈرنے والا نصیحت قبول کرے گا سمجھانے سے وہی سمجھتا ہے اور نصیحت کرنے سے وہی فائدہ اٹھاتا ہے جس کے دل میں تھوڑا بہت اللہ کا ڈر اور اپنے انجام کی فکر ہو جس کے دل میں خدا کا خوف اور انجام بد کا اندیشہ ہو گا اسی کو یہ فکر ہو گی کہ کہیں میں غلط راستے پر تو نہیں جا رہا ہوں اور وہی اللہ کے اس بندے کی نصیحت غور سے سنے گا جو اسے ہدایت اور گمراہی کا فرق اور فلاح و سعادت کا راستہ بتا رہا ہو۔

وَيَتَجَنَّبُهَا الْأَشْقَى ﴿١١﴾ الَّذِي يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرَى ﴿١٢﴾

وَيَتَجَنَّبُهَا	الْأَشْقَى	الَّذِي	يَصْلَى	النَّارَ	الْكُبْرَى
اور پہلوتہی کرے گا اس سے	بدبخت	جو	داخل ہوگا	آگ	بہت بڑی

اور اس سے بدبخت پہلوتہی کرے گا جو بہت بڑی آگ میں داخل ہوگا۔

ثُمَّ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَى ﴿١٣﴾ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ

ثُمَّ	لَا يَمُوتُ	فِيهَا	وَلَا يَحْيَى	قَدْ أَفْلَحَ	مَنْ
پھر	نہ مرے گا	اس میں	اور نہ جئے گا	یقیناً اس نے فلاح پائی	جو

پھر نہ مرے گا اس میں اور نہ جئے گا۔ یقیناً اس نے فلاح پائی جو

تَزَكَّى ﴿١٤﴾ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى ﴿١٥﴾

تَزَكَّى	وَذَكَرَ	اسْمَ	رَبِّهِ	فَصَلَّى
پاک ہوا	اور یاد کیا	نام	اپنا رب	پھر نماز پڑھی

پاک ہوا اور اپنے رب کا نام یاد کیا پھر نماز پڑھی

﴿١١﴾ وَيَتَجَنَّبُهَا أَيِ الذِّكْرَى يَتْرُكُهَا جَانِبًا لَا يَلْتَفِتُ إِلَيْهَا الْأَشْقَى ○ بِمَعْنَى الشَّقِيِّ أَيِ الْكَافِرُ

﴿١١﴾ اور علیحدہ رہے گا اس نصیحت سے بدبخت کافر یعنی وہ اس کو قبول نہ کرے گا۔ اور اس کی طرف توجہ نہ کرے گا۔

﴿١٢﴾ الَّذِي يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرَى ○ هِيَ نَارُ الْآخِرَةِ وَالصُّغْرَى نَارُ الدُّنْيَا

﴿١٢﴾ وہ کافر جو داخل ہوگا بڑی آگ میں یعنی دوزخ کی آگ میں کہ اس کے سامنے دنیا کی آگ حقیر ہے۔

﴿١٣﴾ ثُمَّ لَا يَمُوتُ فِيهَا فَيَسْتَرِيحُ وَلَا يَحْيَى ○ حَيَاةً هَنِيئَةً

﴿١٣﴾ پھر وہ کافر اس آگ میں نہ مرے گا کہ آرام پائے اور نہ زندہ رہے گا آرام کا زندہ رہنا۔

﴿١٤﴾ قَدْ أَفْلَحَ فَازَ مَنْ تَزَكَّى ○ تَطَهَّرَ بِالْإِيمَانِ

﴿١٤﴾ بے شک فلاح کو پہنچا وہ شخص جو پاک ہوا ایمان لاکر۔

﴿١٥﴾ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ مُكَبِّرًا فَصَلَّى ○ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ وَذَلِكَ مِنْ أُمُورِ الْآخِرَةِ وَكُفَّارُ مَكَّةَ مُعْرِضُونَ عَنْهَا

﴿١٥﴾ اور اس نے اپنے رب کا نام لیا تکبیر کہہ کر۔ پس پانچوں نمازیں ادا کیں اور یہ کام یعنی نماز پڑھنا آخرت کے کاموں میں سے ہے۔ اور کفار مکہ آخرت کے کاموں سے منہ موڑتے ہیں۔

تشریح

﴿١١﴾ نصیحت سے گریز کرنے والا بڑا بدبخت ہوگا | اللہ کا بندہ اسے گمراہی سے ہدایت کی طرف لا رہا ہے اور فلاح و سعادت کا راستہ بتا رہا ہے مگر وہ بڑا بدنصیب ہے جو اللہ کے مخلص بندے کی نصیحت سے گریز کر رہا ہے اور اس پر کان دھرنے کو تیار

نہیں ہے اور اپنی اسی گمراہی اور بدعملی میں مبتلا ہے، اور اندھیرے سے نکل کر ہدایت کی روشنی میں آنے کے لئے تیار نہیں ہے، نہ خدا کا ڈر ہے نہ اپنے انجام کا خوف آخر اس کے اعمال کشاں کشاں اسے اللہ کے عذاب کی طرف لے جا رہے ہیں۔ دوزخ کا ہولناک عذاب جس کا ذکر اگلی آیت میں ہے۔

(۱۲) وہ بدنصیب بڑی آگ میں ڈالا جائے گا | وہ بدنصیب جو مرتے دم تک اسی گمراہی پر قائم رہا اللہ کے رسول کی نصیحت مان کر نہ دی وہ دوزخ کی بڑی آگ میں ڈالا جائے گا اس کے اعمال کشاں کشاں دوزخ کی طرف لے جا رہے ہیں اس بدقسمت کے نصیب میں یہی عذاب دوزخ لکھا ہے۔

دنیا میں تو آدمی مر کر بہت سی تکلیفوں سے چھوٹ جاتا ہے۔

ع "اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے۔"

مگر وہ لوگ جو مرتے دم تک ایمان سے دور رہے، دوزخ میں ان کا کیا ہوگا۔ اگلی آیت دیکھئے،۔

(۱۳) وہاں وہ نہ مرے گا نہ جیئے گا | وہ لوگ جو مرتے دم تک ایمان سے دور رہے، دوزخ میں ان کی زندگی زندگی کہلانے کی مستحق نہ ہوگی کیوں کہ وہ مسلسل عذاب میں مبتلا رہیں گے اور نہ وہاں ان کو موت ہی آئے گی کہ وہ اس عذاب سے چھوٹ جائیں

ع "مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے۔"

اب ان کو نہ موت ہے جو تکلیفوں سے چھٹکارا پا سکیں اور نہ اس عذاب سے نجات پانے کی کوئی صورت ہے۔ جہنم میں وہ جینے کا لطف اٹھا سکیں گے اور نہ موت ہی آئے گی جو کلفتوں کا خاتمہ کر دے۔ وہ زندگی اور موت کی کش مکش میں مبتلا رہیں گے۔

البتہ وہ لوگ جن کے دل میں ایمان ہے، اور اسی حال میں ان کو موت آئی کہ نور ایمان ان کے دل میں موجود تھا اگر انھوں نے اچھے عمل نہیں کئے اور اپنے برے کاموں کی وجہ سے وہ دوزخ میں ڈالے گئے تو ان کے بارے میں حدیث میں آتا ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب وہ اپنے اعمال کی سزا بھگت لیں گے تو اللہ تعالیٰ انھیں موت دے دے گا پھر ان کے حق میں شفاعت قبول کی جائے گی اور ان کی جلی ہوئی لاشیں جنت کی نہروں میں لا کر ڈالی جائیں گی اور اہل جنت سے کہا جائے گا کہ ان پر پانی ڈالو۔ اس پانی سے وہ اس طرح جی اٹھیں گے جیسے پانی پڑنے سے زمین سے نباتات اگتی ہیں ——— (یہ روایت مسلم میں حضرت ابوسعید خدری رضؓ سے مروی ہے اور مسند بزاز میں حضرت ابوہریرہ رضؓ نے اس کو روایت کیا ہے۔)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صاحب ایمان ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں نہ رہیں گے برے اعمال کی سزا کے بعد ان کو دوزخ سے نکال لیا جائے گا مگر وہ لوگ جنھوں نے ایمان قبول نہیں کیا اور آخیر وقت تک اللہ کے رسول کی پیش کی ہوئی دعوت و تذکیر کو نہ مانا وہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ دنیا کی حکومتوں میں بھی باغی کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کی جاتی اور بغاوت ایک ایسا جرم ہے جس کی سخت سے سخت سزا دی جاتی ہے البتہ کسی خطا اور نافرمانی کے لئے معافی کی گنجائش ہے۔

ان باغی اور سرکش لوگوں کے مقابلے میں اللہ کے رسول کی دعوت کو ماننے والے اور اس کو قبول کر کے پاکیزہ زندگی اختیار کرنے والے لوگوں کے لئے کس طرح دنیا اور آخرت کی کامیابیاں قدم چومیں گی۔ اگلی آیتوں میں ان کا بیان آ رہا ہے۔

(۱۴) دونوں جہاں میں کامیاب ہوا جس نے پاکیزگی اختیار کی | جس نے اپنے نفس کو ناجائز خواہشات سے پاک کر لیا وہ دونوں جہاں میں کامیاب ہے۔

قلب و ذہن کی پاکیزگی اللہ اور آخرت پر ایمان سے حاصل ہوتی ہے اور اخلاق و اعمال کی پاکیزگی برائیوں کو چھوڑ کر نیک کام کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ ایسا شخص ظاہری اور باطنی حسی اور معنوی تمام گندگیوں سے پاک ہو جاتا ہے اور اپنے قلب اور قالب کو صحیح عقائد اخلاق فاضلہ اور اعمال صالحہ سے آراستہ کر کے حقیقی کامیابی حاصل کرتا ہے۔

اسلام جس حقیقی کامیابی کی طرف بلاتا ہے اس سے مراد دنیوی خوش حالی نہیں ہے بلکہ دنیا میں اطمینان قلب اور آخرت میں فلاح یہ دونوں چیزیں مراد ہیں۔

جہاں تک نفس کی، جائز خواہشات کا معاملہ ہے اسلام نے اس سے نہیں روکا بلکہ جائز حدود میں ان کو پورا کرنے

کا حکم دیا ہے مثلاً کھانا پینا نفس کا ایک جائز مطالبہ ہے۔ اسلام کہتا ہے کُلُوْا وَاشْرَبُوْا (کھاؤ اور پیو) کیونکہ تمہارے نفس کا بھی تمہارے اوپر حق ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہدایت دیتا ہے کہ وَلَا تُسْرِفُوْا (کھانے پینے کے معاملے میں حد سے آگے نہ نکل جاؤ۔) حرام حلال کا خیال رکھتے ہوئے جائز حدوں میں مناسب حد تک نفس کے اس مطالبے کو پورا کرو۔

اسی طرح نفس کا ایک مطالبہ ہے عورت اور مرد کے باہمی تعلقات۔ اسلام جائز حد میں اس کی نہ صرف یہ کہ اجازت دیتا ہے بلکہ ترغیب دیتا ہے۔ نکاح کو سنت قرار دیا گیا ہے (اَلنِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ) اور جائز حد میں اس مطالبے کی اتنی رعایت کی ہے کہ ضرورت ہو تو عدل کا خیال رکھتے ہوئے ایک سے زیادہ شادی کی بھی گنجائش رکھی ہے۔

(فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ)

اسی طرح نفس کا ایک جائز مطالبہ آرام کا ہے۔ آدمی کام کرتے کرتے تھک جاتا ہے اور اس کو آرام لینے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اسلام نے نفس کے اسی مطالبے کو تسلیم کیا ہے فرمایا: (وَجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا) (ہم نے رات آرام کے لئے بنائی اور دن بھاگ دوڑ کے لئے۔)

جہاں تک نفس کے جائز مطالبات کا تعلق ہے اسلام نے ان کی فطری ضرورت کو تسلیم کیا ہے اور اس کو پورا کرنے کا انتظام کیا ہے۔ مگر جب نفس کے مطالبات جائز حدوں سے آگے بڑھنے لگیں تو پھر ان میں خرابی پیدا ہوتی ہے اس لئے نفس کو ناجائز خواہشات سے پاک کرنا دونوں جہان کی فلاح کی ضمانت ہے۔

دنیا میں جہاں جہاں فساد پیدا ہوئے ہیں وہ نفس کے ناجائز مطالبات کے نتیجے میں پیدا ہوئے ہیں۔

آیت مذکورہ میں ماضی پر قَدْ لا کر اس فوز و فلاح میں پورا زور پیدا کر دیا گیا ہے کہ جو شخص اپنے نفس کی پاکیزگی اختیار کر لے اس کے قلب و نظر کی طہارت اس کی کامیابی کی ضمانت ہے۔

اس چنچل نفس کو کیسے قابو میں رکھا جائے۔ اس کی طرف بھی اگلی آیت میں اشارہ ہے۔

(۱۵) اپنے رب کا نام لیتا رہا اور نماز پڑھتا رہا | چنچل نفس کو قابو میں رکھنے کا طریقہ، رب کو یاد رکھنا اور اس کا خوف ہونا ہے۔ جب انسان کو یہ احساس رہے گا کہ میرا رب مجھے دیکھ رہا ہے وہ دل و زبان سے اس کو یاد کرتا رہے گا اور نماز کی ادائیگی کر کے یہ بات ثابت کر دے گا کہ جس کو وہ دل و زبان سے یاد کر رہا ہے اس کی اطاعت کے لئے تیار ہے اور اس کو ہمیشہ یاد کرنے کا اہتمام کر رہا ہے تو اس کا نفس قابو میں رہے گا اور برائیوں سے بچتا رہے گا۔

آیت میں دو چیزوں کا حکم دیا گیا ہے رب کو یاد کرنا اور نماز پڑھنا۔ علی الترتیب ان دو باتوں کے ذکر سے یہ طریقہ مقرر کیا گیا ہے کہ نماز کی ابتدا اللہ کے ذکر سے ہو۔ اسی لئے تکبیر تحریمہ نماز کے لئے فرض ہے رسول اللہ ﷺ نے اس قرآنی اشارے کو سمجھ کر نماز کی ہیئت ترتیب دی ہے۔

نماز کا اصل محرک اللہ کی یاد ہے۔ اللہ کی یاد اور اس کا ذکر بندے کو عبادت کے لئے آمادہ کرتے ہیں (اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ) حقیقی نماز اللہ کی یاد کا نتیجہ ہوتی ہے اور اس نماز میں اللہ کا ذکر اور اس کی یاد روح کی طرح سمائی ہوتی ہے گویا اپنے رب کی یاد اسے عبادت کے لئے بے چین کرتی ہے اور وہ نماز ہی میں سکون پاتا ہے۔

مگر ایسے لوگ جو اپنے نفس کو برائیوں سے پاک کر کے شریعت کا پابند بنالیں دل کی گہرائیوں سے اپنے رب کا نام لیتے رہیں اور نماز پڑھتے رہیں۔ ایسے لوگ کم ہی ہوتے ہیں۔ زیادہ تر لوگ دنیا کے معاملات کو اور یہاں کی آسائشوں کو ترجیح دیتے ہیں جس کا ذکر اگلی آیت میں ہے۔

بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝۱۶ وَ

بَلْ	تُؤْثِرُوْنَ	الْحَيٰوةَ	الدُّنْيَا	وَ
بلکہ	بڑھاتے ہو (ترجیح)	زندگی	دنیا	اور

بلکہ تم دنیوی زندگی کو ترجیح دیتے ہو اور (جبکہ)

الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝۱۷ اِنَّ هٰذَا

الْاٰخِرَةُ	خَيْرٌ	وَّاَبْقٰى	اِنَّ	هٰذَا
آخرت	بہتر	اور باقی رہنے والی	بیشک	وہ (یہ)

آخرت بہتر اور باقی رہنے والی ہے بیشک یہ

لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ۝۱۸ صُحُفِ

لَفِي	الصُّحُفِ	الْاُوْلٰى	صُحُفِ
میں	صحیفے	پہلے	صحیفے

پہلے صحیفوں میں، ابراہیم ؑ اور موسیٰ ؑ

اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ۝۱۹ ع

اِبْرٰهِيْمَ	وَمُوْسٰى
ابراہیم ؑ	اور موسیٰ ؑ

کے صحیفوں میں (لکھی ہوئی) ہے

۱۶ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ بِالتَّحْتَانِيَةِ وَالْفَوْقَانِيَةِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ○ عَلَى الْاٰخِرَةِ

۱۶ بلکہ اے کافرین مکہ تم دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دیتے ہو۔

۱۷ وَالْاٰخِرَةُ الْمُشْتَمِلَةُ عَلَى الْجَنَّةِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ○

۱۷ اور حالانکہ آخرت جو مشتمل ہے جنت کو، بہتر ہے اور زیادہ باقی رہنے والی ہے۔

۱۸ اِنَّ هٰذَا اَيْ فَلَاحِ

۱۸ بے شک یہ فلاح پانا مومن کا

مَنْ تَزَكّٰى وَكَوْنَ الْاٰخِرَةِ خَيْرًا لَّفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ○ اَلْمُنْزَلَةُ قَبْلَ الْقُرْاٰنِ

اور آخرت کا بہتر ہونا لکھا ہوا ہے قرآن سے پہلے صحیفوں میں۔

(۱۹) صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ○ وَهِيَ عَشْرُ صُحُفٍ لِاِبْرٰهِيْمَ وَالتَّوْرٰةُ لِمُوْسٰى

۱۹ یعنی ابراہیمؑ اور موسےٰؑ کے صحیفوں میں
ابراہیمؑ کو جو صحیفے ملے دس تھے اور موسیٰؑ پر تورات نازل ہوئی۔

تشریح

(۱۶) دنیا کو آخرت پر ترجیح مت دو | فوز و فلاح کی یہ راہ جس پر چل کر آدمی اپنے ظاہر و باطن کو سنوارتا ہے۔ تم لوگ محض اس لیے اختیار کرنے کے لیے تیار نہیں ہو کہ تمہیں ساری فکر بس دنیا اس کی راحت و آسائش اور اس کے فائدوں اور لذتوں کے گرد گھومتی ہے دنیا کا کوئی مفاد قربان کرنے کے لیے نہیں ہو۔ یہ سمجھتے ہو کہ جو فائدہ یہاں حاصل ہو گیا وہی اصل فائدہ ہے۔ یہی چیز ہے جو تمہیں فوز و فلاح کی اس حقیقی راہ سے روکتی ہے جس کی نشان دہی اللہ کی کتاب اور رسولوں کی تعلیم میں کی جارہی ہے۔

لیکن ذرا یہ تو سوچو کہ دنیا اور آخرت میں سے بقا کس چیز کو ہے؟ دنیا کو یا آخرت کو۔ دونوں میں سے افضل و بہتر کون ہے دنیا یا آخرت؟ اس کا بیان اگلی آیت میں آرہا ہے۔

(۱۷) دنیا کے مقابلے میں آخرت کی فضیلت | دنیا حقیر اور فانی اور آخرت اس سے کہیں بہتر اور پائیدار ہے اگر تم غور کرو گے تو دو حیثیتوں سے آخرت دنیا کے مقابلے میں قابل ترجیح ہے۔

ایک تو یہ کہ آخرت کی راحتیں اور لذتیں دنیا کی تمام نعمتوں سے بڑھ کر ہیں۔ وہاں کی نعمتوں کا اور وہاں کی لذتوں اور آرام کا دنیا سے کوئی مقابلہ ہی نہیں ہے۔ دنیا میں ہر وقت بیماری، حادثے اور اس طرح کے خطرات لگے رہتے ہیں، پریشانیاں گھیرے رہتی ہیں۔ انسان فکرات میں مبتلا رہتا ہے۔

آخرت کی دوسری حیثیت یہ ہے جس کی وجہ سے وہ دنیا کے مقابلے میں ترجیح دینے کے قابل ہے کہ آخرت کی نعمتیں باقی رہنے والی ہیں وہ کبھی ختم نہ ہوں گی جب کہ دنیا فانی ہے ہر چیز ایک مدبر جا کر ختم ہو جاتی ہے جوانی جو انسان کی زندگی کا سب سے بہترین حصہ ہے وہ جوانی ڈھل جاتی ہے بڑھاپا آجاتا ہے جب کہ آخرت سدا بہار ہے۔ وہاں انسان ہمیشہ جوان، توانا اور تروتازہ رہے گا۔ غم و فکر اس کے پاس نہ پھٹکے گا۔ اس لیے دنیا کے مقابلے میں آخرت کہیں بہتر ہے۔

اوپر کی آیتوں میں جن باتوں کا ذکر ہوا قلب ونظر کی پاکیزگی، دل کو اللہ کی یاد سے معمور کرنا، اللہ کے سامنے سربسجود ہونا، اس کی کبریائی بیان کرنا اس کی وضاحت ہر زمانے میں اللہ کے نبی اپنے اپنے طریقے کے مطابق کرتے چلے آرہے ہیں اور سرکار دو عالم ؐ کو اللہ تعالیٰ نے رہتی دنیا تک کے لیئے جو شریعت عطا کی ہے اس میں بھی بڑی جامعیت کے ساتھ ان باتوں کو سمیٹ لیا گیا ہے۔

اس لئے اگر اجمالاً دیکھنا چاہو تو پچھلے صحیفوں میں بھی یہ باتیں مل جائیں گی جیسا کہ اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

(۱۸) گزشتہ صحیفوں میں بھی یہ باتیں موجود ہیں | جو باتیں اوپر بیان کی گئیں اور جس کی طرف اللہ کے رسول دعوت دے رہے ہیں یہ باتیں کوئی انوکھی اور نئی باتیں نہیں ہیں۔ اجمالی طور پر یہ باتیں اللہ کی نازل کی ہوئی پچھلی کتابوں اور اس کے صحیفوں میں بھی آچکی ہیں۔ اس لئے یہ کوئی ایسی باتیں نہیں ہیں جو پہلی بار ہی سامنے آرہی ہوں بلکہ ہر پیغمبر نے اپنی اپنی قوموں کو اپنے اپنے انداز میں یہ باتیں بتائیں اور سمجھائی ہیں اور ان پر عمل کرنے کی دعوت دی ہے۔

مثال کے طور پر چند صحیفوں کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اگلی آیت میں کیا ہے۔

(۱۹) یہ باتیں ابراہیم ؑ اور موسیٰ ؑ کے صحیفوں میں بھی کہی گئی ہیں | قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّىٰ (فلاح پا گیا وہ جس نے پاکیزگی اختیار کی) دونوں جہاں کی فوز وفلاح اور کامیابی کا راستہ جو قرآن میں بتایا گیا ہے۔ اس سے پہلی آسمانی کتابوں میں جیسے حضرت ابراہیم کے صحیفوں اور حضرت موسیٰ پر نازل ہوئی کتاب میں بھی یہ طریقہ بتایا گیا ہے۔

توحید وآخرت کی تعلیم جو قرآن نے پیش کی ہے کوئی پہلی مرتبہ پیش نہیں ہوئی بلکہ ہمیشہ یہ ہدایت نازل ہوتی رہی اور قدیم سے قدیم صحیفوں اور آسمانی کتابوں میں بے کم وکاست توحید وآخرت کی تعلیم موجود رہی ہے مگر ان کتابوں کے ماننے والوں نے ان کتابوں کی تعلیم کو بھلا دیا اور اس میں رد وبدل کر لی اس لئے ضرورت پڑی کہ قرآن مجید کے ذریعے پھر اسی تعلیم کو دوہرایا جائے اور اس کی یاد دہانی کرائی جائے۔

آسمانی کتابوں میں سب سے قدیم صحفِ ابراہیم ہے لیکن صحیفۂ ابراہیم محفوظ نہیں رہا۔

حضرت موسیٰ ؑ پر جو صحیفہ نازل ہوا اس کا نام توریت ہے یہ بھی اپنی شکل میں موجود نہیں ہے مگر اس کے کچھ اجزاء "عہد نامہ عتیق" کے نام سے موجود ہیں۔ یہ عہد نامہ عتیق (OLD STATEMENT) پانچ کتابوں کی صورت میں ہے جن کے نام یہ ہیں

۱۔ پیدائش۔ ۲۔ خروج۔ ۳۔ احبار۔ ۴۔ گنتی۔ ۵۔ استثناء۔

ان کتابوں میں توحید کی تعلیم اب بھی واضح طور پر موجود ہے۔ اس کی چند مثالیں ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں ——،

میرے حضور تو غیر معبودوں کو نہ ماننا۔ تو اپنے لئے کوئی تراشی ہوئی مورت نہ بنانا۔ (خروج ۲۰۔ ۳، ۴)

◯ پھر خداوند تعالیٰ نے موسیٰ سے کہا، بنی اسرائیل کی ساری جماعت سے کہہ کہ تم پاک رہو۔ کیوں کہ میں جو خداوند تمہارا خدا ہوں پاک ہوں —— تم بتوں کی طرف رجوع نہ ہونا اور نہ اپنے لئے ڈھالے ہوئے دیوتا بنانا۔ (احبار ۱۹ : ۱ تا ۴)

◯ تو خداوند اپنے خدا کا خوف ماننا، اس کی بندگی کرنا اور اس سے لپٹے رہنا اور اسی کے نام کی قسم کھانا۔ وہی تیری حمد کا سزاوار ہے اور وہی تیرا خدا ہے (استثناء ۱۰: ۲۰-۲۱)

اور موسیٰؑ نے دنیا سے رخصت ہوتے وقت بنی اسرائیل کو جمع کر کے جو گیت سنایا، اس کا ایک اقتباس یہ ہے،

"کان لگاؤ اے آسمانو! اور میں بولوں گا اور زمین میرے منھ کی باتیں سنے میری تعلیم مینھ کی طرح برسے گی۔ میری تقریر شبنم کی طرح ٹپکے گی جیسے نرم گھاس پر پھوار پڑتی ہو اور سبزی پر جھڑیاں کیوں کہ میں خدا کے نام کا اشتہار دوں گا تم ہمارے خدا کی تعظیم کرو۔

وہ وہی چٹان ہے اس کی صنعت کامل ہے کیوں کہ اس کی سب راہیں انصاف کی ہیں وہ وفادار خدا اور بدی سے مبرا ہے وہ منصف اور برحق ہے۔"

(استثنار ۳۲: ۱ تا ۴)

حضرت ابراہیمؑ کی شخصیت تمام مذاہب میں مسلم ہے۔ یہودی اور عیسائی، عرب کے مشرکین دعویٰ کرتے تھے کہ ہم دین ابراہیمی پر ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کی بنیادی تعلیم توحید کی دعوت تھی۔ حضرت ابراہیم کے صحیفے آج دنیا میں کہیں موجود نہیں ہیں۔

قرآن مجید نے دو جگہ حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ کے صحیفوں کی تعلیم کا حوالہ دیا ہے۔ ایک مذکورہ سورت سورۂ اعلیٰ میں اور دوسرے سورہ نجم رکوع ۳ پارہ ۲۷ میں۔

سورہ نجم میں ارشاد ہوا:۔ اَمْ لَمْ يُنَبَّأْ بِمَا فِي صُحُفِ مُوسَىٰ وَإِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّىٰ (آیت ۳۶، ۳۷)

(کیا اسے ان باتوں کی کوئی خبر نہیں پہنچی جو موسیٰؑ کے صحیفوں اور اس ابراہیم کے صحیفوں میں بیان ہوئیں جس نے وفا کا حق ادا کر دیا۔)

اس سے آگے ان تعلیمات کا خلاصہ بیان کیا گیا ہے جو حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم کے صحیفوں میں نازل ہوئی تھیں۔

۸۸

اَلْغَاشِيَة

ترتیب تلاوت	۸۸	ترتیب نزول	۶۸
مکی / مدنی	مکی	تعداد رکوعات	۱
تعداد آیات	۲۶	تعداد الفاظ	۹۲
تعداد حروف	۳۸۴		

اس سورت کی پہلی آیت میں لفظ اَلْغَاشِيَة کو سورت کا نام قرار دیا گیا ہے۔ غاشیہ کے معنی ہیں "چھا جانے والی، چھپا لینے والی اور ہمہ گیر مصیبت" مراد قیامت ہے کیوں کہ اس سورت میں قیامت کا منظر بڑے مؤثر انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ اس لیے سورت کا نام "الغاشیہ" رکھا گیا ہے۔ یعنی وہ سورت جس میں قیامت کی ہولناکیوں کا ذکر آیا ہے۔

سورۃ کے مضمون سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ مکہ مکرمہ میں نازل ہونے والی ابتدائی زمانے کی سورتوں میں سے ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عام دعوت و تبلیغ کا سلسلہ شروع فرمایا تھا لیکن یہ دعوت ابھی ابتدائی مرحلے میں تھی۔

سورۃ غاشیہ ایک طرح سے سورۂ اعلیٰ کے مضمون کا تکملہ ہے۔ سورۂ اعلیٰ میں دوزخ اور جنت کا اجمالی طور پر ذکر کیا گیا تھا اور سورۂ غاشیہ میں جنت اور دوزخ کا تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ قیامت کے بعد لوگ دو گروہوں میں بٹ جائیں گے ایک دوزخ والے دوسرے جنت والے۔

نبی ﷺ کا یہ معمول تھا کہ اکثر و بیشتر جمعہ اور عیدین کی پہلی رکعت میں سورۂ اعلیٰ کی تلاوت فرماتے تھے، اور دوسری رکعت میں سورۂ غاشیہ پڑھتے تھے۔ حدیث کی کتاب مسلم کتاب الجمعہ میں اس کا ذکر ہے۔

سورۂ اعلیٰ میں اللہ کی حمد و ثنا اور شریعت محمدی کی پیروی کا ذکر تھا اور بتایا گیا تھا کہ دیگر انبیاء کرام کی تعلیمات کی بنیاد بھی یہی رہی ہے جو حضرت محمد ﷺ کی تعلیم میں موجود ہے۔ اس سورت میں یہ بتایا گیا ہے کہ ان تعلیمات کی پیروی خود انسان کے فائدے کے لئے ہے۔ اس لئے کہ انسان کو اس ہستی کے سامنے جواب دینا ہے جو ہر چیز سے باخبر ہے۔ جواب دہی کی وہ گھڑی اور بازپرس کا وہ عالم انہی کے لئے آسان ہوگا جو دنیا میں اس دین کی تعلیم پر عمل کریں گے۔

سورۂ غاشیہ کا مضمون بڑا مؤثر اور چونکا دینے والا ہے سب سے پہلے لوگوں سے سوال کیا گیا ہے کہ کیا تمہیں اس ہمہ گیر مصیبت کے بارے میں پتہ ہے جو ہر چیز کو گھیر لے گی وہ آفت جو سارے عالم پر چھا جانے والی ہوگی۔ اس کے بعد بتایا گیا ہے کہ عام انسان دو گروہوں میں بٹ جائیں گے اور دونوں کے انجام مختلف ہوں گے۔

غفلت کو دور کرنے والی، اس تفصیل کے بعد مضمون کا رخ اس طرف کو پھر گیا ہے کہ کیا تمہاری نگاہ ان چیزوں کی طرف نہیں جاتی جن سے تمہیں ہر رات واسطہ پڑتا ہے۔ یہ اونٹ جو تمہارے لئے تمہاری صحرائی زندگی کی جان ہیں اپنی ان خصوصیات کے ساتھ جو ان میں پائی جاتی ہیں کیا خود بخود پیدا ہو گئے ہیں۔

یہ پہاڑ جو تمہاری نگاہوں کے سامنے ہیں کیا خود بخود زمین میں نصب ہو گئے ہیں۔

یہ آسمان کی چھت جو تمہارے سروں کے اوپر ہے کیا خود بخود بن گئی ہے۔

یہ زمین جس پر تم سفر کرتے ہو کیا خود بخود تمہارے قدموں کے نیچے بچھ گئی ہے۔

اگر ان کو بنانے والا ایک قادر مطلق ایک خالق و حکیم ہے تو اس کو پروردگار ماننے سے انکار کیوں؟ اور اگر وہ پروردگار سب کچھ کرنے پر قادر ہے تو وہ اس پر بھی قادر ہے کہ قیامت برپا کر دے اس موجودہ نظام کی جگہ دوسرا نظام لائے اور تم سے جواب طلب کرے کہ تمہیں جس کام کے لئے پیدا کیا گیا تھا وہ انجام دیا یا نہیں۔

اس معقول دلیل کے بعد نبی ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد ہوا ہے کہ آپ اپنا کام انجام دیتے رہیں آپ عمومی نصیحت اور دعوت و تبلیغ کرتے رہیں۔ ان میں سے جو لوگ آپ کی بات پر کان دھرنے کو تیار ہوں ان پر توجہ فرمائیں۔ آخر ان کو لوٹ کر ہمارے ہی پاس آنا ہے اور پھر ہم ان سے پورا پورا حساب لیں گے اور نہ ماننے والوں کا جو انجام ہوگا وہ یہی ہوگا کہ اپنے اعمال کے مطابق ان کو سزا بھگتنی ہوگی۔

آیاتہا ۲۶	سُوْرَةُ الْغَاشِيَةِ مَكِّيَّةٌ ۸۸ = ۶۸	رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے جو بہت مہربان، رحم کرنے والا ہے

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ① وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ

هَلْ + اَتٰىكَ	حَدِيْثُ	الْغَاشِيَةِ	وُجُوْهٌ	يَوْمَئِذٍ
کیا تمہارے پاس آئی	بات	ڈھانپنے والی	کتنے منہ	اس دن

کیا تمہارے پاس ڈھانپنے والی کی بات پہنچی۔ کتنے ہی منہ اس دن

خَاشِعَةٌ ② عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ③ تَصْلٰى نَارًا

خَاشِعَةٌ	عَامِلَةٌ	نَاصِبَةٌ	تَصْلٰى	نَارًا
ذلیل و عاجز	عمل کرنے والے	مشقت اٹھانے والے	داخل ہوں گے	آگ

ذلیل و عاجز ہوں گے، عمل کرنے والے، مشقت اٹھانے والے، دہکتی ہوئی

حَامِيَةً ④

	حَامِيَةً	
	دہکتی ہوئی	

آگ میں داخل ہوں گے

سُوْرَةُ الْغَاشِيَةِ مَكِّيَّةٌ
سِتٌّ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

① هَلْ قَدْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ○ الْقِيَامَةِ لِاَنَّهَا تَغْشَى الْخَلَائِقَ بِاَهْوَالِهَا

② وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَبَّرَ بِهَا عَنِ الذَّوَاتِ فِي الْمَوْضِعَيْنِ خَاشِعَةٌ ○ ذَلِيْلَةٌ

③ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ذَاتُ نَصَبٍ وَّتَعَبٍ

سورۂ غاشیہ مکی ہے اور اس میں چھبیس ۲۶ آیتیں ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شروع اللہ کے نام سے جو بہت بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے

① هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ الخ اے محمد کیا تجھ کو پہنچی خبر قیامت کی جس کے اہوال تمام مخلوق کو گھیرے ہوئے ہوں گے۔

② بہت سے چہرے اس روز ذلیل ہوں گے

③ ان پر رنج اور مصیبتیں بیڑیوں اور طوق کی

(۴) تَصْلٰی بِضَمِّ التَّاءِ وَفَتْحِهَا نَارًا حَامِیَةً (۴) داخل ہوں گے جلتی ہوئی آگ میں۔

بالسَّلَاسِلِ وَالْاَغْلَالِ پڑیں گی۔

تشریح

(۱) کیا آپ کو چھا جانے والی آفت قیامت کی خبر پہنچی | کیا آپ کو اس چیز کی خبر پہنچی جب وہ چھا جانے والی آفت ہر چیز کو ڈھانپ لے گی، اور خداوند کریم کی عدالت کا دن قائم ہوگا۔ قیامت کے ظاہر ہونے کو سوالیہ انداز میں پیش کیا گیا ہے تاکہ سننے والے چونک جائیں اور قیامت کے احوال غور سے سنیں۔ اس دن پیش آنے والی باتیں سننے کے لائق ہیں اور ندامت کے لئے یاد رکھنے کے قابل بھی۔

قیامت کے کئی مرحلے ہیں پہلے مرحلے پر اس نظام کا درہم برہم ہونا، پھر دوسرے مرحلوں میں انسانوں کا دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنا، پھر اللہ کی عدالت کا قائم ہونا، انسانوں کے اعمال کا حساب کتاب ہونا، پھر اس کے بعد جزا اور سزا ان تمام مرحلوں کو آخرت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

دنیا میں موت کے بعد روحیں عالم برزخ میں رہتی ہیں، اس کو بھی عالم آخرت کا ایک حصہ سمجھیے۔

حساب و کتاب اور جزا و سزا کے بعد تمام انسان دو گروہوں میں بٹ جائیں گے جن کا ذکر آنے والی آیتوں میں کیا جا رہا ہے۔

(۲) کتنے ہی چہرے اس دن اپنی بداعمالیوں کے باعث ذلیل و خوار ہوں گے | انسان کے جسم میں سب سے زیادہ نمایاں چیز اس کا چہرہ ہوتا ہے۔ انسان پر اچھی یا بری جو بھی کیفیت گذرتی ہے اس کی اندرونی کیفیت کا اظہار چہرے سے ہوتا ہے۔ چہرہ انسان کی شخصیت کی پہچان ہوتا ہے اس لئے یہاں اشخاص کے لئے چہرے کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

اس روز کتنے ہی چہرے اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے ذلیل و رسوا ہوں گے یہ وہ لوگ ہوں گے جن کو یوم جزا پر یقین نہ تھا۔ ان کی پوری زندگی اس تصور پر گزری تھی کہ نہ انھیں اللہ کے حضور حاضر ہونا ہے اور نہ اپنے اعمال کا حساب و کتاب دینا ہے۔ وہ مادر پدر آزاد رہ کر دنیا میں زندگی گزارتے رہے، نفس کی خواہشات پر چلتے رہے۔ حساب کتاب سے بے خوف ہو کر دنیا کے مزے لوٹتے رہے اور آج جب وہ دن ان کے سامنے آیا تو وہ خوف زدہ ہیں، ڈرے سہمے ہیں اور اپنے اعمال کا خیال کر کے خود اپنی نگاہوں میں شرمندہ اور لوگوں کے سامنے منہ دکھانے کے قابل نہیں ہیں۔

(۳) مشقت کرنے والے تھکے ماندے | دنیا میں ان لوگوں کو حساب کے اس دن کا یقین نہ تھا۔ محنت و مشقت سے نڈھال حساب کے انتظار میں بھوکے پیاسے سخت گرمی میں کھڑے رہے، چہرے پر تھکن ہے سخت مشقت کی وجہ سے نڈھال ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں تن آسانی کے ساتھ زندگی گزار رہے تھے۔ اللہ کی پابندیاں ان کو ناگوار تھیں وہاں آزاد تھے اور آج یہاں پابند ہیں۔ اس دن ایک انسانی گروہ یہ ہے اس کی سزا کیا ہے۔ اس سزا کا بیان آنے والی آیتوں میں آ رہا ہے۔

(۴) دہکتی آگ میں جائیں گے | میدان حشر میں حساب و کتاب کے بعد جب یہ آخرت کا انکار کرنے والے واپس ہوں گے تو سیدھے جہنم رسید ہوں گے جس کی آگ بھڑک رہی ہوگی۔ ان کے اعمال کی سزا یہی ہوگی کہ دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ ان کا ٹھکانا ہوگی جس میں وہ جھلس رہے ہوں گے۔ دوزخ کی گرمی سے جب ان کو پیاس لگے گی تو ان کو پینے کے لئے کیا دیا جائے گا اگلی آیت میں اس کا بیان ہے۔

تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۝۵ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ

تُسْقٰى	مِنْ	عَيْنٍ	اٰنِيَةٍ	لَيْسَ	لَهُمْ	طَعَامٌ	اِلَّا	مِنْ
پلائے جائیں گے	سے	چشمہ	کھولتا ہوا	نہیں	ان کے لئے	کھانا	مگر	سے

ایک کھولتے ہوئے چشمہ سے (پانی) پلائے جائیں گے۔ ان کے لئے کھانا نہ ہوگا مگر

ضَرِيْعٍ ۝۶ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ۝۷ وُجُوْهٌ

ضَرِيْعٍ	لَّا يُسْمِنُ	وَلَا يُغْنِيْ	مِنْ	جُوْعٍ	وُجُوْهٌ
خاردار گھاس	نہ موٹا کرے گی	اور نہ بے نیاز کرے گی	سے	بھوک	کتنے منھ

خاردار گھاس سے، جو نہ موٹا کرے گی اور نہ بھوک سے بے نیاز کرے گی۔ کتنے ہی منھ

يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۝۸ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ۝۹

يَّوْمَئِذٍ	نَّاعِمَةٌ	لِّسَعْيِهَا	رَاضِيَةٌ
اس دن	تروتازہ	اپنی کوشش سے	خوش خوش

اس دن تروتازہ ہوں گے اپنی کوشش (کمائی) سے خوش خوش۔

(۵) تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ○ شَدِيْدَةِ الْحَرَارَةِ

(۵) کھولتا ہوا پانی ان کو پلایا جائے گا۔

(۶) لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ○ هُوَ نَوْعٌ مِّنَ الشَّوْكِ لَا تَرْعَاهُ دَابَّةٌ لِخُبْثِهٖ

(۶) ان کے کھانے کو جھاڑ کانٹے ہوں گے۔ کہ جس کو جانور بھی نہیں کھاتے بسبب نہایت خباثت کے۔

(۷) لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ○

(۷) وہ نہ موٹا کرے گا نہ بھوک کو دفع کرے گا۔

(۸) وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ○ حَسَنَةٌ

(۸) بہت سے چہرے اس روز خوش ہوں گے راضی

(۹) لِّسَعْيِهَا فِي الدُّنْيَا بِالطَّاعَةِ رَاضِيَةٌ ○ فِي الْاٰخِرَةِ لِمَا رَاَتْ ثَوَابَهٗ

(۹) ہوں گے آخرت میں اپنے اعمال کے ثواب سے جو انھوں نے دنیا میں کئے۔

تشریح

(۵) کھولتے چشمے کا پانی انھیں پلایا جائے گا دوزخ کی گرمی سے جب وہ پیاس محسوس کریں گے اور پینے کے لئے پانی مانگیں گے تو کھولتے ہوئے چشمے کا پانی انھیں پینے کو دیا جائے گا۔ انھوں نے دنیا میں اللہ سے اور آخرت سے بے نیاز ہوکر زندگی گزاری اور اس کے انعامات کا اپنے آپ کو امیدوار نہیں بنایا تو وہ بجا طور پر اس کے مستحق ہوئے کہ ان کی تواضع کھولتے ہوئے پانی سے کی جائے یہ گرم کھولتا ہوا پانی پیاس تو کیا بجھاتا اس کے پینے سے ہونٹ جل جائیں گے

اور آنتیں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر پڑیں گی۔ لیکن اس عذاب سے ان کو موت نہیں آئے گی ان کی حالت پھر پہلے جیسی ہی ہو جائے گی اور عذاب کا یہی سلسلہ چلتا رہے گا۔ یہ تو پیاس کا معاملہ ہوا، اب رہی بھوک کی بات جب وہ بھوک کی شکایت کریں گے اور کھانے کے لئے مانگیں گے تو ان کو کھانے کے لئے کیا ملے گا۔ اگلی آیت میں اس کا بھی بیان ہے۔

(۶) اہل دوزخ کا کھانا | اہل دوزخ کا کھانا غذائیت رکھنے والی ذائقے دار کوئی مرغوب چیز نہ ہوگی بلکہ ان کو کھانے کے لئے زقوم دیا جائے گا جو ایلوے سے زیادہ کڑوا اور انتہائی بدبودار ہوگا، یا ان کو زخموں کا دھوون (غسلین) دیا جائے گا یا خاردار سوکھی گھاس کھانے کو دی جائے گی۔ اس طرح مختلف درجے کے عذاب میں مختلف قسم کے بدذائقہ کھانے ہوں گے۔ ان میں سے کوئی چیز بھی ایسی نہیں ہوگی جو غذا کا کام دے سکے۔ یہ بدلہ بھی ٹھیک ان کے عمل کے مطابق ہوگا کیوں کہ انھوں نے آخرت کی جزا اور سزا اور اللہ کے سامنے پیش ہونے کا انکار کر کے دنیا میں کانٹے ہی بوئے تھے اس لئے جو انھوں نے بویا تھا وہی انھیں کھانے کو ملے گا۔

(۷) اہل دوزخ کا یہ کھانا نہ موٹا کرے گا نہ بھوک مٹائے گا | آدمی کو جب بھوک لگتی ہے اور وہ کوئی غذا کھاتا ہے تو اس کا مقصد لذت حاصل کرنا ہوتا ہے اس غذا سے بدن کو طاقت ملتی ہے اس غذا سے بھوک دفع ہوتی ہے۔ اہل دوزخ کے ان کھانوں میں ان میں سے کوئی بات نہ ہوگی نہ اس میں کوئی لذت اور ذائقہ ہوگا نہ وہ موٹا کرے گا اور نہ طاقت دے گا کہ اس سے جسم کو توانائی حاصل ہو اور نہ بھوک ہی مٹ سکے گی۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں جسم کو تقویت پہنچانے زبان کی لذت اور بھوک کو مٹانے کے لئے انسان کو طرح طرح کی قابل قدر غذائیں عطا کی تھیں لیکن ان بدبخت منکرین آخرت نے ان نعمتوں کو پانے کے بعد بھی اپنے رب کی ناشکری کی۔ دینے والے کے احسان کو نہ پہچانا اس لئے وہ اسی لائق ٹھہرے کہ جھاڑ کانٹے کھائیں۔

قرآن نے لفظ "ضریع" استعمال کیا ہے یہ خاردار زہریلی جھاڑی کا نام ہے غرض اہل دوزخ کو کوئی لذیذ اور مرغوب کھانا میسر نہ ہوگا۔

اس کے مقابلے میں اہل جنت کو کیسی کیسی نعمتیں ملیں گی، ان کے بارونق چہرے اللہ کی نعمتوں کا اعلان کرتے نظر آئیں گے۔ قیامت کے بعد اور حساب کتاب کے بعد یہ دوسرا گروہ اہل جنت کا ہوگا جس کا بیان اگلی آیتوں میں آرہا ہے۔

(۸) بارونق چہرے | وحشت زدہ اترے ہوئے چہروں کے مقابلے میں وہ چہرے بھی ہوں گے جو بارونق تروتازہ اور شاداب ہونگے یہ وہ لوگ ہوں گے جو آخرت پر ایمان لائے اور اپنے رب کے حضور جوابدہی کے احساس کے ساتھ زندگی گزارتے رہے دل کی مسرت ان کے پھول سے کھلے چہروں سے پھوٹی پڑ رہی ہوگی۔ یہ خوش ہوں گے کہ ہماری محنت ٹھکانے لگی۔ اگلی آیت میں ان کی سعی عمل کا بیان ہے۔

(۹) اپنی کوششوں پر شاداں | یہ وہ لوگ ہوں گے جو اپنی سعی اور عمل پر شاداں ہوں گے کہ ان کی محنت ٹھکانے لگی اور وفاداری کا پھل خوب ملا۔ ایمان کے ساتھ انھوں نے جو عمل کیا تھا آج وہ ان کے کام آیا وہ اپنے عمل کے بہترین نتائج آخرت میں دیکھ کر خوش ہوں گے انھیں اطمینان ہوگا کہ دنیا میں ایمان اور صلاح و تقویٰ کی زندگی اختیار کر کے انھوں نے صحیح فیصلہ کیا تھا۔ اور نفس کی ناجائز خواہشات قربان کر کے اپنے فرائض ادا کرنے میں اور اللہ کے احکام کی اطاعت میں جو تکلیفیں اٹھائیں وہ نفع کا سودا رہا۔

آج ان کے دمکتے چہرے ان کے حسن عمل کو ظاہر کر رہے ہوں گے اور ان کا ٹھکانا کیسا ہوگا۔ اگلی آیت میں سنیئے۔

فِیۡ جَنَّۃٍ عَالِیَۃٍ ﴿۱۰﴾ لَّا تَسۡمَعُ فِیۡہَا لَاغِیَۃً ﴿۱۱﴾ فِیۡہَا

فِیۡہَا	لَاغِیَۃً	فِیۡہَا	لَّا تَسۡمَعُ	عَالِیَۃٍ	جَنَّۃٍ	فِیۡ
اس میں	بیہودہ بکواس	اس میں	نہ سنیں گے	بلند	باغ	میں

بلند باغ میں، اس میں نہ سنیں گے بیہودہ بکواس۔ اس میں

عَیۡنٌ جَارِیَۃٌ ﴿۱۲﴾ فِیۡہَا سُرُرٌ مَّرۡفُوۡعَۃٌ ﴿۱۳﴾ وَّ اَکۡوَابٌ

وَّ اَکۡوَابٌ	مَّرۡفُوۡعَۃٌ	سُرُرٌ	فِیۡہَا	جَارِیَۃٌ	عَیۡنٌ
اور آب خورے	اونچے اونچے	تخت	اس میں	بہتا ہوا	چشمہ

ایک بہتا ہوا چشمہ ہے۔ اس میں اونچے اونچے تخت ہیں اور آب خورے

مَّوۡضُوۡعَۃٌ ﴿۱۴﴾ وَّ نَمَارِقُ مَصۡفُوۡفَۃٌ ﴿۱۵﴾

	مَصۡفُوۡفَۃٌ	وَّ نَمَارِقُ	مَّوۡضُوۡعَۃٌ
	برابر بچھے ہوئے	اور غالیچے	چُنے ہوئے

چُنے ہوئے اور غالیچے برابر بچھے ہوئے

﴿۱۰﴾ فِیۡ جَنَّۃٍ عَالِیَۃٍ ○ حِسًّا وَ مَعۡنًی

﴿۱۰﴾ جنت بلند عالی مرتبہ میں ہوں گے۔

﴿۱۱﴾ لَّا تَسۡمَعُ فِیۡہَا بِالۡیَاءِ وَ التَّاءِ لَاغِیَۃً ○ اَیۡ نَفۡسٌ ذَاتَ لَغۡوٍ اَیۡ ھَذَیَانٍ مِّنَ الۡکَلَامِ

﴿۱۱﴾ کوئی بیہودہ بات وہ وہاں نہ سنیں گے۔

﴿۱۲﴾ فِیۡہَا عَیۡنٌ جَارِیَۃٌ ○ بِالۡمَاءِ بِمَعۡنٰی عُیُوۡنٍ

﴿۱۲﴾ جنت میں چشمے بہہ رہے ہوں گے۔

﴿۱۳﴾ فِیۡہَا سُرُرٌ مَّرۡفُوۡعَۃٌ ○ ذَاتًا وَ قَدۡرًا وَ مَحَلًّا

﴿۱۳﴾ کہ ان میں اونچے اونچے تخت عالی مرتبہ ہوں گے۔

﴿۱۴﴾ وَّ اَکۡوَابٌ اَقۡدَاحٌ لَا عُرًی لَہَا مَّوۡضُوۡعَۃٌ ○ عَلٰی حَافَاتِ الۡعُیُوۡنِ

﴿۱۴﴾ اور کوزے رکھے ہوئے ہوں گے ان کے پینے کے لئے چشموں کے کناروں پر۔

مُعَدَّۃٌ لِشُرْبِھِم

(۱۵) وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ۝ وسائد بعضھا بجنب بعض یستند الیھا

(۱۵) اور گدے برابر رکھے ہوئے ہوں گے کہ ان سے کمر لگا دیں گے۔

تشریح

(۱۰) یہ لوگ عالی مقام جنت میں ہوں گے | ان کا ٹھکانا عالی شان جنت ہوگی اور جنت تو پھر جنت ہے ہر طرح کی راحتیں ہر طرح کے لذت و آرام ہر طرح کے عیش یہ سمجھئے کہ ایک طرح سے بادشاہت ہوگی۔ دنیا میں بادشاہوں کو بھی وہ عیش و آرام نصیب نہ ہوں گے جو اہل جنت کو ملیں گے۔ یہ عالی مقام اور مہتم بالشان اللہ کی عنایتوں اور اس کی مہربانیوں کی مظہر جنت جو اس کے صالح بندوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ اس جنت کی کیا کیفیت ہوگی، اگلی آیت میں اس کا بھی بیان ہے۔

(۱۱) جنت میں کوئی فضول بات نہ ہوگی | جنت میں کوئی لغو بے ہودہ اور فضول بات سننے کو نہ ملے گی۔ یہ جنت کی نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت ہوگی کیوں کہ اگر کانوں میں بری باتیں پڑیں تو آدمی کے سارے آرام اور عیش کرکرے ہو جاتے ہیں، اس کا سارا لطف ایک بے ڈھنگی بات سن کر بے لطف ہو جاتا ہے۔ جنت کی خصوصیت یہ ہوگی کہ وہاں کانوں میں جو بات پڑے گی اچھی بات پڑے گی جس کو سُن کر دل خوش ہو جائے گا۔ نہ وہاں غیبت ہوگی نہ چغلی ہوگی نہ گالی گلوچ ہوگی نہ لڑائی جھگڑا ہوگا۔ جنت کا پورا ماحول اور اس کی فضا انتہائی پاکیزہ اور دل کو بھانے والی ہوگی۔ فرشتے اور انسان جو بھی ملیں گے اچھی بات کرتے ہوئے ملیں گے ان کے لبوں پر سلامتی کے نغمے ہوں گے۔ محبت کے گیت ہوں گے اور پیار کے بول ہوں گے۔ اس پاکیزہ ماحول کے علاوہ کیسے عیش و عشرت اور عزت کے سامان ہوں گے، اس کا ذکر بھی قرآن کی آیات سے سنیئے۔

(۱۲) جنت میں چشمے رواں دواں ہوں گے | جنت میں بہتے ہوئے چشمے ہوں گے رواں دواں چشمے ایک دل خوش منظر پیش کریں گے اور جنت کی سرسبزی اور شادابی ان چشموں سے باقی رہے گی۔ چشموں کی روانی سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت میں پانی اور دوسرے اعلیٰ قسم کے مشروبات وافر مقدار میں مہیا ہوں گے۔ جاری چشموں کے علاوہ اہل جنت کی نشستیں خاص قسم کی ہوں گی جس کا ذکر اگلی آیت میں کیا گیا ہے۔

(۱۳) اہل جنت کی مسندیں | اہل جنت کی مسندیں اونچے اونچے تخت بچھے ہوئے ہوں گے۔ اونچی مسند کا ہونا عزت و احترام کی علامت ہوگی اور ایک شان دار شاہانہ زندگی کا اظہار ہوگا اہل جنت کو ایسی ہی زندگی نصیب ہوگی جو دنیا میں بادشاہوں کو بھی کم ہی ملتی ہے

(۱۴) اہل جنت کے لئے آبخورے چنے ہوئے | اہل جنت شاہانہ تخت پر بیٹھے ہوئے ہوں گے اور ان کے سامنے قرینے کے ساتھ آبخورے اور ساغر بھرے رکھے ہوں گے کہ جب بھی پینے کو دل چاہے اٹھا کر پی لیں کہنے کی اور طلب کرنے کی ضرورت نہ ہو۔

(۱۵) گاؤ تکیے قطار میں لگے ہوئے | شاہانہ تخت پر مسندیں بچھی ہوں گی اور پیچھے قطار میں گاؤ تکیے لگے ہوں گے تاکہ جب بھی ضرورت ہو اس تکیے سے ٹیک لگائیں۔ گاؤ تکیہ راحت و آرام کی بھی چیز ہے اور پر تعیش زندگی کا اظہار بھی۔ جنت میں جا کر دنیا کی ساری کلفتیں ختم ہو جائیں گی اور راحت و آرام کی وہ سب چیزیں بھی حاصل ہوں گی جن کا دنیا میں تصور نہیں کیا جا سکتا۔

وَزَرَابِيُّ مَبْثُوثَةٌ ⑯ أَفَلَا يَنظُرُونَ

يَنظُرُونَ	أَفَلَا	مَبْثُوثَةٌ	وَزَرَابِيُّ
وہ دیکھتے	کیا نہیں	بکھرے ہوئے	اور گدّے

اور گدّے بکھرے ہوئے (پھیلے ہوئے) کیا وہ نہیں دیکھتے؟

إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ⑰ وقفہ وَإِلَى

وَإِلَى	خُلِقَتْ	كَيْفَ	الْإِبِلِ	إِلَى
اور طرف	پیدا کیے گئے	کیسے	اونٹ	طرف

اونٹ کی طرف کہ کیسے پیدا کیے گئے؟ اور (نہیں دیکھتے) آسمان کی

السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ⑱ وقفہ وَإِلَى

وَإِلَى	رُفِعَتْ	كَيْفَ	السَّمَاءِ
اور طرف	بلند کیا گیا	کیسے	آسمان

طرف کہ کیسے بلند کیا گیا؟ اور (نہیں دیکھتے)

الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ⑲ وقفہ

	نُصِبَتْ	كَيْفَ	الْجِبَالِ
	کھڑے کیے گئے	کیسے	پہاڑ

پہاڑ کی طرف کیسے کھڑے کیے گئے؟

⑯ وَزَرَابِيُّ بُسُطٌ طَنَافِسُ لَهَا خَمْلٌ، مَبْثُوثَةٌ ○ مَبْسُوطَةٌ

⑯ اور بچھونے پہلو دار بچھے ہوئے ہوں گے۔

⑰ أَفَلَا يَنظُرُونَ أَيْ كُفَّارُ مَكَّةَ نَظَرَ اعْتِبَارٍ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ○

⑰ سو کیا یہ کفار مکہ اونٹوں کی پیدائش کو نظر عبرت سے نہیں دیکھتے کہ وہ کس طرح پیدا کیے گئے۔

⑱ وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ

⑱ اور آسمان کو نہیں دیکھتے کہ وہ کس طرح

۱۹ وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ○	۱۹ اور پہاڑوں کو نہیں دیکھتے کہ وہ کیوں کر زمین پر قائم کیے گئے۔

رُفِعَتْ ○ — بلند کیا گیا۔

تشریح

۱۶ جنت کے قالین | جنت میں مخملی فرش اور قالین بچھے ہوں گے۔ تاکہ اہل جنت جس وقت چاہیں، جہاں چاہیں آرام کریں اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کی کوئی تکلیف نہ ہو۔

جنت کی یہ تصویر اپنے صاف ستھرے تصور کے ساتھ صاحب ایمان کے دل میں نیک عمل کی امنگ پیدا کرتی ہے۔ اس کی اصل حقیقت تو اللہ ہی جانتے ہیں کیوں کہ عالم آخرت کی چیزوں کو ہم یہاں مادی پیمانوں سے ناپ کر اس کا صحیح صحیح اندازہ نہیں لگا سکتے۔ عالم آخرت جن قوانین پر قائم ہوگی وہ اس مادی دنیا سے بالکل مختلف ہوں گے۔

یہاں جو بات بتائی ہے وہ یہ ہے کہ حساب کتاب اور جزا سزا کے فیصلے کے بعد انسان دو گروہوں میں بٹ جائیں گے ایک وہ ہوں گے جو سخت تکلیفیں اٹھائیں گے عذاب میں مبتلا ہوں گے وہ اہل دوزخ ہیں۔

دوسرے وہ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کے انعامات سے سرفراز کیے جائیں گے وہ اہل جنت ہوں گے

آخرت کی یہ باتیں سن سن کر اگر دلوں میں یہ خیال پیدا ہو کہ یہ سب کیسے ہوگا تو بتاؤ کہ یہ اونٹ کیسے بن گئے یہ آسمان کیسے بلند ہو گیا، یہ پہاڑ کیسے قائم ہو گئے اور یہ زمین کیسے بچھ گئی۔؟

اگر اللہ تعالیٰ یہ سب کر سکتے ہیں تو وہ بھی کر سکتے ہیں جس کا بیان اوپر آیا۔ اس کی طرف توجہ دلانے کے لئے اللہ نے ان چیزوں کا تذکرہ کیا ہے کہ ذرا ان کی بناوٹ پر غور کرو اور اللہ تعالیٰ کے کمال قدرت کو دیکھ کر اس کی ربوبیت کو تسلیم کرو۔

۱۷ اونٹ کی عجیب تخلیق پر غور کرو | جو لوگ قیامت کا اور جنت دوزخ کا انکار کرتے ہیں ان کو غور و فکر کی دعوت دی جا رہی ہے کہ وہ اپنے گرد و پیش کی چیزوں کو دیکھیں اور ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی قدرت اس کی حکمت اور اس کی ربوبیت کو سمجھیں۔

صحرائی زندگی میں جن خصوصیات رکھنے والے جانور کی ضرورت تھی اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اونٹ کو پیدا کیا۔ اونٹ کو ریگستان کا جہاز کہا جاتا ہے۔ اس کی خصوصیت یہ ہے کہ کئی کئی دن بغیر پانی کے سفر کر سکتا ہے اس کی غذا ایسی ہے جو صحرا میں عام طور پر دستیاب ہے۔ اگر اس کی بناوٹ اور اس کی خصوصیات پر غور کرو تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے انسان کی خدمت کے لئے اس کے سفر کی سہولت اور آرام کے لئے اس جانور میں وہ باتیں رکھ دی ہیں جن کی انسان کو ضرورت تھی۔

۱۸ آسمان کو دیکھو کس طرح بلند کیا گیا | صحرا میں اونٹ پر سفر کرنے والوں کو اپنے سر پر آسمان کی چھت نظر آتی ہے۔ ذرا غور کرو کہ بغیر ستون اور کھمبے کے یہ آسمان کیسے کھڑا ہوا ہے؟ جس کی فضا میں سانس لینے کے لئے ہوا بھری ہوئی ہے جس کے بادل بارش لے کر آتے ہیں جس کا سورج دن کو روشنی اور گرمی فراہم کرتا ہے جس کے چاند اور تارے رات کو چمکتے ہیں۔ آسمان کی بناوٹ کیا اس کے بنانے والے کے کمال کی دلیل نہیں ہے۔؟

۱۹ پہاڑوں کو نہیں دیکھتے کیسے جمائے گئے | جنگل میں سفر کرتے ہوئے آسمان کے ساتھ پہاڑ بھی نظر آتے ہیں۔ یہ پہاڑ جو زمین پر کھڑے کر دیئے گئے ہیں کیا اپنے بنانے والے کی محکم کاری گری اور صناعی کا نشان نہیں ہیں؟ یہ زمین کی سطح پر رنگ برنگ کی مٹی اور پتھر اور طرح طرح کی معدنیات لئے ہوئے جمے کھڑے ہیں کیا یہ سب کچھ کسی قادر مطلق صانع حکیم کی کاری گری کے بغیر ہو گیا ہے؟۔

وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ﴿۲۰﴾ وقفہ

سُطِحَتْ	كَيْفَ	الْاَرْضِ	وَاِلَى
بچھائی گئی	کیسے	زمین	اور طرف

اور زمین کی طرف (نہیں دیکھتے) کیسے بچھائی گئی؟

فَذَكِّرْ ۖ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ﴿۲۱﴾

مُذَكِّرٌ	اَنْتَ	اِنَّمَآ	فَذَكِّرْ
سمجھانے والے	آپ	صرف	پس سمجھاتے رہیں

پس آپ سمجھاتے رہیں۔ آپ صرف سمجھانے والے ہیں۔

لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ﴿۲۲﴾ اِلَّا

اِلَّا	بِمُصَيْطِرٍ	عَلَيْهِمْ	لَسْتَ
مگر	داروغہ	ان پر	نہیں آپ

آپ ان پر داروغہ نہیں، مگر جس نے

مَنْ تَوَلّٰى وَكَفَرَ ﴿۲۳﴾ فَيُعَذِّبُهُ

فَيُعَذِّبُهُ	وَكَفَرَ	تَوَلّٰى	مَنْ
پھر اسے عذاب دے گا	اور کفر کیا	منہ موڑا	جو۔ جس

منہ موڑا اور کفر کیا (منکر ہوگیا) پھر اللہ اُسے

اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ ﴿۲۴﴾ اِنَّ

اِنَّ	الْاَكْبَرَ	الْعَذَابَ	اللّٰهُ
بے شک	بڑا	عذاب	اللہ

عذاب دے گا بڑا عذاب۔ بے شک انھیں

اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا

عَلَيْنَا	اِنَّ	ثُمَّ	اِيَابَهُمْ	اِلَيْنَآ
ہم پر	بیشک	پھر	ان کا لوٹنا	ہماری طرف

ہماری طرف لوٹنا ہے پھر بے شک ہم پر ہے

عٓ
حِسَابَهُمْ ﴿۲۶﴾

	حِسَابَهُمْ	
	ان کا حساب	

(ہمارا کام ہے) ان کا حساب لینا

ع ۲۶ / ۱۳

﴿۲۰﴾ وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ○ أَيْ بُسِطَتْ فَيَسْتَدِلُّوْنَ بِهَا عَلَى قُدْرَةِ اللهِ تَعَالَى وَوَحْدَانِيَّتِهِ وَصُدِّرَتْ بِالْإِبِلِ لِأَنَّهُمْ أَشَدُّ مُلَابَسَةً لَهَا مِنْ غَيْرِهَا وَقَوْلُهُ سُطِحَتْ ظَاهِرٌ فِي أَنَّ الْأَرْضَ سَطْحٌ وَعَلَيْهِ عُلَمَاءُ الشَّرْعِ لَا كُرَةٌ كَمَا قَالَهُ أَهْلُ الْهَيْئَةِ وَإِنْ لَمْ يَنْقُضْ رُكْنًا مِنْ أَرْكَانِ الشَّرْعِ

﴿۲۰﴾ اور زمین کو نہیں دیکھتے کہ وہ کس طرح بچھائی گئی تاکہ وہ ان باتوں سے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور توحید پر دلیل پکڑیں۔

اللہ تعالیٰ نے اونٹوں کا ذکر پہلے فرمایا کیوں کہ اہل عرب کو ان سے زیادہ ملابست اور مناسبت ہے بہ نسبت اور چیزوں کے۔

اور زمین کے بارے جو سُطِحَتْ فرمایا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زمین (بچھی) ہوئی سطح دار ہے یہی مذہب علماء شریعت کا ہے، کرّہ نہیں جیسا کہ علماء ہیئت کہتے ہیں۔ اگرچہ کرہ ہونا کسی رکن شریعت کے مناقض اور مخالف نہیں ہوسکتا ہے کہ کرہ ہو اور سطحت کے معنیٰ سطح کر دیے کے لئے جاویں۔

﴿۲۱﴾ فَذَكِّرْ هُمْ نِعَمَ اللهِ وَدَلَائِلَ تَوْحِيْدِهِ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ ○

﴿۲۱﴾ اے محمدؐ ان کو یاد دلا اللہ کی نعمتیں اور اس کی توحید کی دلیلیں۔
بے شک تو محض نصیحت کرنے والا ہے۔

﴿۲۲﴾ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُسَيْطِرٍ ○ وَفِي قِرَاءَةٍ بِالصَّادِ بَدَلَ السِّيْنِ أَيْ بِمُسَلَّطٍ وَهَذَا قَبْلَ الْأَمْرِ بِالْجِهَادِ

﴿۲۲﴾ تو ان پر مسلط اور داروغہ نہیں
(یہ حکم امر جہاد سے پہلے تھا)

﴿۲۳﴾ إِلَّا لَكِنْ مَنْ تَوَلَّى أَعْرَضَ عَنِ الْإِيْمَانِ

﴿۲۳﴾ مگر جو کوئی ایمان سے منہ موڑے

وَكَفَرَ ○ بِالْقُرْآنِ — اور قرآن کا انکار کرے۔

(۲۴) فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْأَكْبَرَ ○ عَذَابَ الْآخِرَةِ وَالْأَصْغَرُ عَذَابُ الدُّنْيَا بِالْقَتْلِ وَالْأَسْرِ — (۲۴) پس عذاب دے گا اس کو اللہ تعالیٰ بڑا عذاب یعنی عذاب آخرت۔ اور چھوٹا عذاب یعنی دنیا میں مقتول اور قید ہونا۔

(۲۵) إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ ○ رُجُوعَهُمْ بَعْدَ الْمَوْتِ — (۲۵) بے شک ان کو مرنے کے بعد ہمارے پاس آنا ہے

(۲۶) ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ○ جَزَاءَهُمْ لَا نَتْرُكُهُمْ أَبَدًا — (۲۶) پھر ہمارے ذمہ ہے ان سے حساب لینا اور ان کے اعمال کا بدلہ ان کو دینا اس کو ہم کبھی نہ چھوڑیں گے۔

تشریح

(۲۰) زمین کو نہیں دیکھتے کیسے بچھائی گئی ہے یہ زمین جسے اس طرح بچھا دیا گیا ہے کہ وہ اربوں انسانوں کے بسنے کے قابل ہو گئی انسان اس پر رہتا اور بستا ہے اس کی پیداوار سے انسان کی تمام ضروریات پوری ہوتی ہیں۔ اس کے چشموں اور کنوؤں پر اس کی زندگی کا انحصار ہے۔

کیا ان چیزوں کو دیکھ کر خالق کی قدرت اور اس کے حکیمانہ انتظامات سمجھ میں نہیں آتے؟ کیا یہ سب چیزیں اس کی ربوبیت اور حکمت پر دلالت نہیں کرتیں؟ کیا یہ بات اس کی حکمت کے خلاف نہ ہو گی کہ انسان جیسی اشرف مخلوق بغیر کسی مقصد اور منصوبے کے پیدا کرے اور اپنے بندوں سے یہ حساب نہ لے کہ انھوں نے اس کی نعمتوں کی شکر گذاری کی یا نہیں؟ اس قدرت والے خالق کے لئے جس نے یہ سب کچھ پیدا کیا اور بڑی حکمت سے بنایا قیامت کا برپا کرنا اور انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنا کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔

آگے بتایا جا رہا ہے کہ اگر معقول دلیل سے کوئی شخص بات نہیں مانتا تو نہ مانے آپ کی ذمہ داری صرف اتنی ہے کہ آپ یاددہانی کراتے رہیں جیسا کہ اگلی آیتوں میں ارشاد ہوا ہے۔

(۲۱) اے نبی آپ سمجھاتے رہیے آپ کا کام سمجھانا ہے پیغمبر کا کام تذکیر و دعوت اور انذار و تبلیغ ہے۔ پیغمبر نصیحت کرنے اور سمجھانے کے لئے بھیجے جاتے ہیں آپ ان کو سمجھاتے رہیے صحیح اور غلط کا فرق بتاتے رہیے غلط راہ پر چلنے کے انجام سے خبردار کرتے رہیے۔ آپ کی ذمے داری اتنی ہی ہے زبردستی منوانا آپ کا کام نہیں ہے جیسا کہ اگلی آیت میں ارشاد ہوا ہے۔

(۲۲) آپ زبردستی منوانے والے نہیں ہیں جبر و زبردستی سے بات کا منوانا آپ کا کام نہیں ہے آپ ان پر داروغہ بنا کر نہیں بھیجے گئے ہیں آپ کا کام تو سمجھانا ہی ہے دلوں کو بدلنا مقلب القلوب کے قبضہ میں ہے۔ جو آپ کی فرماں برداری کرے گا وہ فلاح پائے گا اور جو آپ کی بات سے منہ موڑے گا اس کے بارے میں آگے بتایا جا رہا ہے کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔؟

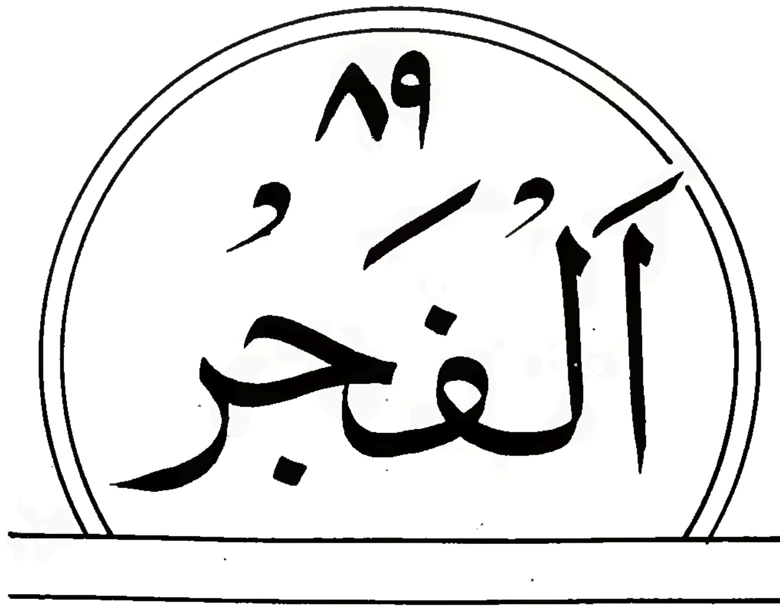
(۲۳) پیغمبر کی دعوت سے انکار کرنے والے پیغمبر کی بات سے منہ موڑنا کہ پیغمبر نصیحت کریں اور آدمی اس کو سننا پسند نہ کرے

قرآن کی یاددہانی اس پرگراں ہو اور جب یاددہانی کی کوئی بات اس کے سامنے آجائے تو اس سے بے توجہی برتے اور کترا کر نکل جائے یہ خود اسی کے لئے نقصان دہ ہے۔ اگر انسان قرآن کی نصیحت کو قبول نہ کرے اور اس کی ہدایات اور تعلیمات کو ماننے سے انکار کردے تو ایسے منکر کا انجام اگلی آیت میں بتایا جارہا ہے

۲۴ <u>منکرین کے لئے بھاری سزا</u> اللہ کی ہدایت سے منھ موڑنے والے اور اس کو ماننے سے انکار کرنے والے کا انجام یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ایسے بے دین کو بھاری سزا دے گا۔ ان پر اللہ کا ایسا زبردست عذاب ہوگا کہ دنیا کی بڑی سے بڑی سزا اس کے مقابلے میں کم ہے۔ قرآن کی اس تنبیہ کے باوجود جو لوگ انکار کی روش پر قائم رہیں ایسے لوگوں کو ان کے انجام سے کون بچا سکتا ہے ؟ وہ اللہ کی پکڑ سے بچ نہیں سکتے۔ اس لئے کہ سب کو ایک دن اللہ کے حضور حاضر ہونا ہی ہوگا۔ جیسا کہ اگلی آیت میں ارشاد ہوا ہے۔

۲۵ <u>سب کو پلٹنا ہماری طرف ہے</u> قیامت کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ میدان حشر میں سب کو جمع کریں گے سب کو ایک دن اسی کے حضور حاضر ہونا ہے۔ حاضری کی فکر سے بے نیاز ہوجانا دانش مندی نہیں ہے۔ آدمی کو اس کی فکر رہنی چاہیئے کہ اسے آخر رب کے حضور میں حاضر ہونا ہے اور پھر اس کا حساب کتاب بھی ہونا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خبردار کیا ہے۔

۲۶ <u>منکرین کا حساب ہمارے ذمے ہے</u> قیامت کے دن جب اللہ کے حضور تمام لوگوں کی حاضری ہوگی تو اللہ تعالیٰ ہر ایک سے حساب لیں گے اس وقت جن لوگوں نے پیغمبر کی نصیحت پر کان نہیں دھرا اور قرآن کی رہنمائی قبول کرنے سے انکار کیا وہ سخت پریشانی میں مبتلا ہوجائیں گے۔



ترتیب تلاوت	۸۹	ترتیب نزول	۱۰
مکی / مدنی	مکیّ	تعداد رکوعات	۱
تعداد آیات	۳۰	تعداد الفاظ	۱۲۷
تعداد حروف	۵۸۵		

- **سورت** کے پہلے لفظ "وَالْفَجْرِ" کو اس سورت کا نام قرار دیا گیا ہے۔
- **سورت** کے مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مکہ مکرمہ کے اس زمانے میں نازل ہوئی ہے جب اسلام قبول کرنے والوں کے خلاف ظلم وزیادتی کا دور شروع ہو چکا تھا ــــــ سورت کا موضوع آخرت کی جزا اور سزا ہے۔ دنیا پرستی میں مگن اور انجام سے غافل لوگوں کے لئے سزا کے پہلو کو نمایاں کیا گیا ہے۔
- **آخرت** کی جزا اور سزا کو برحق ثابت کرنے کے لئے شب و روز کے طبعی نظام کو دلیل کے طور پر پیش کیا گیا ہے کہ دن اور رات کے نظام میں پائے جانے والی باقاعدگی اس حکیمانہ نظام کو بتاتی ہے جو خدائے حکیم کا قائم کیا ہوا ہے جس کی قدرت سے یہ نظام قائم ہے اس کی قدرت سے یہ بات بعید نہیں ہے کہ وہ آخرت برپا کرے اس کی حکمت کا یہ بھی تقاضا ہے کہ انسان سے اس کے اعمال کی باز پرس کرے۔
- انسانی تاریخ سے ظالم قوموں کے واقعات نقل کرتے ہوئے یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ اس کائنات

کے نظام کو چلانے والا ایک فرماں روائے حکیم اور دانا ہے۔ انسانی تاریخ کے ہر دور میں اس کی حکمت اور عدل کے نمونے نظر آتے ہیں۔

○ اس سورت میں مادہ پرستانہ نقطہ نظر پر سخت تنقید کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ اخلاق کی بھلائی اور برائی کو نظرانداز کر کے محض دنیا کی دولت اور جاہ و منزلت کا حصول، عزت و ذلت کا معیار نہیں ہے۔ اللہ کی نظر میں دنیا کی دولت کوئی انعام نہیں ہے اور دنیا میں تنگ دستی کوئی سزا نہیں ہے بلکہ خوش حالی یا تنگ دستی دونوں حالتیں انسان کے امتحان کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ دیکھنا چاہتے ہیں کہ انسان دولت پا کر کیا رویہ اختیار کرتا ہے اور تنگ دستی میں اس کی روش کیا ہوتی ہے۔

○ جس معاشرے میں یتیموں پر زیادتی کی جاتی ہو، غریبوں کا کوئی پرسانِ حال نہ ہو، کمزوروں کا حق دبایا جاتا ہو، مال کی حرص نہ بجھنے والی پیاس کی طرح لگی ہوئی ہو۔ اس معاشرے کا محاسبہ آخر کیوں نہ ہونا چاہیئے۔

○ اس سورت کے مضمون سے یہ بات بڑی نمایاں ہو کر سامنے آتی ہے کہ مسائل کا حل اور انسانی طرزِ عمل کی اصلاح فکرِ آخرت کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

○ آخر میں دونوں طرح کے لوگوں کے انجام پر خبردار کیا گیا ہے۔ ایک وہ لوگ ہیں جنھوں نے اللہ کی ہدایت کو تسلیم کیا اور انسان کی فطرت میں جو نیکی ہے اس کو پروان چڑھنے کا موقع دیا۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جنھوں نے فطرت کے تقاضوں کو نظر انداز کر کے آزادانہ زندگی گزاری اور اب آخرت میں ہاتھ ملتے رہ گئے کہ کاش میں نے آخرت کی زندگی کے لئے کچھ کیا ہوتا۔

آیاتہا ۳۰	۸۹ = سُورَةُ الْفَجْرِ مَكِّيَّةٌ = ۱۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے جو بہت مہربان، رحم کرنے والا ہے۔

وَالْفَجْرِ ﴿۱﴾ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ﴿۲﴾

وَالْفَجْرِ	وَلَيَالٍ	عَشْرٍ
قسم فجر کی	اور راتوں کی	دس

قسم فجر کی اور دس راتوں کی

سُوْرَةُ الْفَجْرِ مَكِّيَّةٌ اَوْ مَدَنِيَّةٌ
ثَلَاثُوْنَ اٰيَةً
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
(۱) وَالْفَجْرِ ۝ اَیْ فَجْرِ کُلِّ یَوْمٍ
(۲) وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝ اَیْ عَشْرِ ذِی الْحِجَّةِ

سورۂ فجر مکی ہے یا مدنی اس میں تیس آیتیں ہیں
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
شروع اللہ کے نام سے جو بہت بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے۔
(۱) وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ قسم ہے فجر کی۔
(۲) اور دس راتوں کی (مراد فجر سے ہر دن کی فجر ہے اور دس راتوں سے مراد عشرہ ذی الحجہ ہے۔)

تشریح

(۱) قسم ہے فجر کی | فجر کا مطلب ہے پو پھٹنا یعنی وہ وقت رات کی تاریکی میں سے دن کی ابتدائی روشنی مشرق کی طرف ایک سفید دھاری کی شکل میں نمودار ہوتی ہے۔ اسی کا دوسرا نام صبح صادق ہے۔ فجر کا وقت سورج کے نکلنے تک رہتا ہے۔ یہاں قسم کھا کر پو پھٹنے کے اس منظر کو بطور شہادت پیش کیا گیا ہے کہ مشاہدے میں آنے والے یہ آثار ایک مدبر ہستی کا پتہ دیتے ہیں اسی طرح اگلی آیت میں راتوں کو بطور شہادت اور دلیل پیش کیا گیا ہے۔

(۲) قسم ہے دس راتوں کی | مہینے کی تیس راتوں میں سے ہر دس راتیں وہ ہیں کہ جن میں چاند ایک باریک ناخون کی شکل سے شروع ہو کر ہر رات کو بڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ آدھے سے زیادہ روشن ہو جاتا ہے۔

دوسری دس راتیں وہ ہیں جن میں رات کا بڑا حصہ چاند سے روشن رہتا ہے۔

آخری دس راتیں وہ ہیں جن میں چاند چھوٹے سے چھوٹا اور رات کا زیادہ تر حصہ تاریک سے تاریک ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ مہینے کے خاتمے تک پوری رات تاریک ہو جاتی ہے۔ چاند کی یہ گھٹتی بڑھتی شکل اس حقیقت پر دلالت کر رہی ہے کہ ایک رب قدیر اس کائنات پر فرماں روائی کر رہا ہے اور جو کام بھی کر رہا ہے وہ حکمت و مصلحت کے ساتھ کر رہا ہے۔ تم کبھی یہ نہ دیکھو گے کہ ایک روز چاند ہلال کی شکل میں طلوع ہوا اور دوسری رات چودھویں رات کا پورا چاند نمودار ہو جائے بلکہ ہر کام بڑے منصوبے اور حکیمانہ انداز میں ہو رہا ہے جس میں چاند کی یہ گھٹتی بڑھتی شکل بھی ہے۔ اسی طرح جفت اور طاق کے عدد ہیں وہ بھی اللہ کی حکمت پر شہادت دیتے ہیں جن کا بیان اگلی آیت میں ہے۔

وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ﴿۳﴾ وَالَّيْلِ إِذَا يَسْرِ ﴿۴﴾ هَلْ

هَلْ	يَسْرِ	إِذَا	وَالَّيْلِ	وَالْوَتْرِ	وَالشَّفْعِ
کیا	چلے	جب	اور رات کی	اور طاق کی	اور جفت کی

اور جفت اور طاق کی ، اور رات کی جب وہ چلے ، کیا

فِي ذَٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِي حِجْرٍ ﴿۵﴾ أَلَمْ تَرَ

أَلَمْ تَرَ	لِّذِي + حِجْرٍ	قَسَمٌ	ذَٰلِكَ	فِي
کیا تم نے نہیں دیکھا	ہر عقل مند کے نزدیک	قسم	اس	میں

اس میں (ان چیزوں کی) قسم ہر عقل مند کے نزدیک معتبر ہے۔ ؟ کیا تم نے نہیں دیکھا

كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ﴿۶﴾

	بِعَادٍ	رَبُّكَ	فَعَلَ	كَيْفَ
	عاد کے ساتھ	تمہارا رب	معاملہ کیا	کیسا

تمہارے رب نے کیا معاملہ کیا عاد کے ساتھ۔

﴿۳﴾ وَالشَّفْعِ الزَّوْجِ وَالْوَتْرِ ○ بِفَتْحِ الْوَاوِ وَكَسْرِهَا لُغَتَانِ الْفَرْدُ

﴿۳﴾ اور قسم جوڑے کی اور فرد کی۔

﴿۴﴾ وَالَّيْلِ إِذَا يَسْرِ ○ أَيْ مُقْبِلًا وَمُدْبِرًا

﴿۴﴾ اور قسم ہے رات کی جب وہ آوے اور جاوے۔

﴿۵﴾ هَلْ فِي ذَٰلِكَ الْقَسَمِ قَسَمٌ لِّذِي حِجْرٍ ○ عَقْلٍ وَجَوَابُ الْقَسَمِ مَحْذُوفٌ أَيْ لَتُعَذَّبُنَّ يَا كُفَّارَ مَكَّةَ

﴿۵﴾ کیا اس قسم میں اہل عقل کی قسم ہے۔

اور جواب قسم محذوف ہے یعنی بیشک اے کفار مکہ تم گرفتار عذاب ہو گے۔

﴿۶﴾ أَلَمْ تَرَ تَعْلَمْ يَا مُحَمَّدُ كَيْفَ فَعَلَ

﴿۶﴾ اے محمد کیا تو نہیں جانتا کہ تیرے رب نے عاد ارم اور عاد اولے کے ساتھ کیا کیا۔

رَبُّكَ بِعَادٍ ۝

تشریح

③ قسم ہے جفت اور طاق کی | جفت وہ عدد ہے جو برابر کے دو حصوں میں تقسیم ہو جائے جیسے دو، چار، چھ، آٹھ۔ اور طاق وہ عدد ہوتا ہے جو برابر کے حصوں میں تقسیم نہیں ہوتا جیسے ایک، تین، پانچ، سات ۔۔ کائنات کی ہر چیز یا تو جوڑا جوڑا ہے یا تنہا ہے۔ جفت اور طاق سے مراد دنوں کا بدلنا ہے کہ مہینے کی تاریخیں ایک سے دو اور دو سے تین ہوتی ہیں۔ اور ہر تغیر ایک نئی کیفیت لے کر آتا ہے۔

شب و روز کی یہ باقاعدگی قادر مطلق کے زبردست نظم و ضبط کو بتاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف توجہ دلائی ہے اور اگلی آیت میں فرمایا ہے۔ کہ ذرا رخصت ہوتی ہوئی رات پر بھی غور کرو۔

④ قسم ہے رات کی جب کہ وہ رخصت ہو رہی ہو | رات بھر کی تاریکی جو سورج ڈوبنے کے بعد سے دنیا پر چھائی ہوئی تھی خاتمے پر آگئی ہے اور اب پو پھٹنے والی ہے ذرا اس تغیر ایام پر اور حالت کے بدلنے پر غور کرو۔ اگلی آیت میں عقل و فکر کو ان چیزوں پر غور کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔

⑤ کیا اس میں کسی صاحب عقل کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے | رات دن مشاہدے میں آنے والے قدرت کے یہ آثار کیا کسی مدبر اور حکیم و دانا ہستی کا پتہ نہیں دیتے۔ شب و روز کا یہ عجیب و غریب نظام اور اس میں اس درجہ باقاعدگی کس طرح پیدا ہو سکتی تھی۔ اگر اس کے پیچھے ایک زبردست قدرت اور حکمت رکھنے والی ہستی کا ہاتھ نہ ہوتا۔

یہ مشاہدہ انسان کو اس نتیجے پر پہنچاتا ہے کہ ایک مدبر اور قدرت والی ہستی ہے جس کے اشارے پر کائنات کا یہ سارا نظام کمال درجے کی باقاعدگی کے ساتھ نہایت محکم طریقے پر چل رہا ہے۔ اور جب وہ ہستی مدبر ہے تو اس کی بنائی ہوئی دنیا بے غایت اور بے مقصد کیسے ہو سکتی ہے؟ ضرورت ہے کہ اس دنیا کی ایک غایت ہو ایک مقصد ہو اور انسان کی تخلیق کے پیچھے کوئی منصوبہ ہو۔

قرآن اس کی نشان دہی کرتا ہے اور خدائی منصوبے کو کھول کر بیان کرتا ہے۔

قرآن کے بیان کے مطابق دنیا کی غایت آخرت ہے اور انسانی زندگی کے لئے اس کے پروردگار کا منصوبہ یہ ہے کہ اسے امتحان سے گذارا جائے۔ اور جو اس امتحان میں کھرا ثابت ہو اسے آخرت کی لازوال نعمتوں سے نوازا جائے۔ اور جو کھوٹا نکلے اسے سزا دی جائے۔

قرآن کا یہ بیان دراصل اس حقیقت کی شرح ہے جو شب و روز کے نظام میں اور پوری کائنات میں اشارے کی زبان ادا کر رہی ہے اور قرآن کے بیان کا اس حقیقت سے جو کائنات میں کارفرما ہے اس درجہ ہم آہنگ ہونا اس کی صداقت کا کھلا ثبوت ہے۔

اب ذرا تاریخ کے اوراق کھول کر دیکھو۔ جن لوگوں نے اس حقیقت کو تسلیم نہیں کیا ان کا کیا انجام ہوا ان میں سے چند مشہور قوموں کا ذکر آگے کیا جا رہا ہے۔

⑥ قوم عاد کے انجام پر غور کرو | کیا تم نے نہیں دیکھا، کیا تم نے غور نہیں کیا۔ اس انداز میں بات کہنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جو واقعہ تاریخی طور پر ثابت ہے تمہارے لئے لائق غور ہے اور اس سے تمہیں سبق حاصل کرنا چاہئے۔

عاد اس قوم کا نام ہے جو جنوبی عرب کے ریگستانی صحرا میں احقاف کے علاقے میں یمن اور حضرموت کے درمیان آباد تھی اس کا زمانہ نوح ؑ کے بعد اور حضرت ابراہیم ؑ سے پہلے کا ہے۔ تقریباً تین ہزار سال قبل مسیح۔

اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ⑦ الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ⑧

فِي الْبِلَادِ	مِثْلُهَا	لَمْ يُخْلَقْ	الَّتِيْ	ذَاتِ + الْعِمَادِ	اِرَمَ
شہر (جمع) میں	اس جیسا	نہیں پیدا کیا گیا	وہ جو	ستونوں والے	ارم

ارم کے ستونوں والے، اس جیسا شہروں میں پیدا نہیں کیا گیا

وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ⑨

بِالْوَادِ	جَابُوْا + الصَّخْرَ	الَّذِيْنَ	وَثَمُوْدَ
وادی میں	کاٹے (تراشے) سخت پتھر	جنھوں نے	اور ثمود

اور ثمود کے ساتھ جنھوں نے وادی میں سخت پتھر تراشے۔

⑦ اِرَمَ هِيَ عَادُ الْاُوْلٰى فَاِرَمَ عَطْفُ بَيَانٍ اَوْ بَدَلٌ وَمَنْعُ الصَّرْفِ لِلْعَلَمِيَّةِ وَالتَّانِيْثِ ذَاتِ الْعِمَادِ ○ اَيِ الطُّوْلِ كَانَ طُوْلُ الطَّوِيْلِ مِنْهُمْ اَرْبَعَ مِائَةِ ذِرَاعٍ ○

⑦ جو نہایت لمبے قد والے تھے کہ ان میں سے جو سب میں زیادہ لمبا ہوتا اس کا قد چار سو ہاتھ لمبا ہوتا تھا۔

⑧ الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ فِيْ بَطْشِهِمْ وَقُوَّتِهِمْ

⑧ ایسی قوم قوت دزور والی اور شہروں میں پیدا نہیں ہوئی تھی۔

⑨ وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوْا قَطَعُوا الصَّخْرَ جَمْعُ صَخْرَةٍ وَاتَّخَذُوْهَا بُيُوْتًا بِالْوَادِ ○ وَادِي الْقُرٰى

⑨ اور ثمود کے ساتھ کیا کیا جنھوں نے وادی القریٰ میں پتھروں اور پہاڑوں کو کاٹ کاٹ کر گھر بنائے تھے۔

تشریح

۷ اونچے ستونوں والے عاد ارم | قوم عاد کو عاد ارم کہا ہے کیوں کہ یہ لوگ ارم بن سام بن نوح کی نسل سے ہیں اپنے زمانے کی یہ بڑی شان دار قوم تھی قرآن مجید اور تاریخ عرب میں ان کو عادِ اولیٰ کا نام دیا گیا ہے۔ جیسا کہ سورۂ نجم میں فرمایا وَاَنَّهٗ اَهْلَكَ عَادَ اۨلْاُوْلٰى (آیت ۵۰) (اور یہ کہ اس نے قدیم قوم عاد کو ہلاک کیا۔)

اس قوم کی طرف حضرت ہود ؑ کو پیغمبر بنا کر بھیجا گیا تھا۔ عاد کے لئے ذات العماد (اونچے ستونوں والے) کے الفاظ اس لئے استعمال کئے گئے کہ وہ بڑی بڑی بلند عمارتیں بناتے تھے اور دنیا میں اونچے ستونوں پر عمارتیں کھڑی کرنے کا طریقہ سب سے پہلے ان ہی نے شروع کیا تھا۔ قرآن مجید میں ان کی اس خصوصیت کا ذکر کیا گیا ہے۔

اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ (الشعراء۔ ۱۲۸-۱۲۹)

(یہ تمہارا کیا حال ہے کہ ہر اونچے مقام پر لا حاصل ایک یادگار عمارت بنا ڈالتے ہو اور بڑے بڑے قصر تعمیر کرتے ہو گویا تمہیں ہمیشہ یہاں رہنا ہے۔)

• قوم عاد ایک بے نظیر قوم تھی | قوم عاد اپنے زمانے کی ایک بے نظیر قوم تھی۔ قوت اور شان و شوکت کے اعتبار سے اس زمانے میں کوئی دوسری قوم اس کے ٹکر کی نہ تھی۔ جسمانی اعتبار سے بھی یہ قوم بڑی صحت مند اور زور آور تھی۔ قرآن مجید میں ہے ؎۔

وَزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْطَةً (الاعراف آیت ۶۹)
(اور تمہیں جسمانی اعتبار سے خوب تنومند کیا۔)

اس ترقی کی وجہ سے ان میں بڑا گھمنڈ پیدا ہو گیا تھا۔ قرآن مجید میں ہے۔ فَأَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوا مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً۔ (حٰم السجدہ آیت ۱۵)
(رہے عاد تو انھوں نے زمین میں حق کی راہ سے ہٹ کر روش اختیار کی اور کہنے لگے کہ کون ہے ہم سے زیادہ زور آور۔)

قوم عاد کے تکبر کا یہ عالم ہو چکا تھا کہ کمزوروں پر ظلم و ستم ڈھاتے تھے۔ قرآن مجید میں ہے:۔ وَإِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِينَ۔ (الشعراء آیت ۱۳۰)۔ (اور تم نے جب کسی پر ہاتھ ڈالا جبار بن کر ڈالا۔)

حضرت ہودؑ نے قوم کو بہت سمجھایا اور اللہ کا خوف دلایا ان کو خبردار کیا کہ اس رب سے ڈرو جس نے تمہیں وہ سب کچھ دیا ہے جن سے تم فائدہ اٹھاتے ہو۔ مگر قوم کا جواب یہ تھا کہ ہم پر تمہاری نصیحتوں کا کچھ اثر ہونے والا نہیں ہے اور تم بلا وجہ ہی ڈراتے پھر رہے ہو ہم پر کوئی عذاب آنے والا نہیں ہے۔ آخر اللہ کا عذاب آگیا ایک زور کی آندھی نے سب کچھ تہس نہس کر دیا۔ احقاف کا پورا علاقہ ایک ریگستان کی شکل اختیار کر چکا ہے کہتے ہیں کہ ریگستان اتنا خوفناک ہے کہ اس کی ریت پر کوئی چیز پھینکی جائے تو چند منٹ میں اسے نگل لیتا ہے۔ اس عذاب خداوندی میں سوچنے والوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں۔

(۹) قوم ثمود کا حال ارم بن سام بن نوح کی ضمنی شاخ میں ایک قوم ثمود ہے۔ قوم عاد کے بعد دنیا کے نقشے پر یہ بھی ایک شاندار قوم ابھری تھی۔ قرآن مجید میں ہے جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِنْ بَعْدِ عَادٍ (الاعراف ۷۴)۔ (قوم عاد کے بعد تمہیں ان کا جانشین بنایا گیا۔) ــــ انھوں نے بھی تمدن کے اعتبار سے بڑی ترقی کی مگر آہستہ آہستہ عقیدے اور فکر کے بگاڑ کی وجہ سے انسانیت کے معیار سے گرتے گئے۔ قوم ثمود کا زمانہ حضرت ابراہیمؑ سے پہلے کا ہے۔ ان کا مسکن حجر کا مقام تھا جس کو اب مدائن صالح کہتے ہیں یہ مدینے سے شمال کی طرف تقریباً ایک سو اسی میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ قوم ثمود کا مسکن تھا ان کو بھی عالی شان محلات اور پہاڑ کاٹ کر عمارتیں بنانے کا شوق تھا۔ اللہ نے حضرت صالحؑ کو پیغمبر بنا کر اس قوم کی اصلاح کے لئے مقرر فرمایا۔ اس قوم کے اونچے طبقے نے حضرت صالحؑ کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور صاف کہہ دیا:۔ إِنَّا بِالَّذِي آمَنْتُمْ بِهِ كَافِرُونَ (جس پر تم ایمان لائے ہو ہم اس کو نہیں مان سکتے۔)

حضرت صالحؑ نے ان کو سمجھایا کہ جو نعمتیں تمہیں اللہ نے عطا کی ہیں اللہ تعالے کے یہاں ان نعمتوں کے بارے میں باز پرس ہوگی کہ تم نے اللہ کی ان نعمتوں کا کس طرح استعمال کیا، حضرت صالحؑ نے ان کو یاد دلایا کہ تم پہاڑوں کو تراش کر عمارتیں بناتے رہو گے اور اپنے کمال فن پر فخر کرتے رہو گے کیا تمہیں کبھی یہ احساس نہ ہوگا کہ پروردگار نے تمہیں کس کام کے لئے بھیجا ہے۔؟ آنے والی زندگی پر نظر رکھو اور وہ عمل کرو جو تمہاری آخرت میں کام آئے۔ حضرت صالحؑ کی یہ معقول باتیں ان پر کچھ اثر نہ ڈال سکیں۔ انھوں نے مطالبہ کیا کہ پتھر سے اونٹنی پیدا کر کے دکھاؤ۔ حضرت صالحؑ نے اللہ کے حکم سے یہ معجزہ دکھا دیا۔ سب کے سامنے پہاڑوں میں زبردست گھڑگھڑاہٹ ہوئی پتھر پھٹا اور اس میں سے اونٹنی نمودار ہوئی۔

اس معجزہ کا انھوں نے مطالبہ کیا تھا اس کے باوجود ان میں کوئی تبدیلی نہ آئی اور وہ اپنی روش پر چلتے رہے۔ اور ایک منصوبہ بنا کر اس اونٹنی کو قتل کر دیا۔

آخر ان پر اللہ کا عذاب آیا اور ایک زبردست چیخ کڑا کے اور زلزلے نے ان کو صبح ہوتے ہی آ لیا اور ان کی کمائی کچھ کام نہ آئی۔ قوم ثمود کے اس انجام میں غور کرنے والوں کے لئے بڑی نصیحت ہے۔ اسی طرح آگے فرعون کا ذکر آرہا ہے۔

وَفِرْعَوْنَ ذِی الْاَوْتَادِ ﴿۱۰﴾ الَّذِیْنَ طَغَوْا فِی الْبِلَادِ ﴿۱۱﴾

الْبِلَادِ	فِی	طَغَوْا	الَّذِیْنَ	ذِی الْاَوْتَادِ	فِرْعَوْنَ	وَ
شہروں	میں	سرکشی کی	وہ جو	میخوں والا	فرعون	اور

اور میخوں والے فرعون کے ساتھ جس نے شہروں میں سرکشی کی

(۱۰) وَفِرْعَوْنَ ذِی الْاَوْتَادِ ○ کَانَ یَتِدُ اَرْبَعَۃَ اَوْتَادٍ یَشُدُّ اِلَیْھَا یَدَیْ وَرِجْلَیْ مَنْ یُّعَذِّبُہٗ

(۱۰) اور فرعون میخوں والے کے ساتھ کیا کیا (فرعون کو میخوں والا اس لئے فرمایا کہ وہ جس کو تکلیف دیتا تھا اس کو لٹا کر اس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پیروں میں چار میخیں ٹھوکتا تھا۔

(۱۱) الَّذِیْنَ طَغَوْا تَجَبَّرُوْا فِی الْبِلَادِ ○

(۱۱) وہ فرعون کہ اس نے اور اس کے لشکر نے شہروں میں ظلم کیا

تشریح

(۱۰) میخوں والا فرعون جس فرعون کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو واسطہ پڑا اور آخر وہ اپنے اس انجام کو پہنچا کہ مع لاؤ لشکر کے دریا میں غرق ہو گیا اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اسے میخوں والا فرعون کہا گیا ہے کیوں کہ یہی وہ فرعون تھا جو بڑی شوکت وحشت والا تھا اور اپنے غرور وتکبر کی وجہ سے بڑا ظالم بن گیا تھا۔ فرعون پہلا بادشاہ تھا جس کے پاس مستقل باقاعدہ فوج تھی جب کہ اس زمانے میں مستقل فوج رکھنے کا رواج نہ تھا۔ جب جنگ کی ضرورت پڑتی تھی تو وقتی طور سے لڑنے والوں کا انتظام کر لیا جاتا تھا۔ فوج چوں کہ خیموں میں رہتی تھی اور میخیں ٹھونک کر خیمے قائم کئے جاتے تھے اس لئے میخوں والا فرعون لاؤ لشکر کے معنی میں کنایتہً استعمال کیا گیا ہے۔

چوں کہ یہ بڑا ظالم تھا اس لئے عذاب دینے کے لئے میخیں ٹھونک کر تکلیف دیتا تھا۔

مصر کے اہرام کیوں کہ فرعونوں کی عظمت اور شوکت کے وہ آثار ہیں جو صدیوں سے زمین پر میخوں کی طرح گڑے ہوئے کھڑے ہیں۔ میخوں والا فرعون کے لفظ سے اس کی شوکت وحشمت کا اظہار کرنا ہے کہ ایسا دبدبے والا بادشاہ آخر اپنے ظلم کی وجہ سے کس انجام کو پہونچا۔!

(۱۱) یہ سب وہ تھے جنھوں نے دنیا کے ملکوں میں سر اٹھا رکھا تھا عاد، ثمود، فرعون اپنے وقت کی وہ قومیں تھیں جن کے پاس ایک شاندار تمدن تھا۔ دنیا کے وسائل ان کے پاس تھے مگر اقتدار پا کر غلط روش اختیار کی۔ اللہ سے بے خوف اور آخرت سے بے پرواہ ہو کر یہ قومیں گھمنڈ میں مبتلا ہو گئیں اور انھوں نے سرکشی کا رویہ اختیار کیا۔ عیش و دولت اور زور و قوت کے نشے میں مست ہو کر ملکوں میں خوب اودھم مچایا، بڑی شرارتیں کیں۔ ایسا سر اٹھایا گویا ان کے سروں پر کوئی حاکم ہی نہیں ہے۔ ہمیشہ اسی حال میں رہنا ہے کبھی اس ظلم اور اس شرارت کا خمیازہ بھگتنا نہیں پڑے گا۔ اس سرکشی کے نتیجے میں ان میں ہر طرح کا بگاڑ پیدا ہوا۔

فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ ⑫ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ

فَاَكْثَرُوْا	فِيْهَا	الْفَسَادَ	فَصَبَّ	عَلَيْهِمْ	رَبُّكَ	سَوْطَ
بہت کیا	اس میں	فساد	پس ڈالا	ان پر	تمہارا رب	کوڑا

پھر ان شہروں میں بہت فساد کیا۔ پس ان پر تمہارے رب نے عذاب کا کوڑا

عَذَابٍ ⑬ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ⑭ فَاَمَّا

عَذَابٍ	اِنَّ	رَبَّكَ	لَبِالْمِرْصَادِ	فَاَمَّا
عذاب	بیشک	تمہارا رب	گھات میں	پس جو

ڈالا (پھینکا) بے شک تمہارا رب گھات میں ہے۔ پس انسان کو

الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ

الْاِنْسَانُ	اِذَا	مَا ابْتَلٰهُ	رَبُّهٗ	فَاَكْرَمَهٗ
انسان	جب	اس کو آزمائے	اس کا رب	پس اس کو عزت دے

جب اس کا رب آزمائے، پھر اس کو عزت دے، اور

وَنَعَّمَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ ⑮

وَنَعَّمَهٗ	فَيَقُوْلُ	رَبِّيْٓ	اَكْرَمَنِ
اور اسے نعمت دے	تو وہ کہے	میرا رب	مجھے عزت دی

نعمت دے تو وہ کہے میرے رب نے مجھے عزت دی۔

⑫ فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ ○ اَلْقَتْلَ وَغَيْرَهٗ

⑫ اور بہت فساد کیا ساتھ قتل وغیرہ کے۔

⑬ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ نَوْعَ عَذَابٍ ○

⑬ سو تیرے رب نے ان میں سے ہر ایک پر ایک قسم کا عذاب بھیجا۔

⑭ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ○ يَرْصُدُ اَعْمَالَ الْعِبَادِ فَلَا يَفُوْتُهٗ مِنْهَا شَيْءٌ لِيُجَازِيَهُمْ عَلَيْهَا

⑭ بے شک تیرا رب تمام بندوں کے عملوں کو گھیرے ہوئے ہے تاکہ ان کو ان پر عوض دیوے کوئی چیز اس سے فوت نہیں ہوتی۔

⑮ فَاَمَّا الْاِنْسَانُ الْكَافِرُ اِذَا مَا ابْتَلٰهُ اِخْتَبَرَهٗ

⑮ سو آدمی کافر جب اس پر اس کا رب آزمائش بھیجتا ہے کہ اس کو مال وغیرہ دیتا ہے

رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ بِالْمَالِ وَغَيْرِهٖ وَنَعَّمَهٗ لا فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ ○

اور اس پر انعام فرماتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھ پر اکرام کیا۔

تشریح

(۱۲) انھوں نے بڑا فساد پھیلا رکھا تھا | ان کی شرارتوں نے دنیا میں بڑا فساد پھیلا رکھا تھا۔ دنیا کے لوگ ان کے ظلم سے تنگ آ گئے تھے امن و امان ختم ہو گیا تھا اور ان قوموں کی حرص ختم نہ ہوتی تھی۔ یہ چاہتے تھے کہ دنیا کے سارے وسائل ان کے قبضے میں ہوں اور یہ لوگوں کو اپنا غلام بنا لیں۔ آخر جب بات حد سے گزر گئی تو پھر انجام کیا ہوا اگلی آیت میں دیکھیے۔

(۱۳) آخر تمہارے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا | جب یہ قومیں سرکشی کی راہ پر چل پڑیں اور کسی صورت بگاڑ کے راستے کو نہ چھوڑا اور پیغمبروں کی تنبیہات کے باوجود اصلاح کے لئے آمادہ نہ ہوتیں تو اللہ کے عذاب کا کوڑا حرکت میں آیا اور اس نے اس طرح اپنی گرفت میں لے لیا کہ ان کی ساری ترقی اور ساری شان و شوکت مٹی میں مل گئی۔ نہ بلند عمارتیں انھیں ذلت کی موت سے بچا سکیں اور نہ چٹانوں سے تراشے ہوئے مکانات ان کی حفاظت کر سکے۔ فرعون لاؤ لشکر سمیت دریا میں ڈوب کر مر گیا۔

(۱۴) بے شک آپ کا رب نافرمانوں کی تاک میں ہے | پروردگار نافرمانوں پر اس طرح گھات لگائے ہوئے ہے جیسے کوئی آدمی چھپ کر آنے جانے والوں کی خبر رکھتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ انسانوں کی آنکھوں سے پوشیدہ رہ کر بندوں کے تمام احوال پر نظر رکھتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ سزا دینے میں جلدی نہیں کرتے۔ غافل بندے سمجھتے ہیں کہ ہم سے کوئی باز پرس کرنے والا نہیں ہے، اللہ کی یہ حکمت اور یہ ڈھیل خاص مقصد کے تحت ہوتی ہے۔

اللہ کی یہ دنیا اندھیر نگری نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کائنات کو پیدا کر کے اس سے بے تعلق نہیں ہوا ہے۔ وہ ہر شخص اور ہر قوم کی نگرانی کر رہا ہے سب کی ڈور اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ سرکش اور مفسد قوموں کو ڈھیل ضرور دیتا ہے تاکہ وہ سنبھلنا چاہیں تو سنبھلیں لیکن یہ ڈھیل ایک خاص وقت کے لئے ہوتی ہے اس کے بعد اچانک اللہ کے عذاب کا کوڑا ان پر برستا ہے اور وہ برے انجام سے دوچار ہوتی ہیں۔

تاریخ اس بات کی گواہ ہے اور اس میں یہ سبق پوشیدہ ہے کہ یہ دنیا کھیل تماشا نہیں ہے ایک امتحان گاہ ہے اس میں افراد اور قوموں کا امتحان ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ عدل و حکمت کا معاملہ کرتا ہے اور وہ مجرموں کو سزا دینے پر پوری طرح قادر ہے اور جب یہ دنیا امتحان گاہ ہے تو ایک دن جزا اور سزا کا آئے گا ضرور۔

(۱۵) نعمتوں میں انسان کی آزمائش | یہ دنیا کی زندگی کیوں کہ امتحان کی زندگی ہے اور دنیا امتحان گاہ ہے اس لئے یہاں انسان کی آزمائش اور اس کا امتحان دو طریقے پر ہوتا ہے ایک اس کو نعمتیں دے کر آزمایا جاتا ہے اس کو نعمتوں کا عطا کرنا اس لئے نہیں ہوتا کہ وہ اللہ کی نظر میں اچھا ہے اور پروردگار کی نگاہ میں وہ عزت افزائی کا مستحق ہے بلکہ دولت جاہ و اقتدار اور مادی نعمتیں اس کو آزمائش کے لئے دی جاتی ہیں مگر مادہ پرست اور دنیا طلب انسان کی خام خیالی ان چیزوں کو پا کر اس کو شکر گذاری پر آمادہ کرنے کے بجائے سرکشی کرنے پر آمادہ کرتی ہے اور وہ ناشکرا ہو کر مغرور ہو جاتا ہے اور بندوں کے حقوق ٹھکرانے لگتا ہے یہ نہیں سمجھتا کہ حقیقی عزت اور سرفرازی امتحان میں کامیابی کے بعد ہی حاصل ہو سکتی ہے۔

وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ

وَ اَمَّآ ، اِذَا	مَا ابْتَلٰىهُ	فَقَدَرَ	عَلَيْهِ	رِزْقَهٗ	فَيَقُوْلُ
اور جب	اُسے آزمائے	اندازہ سے دیتا ہے	اس پر	اس کا رزق	تو وہ کہے

اور جب اسے آزمائے اور اسے روزی اندازہ (تنگ کرکے) دے تو وہ کہے

رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ﴿۱۶﴾ كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ﴿۱۷﴾

رَبِّيْٓ	اَهَانَنِ	كَلَّا	بَلْ	لَّا تُكْرِمُوْنَ	الْيَتِيْمَ
میرا رب	مجھے ذلیل کیا	ہرگز نہیں	بلکہ	تم عزت نہیں کرتے	یتیم

میرے رب نے مجھے ذلیل کیا۔ ہرگز نہیں بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے

وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿۱۸﴾

وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ	عَلٰى	طَعَامِ	الْمِسْكِيْنِ
اور رغبت نہیں دیتے	پر	کھانا	مسکین

اور رغبت نہیں دیتے مسکین کو کھانا (کھلانے کی)۔

﴿۱۶﴾ وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ اَىْ ضَيَّقَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ○

اور جب اس پر یہ آزمائش بھیجتا ہے کہ اس کی روزی تنگ کرتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھ کو ذلیل کیا۔

﴿۱۷﴾ كَلَّا رَدْعٌ اَىْ لَيْسَ الْاِكْرَامُ بِالْغِنٰى وَالْاِهَانَةُ بِالْفَقْرِ وَاِنَّمَا هُمَا بِالطَّاعَةِ وَالْمَعْصِيَةِ وَكُفَّارُ مَكَّةَ لَا يَتَنَبَّهُوْنَ لِذٰلِكَ

ہرگز یہ بات نہیں کہ مال دینے سے اس کا اکرام منظور ہے اور فقر سے اہانت۔ بلکہ درحقیقت اکرام بندگی سے ہے اور ذلت نافرمانی سے اور کفار مکہ کو اس سے تنبیہ نہیں ہوتی۔

بَلْ لَّا يُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ○ لَا يُحْسِنُوْنَ اِلَيْهِ مَعَ غِنَاهُمْ اَوْ لَا يُعْطُوْنَهٗ حَقَّهٗ مِنَ الْمِيْرَاثِ

بلکہ وہ اکرام نہیں کرتے یتیم کا۔ یعنی باوجود دولت مندی کے اس کے ساتھ سلوک نہیں کرتے۔ یا میراث سے اس کو اس کا حق نہیں دیتے

وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ وَلَا غَيْرَهُمْ عَلٰى طَعَامِ اِطْعَامِ الْمِسْكِيْنِ ○

اور نہیں برانگیختہ کرتے اپنی جانوں کو اور دوسرے آدمیوں کو مسکین کے کھانا کھلانے پر۔

تشریح

(۱۶) تنگ حالی میں آزمائش | اللہ کی طرف سے امتحان کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ تنگ حالی میں آزمایا جاتا ہے کہ وہ اس حال میں صبر کرتا ہے یا نہیں اور اپنے رب کے فیصلے پر مطمئن ہوتا ہے یا اس کے خلاف شکوہ شکایت کرنے لگتا ہے۔ تنگ حالی انسان کے اندر حالات کا مقابلہ کرنے کی طاقت پیدا کرتی ہے اور اس کے کردار کو مضبوط بناتی ہے۔ اور اگر انسان صبر کا دامن تھامے رکھے تو اس مرحلے سے گذر کر اسے سرفرازی کا مقام حاصل ہوتا ہے۔ تنگ حالی کے پیچھے اللہ کی یہ عظیم حکمت کارفرما ہوتی ہے لیکن سطح بین نگاہیں اس کو سمجھ نہیں پاتیں۔

اصل میں مادہ پرستانہ نقطۂ نظر اس دنیا کے مال و دولت اور جاہ و اقتدار کو سب کچھ سمجھتا ہے حالاں کہ حقیقت یہ ہے کہ خوش حالی ہو یا تنگ حالی اس دنیا میں جو کچھ بھی ہے آزمائش کے لئے ہے۔

اگر اللہ نے دنیا میں کسی کو مفلس اور تنگ حال بنایا ہے تو اس میں بھی اس کا امتحان ہے کہ صبر اور قناعت کے ساتھ راضی برضا رہتے ہوئے جائز حدوں کے اندر مشکلات کا مقابلہ کرتا ہے یا اخلاق و دیانت کی حدوں کو پھاند جانے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔

(۱۷) خود ساختہ معیار ذلت و عزت کا پیمانہ نہیں ہے بلکہ بلند کردار ہے | عزت اور ذلت کا معیار دنیا کی خوش حالی اور بد حالی نہیں ہے۔ یہ دنیا پرستوں کا اپنا قائم کیا ہوا پیمانہ ہے۔ حقیقت میں عزت اور ذلت کا معیار انسان کا بلند کردار ہے۔ دولت پا کر مغرور ہو جانا۔ اپنے سے کمزور اور یتیموں کی سرپرستی نہ کرنا یہ ہے وہ اخلاق کی گراوٹ جو حقیقت میں انسان کو جانچنے کا پیمانہ ہے۔ اللہ نے تمہیں خوش حالی دی تو ہونا یہ چاہیئے تھا کہ دولت پا کر تم بندگان خدا کے حقوق ادا کرتے، بے سہارا بچوں اور محتاجوں کی مدد کرتے لیکن تمہارے اندر دولت کا ایسا گھمنڈ پیدا ہو جاتا ہے کہ یتیموں کی مدد کرنے کے بجائے ان کی ناقدری کرنے لگتے ہو اور ان کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہو۔ قرآن چاہتا ہے کہ غریب اور کمزور طبقے کو سماج میں عزت کا مقام ملے اور اچھی سوسائٹی وہ ہے جس میں دولت کی بجائے کردار کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

مادہ پرستانہ نقطۂ نظر انسان کو خود غرض بنا دیتا ہے وہ چاہتا ہے کہ میرے سوا کسی کو کچھ نہ ملے سب کچھ میں اکیلا ہی سمیٹ لوں۔ ان کی اس خصلت کا بیان اگلی آیتوں میں آرہا ہے۔

(۱۸) تمہارے معاشرے میں غریبوں کو اور بھوکوں کو کھلانے کا کوئی چرچا نہیں ہے | مگر تمہارا معاشرہ مادہ پرستانہ نظریۂ حیات اختیار کرنے کے بعد اتنا گر چکا ہے کہ اس میں غریبوں کو کھانا کھلانے کا کوئی رواج نہیں ہے نہ خود کسی بھوکے کو کھانا کھلاتے ہیں نہ لوگوں میں یہ جذبہ پایا جاتا ہے کہ بھوکوں کی بھوک مٹانے کے لئے کوئی فکر کریں۔ اور ایک دوسرے کو اس کا انتظام کرنے پر اکسائیں۔ حالانکہ غریبوں کو کھانا کھلانا اور ایک دوسرے کو ترغیب دینا بنیادی اخلاقیات میں سے ہے اسلام جس طرح کی سوسائٹی بناتا ہے وہ یہ ہے کہ اس سوسائٹی کے افراد خود بھی غریبوں کی مدد کریں اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیں۔ اس طرز عمل سے بخیلی اور زر پرستی کا خاتمہ ہوتا ہے اور ہمدردی اور فیاضی کے جذبات پرورش پاتے ہیں۔

لیکن جب زندگی کے بارے میں انسان کا نقطۂ نظر بدل جاتا ہے تو اس کے سارے اچھے اوصاف ختم ہو جاتے ہیں اور وہ دوسروں کا مال ہڑپ کرنے کی فکر میں لگا رہتا ہے۔ جس کو قرآن نے آنے والی آیت میں ظاہر کیا ہے۔

وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ﴿۱۹﴾ وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ

الْمَالَ	وَتُحِبُّوْنَ	اَكْلًا لَّمًّا	التُّرَاثَ	وَتَاْكُلُوْنَ
مال	اور محبت کرتے ہو	کھانا سمیٹ کر	مالِ میراث	اور تم کھاتے ہو

اور تم مال میراث سمیٹ سمیٹ کر کھاتے ہو، اور مال سے محبت کرتے ہو بہت

حُبًّا جَمًّا ﴿۲۰﴾ كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ﴿۲۱﴾

دَكًّا دَكًّا	الْاَرْضُ	دُكَّتِ	كَلَّآ + اِذَا	جَمًّا	حُبًّا
کوٹ کوٹ کر	زمین	پست کردی جائے گی	ہرگز نہیں جب	بہت	محبت

زیادہ محبت، ہرگز نہیں جب زمین کوٹ کوٹ کر پست کردی جائے۔

وَجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿۲۲﴾

	صَفًّا صَفًّا	وَالْمَلَكُ	رَبُّكَ	وَجَآءَ
	قطار در قطار	اور (آئیں گے) فرشتے	تمہارا رب	اور آئے گا

اور آئے تمہارا رب اور آئیں فرشتے قطار در قطار

﴿۱۹﴾ وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ الْمِيْرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ○ اَیْ شَدِيْدَ اللَّمِّ هُمْ نَصِيْبَ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ مِنَ الْمِيْرَاثِ مَعَ نَصِيْبِهِمْ مِنْهُ اَوْ مَعَ مَالِهِمْ

﴿۱۹﴾ اور کھاتے ہیں مال میراث یعنی اپنا حصہ بھی اور عورتوں بچوں کا حصہ بھی۔ یا مراد یہ ہے کہ اپنے مال کے ساتھ ملاکر ان کا مال بھی کھا جاتے ہیں

﴿۲۰﴾ وَّيُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ○ اَیْ كَثِيْرًا فَلَا يُنْفِقُوْنَهُ وَفِیْ قِرَاءَةٍ بِالْفَوْقَانِيَّةِ فِی الْاَفْعَالِ الْاَرْبَعَةِ

﴿۲۰﴾ اور مال کو بہت دوست رکھتے ہیں کہ اس میں سے کچھ خرچ نہیں کرتے اللہ کی راہ میں۔

﴿۲۱﴾ كَلَّا رَدْعٌ لَّهُمْ عَنْ ذٰلِكَ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ○ زُلْزِلَتْ حَتّٰى يَنْهَدِمَ كُلُّ بِنَاءٍ عَلَيْهَا وَيَنْعَدِمُ

﴿۲۱﴾ خبردار ہو جس وقت زمین کو سخت حرکت ہوگی کہ اس پر جو مکانات وغیرہ ہیں سب نیست و نابود ہو جاویں گے

﴿۲۲﴾ وَجَآءَ رَبُّكَ اَیْ اَمْرُهٗ وَالْمَلَكُ اَیِ الْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا صَفًّا ○ حَالٌ اَیْ مُصْطَفِّيْنَ اَوْ ذَوُوْا صُفُوْفٍ كَثِيْرَةٍ

﴿۲۲﴾ اور آوے گا حکم تیرے رب کا اور فرشتے صف باندھے ہوئے ہوں گے۔

تشریح

(۱۹) | موقعہ ملتے ہی میراث کا مال ہڑپ کر جاتے ہو | وراثت اور ترکہ کی تقسیم کا مفصل قرآنی ضابطہ مدینہ طیبہ میں ۳ ہجری کے آخر میں نازل ہوا۔ یہ قانون سورہ نساء میں بیان ہوا ہے۔

لیکن اس قانون کے نازل ہونے سے پہلے مکہ مکرمہ میں یہ بات سب جانتے تھے کہ اولاد باپ کی میراث کی حق دار ہے اور یہ لوگ شریعت ابراہیمی کا اپنے آپ کو پیروکار کہتے تھے۔ تورات میں بھی میراث کا ضابطہ موجود تھا چنانچہ بائیبل میں ہے،

"اور بنی اسرائیل سے کہو کہ اگر کوئی شخص مرجائے اور اس کا بیٹا نہ ہو تو اس کی میراث اس کی بیٹی کو دینا اگر اس کی کوئی بیٹی بھی نہ ہو تو اس کے بھائیوں کو اس کی میراث دینا۔" (گنتی ۲۷، ۸، ۹)

مگر اس معاشرے میں عورتوں اور بچوں کو وراثت سے محروم رکھا جاتا تھا اور زور آور مرد میراث پر قابض ہو جاتے تھے جس کے نتیجے میں یتیم بچے اور بچیاں تک اپنے باپ کے ترکے میں حصہ پانے سے محروم رہ جاتے مردوں میں بھی جو وارث زیادہ طاقتور اور با اثر ہوتا تھا وہ بلا تامل ساری میراث سمیٹ لیتا تھا اور ان سب لوگوں کا حصہ مار کھاتا تھا جو اپنا حصہ حاصل کرنے کا بل بوتا نہ رکھتے ہوں۔ حق اور فرض کی کوئی اہمیت ان کی نگاہ میں نہ تھی کہ ایمان داری کے ساتھ اپنا فرض سمجھ کر حق دار کو اس کا حق دیں خواہ وہ اسے حاصل کرنے کی طاقت رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو۔ یہ اخلاقی گراوٹ کیوں آئی تھی قرآن نے اس کی نشان دہی آنے والی آیت میں کی ہے۔

(۲۰) | اخلاقی گراوٹ کی وجہ مال کی حد سے بڑھ کر محبت | مال و دولت کو اللہ تعالیٰ نے انسان کی معاشی ضروریات پوری کرنے کا ذریعہ بنایا ہے مگر مال و دولت میں انسان کا امتحان بھی ہے۔

امتحان یہ ہے کہ انسان آخرت کو اور آخرت کی کامیابی کو اپنا مقصود بناتا ہے یا دنیا کے مال و دولت کو۔

دنیا کے مال و دولت میں انسان کا ایک امتحان یہ بھی ہے کہ وہ مال جائز طریقے سے حاصل کر کے جائز راستے پر خرچ کرتا ہے یا ناجائز طریقے سے حاصل کر کے ناجائز راستے میں خرچ کرتا ہے۔

مال و دولت میں ایک امتحان یہ بھی ہے کہ وہ اللہ کی خاطر مالی قربانیاں دیتا ہے اور اللہ کے بندوں کے حقوق ادا کرتا ہے یا بخل سے کام لیتا ہے اور بندگان خدا کے حقوق غصب کرتا ہے ——— مال کی بے پناہ محبت اور اس کی حرص و طمع انسان کو اخلاقی اعتبار سے پستی میں لے جاتی ہے۔ اس مال کی محبت کی وجہ سے یتیموں مسکینوں اور کمزوروں کے حقوق دبانے میں کوئی تامل نہیں ہوتا اور انسان بھول جاتا ہے کہ ایک دن اسے اپنے رب کے سامنے جانا ہے اور اس سے باز پرس ہونی ہے۔ حالاں کہ وہ وقت آکر رہے گا۔ اگلی آیت میں اس کا بیان ہے۔

(۲۱) | جب قیامت کے دن زمین کوٹ کوٹ کر ہموار کردی جائے گی | ایسا ہرگز نہ ہوگا کہ تم سب کچھ کرتے رہو اور اس پر باز پرس کا وقت کبھی نہ آئے اور تمہارے طرز عمل پر گرفت نہ ہو. جزا اور سزا کا وقت آکر رہے گا اور وہ دن ہوگا جب قیامت کے زلزلے زمین کو تہہ و بالا کر کے رکھ دیں گے عمارتیں اور محلات تو کیا پہاڑ تک ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور زمین ایک صاف چٹیل میدان کی شکل اختیار کرلے گی جس میں تمام انسانوں کو اللہ کے حضور میں جواب دہی کے لئے حاضر ہونا ہے۔

(۲۲) | اللہ تعالیٰ عدالت قائم فرمائیں گے | اللہ تعالیٰ قیامت کے دن خود عدالت قائم فرمائیں گے اور بہ نفس نفیس باز پرس کریں گے اور فیصلہ فرمائیں گے اور ان کے حکم کی تعمیل اور ان کے حکم کے نفاذ کے لئے فرشتے موجود ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ عدالت میں جلوہ افروز ہوں گے اور فرشتے قطار در قطار حاضر ہوں گے۔

وَجِایْٓءَ يَوْمَئِذٍۢ بِجَهَنَّمَ ۚ يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ

الْاِنْسَانُ	يَتَذَكَّرُ	يَوْمَئِذٍ	بِجَهَنَّمَ	يَوْمَئِذٍ	وَجِايْٓءَ
انسان	سوچے گا	اس دن	جہنم میں	اس دن میں	اور لائی جائے

اور اس دن جہنم لائی جائے، اس دن انسان سوچے گا

وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ﴿۲۳﴾ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِىْ قَدَّمْتُ

قَدَّمْتُ	يٰلَيْتَنِىْ	يَقُوْلُ	الذِّكْرٰى	لَهُ	وَاَنّٰى
میں نے پہلے بھیجا ہوتا	اے کاش	کہے گا	سوچنا	اس کے لئے	اور کہاں

اور اسے سوچنا کہاں (نفع) دے گا؟ کہے گا اے کاش! میں نے اپنی اس زندگی کے لئے

لِحَيَاتِىْ ﴿۲۴﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ ﴿۲۵﴾

اَحَدٌ	عَذَابَهٗٓ	لَّا يُعَذِّبُ	فَيَوْمَئِذٍ	لِحَيَاتِىْ
کوئی	اس کا عذاب	عذاب نہ دے گا	پس اس دن	اپنی زندگی کے لئے

پہلے (نیک عمل) بھیجا ہوتا۔ پس اس دن اس جیسا عذاب کوئی نہ دے گا۔

﴿۲۳﴾ وَجِايْٓءَ يَوْمَئِذٍۢ بِجَهَنَّمَ ۚ تُقَادُ بِسَبْعِيْنَ اَلْفَ زِمَامٍ كُلُّ زِمَامٍ بِاَيْدِىْ سَبْعِيْنَ اَلْفَ مَلَكٍ لَهَا زَفِيْرٌ وَّتَغَيُّظٌ يَوْمَئِذٍ بَدَلٌ مِنْ اِذَا وَجَوَابُهَا يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ اَىِ الْكَافِرُ مَا فَرَّطَ فِيْهِ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ۝ اِسْتِفْهَامٌ بِمَعْنَى النَّفْىِ اَىْ لَا يَنْفَعُهٗ تَذَكُّرُهٗ ذٰلِكَ

﴿۲۳﴾ اور اس روز دوزخ کو سامنے لایا جائے گا ساتھ ستر ہزار باگوں کے۔ ہر ایک باگ ستر ہزار فرشتوں کے ہاتھ میں ہوگی اور دوزخ چلی آرہی ہوگی ساتھ شور اور غصہ کے۔

اس وقت یاد کریں گے کفار جو انھوں نے کوتاہی کی اور معصیت میں بتلا رہے۔

لیکن اس وقت کا یاد کرنا اور نصیحت پکڑنا ان کو کچھ نفع نہ دے گا۔

﴿۲۴﴾ يَقُوْلُ مَعَ تَذَكُّرِهٖ يَا لِلتَّنْبِيْهِ لَيْتَنِىْ قَدَّمْتُ الْخَيْرَ وَالْاِيْمَانَ لِحَيَاتِىْ ۝ الطَّيِّبَةِ فِى الْاٰخِرَةِ اَوْ وَقْتَ حَيَاتِىْ فِى الدُّنْيَا

﴿۲۴﴾ اس کو یاد کر کے وہ کہیں گے اے کاش اس عمدہ حیاتِ جاودانی کے لئے پہلے سے کچھ نیک عمل کرتے اور ایمان لاتے۔ یا مراد یہ ہے کہ کاش ہم دنیا میں کچھ خیر کرتے اور ایمان لاتے۔

﴿۲۵﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ بِكَسْرِ الذَّالِ

﴿۲۵﴾ سو اس روز اللہ تعالیٰ کا عذاب کسی دوسرے کے سپرد

عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ ۝ وَلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ ۝ اَیْ لَا یَکِلُہٗ اِلٰی غَیْرِہٖ

نہ ہوگا۔

تشریح

(۲۳) اس دن دوزخ سامنے حاضر کردی جائے گی اور انسان پچھتائے گا آج اللہ کے پیغمبر دوزخ کے عذاب سے ڈراتے ہیں اور خبردار کرتے ہیں کہ انسان کی ناشکری اور حکم عدولی کی یہ روش اس کے لئے انجام بد ثابت ہوگی اور پروردگار کے حکم کے خلاف کرنے کی وجہ سے جہنم کا عذاب بھگتنا پڑے گا — انسان اس پر یقین نہیں کرتا اور یہ گمان کرتا ہے کہ یہ بات ویسے ہی ڈرا دے کے لئے کہی جارہی ہے مگر جب اللہ کی عدالت میں پیشی ہوگی اللہ تبارک وتعالیٰ بہ نفس نفیس تجلی فرمائیں گے اور انسانوں کے فیصلے ہوں گے اس وقت جہنم بالکل سامنے حاضر کی جائے گی۔ جب جہنم سامنے لے آئی جائے گی تو سچائی کا انکار کرنے والوں کو بڑا پچھتاوا ہوگا اور وہ نادم ہوں گے۔ عدالت خداوندی میں خود کو محصور پاکر اور جہنم کو اپنے سامنے موجود پاکر انھیں ہوش آئے گا کہ آخرت سے بے پروا ہو کر وہ کتنے گھاٹے میں رہے۔ اس وقت انھیں یاد آئے گا کہ اللہ کے پیغمبروں کا خبردار کرنا بالکل صحیح تھا اور جو راستہ وہ بتاتے تھے وہی ٹھیک راستہ تھا ان کی بات نہ مان کر ہم نے بڑی غلطی کی مگر اس روز ہوش آنے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اس لئے کہ امتحان کا وقت گذر چکا ہوگا۔ قیامت کا دن تو نتیجہ کے ظاہر ہونے کا دن ہوگا۔ اس دن ہوش میں آنا اور نصیحت پکڑنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی طالب علم امتحان گاہ میں پرچہ حل کرنے کے بجائے اور سوالوں کا جواب دینے کے بجائے ہنسی دل لگی میں وقت گذار دے اور جب نتیجے کا اعلان ہو اور وہ ناکام ہوجائے تو اسے اپنی غلطی کا احساس ہو۔ ظاہر ہے بعد از وقت اس کا احساس ناکامی کو کامیابی میں نہیں بدل سکتا البتہ اس کو یاس و حسرت کے حوالے ضرور کردیتا ہے اور وہ پچھتانا کسی کام نہیں آتا۔ اس وقت ہوش میں آنے، نصیحت پکڑنے اور اپنی غلطی کو سمجھنے سے کیا فائدہ؟

(۲۴) اس دن انسان سوچے گا، کاش میں نے آخرت کے لئے کچھ اچھے کام کئے ہوتے۔ اس روز انسان محسوس کرے گا کہ دنیا کی زندگی تو فانی اور ختم ہونے والی تھی، حقیقی زندگی تو آخرت کی ہے — اور میں دنیا کی زندگی کو ہی سب کچھ سمجھتا رہا اور اسی میں مگن رہا۔ کاش میں نے اپنی اس زندگی کے لئے دنیا میں کچھ سامان کرلیا ہوتا، جو آج کی زندگی میں کام آتا۔ کاش نیکیوں کا کوئی ذخیرہ روانہ کردیتا جو آخرت کے لئے توشہ بنتا۔

(۲۵) عذاب آخرت سے بڑھ کر کوئی عذاب نہ ہوگا آخرت کی سزاؤں کو ان سزاؤں پر قیاس نہ کرو جو دنیا کی حکومتیں مجرمین کو دیتی ہیں۔

اللہ کا عذاب ایسا شدید ہوگا کہ اس طرح کا عذاب نہ کبھی کسی نے دیا ہوگا اور نہ کوئی دے سکتا ہے۔ اس کے عذاب کا اندازہ مجرمین کو اسی وقت ہوگا جب وہ اس کا مزہ چکھیں گے۔ عذاب کی یہ شدت جرم کی شدت کے مطابق ہوگی جو لوگ اپنے خالق ومالک اور فرماں روائے کائنات کے خلاف بغاوت اور سرکشی کا رویہ اختیار کرتے ہیں اور زبردست ڈھٹائی کا ثبوت دیتے ہیں وہ شدید عذاب کے مستحق ہوں گے۔

وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ ﴿۲۶﴾ يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ

النَّفْسُ	يٰٓاَيَّتُهَا	اَحَدٌ	وَثَاقَهٗٓ	وَّلَا يُوْثِقُ
روح	اے	کوئی	اس کا باندھنا	اور نہ باندھ کر رکھے

اور نہ اس جیسا باندھنا کوئی باندھ کر رکھے گا۔ اے روح مطمئن

الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿۲۷﴾ ارْجِعِيٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿۲۸﴾

مَّرْضِيَّةً	رَاضِيَةً	رَبِّكِ	اِلٰى	ارْجِعِيٓ	الْمُطْمَئِنَّةُ
وہ تجھ سے راضی	راضی	اپنے رب	طرف	لوٹ چل	اطمینان والی

(اطمینان والی) لوٹ چل اپنے رب کی طرف سے راضی تو اس سے راضی

فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ﴿۲۹﴾ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ﴿۳۰﴾ ع ۱ / ۲۰ / ۱۴

جَنَّتِيْ	وَادْخُلِيْ	عِبٰدِيْ	فِيْ	فَادْخُلِيْ
میری جنت	اور داخل ہو	میرے بندے	میں	پس داخل ہو

پس داخل ہو جا میرے بندوں میں اور داخل ہو جا میری جنت میں۔

﴿۲۶﴾ وَكَذَا لَا يُوْثِقُ بِكَسْرِ الثَّاءِ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ ○ وَفِيْ قِرَاءَةٍ بِفَتْحِ الذَّالِ وَالثَّاءِ فَضَمِيْرُ عَذَابَهٗ وَوَثَاقَهٗ لِلْكَافِرِ وَالْمَعْنٰى لَا يُعَذَّبُ اَحَدٌ مِثْلَ تَعْذِيْبِهٖ وَلَا يُوْثَقُ مِثْلَ اِيْثَاقِهٖ

﴿۲۷﴾ يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ○ الْاٰمِنَةُ وَالْمُؤْمِنَةُ

﴿۲۸﴾ ارْجِعِيٓ اِلٰى رَبِّكِ يُقَالُ لَهَا ذٰلِكَ عِنْدَ الْمَوْتِ اَيْ ارْجِعِيْ اِلٰى اَمْرِهٖ وَاِرَادَتِهٖ رَاضِيَةً بِالثَّوَابِ مَّرْضِيَّةً ○ عِنْدَ اللّٰهِ بِعَمَلِكِ اَيْ جَامِعَةً بَيْنَ الْوَصْفَيْنِ وَهُمَا حَالَانِ وَيُقَالُ لَهَا فِي الْقِيَامَةِ

﴿۲۹﴾ فَادْخُلِيْ فِيْ جُمْلَةِ عِبَادِيْ ○ الصّٰلِحِيْنَ

﴿۳۰﴾ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ○ مَعَهُمْ۔

﴿۲۶﴾ اور نہ قید کرنا اور بیڑی ڈالنا کسی دوسرے کے سپرد کا بلکہ حق تعالٰی بلاواسطہ کافر کو عذاب پہنچاوے گا۔ اور ایک قراءۃ میں یوثق اور یعذب ساتھ فتح ثاء اور ذال کے ہے، بصیغۂ مجہول۔ اس صورت میں معنٰی یہ ہیں کہ اللہ کا سا عذاب کوئی نہ دے گا، اور اس کی

﴿۲۷﴾ بوقت موت، مومن سے کہا جائے گا کہ اے نفس مطمئن جو مامون ہے عذاب سے۔

﴿۲۸﴾ لوٹ تو طرف حکم رب اپنے کے اور ارادہ اس کے کے درآں حالیکہ خوش ہے تو ثواب سے اور پسندیدہ ہے نزدیک اللہ تعالٰی کے بسبب اپنے عملوں کے۔

اور اس کو کہا جائے گا قیامت میں کہ۔

﴿۲۹﴾ داخل ہو تو میرے نیک بندوں میں اور ان کے

﴿۳۰﴾ ہمراہ جنت میں جاؤ۔

تشریح

(۲۶) مجرمین پر اللہ کی گرفت | اللہ کی طرح مجرمین پر گرفت کرنے والا کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا۔ اللہ کی گرفت اور قید اور اس کی سختی کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ کیوں کہ اللہ کی سزا اور گرفت صرف جسم کے اوپر نہ ہوگی بلکہ مجرم کی روح کو ایسا عذاب دے گا کہ وہ عذاب روحانی سے نکل نہ پائے گا وہ عقل و خیال کو ادھر ادھر جانے سے روک دے گا اور یہ قید ہزار ہا قیدوں سے بدرجہا سخت ہوگی۔

یہ تو مجرمین کا حال ہوگا دوسری طرف وہ لوگ جو اللہ کی یاد میں لگے رہے انھوں نے شریعت کے تابع ہو کر عمل صالح کر کے سکونِ قلب حاصل کر لیا اور ان کا نفس نفسِ مطمئنہ بن گیا۔ ان کا کیا حال ہوگا؟ اس کا بیان اگلی آیتوں میں آرہا ہے۔

(۲۷) نفس مطمئنہ کو قرب حق کی بشارت | اللہ کا وہ بندہ جس نے کسی شک و شبہے کے بغیر پورے اطمینان اور ٹھنڈے دل کے ساتھ اللہ کو اپنا رب مانا اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا۔ انبیاء کے لائے ہوئے دین حق کو اپنی زندگی کا طریقہ قرار دیا جو عقیدہ اور جو حکم بھی اللہ اور اس کے رسول سے ملا اسے سراسر حق جانا اور مانا اور جس چیز سے بھی اللہ نے روکا اس سے پوری خوش دلی کے ساتھ رُک گیا، حق کے راستے میں جس قربانی کی ضرورت ہوئی اسے پیش کیا، دین کے راستے میں ہر تکلیف اور مصیبت کو سکونِ قلب کے ساتھ برداشت کیا، وہ اس بات پر پوری طرح مطمئن رہا کہ دین حق ہی صداقت کا نشان ہے۔ اور اس کے احکام کو شرح صدر کے ساتھ اپنایا۔ اس کے اطمینان قلب کی یہ کیفیت اس بات کی مستحق ہے کہ پروردگار کے یہاں اس کو راحت و چین اور سکون نصیب ہو اس سے کہا جائے گا کہ اے مطمئن نفس اپنے رب کے مقام قرب کی طرف چلو۔

(۲۸) چل اپنے رب کی طرف تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی | بڑے پیارے اور رحمت بھرے الفاظ میں نفس مطمئنہ کو فیصلے کے دن کامیابی کا مژدہ جاں فزا سنایا جائے گا اور کامیابی بھی ایسی جس کے پانے کے بعد اور کسی چیز کی حسرت باقی نہیں رہتی۔

سب کچھ خدا سے مانگ لیا اک تجھ کو مانگ کر
اٹھتے نہیں ہیں ہاتھ میرے اس دعا کے بعد

بندہ اپنے خدا سے خوش اور خدا اپنے بندے سے خوش۔ عزت و سرفرازی کے اس مقام کو پہنچنے کے بعد کون سی بلندی باقی رہ جاتی ہے جہاں پہنچنے کا انسان تصور کر سکتا ہے۔

جن کے دلوں کو اللہ کے ذکر اور اس کی اطاعت سے چین اور آرام ملتا ہے ان سے پروردگار محشر میں کہے گا کہ جس محبوب حقیقی سے تو لو لگائے ہوئے تھا اب ہر قسم کے جھگڑوں اور خرخشوں سے یکسو ہو کر راضی خوشی اس کے مقام قرب کی طرف چل۔

یہ بات اس سے موت کے وقت بھی کہی جائے گی اور قیامت کے روز جب وہ دوبارہ اٹھ کر میدان حشر کی طرف چلے گا اس وقت بھی کہی جائے گی اور جب اللہ کی عدالت میں پیشی کا موقع آئے گا اس وقت بھی کہی جائے گی۔ غرض ہر ہر مرحلے پر اسے اطمینان دلایا جائے گا کہ وہ اللہ کی رحمت کی طرف جا رہا ہے۔

(۲۹) اسے کہا جائے گا شامل ہو جا میرے بندوں میں | اس سے کہا جائے گا کہ مخصوص بندوں کے زمرے میں شامل ہو کر عالی شان جنت میں قیام کرے، جنت کی سوسائٹی نیک بندوں پر مشتمل ہوگی اور نیک لوگوں کے زمروں میں شامل ہونا اللہ کی بہت بڑی نعمت ہوگی نعمت ان کو حاصل ہوگی جو نیک لوگوں سے ملنا پسند کرتے ہیں اور ان کے ساتھ رہنے میں خوشی محسوس کرتے ہیں۔ اللہ ان کو جنت میں بھی برگزیدہ اور صالح بندوں میں شامل فرما کر نیک سوسائٹی عطا فرمائیں گے۔

(۳۰) اسے کہا جائے گا کہ داخل ہو جاؤ میری جنت میں | یہاں اللہ نے جنت کو اپنی طرف منسوب فرمایا "میری جنت" اپنی جنت کہہ کر جنت کے شرف کا اظہار کیا کہ یہ بتایا کہ وہ اللہ کی رضا کا مظہر ہوگی اور جنتی اللہ کا مہمان ہوگا اور اس کی اسی طرح خاطر تواضع کی جائے گی جس طرح ایک مہمان کی کی جاتی ہے۔

۹۰

اَلْبَلَد

ترتیب تلاوت ـــــــ ۹۰	ترتیب نزول ـــــــ ۳۵
مکی / مدنی ـــــــ مکی	تعداد رکوعات ـــــــ ۱
تعداد آیات ـــــــ ۲۰	تعداد الفاظ ـــــــ ۸۲
تعداد حروف ـــــــ ۳۴۷	

○ **اس** سورت کی پہلی آیت ہے: لَآ اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ۔ اَلْبَلَد جس کے معنی شہر کے ہیں اس سے مراد شہر مکہ ہے۔ اسی مناسبت سے اس سورت کا نام "اَلْبَلَد" رکھا گیا ہے

○ **یہ** سورت مکہ مکرمہ کے ابتدائی زمانے میں اس وقت نازل ہوئی جب اسلام کی دعوت کے خلاف مخالفتوں اور اہل ایمان کی ایذا رسانیوں کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔

○ اس سورت کا موضوع یہ ہے کہ دنیا میں انسان کی حیثیت کیا ہے اور انسان کے لئے دنیا کیا حیثیت رکھتی ہے۔؟

اس سورت میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے سعادت و شقاوت دونوں کے راستے کھول دیئے ہیں۔ اب یہ انسان کی اپنی کوشش اور محنت ہے کہ وہ کس راہ پر چلتا ہے۔

○ اس سورت میں ایک مکمل نظریۂ حیات انسان کے سامنے رکھ دیا گیا ہے۔ اور قرآن کا کمال یہ ہے کہ اُسے چند جملوں میں سمیٹ دیا ہے۔

○ اس سورت میں انسان کی اس غلط فہمی کو بڑی عمدگی کے ساتھ دُور کیا گیا ہے ---- کہ اس سے اوپر کوئی طاقت نہیں ہے جو اس کے اعمال کی نگرانی کرتی ہو اور اس سے حساب کتاب لے۔

○ اس سورت میں بتایا گیا ہے کہ بڑائی اور فضیلت کا یہ معیار نہیں ہے کہ اپنی بڑائی کی نمائش کے لئے ڈھیروں مال خرچ کیا جائے۔ بڑائی اور عزت کا معیار یہ ہے کہ خالق کی نظر میں اس کی حیثیت ہے۔؟

○ یہ سورت اس بات کو واضح کرتی ہے کہ پستی کی طرف جانے والا راستہ بظاہر نفس کو مرغوب معلوم ہوتا ہے۔ اور اس میں کوئی تکلیف اٹھانی نہیں پڑتی۔ نفس کی باگیں ذرا ڈھیلی چھوڑ دو تو آدمی اخلاق کی پستیوں میں گرتا چلا جاتا ہے۔

مگر اخلاق کی بلندیاں ایک دشوار گذار گھاٹی طے کرنے کی طرح ہے جس میں نفس کو مشکل پیش آتی ہے۔

اس کے ساتھ ہی بلندی اور پستی کی راہوں کی نشان دہی کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ اخلاق کی بلندی پر چلنے والا اللہ کی رحمتوں کا مستحق ہوگا اور گراوٹ کا راستہ اختیار کرنے والا ایک بُرے انجام سے دوچار ہوگا۔

رُکُوعُهَا ۱	۳۵= سُوْرَةُ الْبَلَدِ مَكِّيَّةٌ ۹۰=	اٰيَاتُهَا ۲۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ کے نام سے جو بہت مہربان، رحم کرنے والا ہے۔

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ﴿۱﴾

الْبَلَدِ	بِهٰذَا	لَآ اُقْسِمُ
شہر	اس	نہیں، میں قسم کھاتا ہوں

نہیں، میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں

سُوْرَةُ الْبَلَدِ مَكِّيَّةٌ
عِشْرُوْنَ اٰيَةً
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿۱﴾ لَآ زَائِدَةٌ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ○ مَكَّةَ

سورۃ البلد مکی ہے اس میں بیس آیتیں ہیں
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
شروع اللہ کے نام سے جو بہت بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے۔

﴿۱﴾ لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ
قسم کھاتا ہوں میں شہر مکہ کی۔

تشریح

﴿۱﴾ شہر مکہ کی قسم دنیا کی زندگی مزے اڑانے کے لئے نہیں ہے۔ یہ خیال غلط ہے کہ دنیا کی زندگی مزے اڑانے اور عیش کرنے کے لئے ہے۔ آدمی اس دنیا میں صرف اس لئے آیا ہے کہ زیادہ سے زیادہ اس دنیا کے مزے لوٹے " بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست ہے ـــــ یہ غلط نظریۂ زندگی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیا امتحان اور آزمائش کی زندگی ہے اور ایک دن وہ آنا ہے کہ انسان کے کئے ہوئے کاموں کا حساب لیا جائے اور اس کے اعمال کے مطابق اُسے جزا اور سزا دی جائے۔

اس کی دلیل یہ شہر ہے "شہر مکہ" جس کی قسم کھائی گئی ہے اور اللہ کے قسم کھانے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ جس کی قسم کھا رہے ہیں اس کو بطور دلیل اور شہادت کے پیش فرما رہے ہیں۔

یہ شہر مکہ گواہ ہے کہ کسی اللہ کے بندے نے اپنی جان کھپائی تھی تب یہ آباد ہوا اور عرب کا مرکز بنا بے آب و گیاہ آبادی میں سنسان پہاڑوں کے درمیان حضرت ابراہیمؑ نے اپنی ایک بیوی اور ایک شیر خوار بچے کو یہاں لاکر بے سہارا چھوڑ دیا تھا۔ پھر کس طرح یہاں یہ گھر بنا اللہ کا وہ گھر جس کو پوری دنیا کا مرکز بننا تھا پھر ایسی حالت میں حج کی آواز لگائی جب کوئی دور دور تک اس آواز کا سننے والا نہ تھا۔ کس طرح یہ شہر حرم قرار پایا کہ عرب کی سرزمین میں اس کے سوا امن کا کوئی مقام نہ تھا۔ امن کا یہ شہر جہاں ہر چیز کو امن ہے ـ مگر امن نہیں ہے تو اللہ کے اس بندے کو جو دنیا میں امن قائم کرنے آیا ہے۔ جس کا بیان اگلی آیت میں ہے۔

وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۙ﴿۲﴾ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ۙ﴿۳﴾

وَمَا وَلَدَ	وَوَالِدٍ	الْبَلَدِ	بِهٰذَا	حِلٌّ	وَاَنْتَ
اور اولاد کی	اور والد کی	شہر	اس	اُترے ہوئے	اور آپ

اور آپ اس شہر میں اُترے ہوئے ہیں، اور (قسم کھاتا ہوں) والد کی اور اولاد کی

(۲) وَاَنْتَ یَا مُحَمَّدُ حِلٌّ حَلَالٌ بِهٰذَا الْبَلَدِ ○ بِاَنْ یَحِلَّ لَكَ فَتُقَاتِلَ فِیْهِ وَقَدْ اَنْجَزَ لَهٗ هٰذَا الْوَعْدَ یَوْمَ الْفَتْحِ فَالْجُمْلَةُ اِعْتِرَاضٌ بَیْنَ الْمُقْسَمِ بِهٖ وَمَا عُطِفَ عَلَیْهِ

(۲) اور تجھ کو اے محمدؐ اس شہر مکہ میں لڑنا حلال ہوگا۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا فرمایا بروز فتح مکہ۔

(۳) وَوَالِدٍ اَیْ اٰدَمَ وَّمَا وَلَدَ ○ اَیْ ذُرِّیَّتَهٗ وَمَا بِمَعْنٰی مَنْ

(۳) اور قسم ہے آدمی کی اور اس کی ذریت کی۔

تشریح

(۲) اور اے نبی آپ کو اس شہر میں حلال کرلیا گیا ہے | امن کا یہ شہر جہاں ہر چیز کو امن ہے لیکن امن نہیں ہے تو اس شخص کو جو اسی شہر میں پیدا ہوا جس کی وجہ سے اس شہر کی عظمت میں اضافہ ہوا وہ شخص جو امن کا پیغام لے کر آیا اسے امن نصیب نہیں ہے یہاں تک کہ اس کے قتل کی تدبیریں کرنا بھی حلال کرلیا گیا ہے۔ جہاں کے درخت کاٹنا اور گھاس توڑنا منع ہے وہاں پیغمبر کو طرح طرح کی تکلیفیں دی جارہی ہیں۔

کیوں کہ یہ دنیا اور یہاں کی زندگی عیش و آرام کی نہیں ہے اس امتحان کی بھٹی سے ایک پیغمبر کو بھی گزرنا پڑتا ہے۔

(۳) ماں اور بچے کی قسم | ماں بڑی مشقت سے بچے کو جنتی ہے پہلے نو مہینے اس کو اٹھائے پھرتی ہے پھر درد زہ کی تکلیف برداشت کرتی ہے اور پیدائش کے وقت اس کی جان پر بن آتی ہے پھر جو بچہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے وہ تکلیف کے ساتھ ہوتا ہے۔

والدین بچہ کے لئے مشقت اٹھاتے ہیں ماں سب سے زیادہ مشقت جھیلتی ہے پھر یہ پیدا ہونے والا بچہ زندگی بھر محنت اور مشقت میں لگا رہتا ہے۔

آیت میں لفظ "والد" استعمال ہوا ہے جو مذکر ہے یہ لفظ باپ کے لئے بھی بولا جاتا ہے اور ماں کے لئے بھی چونکہ جننے کی مشقت ماں کو ہوتی ہے اس لئے یہاں والد کا لفظ ماں کے لئے زیادہ مناسب ہے۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍ ﴿۴﴾ اَيَحْسَبُ

اَيَحْسَبُ	كَبَدٍ	فِیْ	الْاِنْسَانَ	لَقَدْ خَلَقْنَا
کیا وہ گمان کرتا ہے	مشقت	میں	انسان	تحقیق ہم نے پیدا کیا

تحقیق ہم نے انسان کو مشقت میں (گرفتار) پیدا کیا۔ کیا وہ گمان کرتا ہے

اَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ اَحَدٌ ﴿۵﴾ يَقُوْلُ

يَقُوْلُ	اَحَدٌ	عَلَيْهِ	لَّنْ يَّقْدِرَ	اَنْ
کہتا ہے	کسی	اس پر	ہرگز بس نہیں چلے گا	کہ

کہ اس پر ہرگز کسی کا بس نہیں چلے گا؟ کہتا ہے میں نے

اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ﴿۶﴾

	لُّبَدًا	مَالًا	اَهْلَكْتُ
	ڈھیروں	مال	خرچ کر ڈالا

ڈھیروں مال خرچ کر ڈالا۔

﴿۴﴾ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ اَیِ الْجِنْسَ فِیْ كَبَدٍ ۝ نَصَبٌ وَ شِدَّةٌ يُكَابِدُ مَصَائِبَ الدُّنْيَا وَشَدَائِدَ الْاٰخِرَةِ

﴿۴﴾ بے شبہ ہم نے آدمی کو بڑی سختی اور تکلیف کے لئے بنایا کہ دنیا کے مصائب اٹھاتا ہے اور آخرت کی سختیاں درپیش ہیں۔

﴿۵﴾ اَيَحْسَبُ اَیْ اَيَظُنُّ الْاِنْسَانُ قَوِیُّ قُرَيْشٍ وَهُوَ اَبُو الْاَشَدِّ بْنُ كَلَدَةَ بِقُوَّتِهٖ اَنْ مُخَفَّفَةٌ مِنَ الثَّقِيْلَةِ وَاسْمُهَا مَحْذُوْفٌ اَیْ اَنَّهٗ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ اَحَدٌ ۝ وَاللّٰهُ قَادِرٌ عَلَيْهِ

﴿۵﴾ کیا وہ شخص قریشی یعنی ابو الاشدین بن کلدہ بسبب اپنے زور کے یوں سمجھتا ہے

کہ کوئی اس پر قادر نہیں۔ اور حال یہ ہے کہ اللہ اس پر قادر ہے۔

﴿۶﴾ يَقُوْلُ اَهْلَكْتُ عَلٰى عَدَاوَةِ مُحَمَّدٍ مَالًا لُّبَدًا ۝ كَثِيْرًا بَعْضُهٗ عَلٰى بَعْضٍ

﴿۶﴾ وہ کہتا ہے کہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں بہت سا مال خرچ کیا۔

تشریح

(۴) ہم نے انسان کو مشقت میں پیدا کیا یعنی انسان دنیا میں مزے کرنے اور چین کی بنسی بجانے کے لئے نہیں پیدا کیا گیا بلکہ اس کے لئے یہ دنیا محنت مشقت اور سختیاں جھیلنے کی جگہ ہے اور کوئی انسان بھی اس حالت سے گذرے بغیر نہیں رہ سکتا۔ انسان کے مشقت کی حالت میں پیدا ہونے کی حقیقت ایک دوسری بڑی حقیقت کا پتہ دیتی ہے اور وہ ہے جزا اور سزا کا معاملہ جس سے انسان کو لازماً سابقہ پیش آتا ہے کیوں کہ یہ زندگی جب ابتلاء اور آزمائش کی زندگی ٹھہری اس کا لازمی تقاضا ہو کہ یوم حساب برپا ہو اور امتحان میں کامیابی اور ناکامی کے نتائج سامنے آئیں۔

دراصل مشقتوں اور تکلیفوں میں انسان کی عظمت کا راز پوشیدہ ہے اس دنیا کی مشقتیں جو انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہیں وہ دراصل انسان کو تکلیف میں ڈالنے کے لئے نہیں بلکہ اس کو اوپر اٹھانے کے لئے ہیں انسان اگر اپنا حوصلہ پست نہ رکھے اور اللہ کی رہنمائی کو قبول کرکے پیش آمدہ تکلیفوں میں فرض شناسی کا ثبوت دے تو اس کے اندر انسانیت کا جو جوہر ہے وہ کھلنے لگتا ہے اور وہ بلندیوں کو چھو لیتا ہے۔

انسان تکلیف پہنچنے پر کیوں چلا اٹھتا ہے اور پست ہمتی کا شکار ہو جاتا ہے اس کی اصل وجہ ہے کہ انسان اپنی حیثیت اور اس دنیا کے بارے میں صحیح نقطۂ نظر اختیار نہیں کرتا وہ دنیا کو آرام گاہ خیال کرتا ہے اور اس دنیا میں آسائش کی امیدیں لگائے رکھتا ہے لیکن جب تکلیفوں اور دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو وہ حوصلہ ہار بیٹھتا ہے۔ اس طرح انسان کی پوری زندگی غلط راستے پر جا پڑتی ہے۔

(۵) کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ اس پر کوئی قابو نہ پا سکے گا انسان جن سختیوں اور محنت و مشقت کی راہوں سے گذرتا ہے اس کا تقاضا تو یہ ہے کہ اس میں عاجزی پیدا ہو وہ اس غرور نفس میں کس طرح مبتلا ہو جاتا ہے کہ کوئی بالاتر طاقت اس کو پکڑنے والی نہیں اور کوئی اس کا سر نیچا نہیں کر سکتا اور وہ جو چاہے کرے اس پر کسی کا بس نہیں چلے گا۔ انسان کا مشقت سے گھرا ہونا اس کی اپنی بے بسی کو ظاہر کرتا ہے اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اس پر ایک بالاتر ہستی کا اقتدار قائم ہے جس کے فیصلے نافذ ہو کر رہتے ہیں اور اس کے فیصلوں کے آگے انسان کی ساری تدبیریں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں۔

زلزلے کا ایک جھٹکا، ہوا کا طوفان، دریاؤں اور سمندروں کی طغیانی اسے یہ بتا دینے کے لئے کافی ہے کہ وہ خدائی طاقتوں کے سامنے بے بس ہے۔ تقدیر کا ایک پلٹا بڑے سے بڑے با اقتدار آدمی کو عرش سے فرش پر لے آتا ہے۔

ان سب حالات کے باوجود انسان نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ اس پر کسی کا بس نہ چلے گا اور اس کے اعمال کی باز پرس نہ ہوگی اور کوئی اس کی گرفت کرنے والا نہیں ہے۔

(۶) کہتا ہے کہ میں نے ڈھیروں مال اڑا دیا جب انسان دنیا کو اس نظر سے دیکھتا ہے کہ وہ ایک تفریح گاہ اور عیش و عشرت کی جگہ ہے تو اس کا رویہ کتنا غیر ذمہ دارانہ ہو جاتا ہے ایسے غیر ذمہ دار دولت مند اپنی دولت کو بے جا خرچ کرتے ہیں اور پھر اپنے ان نمائشی اور دکھاوے کے خرچوں پر فخر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مال اس لئے عطا کیا تھا کہ وہ اس کو جائز اور خیر کی راہوں پر خرچ کرتے۔ اپنی جائز ضرورتیں بھی پوری کرتے اور اللہ کے بندوں کے حقوق بھی ادا کرتے۔

شان و شوکت کے اظہار کے لئے دولت کا بے جا اسراف، دولت کی حق تلفی اور غریبوں اور محتاجوں کے ساتھ بے انصافی ہے۔ اور ایسا کرکے وہ بڑے گھمنڈ سے کہتا ہے کہ میں نے ڈھیروں مال خرچ کر ڈالا۔

أَيَحْسَبُ أَنْ لَّمْ يَرَهٗٓ أَحَدٌ ﴿٧﴾ أَلَمْ

أَلَمْ	أَحَدٌ	لَّمْ يَرَهٗٓ	أَنْ	أَيَحْسَبُ
کیا نہیں	کسی	اس کو نہیں دیکھا	کہ	کیا وہ گمان کرتا ہے

کیا وہ گمان کرتا ہے کہ اس کو کسی نے نہیں دیکھا ؟ کیا ہم نے نہیں

نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ﴿٨﴾ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ ﴿٩﴾

وَّ شَفَتَيْنِ	وَ لِسَانًا	عَيْنَيْنِ	لَّهٗ	نَجْعَلْ
اور دو ہونٹ	اور زبان	دو آنکھیں	اس کے لئے	ہم نے بنایا

بنائیں اس کی دو آنکھیں اور زبان اور دو ہونٹ

وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ﴿١٠﴾

	النَّجْدَيْنِ	وَ هَدَيْنٰهُ
	دو راستے	اور ہم نے اسے دکھائے

اور ہم نے اسے دو راستے دکھائے

﴿٧﴾ أَيَحْسَبُ أَنْ أَيْ أَنَّهٗ لَّمْ يَرَهٗٓ أَحَدٌ ○ فِيْمَا أَنْفَقَهٗ فَيَعْلَمُ قَدْرَهٗ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِقَدْرِهٖ وَأَنَّهٗ لَيْسَ مِمَّا يَتَكَثَّرُ بِهٖ وَمُجَازِيْهِ عَلٰى فِعْلِ السَّيِّءِ

﴿٨﴾ أَلَمْ نَجْعَلْ إِسْتِفْهَامُ تَقْرِيْرٍ أَيْ جَعَلْنَا لَهٗ عَيْنَيْنِ ○

﴿٩﴾ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ ○

﴿١٠﴾ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ○ بَيَّنَّا لَهٗ طَرِيْقَيِ الْخَيْرِ وَالشَّرِّ

﴿٧﴾ آیا وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس کے خرچ کا حال کسی کو معلوم نہیں اور کسی کو علم نہیں کہ اس نے کس قدر مال خرچ کیا حالاں کہ اللہ جانتا ہے جو اس نے خرچ کیا اور وہ جو اس نے خرچ کیا موجب فخر نہیں اور اس قابل نہیں کہ اس کو کوئی یوں کہے کہ میں نے بہت سا مال خرچ کیا اور اللہ اس کو عوض دیگا اس کے اس فعل بد کا۔

﴿٨﴾ ہم نے اس کو دو آنکھیں دیں۔

﴿٩﴾ اور زبان اور دو ہونٹ دیئے

﴿١٠﴾ اور اس کو دکھلا دیئے دو راستے بھلائی اور برائی کے۔

تشریح

(۷) کیا وہ سمجھتا ہے کہ کسی نے اس کو نہیں دیکھا | دولت مندی کی نمائش اور اپنی بڑائی کے اظہار کے لئے خرچ کرنے والا کیا یہ نہیں سمجھتا کہ اوپر کوئی خدا بھی ہے جو اسے دیکھ رہا ہے۔ اس کو دولت اس لئے تو نہیں ملی تھی کہ وہ گل چھرے اڑائے اور اپنی عیش پرستی کا سامان کرے۔ کیا وہ یہ سمجھتا ہے کہ اللہ کے یہاں اس فضول خرچی اس شہرت طلبی کی کوئی قدر ہو گی۔؟

(۸) کیا ہم نے اسے دو آنکھیں نہیں دی تھیں؟ | اللہ تعالیٰ نے دو آنکھیں دے کر اسے دیکھنے کی صلاحیت نہیں بخشی تھی کہ وہ کائنات کی سب سے بڑی صداقت۔ اور سب سے زیادہ اُبھری ہوئی حقیقت کا مشاہدہ کرے مگر اس نے اس کی طرف سے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ سب کچھ دیکھتا رہا مگر اسے اس ہستی کا ہاتھ کہیں نظر نہ آیا جو ہر چیز پر تصرف کر رہا ہے۔ ان آنکھوں سے وہ ہر طرف حقیقت کے نشان دیکھتا اور صحیح اور غلط کا فرق سمجھتا۔

(۹) کیا ہم نے اسے ایک زبان اور دو ہونٹ نہیں دیئے! | اللہ تعالیٰ نے انسان کو زبان اور دو ہونٹ دے کر گویائی کی صلاحیت بخشی۔ انسان کا نفس ناطقہ سوچنے سمجھنے کا کام کرتا ہے۔ پھر زبان اور ہونٹ سے انسان ما فی الضمیر کے اظہار کا کام لیتا ہے۔ پروردگار نے یہ صلاحیت اس لئے بخشی ہے کہ وہ اپنے رب کے گن گائے اور حق و انصاف کا رویہ اختیار کرے۔ مگر اس نعمت کو پانے کے باوجود انسان میں شکر کا جذبہ نہیں ابھرتا اور اس طرح وہ اللہ کی اس نعمت کی ناقدری کرتا ہے۔ اللہ نے اسے علم اور عقل کے ذرائع دیئے مگر اس نے ان ذرائع کا صحیح استعمال نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اتنا ہی نہیں کہ عقل و فکر کی طاقتیں عطا کیں بلکہ اس کی رہنمائی کا سامان بھی کیا جس کا ذکر اگلی آیت میں ہے۔

(۱۰) انسان کو اچھی اور بری دونوں راہیں بتا دیں | بھلائی، برائی، نیکی بدی، خیر و شر دونوں راستے اُسے دکھا دیئے۔ اللہ نے انسان کو ایسی فطرت عطا کی جو بھلائی برائی میں تمیز کرتی ہے۔ خیر و شر کی دونوں راہیں اس لئے دکھا دیں تاکہ انسان اپنی ذمہ داری پر جس راستے کو چاہے اختیار کرے جیسا کہ سورۂ الدّہر میں ارشاد فرمایا:۔

إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ ۝ نَّبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا ۝ إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا ۝ (آیت ۲ ۳ پارہ ۲۹)

(ہم نے انسان کو ایک مخلوط نطفے سے پیدا کیا تاکہ اس کا امتحان لیں۔ اس غرض کے لئے ہم نے اسے سننے اور دیکھنے والا بنایا ہم نے اسے راستہ دکھا دیا خواہ شکر کرنے والا بنے یا کفر کرنے والا۔)

یعنی یہ دنیا انسان کے لئے امتحان گاہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے علم و عقل کی طاقتیں دیں تاکہ وہ امتحان دینے کے قابل ہو سکے علم و عقل کی طاقتیں دینے کے ساتھ اس کی رہنمائی کا بھی سامان کیا سورۂ الشّمس میں ارشاد فرمایا۔

وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا۔ (آیت ۷-۸)

(اور نفس انسانی کی اور اس ذات کی قسم جس نے اسے ہموار کیا پھر اس کی بدی اور پرہیزگاری اس پر الہام کر دی۔)

یعنی اچھے اور برے کی تمیز پیدائشی طور پر اس کو عطا کر دی۔

فَلَا	اقْتَحَمَ	الْعَقَبَةَ
پس نہ	وہ داخل ہوا	گھاٹی

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ﴿۱۱﴾

پس وہ نہ داخل ہوا عقبہ (گھاٹی) میں

(۱۱) فَلَا فهلا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ○ جاوزها (۱۱) پس وہ کیوں نہ نکلا گھاٹی سے۔

تشریح

(۱۱) انسان نے نیکی کے دشوار گزار راستے کو اختیار نہیں کیا اللہ تعالیٰ نے انسان کو اچھائی اور برائی خیر اور شر دونوں راستے بتا دیئے تھے۔ خیر کا راستہ دشوار گزار اور مشقت طلب ہے جیسے پہاڑ کی بلندی پر چڑھنے کے لئے دشوار گذار گھاٹیاں طے کرنی پڑتی ہیں اور مشقت سے گزرنا پڑتا ہے۔ اسی طرح نیکی کے راستے پر چلنے کے لئے آدمی کو اپنے نفس کی خواہشات اور شیطانی ترغیبات سے لڑنا پڑتا ہے۔

اس کے مقابلے میں شر اور بدی کا راستہ آسان ہے جیسے پستی کی طرف جانے کے لئے کسی محنت کی ضرورت نہیں پڑتی اپنے نفس کی باگیں ذرا ڈھیلی چھوڑ دو اور اسے خواہشات کے راستے پر ڈال دو پھر انسان خود ہی نشیب کی طرف لڑھکتا چلا جاتا ہے۔ بدی کے کام لذت بخش ہوتے ہیں اور گناہ کے لئے خواہشات اس کو ابھارتی ہیں اس لئے نفس اس کی طرف آسانی سے چل پڑتا ہے۔

ہم نے انسان کو دونوں راستے دکھا دیئے تھے اس نے پستی کی طرف جانے والے راستے کو اختیار کر لیا اور اس مشقت طلب راستے کو چھوڑ دیا جو بلندی کی طرف جانے والا ہے کیوں کہ نیکی کے کام میں لذت محسوس نہیں ہوتی اور خواہشات کے برخلاف یہ کام انجام دینا پڑتا ہے اس لئے وہ نفس پر گراں گزرتا ہے۔ نبیؐ نے ایک حدیث میں اس کی ترجمانی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ حُجِبَتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ وَحُجِبَتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ (جہنم خواہشاتِ نفس سے ڈھانک دی گئی ہے اور جنت ایسی باتوں سے جو نفس کو ناگوار ہیں۔ (بخاری کتاب الرقاق)

حضرت عیسیٰؑ نے اس بات کو اپنے مخصوص تمثیلی انداز میں بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ انجیل متی میں ہے۔

• تنگ دروازے سے داخل ہو کیوں کہ وہ دروازہ چوڑا ہے اور وہ راستہ کشادہ ہے جو ہلاکت کو پہنچتا ہے۔ اور اس سے داخل ہونے والے بہت ہیں۔ کیوں کہ وہ دروازہ تنگ ہے اور وہ راستہ سکڑا ہوا ہے جو زندگی کو پہنچتا ہے۔ اور اس کے پانے والے تھوڑے ہیں۔ (انجیل متی ۷ ــ ۱۳، ۱۴)

انسان کی فطرت کا تقاضا تھا کہ وہ خیر یعنی عمل صالح کی گھاٹی میں داخل ہوتا اور مشقت اٹھا کر بلندیوں پر پہنچتا۔ اور مکارم اخلاق کے راستوں کو طے کرتا ہوا فوز و فلاح کے بلند مقامات پر پہنچ جاتا ہے۔

دین کی وہ گھاٹی کیا ہے کہ خواہشات کی وجہ سے ان کا انجام دینا نفس پر شاق اور گراں گزرتا ہے اس کا بیان آنے والی آیتوں میں آرہا ہے۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ﴿۱۲﴾ فَكُّ رَقَبَةٍ ﴿۱۳﴾ اَوْ اِطْعٰمٌ

اِطْعٰمٌ	اَوْ	رَقَبَةٍ	فَكُّ	مَا الْعَقَبَةُ	اَدْرٰىكَ	وَمَآ
کھانا کھلانا	یا	گردن (اسیر)	چھڑانا	کیا ہے گھاٹی	تم سمجھے	اور کیا

اور تم کیا سمجھے "عقبہ" کیا ہے؟ گردن چھڑانا (اسیر کا آزاد کرانا) یا کھانا کھلانا

فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ﴿۱۴﴾ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ﴿۱۵﴾

ذَا مَقْرَبَةٍ	يَّتِيْمًا	ذِيْ + مَسْغَبَةٍ	يَوْمٍ	فِيْ
قرابت دار	یتیم	بھوک والے	دن	میں

بھوک والے دن میں ، قرابت دار (رشتہ دار) یتیم کو

﴿۱۲﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ اَعْلَمَكَ مَا الْعَقَبَةُ ○ اَلَّتِيْ يَقْتَحِمُهَا تَعْظِيْمٌ لِشَانِهَا وَالْجُمْلَةُ اِعْتِرَاضٌ وَبَيَّنَ سَبَبَ جَوَازِهَا بِقَوْلِهٖ

﴿۱۲﴾ اور تو کیا جانے کیا ہے گھاٹی

اور اس سے گذرنا اس طرح ہو سکتا ہے کہ

﴿۱۳﴾ فَكُّ رَقَبَةٍ ○ مِنَ الرِّقِّ بِاَنْ اَعْتَقَهَا

﴿۱۳﴾ غلام آزاد کرے۔

﴿۱۴﴾ اَوْ اِطْعَامٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ○ مَجَاعَةٍ

﴿۱۴﴾ یا بھوک کے دن کھانا کھلائے

﴿۱۵﴾ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ○ قَرَابَةٍ

﴿۱۵﴾ رشتہ دار یتیم کو۔

تشریح

﴿۱۲﴾ دین کی وہ گھاٹی جس پر چڑھنا نفس کو دشوار ہوتا ہے کیا ہے؟ | دین کی اس گھاٹی کی اہمیت کو واضح کرنے کے لئے اس کو سوالیہ انداز میں پیش کیا گیا ہے کہ تم نے کیا سمجھا کہ وہ گھاٹی کیا ہے؟ یعنی اچھی طرح سمجھ لو کہ نیکی کا راستہ آسان نہیں ہے یہ بڑی کٹھن راہ ہے ـــــ " بہت کٹھن ہے ڈگر پنگھٹ کی۔"
اس کٹھن راستے سے گزرے بغیر انسان کامیابی کی منزل کو نہیں پہنچ سکتا۔ اس راستہ میں مالی قربانی بھی دینی پڑتی ہے۔ یہ کانٹوں بھرا راستہ ہے، قدم قدم پر رکاوٹیں ہیں اس پر چلنا آسان نہیں ہے۔ یہ اللہ کی محبت اور اس کی وفاداری کا راستہ ہے اس میں اچھے اچھے تھک کر راستے میں بیٹھ جاتے ہیں۔ مگر جو لوگ ہمت اور حوصلے کے ساتھ کام لیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے لئے راہیں آسان فرما دیتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے سامنے آخرت کا نقشہ ہے یہ لوگ دنیا پر ریجھے ہوئے نہیں ہیں انھوں نے مال و دولت کو عیش پرستی کا ذریعہ نہیں بنایا ہے آگے ان نیکیوں کا بیان ہے جن پر چل کر انسان اخلاقی بلندی پر پہنچ سکتا ہے۔

﴿۱۳﴾ غلام کو آزاد کرنا | اوپر آیت ۶ میں ان فضول خرچیوں کا ذکر آیا تھا جو اپنی بڑائی کی نمائش کے لئے کی جاتی ہیں

اس کے مقابلے میں بتایا گیا ہے کہ مال کے خرچ کرنے کا وہ کون سا مصرف ہے جو انسان کے اخلاق کو بلندی کی طرف لے جاتا ہے اس میں مالی ایثار اور قربانی کی ضرورت ہوتی ہے اس میں سب سے پہلے ذکر ہے کہ آدمی کسی غلام کو خود آزاد کرے یا اس کی مالی مدد کرے تاکہ وہ اپنا فدیہ ادا کرکے رہائی حاصل کر سکے۔ غلام کی آزادی یا اس میں مدد نیکی کے دشوار گذار راستے کی پہلی سیڑھی ہے۔

حدیث میں غلام آزاد کرنے کی بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ نبی ص نے فرمایا:- جس شخص نے ایک مومن غلام کو آزاد کیا، اللہ اس غلام کے ہر عضو کے بدلے میں آزاد کرنے والے شخص کے ہر عضو کو دوزخ کی آگ سے بچالیں گے۔ ہاتھ کے بدلے میں ہاتھ، پاؤں کے بدلے میں پاؤں، شرمگاہ کے بدلے میں شرمگاہ۔ (مسند احمد۔ بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی)

حضرت علی بن حسین رح (امام زین العابدین) نے اس حدیث کے راوی سعد بن مرجانہ سے پوچھا کیا تم نے ابوہریرہ رضہ سے یہ حدیث خود سنی ہے؟۔ انھوں نے کہا ہاں!۔ اس پر زین العابدین نے اپنے سب سے قیمتی غلام کو بلایا اور اسی وقت اسے آزاد کر دیا۔

مسلم میں بیان کیا گیا ہے کہ اس غلام کے لئے ان کو دس ہزار درہم قیمت مل رہی تھی۔

امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے مذکورہ آیت فَكُّ رَقَبَةٍ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ کی بناء پر کہا ہے کہ غلام آزاد کرنا صدقے سے افضل ہے کیوں کہ اللہ تعہ نے غلام آزاد کرنے کا ذکر صدقہ سے پہلے کیا ہے۔

اسلام غلامی کو پسند نہیں کرتا اور کسی آزاد انسان کو غلام بنانا اسلام کی نظر میں انتہائی ناپسندیدہ ہے چنانچہ ایک حدیث میں رسول اللہ ص نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعہ اس شخص سے سخت بازپرس کرے گا جس نے کسی آزاد شخص کو فروخت کرکے اس کی قیمت کھائی (رَجُلٌ بَاعَ حُرًّا ثُمَّ اَكَلَ ثَمَنَهٗ۔ بخاری)

اسی طرح کسی غریب کی گردن قرض کے جال سے نکالے یا کوئی بے وسیلہ آدمی کسی تاوان کے بوجھ سے مرگیا ہو تو اس کی جان چھڑائے یا کسی قرض دار کی گردن قرض سے چھڑوائے، مجبور بے آس کو آس دلائے۔ یہ سب اللہ کی پسندیدہ نیکیوں میں شامل ہیں جو انسان کے اندر بلند کردار اور اچھے اخلاق پیدا کرنے کا ذریعہ بنتی ہے۔

(۱۴) بھوک اور قحط کی حالت میں محتاجوں کو کھانا کھلانا | محتاجوں کو کھانا کھلانا ہر حال میں نیکی کا کام ہے لیکن بھوک کی حالت میں اور قحط کے زمانے میں اس کی ضرورت اور اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے بھوکا بے بس اور محتاج آدمی جسے غربت و افلاس کی شدت نے خاک میں ملا دیا ہو اور جس کی دست گیری کرنے والا کوئی نہ ہو ایسے لوگوں کی مدد سے آدمی کی شہرت کے ڈنکے تو نہیں بجتے اور نہ ان کو کھلا کر آدمی کی دولت مندی اور دریا دلی کے وہ چرچے ہوتے ہیں جو ہزاروں کھاتے پیتے لوگوں کی شان دار دعوتیں کرنے سے ہوا کرتے ہیں مگر اخلاق کی بلندیوں کی طرف جانے کا راستہ اسی دشوار گذار گھاٹی سے ہو کر گذرتا ہے۔

(۱۵) قرابت دار یتیم کی مدد کرنا | ہر یتیم مدد کا مستحق ہے لیکن اگر وہ یتیم بھی ہے اور اس کے ساتھ رشتہ داری بھی ہے یا وہ پڑوسی ہے تو اس کی مدد کرنے میں دوہرا ثواب ہے۔

یتیموں کے بارے میں حضور کے بے شمار ارشادات میں سے چند روایتیں یہ ہیں جن سے یتیم کی سرپرستی کی فضیلت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

حضرت سہل بن سعد کی روایت ہے رسول اللہ ص نے فرمایا میں اور وہ شخص جو کسی رشتہ دار یا غیر رشتہ دار یتیم کی کفالت کرے جنت میں اس طرح ہوں گے (یہ فرما کر آپ ص نے شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی کو اٹھا کر دکھایا اور دونوں انگلیوں کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ رکھا۔ (بخاری)

حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہے نبی ص نے فرمایا مسلمانوں کے گھروں میں بہترین گھر وہ ہے جس میں کسی یتیم سے اچھا سلوک ہو رہا ہو اور بدترین گھر وہ ہے جس میں کسی یتیم سے برا سلوک ہو رہا ہو۔ (ابن ماجہ، بخاری فی ادب المفرد۔)

اَوۡ مِسۡكِيۡنًا ذَا مَتۡرَبَةٍ ﴿١٦﴾ ثُمَّ كَانَ

كَانَ	ثُمَّ	ذَا مَتۡرَبَةٍ	مِسۡكِيۡنًا	اَوۡ
ہو	پھر	خاک نشین	مسکین	یا

یا خاک نشین مسکین کو پھر ہو اُن

مِنَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَتَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ

بِالصَّبۡرِ	وَتَوَاصَوۡا	اٰمَنُوۡا	الَّذِيۡنَ	مِنَ
صبر کی	اور باہم وصیت کی	ایمان لائے	جو	سے

لوگوں میں سے جو ایمان لائے اور انھوں نے باہم وصیت کی صبر کی

وَتَوَاصَوۡا بِالۡمَرۡحَمَةِ ﴿١٧﴾

	بِالۡمَرۡحَمَةِ	وَتَوَاصَوۡا
	رحم کھانے کی	اور باہم نصیحت کی

اور باہم رحم کھانے کی نصیحت کی

﴿١٦﴾ اَوۡ مِسۡكِيۡنًا ذَا مَتۡرَبَةٍ ○ لَصُوۡقٌ بِالتُّرَابِ لِفَقۡرِهٖ وَفِيۡ قِرَاءَةٍ بَدَلَ الۡفِعۡلَيۡنِ مَصۡدَرَانِ مَرۡفُوۡعَانِ مُضَافٌ الۡاَوَّلُ لِرَقَبَةٍ وَيُنَوَّنُ الثَّانِيۡ فَيُقَدَّرُ قَبۡلَ الۡعَقَبَةِ اِقۡتِحَامٌ وَالۡقِرَاءَةُ الۡمَذۡكُوۡرَةُ بَيَانُهٗ

﴿١٦﴾ یا نہایت درجہ محتاج کو کھانا کھلائے۔

﴿١٧﴾ ثُمَّ كَانَ عَطۡفٌ عَلٰى اِقۡتَحَمَ وَثُمَّ لِلتَّرۡتِيۡبِ الذِّكۡرِيِّ وَالۡمَعۡنٰى كَانَ وَقۡتَ الۡاِقۡتِحَامِ مِنَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَتَوَاصَوۡا اَوۡصٰى

﴿١٧﴾ پھر یہ کہ وہ ان لوگوں میں سے ہو

جو اللہ پر ایمان لائے
اور باہم ایک دوسرے کو بندگی کی اور گناہ سے

بَعْضُهُمْ بَعْضًا بِالصَّبْرِ عَلَى الطَّاعَةِ وَعَنِ الْمَعْصِيَةِ — باز رہنے کی نصیحت کرتے رہے

وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۝ اَلرَّحْمَةُ عَلَى الْخَلْقِ — اور مخلوق پر رحم کرنے کی وصیت کرتے رہے۔

تشریح

(۱۶) خاک نشین مسکین کی دست گیری کرنا | مسکین بھی ہر حال میں مدد کا مستحق ہے لیکن جب اسے غربت اور افلاس کی شدت نے خاک میں ملا دیا ہو اور بدحالی نے اسے زمین پر بٹھا دیا ہو تو وہ اور زیادہ مدد کا مستحق ہو جاتا ہے آدمی کے مال کا صحیح مصرف یہی ہے۔ ان کاموں میں اگرچہ ناموری نہیں ملتی مگر آدمی یہ کام کر کے اخلاق و کردار کی بلندی کی طرف جا سکتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رض نبی ص کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ بیوہ اور مسکین کی مدد کے لئے دوڑ دھوپ کرنے والا ایسا ہے جیسے جہاد فی سبیل اللہ میں دوڑ دھوپ کرنے والا۔

حضرت ابوہریرہ رض کہتے ہیں مجھے یہ خیال ہوتا ہے کہ حضور ص نے یہ بھی فرمایا تھا کہ وہ ایسا ہے جیسے وہ شخص جو نماز میں کھڑا رہے اور آرام نہ لے اور پے در پے روزے رکھے اور کبھی روزہ نہ چھوڑے۔

(اَلسَّاعِيْ عَلَى الْاَرْمِلَةِ وَالْمِسْكِيْنِ كَالسَّاعِيْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ وَاَحْسِبُهٗ قَالَ - كَالْقَائِمِ لَا يَفْتُرُ وَكَالصَّائِمِ لَا يُفْطِرُ) بخاری و مسلم

(۱۷) نیک عمل کے قبولیت کی شرط ایمان۔ اور مومنانہ معاشرے کی دو بڑی خصوصیات | یہ حقیقت ہے کہ اس کائنات کا اور خود انسان کا اور ہر ہر چیز کا پیدا کرنے والا اس کا خالق بلا شرکتِ غیرے اللہ تعہ ہے اور اسی لئے وہ حقیقی طور پر ہر چیز کا مالک ہے — " درحقیقت مالکِ ہر شئے خدا است "۔

اللہ تعہ نے اپنی حکمت سے انسان کو دنیا کی زندگی کی حد تک ایک محدود دائرے میں آزادی اور کچھ اختیارات دیئے ہیں اور دنیا کی کچھ چیزوں پر اس کو تصرف کرنے کا اور ان کو استعمال کرنے کا حق دیا ہے۔ یہ آزادی اور حق اللہ تعہ کا تفویض کردہ اور عطا کردہ ہے انسان کا پیدائشی حق نہیں ہے۔

اللہ تعہ نے انسان کو یہ محدود آزادی اور تصرف کا حق دے کر اس کا امتحان لیا ہے کہ وہ اس عطا کردہ آزادی اور اس کی اشیاء پر تصرف کے حق کو کس طرح استعمال کرتا ہے۔

اور اگر پروردگار کی عطا کردہ آزادی اور تصرف کا بے جا استعمال کرے گا یعنی اس طریقے کے خلاف جو اس کو بتایا گیا ہے ان چیزوں کو استعمال میں لائے گا تو اس سے باز پرس کی جائے گی اس کو پروردگار کے سامنے جواب دینا ہوگا اور وہ سزا کا مستحق قرار پائے گا۔

اس بنیادی چیز کو سامنے رکھتے ہوئے لازم ہے کہ انسان اپنی آزادی اور اشیاء پر تصرف کے اختیار کو اللہ تعہ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق استعمال کرے۔ خود رب کو بھی مانے اور رب کے بتائے ہوئے طریقے کو بھی مانے اس کے ان پیغمبروں اور کتابوں کو بھی مانے جنھوں نے اس طرح کی ہدایت کی ہے اسی کا نام ایمان ہے۔

اس لئے یہ بات بالکل بنیادی ہے کہ ایمان کے بغیر کوئی نیکی نیکی نہیں ہے اور کوئی نیکی معتبر نہیں ہے اور کوئی عمل قابل قدر اور ذریعہ نجات نہیں ہے۔ اس لئے قرآن مجید نے مختلف مقامات پر اس بات کو اچھی طرح کھول کھول کر بیان کر دیا ہے۔

سورۂ نساء میں ارشاد ہوا :۔

وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ ۔ (آیت ۱۲۴)

(اور جو نیک عمل کرے گا خواہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ ہو وہ مومن تو ایسے ہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔)

سورۂ نحل میں ارشاد ہوا :۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ

(جو شخص بھی نیک عمل کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ ہو وہ مومن اسے ہم دنیا میں پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے اور (آخرت میں) ایسے لوگوں کو ان کے اجر ان کے بہترین اعمال کے مطابق بخشیں گے)(آیت ۹۷)

قرآن مجید میں جہاں جہاں نیک عمل اور اس کے بدلے کا ذکر ہے وہاں اس کے ساتھ ایمان کی شرط لگی ہوئی ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ ایمان لاکر زمرۂ مومنین میں شامل ہو یعنی اس برادری کا حصہ بن جائے جو ایمان لانے والوں کی برادری ہے تاکہ یہ نیک لوگ مل کر ایک طاقت بن جائیں جن کے لئے نیکی کی راہیں آسان ہو جائیں۔

○ ایمان لانے والی اس برادری کی ایک خصوصیت یہ ہوگی کہ یہ خود بھی نیکی پر چلیں گے اور برادری کے دوسرے لوگوں کو بھی حوصلہ اور ہمت دلائیں گے کہ دیکھو نیکی پر قائم رہنا اور اچھائی پر چلنے میں ہر مشکل کا مقابلہ کرنا اور اس میں ہم سب ایک دوسرے کے ساتھ ہیں اگر کسی کو کوئی تکلیف ہوگی، کوئی پریشانی پیش آئے گی تو دوسرا صرف تماشا نہیں دیکھے گا بلکہ اس کا ساتھ دے گا اس کا حوصلہ بڑھائے گا اس کی ہمت افزائی کرے گا اور ہر طرح اس کے کام آنے کی کوشش کرے گا۔

○ اس مسلم برادری کی یہ بھی خصوصیت ہوگی کہ یہ ایک دوسرے کے ساتھ محبت کا رحم دلی کا اور نرمی کا برتاؤ کرنے والے ہوں گے۔ اگر کوئی ایک بھائی کسی تکلیف میں ہوگا تو دوسرا بھائی بھی اس کی تکلیف کو اس طرح محسوس کرے گا جیسے بدن کے ایک حصے میں تکلیف ہو تو دوسرا حصہ بھی اس کو محسوس کرتا ہے انسانی محبت اور ہمدردی کا تقاضا یہی ہے، جیسا کہ شیخ سعدیؒ نے اس بات کو اس طرح بیان کیا ہے کہ

بنی آدم اعضائے یک دیگر اند ❖ کہ در آفرینش زیک جوہر اند

چوں عضوے بدرد آورد روزگار ❖ دگر عضوہا را نماند قرار

انسان ایک دوسرے کے اعضاء کی طرح ہیں کیونکہ پیدائش میں سب ایک ہی جوہر سے ہیں جیسے بدن کے ایک حصے کو تکلیف ہوتی ہے تو دوسرے حصے بھی تکلیف سے تڑپ جاتے ہیں۔

اور حدیث میں اس بات کو اللہ کے رسول ﷺ نے اس طرح ارشاد فرمایا ہے :

تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ اِذَا اشْتَكٰى عُضْوًا تَدَاعٰى لَهٗ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى

(تم مومنوں کو آپس کے رحم اور ہمدردی کے معاملے میں ایک جسم کی طرح پاؤ گے کہ اگر ایک عضو میں تکلیف ہو تو سارا جسم اس کی خاطر بے خوابی اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔) —————— (بخاری و مسلم ۔ راوی حضرت نعمان بن بشیرؓ)

أُولٰٓئِكَ أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ ﴿١٨﴾ وَالَّذِيْنَ

وَالَّذِيْنَ	أَصْحَابُ + الْمَيْمَنَةِ	أُولٰٓئِكَ
اور جن لوگوں	برکت والے (خوش نصیب)	وہ (یہی) لوگ

یہی لوگ ہیں خوش نصیب اور جن لوگوں

كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ أَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ﴿١٩﴾

أَصْحٰبُ + الْمَشْئَمَةِ	هُمْ	بِاٰيٰتِنَا	كَفَرُوْا
نحوست والے (بدبخت)	وہ	ہماری آیات	انکار کیا

نے ہماری آیات کا انکار کیا وہ بدبخت لوگ ہیں

عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ﴿٢٠﴾

ع ۱۵ ۲۰ ۱۵

	مُّؤْصَدَةٌ	نَارٌ	عَلَيْهِمْ
	موندی (بند) کی ہوئی۔	آگ	ان پر

ان پر آگ موندی ہوئی ہے (انھیں آگ میں بند کردیا گیا ہے)

﴿١٨﴾ أُولٰٓئِكَ الْمَوْصُوْفُوْنَ بِهٰذِهِ الصِّفَاتِ أَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۝ الْيَمِيْنِ

(۱۸) جن لوگوں کی یہ صفات ہیں وہی ہیں داہنی طرف والے

﴿١٩﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ أَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۝ الشِّمَالِ.

(۱۹) اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا وہی ہیں بائیں طرف والے۔

﴿٢٠﴾ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ۝ بِالْهَمْزَةِ وَبِالْوَاوِ بَدَلَهُ مُطْبَقَةٌ

(۲۰) ان پر آگ مقرر کی گئی کہ وہ ان کو گھیرے گی۔

تشریح

(۱۸) یہ سعادت مند لوگ ہیں | یہ سعادت مند لوگ کامیاب اور بامراد لوگ ہیں۔ یہ امتحان میں پورے اترے ہیں۔ انھوں نے وہ صفات اپنے اندر پیدا کرلیں جو کامیابی کی ضمانت ہیں۔ یہ سعید روحیں ہیں جو ابدی سعادت سے بہرہ مند ہوں گی یہ بڑے خوش نصیب اور مبارک لوگ ہیں ان کو عرش عظیم کے دائیں جانب جگہ ملے گی۔

اصحاب المیمنہ (سیدھے ہاتھ والے لوگ) یعنی عالی مرتبہ اور مبارک لوگ۔ دائیں جانب عزت کا

نشان سمجھی جاتی ہے۔ اگر کوئی کسی بڑے آدمی کا خاص ہو تو کہا جاتا ہے کہ اس کا دست راست ہے۔ ان لوگوں کو اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا جو ان کی کامیابی کی علامت ہوگی۔ اللہ کے رسولؐ معراج میں تشریف لے گئے تو آپؐ نے دیکھا کہ حضرت آدمؑ کے داہنی طرف جو لوگ ہیں آپ ان کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ حضرت جبرئیلؑ نے بتایا کہ داہنی طرف وہ لوگ ہیں جو جنت میں جانے والے ہیں اس لیے حضرت آدمؑ ان کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔

(۱۹) اللہ کی آیتوں کا انکار کرنے والے بدبخت لوگ ہیں | وہ لوگ جنھوں نے اللہ کی آیتوں کو ماننے سے انکار کیا وہ بدبخت لوگ ہیں۔ یہ لوگ اللہ تعالٰی کے یہاں ذلت سے دوچار ہوں گے اور دربار الٰہی میں بائیں طرف کھڑے کئے جائیں گے۔ بائیں طرف ہونا ہلکے پن کی علامت سمجھی جاتی ہے۔ کسی کام کو ہلکا اور آسان کہنا ہو تو کہا جاتا ہے کہ یہ میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ حشر کے دن ان بدنصیب لوگوں کو جو اللہ کی آیتوں کے منکر ہوئے ان کا نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ بعض آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ پشت کی طرف سے بائیں ہاتھ میں پکڑا دیا جائے گا۔ اللہ کے رسولؐ معراج میں تشریف لے گئے تو آپؐ نے دیکھا کہ حضرت آدمؑ کے بائیں جانب کچھ لوگ ہیں جن کو دیکھ کر آپ غمگین ہوتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ دوزخ میں جانے والے لوگ ہیں جن کو دیکھ کر حضرت آدمؑ رنجیدہ ہو جاتے ہیں۔

(۲۰) یہ لوگ آگ میں بند کر دئے جائیں گے | یہ منکرین حق بائیں طرف والے لوگ بدنصیب اور شامت زدہ جن کا اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور عرش کے بائیں طرف کھڑے کئے جائیں گے۔ ان کو آگ میں ڈالنے کے بعد اوپر سے دروازے بند کر دیئے جائیں گے اور آگ ان کو اس طرح گھیرے ہوئے ہوگی کہ اس سے نکلنے کا کوئی راستہ نہ ہوگا۔





○ ترتیب تلاوت	۹۱	○ ترتیب نزول	۲۶
○ مکی / مدنی	مکیّ	○ تعداد رکوعات	۱
○ تعداد آیات	۱۵	○ تعداد الفاظ	۵۶
○ تعداد حروف	۲۵۴		

○ **سورت** کے پہلے لفظ " الشمس " کو سورت کا نام قرار دیا گیا ہے سورت کے مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورت مکہ مکرمہ کے اس زمانے میں نازل ہوئی جب دعوتِ اسلام کی مخالفت زور وشور سے شروع ہو چکی تھی۔

○ **سورت** کا اصل موضوع یہ سمجھانا ہے کہ نیکی اور بدی میں اور اس کے انجام میں فرق ہے۔

○ **اپنے** مضمون کے اعتبار سے یہ سورت دو حصوں میں تقسیم ہے۔ پہلا حصہ سورت کے آغاز سے آیت ۱۰ پر ختم ہوتا ہے۔

اس میں چار چیزوں کو بطور دلیل و شہادت پیش کر کے سمجھایا گیا ہے کہ ان چیزوں میں اور ان کے نتائج میں صاف طور پر فرق ہے۔ اسی طرح نیکی اور بدی اور اس کے نتیجوں میں بھی فرق ہے

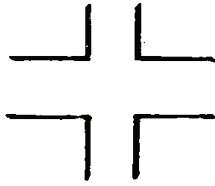
ان میں تین چیزیں وہ ہیں جو آنکھوں سے نظر آتی ہیں اور ہر شخص ان کو سر کی آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے اور چوتھی چیز وہ ہے جس کو ہر آدمی اپنے اندر محسوس کر سکتا ہے۔

ان شہادتوں کی روشنی میں بتایا گیا ہے کہ جس نے اپنے نفس کے اچھے رجحانات کو ابھارا وہ کامیاب رہا اور جس نے برائی کے رجحانات کو ابھارا وہ نامراد ہوگا۔

سورت کے دوسرے حصے میں قوم ثمود کی تاریخ کو پیش کرتے ہوئے رسالت کی اہمیت واضح کی گئی ہے کہ بغیر رسول کے اور اس کی ہدایت اور تعلیم کے فطری نیکی کام نہیں کر سکتی — کیوں کہ رسول وحی کے ذریعے کھول کھول کر بتاتے ہیں کہ نیکی کیا ہے اور بدی کیا ہے۔ ؟

ایسے ہی ایک رسول حضرت صالحؑ قوم ثمود کی طرف بھیجے گئے تھے۔ مگر قوم ثمود نفس کی برائی میں ڈوب کر اتنی سرکش ہو گئی تھی کہ اس نے رسول کی بات کو نہیں مانا۔

قوم ثمود کا واقعہ نقل کرتے ہوئے بغیر کہے یہ بات کہہ دی گئی کہ قوم ثمود کی طرح پیغمبر کو جھٹلانے والے لوگ اپنے انجام سے بے خبر نہ رہیں۔



آیاتہا ۱۵	۹۱ سُوْرَۃُ الشَّمْسِ مَکِّیَّۃٌ ۲۶	رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے بہت مہربان، رحم کرنے والا ہے

وَالشَّمْسِ وَضُحٰـهَا ① وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰـهَا ②

تَلٰـهَا	اِذَا	وَالْقَمَرِ	وَضُحٰـهَا	وَالشَّمْسِ
اس کے پیچھے نکلے	جب	اور چاند کی	اور اس کی روشنی	سورج کی قسم

قسم ہے سورج کی اور اس کی روشنی کی، اور چاند کی جب اس کے پیچھے سے نکلے۔

سُوْرَۃُ الشَّمْسِ مَکِّیَّۃٌ
خَمْسَ عَشَرَۃَ اٰیَۃً
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

① وَالشَّمْسِ وَضُحٰـهَا ○ ضوءها
② وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰـهَا ○ تبعها
طالعا عند غروبها

سورۂ والشمس مکی ہے اس میں پندرہ آیتیں ہیں
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
شروع اللہ کے نام سے جو بہت بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے

① وَالشَّمْسِ وَضُحٰـهَا وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰـهَا الخ قسم ہے سورج کی اور اس کی
② اور قسم ہے چاند کی جب وہ اس کے پیچھے ہو یعنی نکلے بوقت غروب شمس کے

تشریح

① **سورج اور اس کی دھوپ کی قسم** | سورج کی روشنی اس کی حرارت اور گرمی، اس کو سب لوگ دیکھتے ہیں محسوس کرتے ہیں جب سورج نکلتا ہے تو چار دانگ عالم میں اس کی روشنی پھیل جاتی ہے جیسے جیسے سورج چڑھنے لگتا ہے اس کی تمازت اور گرمی بڑھنے لگتی ہے۔ معلوم ہوا کہ سورج اپنے خالق کے احکام کا پابند ہے اور اس کی باگ ڈور اس کے پیدا کرنے والے کے ہاتھ میں ہے۔ سورج اور اس کی روشنی کے جو فائدے ہیں اور اس سے انسان جو نفع حاصل کرتا ہے اور اس کی دھوپ سے جو طرح طرح کے کام نکلتے ہیں اس کے اثرات چاند سے بالکل مختلف ہیں جس طرح سورج اور چاند اور اس کی روشنی میں فرق ہے اسی طرح نیکی اور بدی اور اس کے نتیجے میں بھی فرق ہے۔

② **سورج کے پیچھے آنے والے چاند کی قسم** | رات آتی ہے سورج چھپ جاتا ہے اور اس کے پیچھے پیچھے چاند آجاتا ہے۔ سورج کے مقابلے میں چاند اپنی کوئی روشنی نہیں رکھتا وہ اس وقت چمکتا ہے جب سورج چھپ جاتا ہے چاند کی روشنی نہ اتنی تیز ہوتی ہے کہ رات کو دن بنادے نہ اس میں کوئی گرمی ہوتی ہے کہ وہ کام کرسکے جو سورج کی گرمی کرتی ہے۔ لیکن اس کے اپنے کچھ اثرات ہیں جو سورج کے اثرات سے بالکل مختلف ہوتے ہیں —— جس طرح چاند اور سورج میں فرق ہے اور اس کی روشنی میں فرق ہے اور اس کے اثرات ایک دوسرے سے مختلف ہیں اسی طرح نیکی اور بدی میں فرق ہے اور اس کے نتائج بھی ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ جس طرح کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ چاند سورج ایک ہیں اسی طرح یہ نہیں کہہ سکتا کہ نیکی اور بدی ایک ہے۔ جس طرح سورج اور چاند کے نتائج الگ الگ ہیں اسی طرح نیکی اور بدی کے نتائج بھی الگ الگ ہیں۔ نیکی کا انجام اچھا اور بدی کا انجام برا ہے۔

سورج کی طرح چاند بھی اپنے پیدا کرنے والے کے حکم پر چلتا ہے اور اس کی باگ ڈور بھی اس کے خالق کے ہاتھ میں ہے۔

وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا ۝۳ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا ۝۴ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا ۝۵

وَالنَّهَارِ	اِذَا	جَلّٰهَا	وَالَّيْلِ	اِذَا	يَغْشٰهَا	وَالسَّمَآءِ	وَمَا	بَنٰهَا
اور دن کی	جب	وہ روشن کردے	اور رات کی	جب	اسے ڈھانپ دے	اور آسمان کی	اور جس	اسے بنایا

اور دن کی جب وہ اسے روشن کردے اور رات کی جب وہ اسے ڈھانپ دے اور قسم آسمان کی اور جس نے اسے بنایا۔

(۳) وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا ۝ بِارْتِفَاعِهٖ

(۴) وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا ۝ يُغَطِّيْهَا بِظُلْمَتِهٖ
وَاِذَا فِي الثَّلٰثَةِ لِمُجَرَّدِ الظَّرْفِيَّةِ وَالْعَامِلُ فِيْهَا فِعْلُ الْقَسَمِ

(۵) وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا ۝

(۳) اور قسم ہے دن کی جب وہ آفتاب کو خوب کھول دے دن چڑھ جاوے۔

(۴) اور قسم ہے رات کی جب وہ اپنے اندھیرے سے سورج کو چھپا لے۔

(۵) اور قسم ہے آسمان کی اور اس کے بنانے کی یا بنانے والے کی۔

تشریح

(۳) دن کی قسم جب وہ سورج کو چمکا دیتا ہے | دن نکلتا ہے اور سورج چمک اٹھتا ہے اس کی روشنی نمایاں ہوجاتی ہے دن کی سرگرمیاں اور بھاگ دوڑ شروع ہوجاتی ہے۔ پوری دنیا جیسے جاگ اٹھتی ہے۔ دن کا اجالا اپنے ساتھ رونق لے کر آتا ہے۔ دن کے پھیلنے اور اس کے نتائج میں جو فرق ہے وہ سب کے سامنے ہے۔ اسی طرح نیکی اور بدی میں بھی فرق ہے اور نیکی اور بدی کے نتائج میں بھی فرق ہے —— اور جس طرح سورج جو دن کا اجالا پھیلاتا ہے وہ ایک قانون کے ساتھ بندھا ہوا ہے اسی طرح انسان بھی ایک قانون کے ساتھ بندھا ہوا ہے قدرت کے اس نظام اور قانون سے انحراف کی گنجائش نہیں ہے ورنہ سارا نظام درہم برہم ہوجاتا ہے۔

(۴) رات کی قسم جب وہ سورج کو چھپا لے | رات کی چادر سورج کو ڈھانپ لیتی ہے۔ دنیا تاریکی میں ڈوب جاتی ہے۔ رات کا اندھیرا اپنے ساتھ خاموشی لے کر آتا ہے انسان اپنے اپنے ٹھکانوں میں چلے جاتے ہیں اور جانور اپنی اپنی جگہ بسیرا لینے پہنچ جاتے ہیں رات اور اس کے اثرات بالکل مختلف ہوتے ہیں۔ اسی طرح نیکی اور بدی میں فرق ہوتا ہے اور اس کے اثرات بھی مختلف ہوتے ہیں۔

زمین کے جس حصے پر رات طاری ہوتی ہے وہاں سورج نمودار نہیں ہوسکتا وہ رات کے وقت اپنا چہرہ چھپانے کے لئے مجبور ہے۔ کیوں کہ وہ اس قانون کی پابندی سے اِدھر اُدھر نہیں ہوسکتا جو اس کے بنانے والے نے اس کے لئے مقرر کردیا ہے۔

(۵) آسمان کی اور اس ذات کی قسم جس نے آسمان کو قائم کیا | آسمان کی بناوٹ اور اس کی بلندی انسان کو متوجہ کرتی ہے۔ اس کی بلندی گواہی دے رہی ہے کہ جس قادر مطلق نے اس کو بنایا ہے وہ بڑی عظمت والا ہے۔ بغیر ستون کے کھڑی ہوئی یہ چھت اس کے فائدے اور اس کے نتائج کچھ اور ہیں جو زمین سے مختلف ہیں کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ بلند آسمان اور یہ پیروں کے نیچے زمین اور اس سے نکلنے والے نتیجے ایک ہیں۔ جس طرح ان دونوں میں فرق ہے اسی طرح نیکی اور بدی کے نتائج میں بھی فرق ہے اور جس طرح آسمان اپنے بنانے والے کے قانون کا پابند ہے۔ اسی طرح انسان بھی اس کے قانون کا پابند ہے۔

وَالۡاَرۡضِ وَمَا طَحٰهَا ۝۶ وَنَفۡسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۝۷

وَالۡاَرۡضِ	وَمَا	طَحٰهَا	وَنَفۡسٍ	وَّمَا	سَوّٰىهَا
اور زمین کی	اور جو	اسے پھیلایا	اور نفس (انسان) کی	اور جس	اسے درست کیا

اور زمین کی اور جس نے اسے پھیلایا اور انسان کی اور جس نے اسے درست کیا

(۶) وَالۡاَرۡضِ وَمَا طَحٰهَا ۝ بَسَطَهَا

(۷) وَنَفۡسٍ بِمَعۡنٰى نُفُوۡسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۝ فِى الۡخِلۡقَةِ وَمَا فِى الثَّلٰثَةِ مَصۡدَرِيَّةٌ اَوۡ بِمَعۡنٰى مَنۡ

(۶) اور قسم ہے زمین کی اور اس کے بچھانے کی یا بچھانے والے کی۔

(۷) اور قسم ہے تمام جانوں کی اور ان کی پیدائش کی برابری کی یا برابر کرنے والے کی۔

تشریح

(۶) زمین کی اور اس ذات کی قسم جس نے اسے بچھایا | زمین جو ہمارے پیروں کے نیچے ہے انسان کے لئے گہوارہ بنی ہوئی ہے پروردگار نے اسے بود و باش کے لئے بنایا ہے اور اسے انسان کے لئے بچھونا بنا دیا۔ اس زمین اور آسمان میں اور اس کے فائدوں اور نتیجوں میں جو واضح فرق معلوم ہوتا ہے وہی فرق نیکی اور بدی میں اور اس کے نتیجوں میں ہے۔ جس طرح زمین اپنی حرکت میں ایک قانون کی پابند ہے اسی طرح انسان بھی اللہ کے قانون کا پابند ہے۔ مذکورہ آیات میں

سورج اور چاند ◯ دن اور رات ◯ آسمان اور زمین ◯

تین وہ چیزیں جو آنکھوں سے نظر آتی ہیں اس شہادت اور دلیل کے طور پر پیش کی گئی ہیں کہ جس طرح

سورج اور چاند میں ——— دن اور رات میں ——— آسمان اور زمین میں

فرق ہے۔ اور ان چیزوں سے حاصل ہونے والے نتیجوں میں فرق ہے اسی طرح نیکی اور بدی میں بھی فرق ہے۔ نیکی اور بدی ایک نہیں ہیں۔

اور جس طرح ان کے نتیجوں میں فرق ہے نیکی اور بدی کے نتیجوں میں بھی فرق ہے نیکی کا نتیجہ اچھا نکلے گا اور بدی کا نتیجہ برا نکلے گا۔

اب چوتھی مثال اور شہادت اس چیز کی دی جا رہی ہے۔ جو آنکھوں سے نظر نہیں آتی مگر ہر شخص اپنے اندر اس کو محسوس کرتا ہے۔

(۷) نفس انسانی اور اس ذات کی قسم جس نے اس کو ہموار کیا | اللہ تعالیٰ نے نفس انسانی کو سیدھی فطرت پر پیدا کیا اور اس میں اعلیٰ صلاحیتیں ودیعت فرمائیں۔ اسے عقل و فکر کی طاقت اور ایسی ذہنی قوتیں عطا کیں جن کی بدولت وہ اس کام کے قابل ہوا جو اس کے کرنے کا ہے۔

اچھی فطرت کے علاوہ اسے موزوں جسم اور بہترین دماغ عطا کیا۔ اسے ایسے حواس عطا کئے جو اپنے تناسب اور خصوصیات کی وجہ سے بہترین ذریعہ علم بن سکتے ہیں اس میں نیکی اور بدی کے راستے پر چلنے کی استعداد رکھی اور استعداد کے علاوہ اسے بھلائی برائی کا فرق کرنے کی صلاحیت بھی دی۔ جس کا بیان اگلی آیت میں ہے۔

فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوٰهَا ۝۸ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ

مَنْ	قَدْ أَفْلَحَ	وَتَقْوٰهَا	فُجُوْرَهَا	فَأَلْهَمَهَا
جو	کامیاب ہوا	اور اس کی پرہیزگاری	اس کا گناہ	اس کے دل میں ڈالی

پھر اس کے گناہ اور پرہیزگاری (کی سمجھ) دل میں ڈالی۔ تحقیق کامیاب ہوا جس نے

زَكّٰهَا ۝۹ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ۝۱۰

دَسّٰهَا	مَنْ	خَابَ	وَقَدْ	زَكّٰهَا
اسے خاک میں ملایا	جو۔ جس	نامراد ہوا	اور تحقیق	اس کو پاک کیا

اس کو پاک کیا اور تحقیق نامراد ہوا جس نے اسے خاک میں ملایا۔

(۸) فَأَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا ۝ بَيَّنَ طَرِيْقَيِ الْخَيْرِ وَالشَّرِّ وَأَخَّرَ التَّقْوٰى رِعَايَةً لِرُؤُسِ الْآيِ وَجَوَابُ الْقَسَمِ

(۸) پھر ان کے جی میں ڈالا معصیت اور پرہیزگاری کو۔

(۹) قَدْ أَفْلَحَ حُذِفَتْ مِنْهُ اللَّامُ لِطُوْلِ الْكَلَامِ مَنْ زَكّٰهَا ۝ طَهَّرَهَا مِنَ الذُّنُوْبِ

(۹) بیشک نجات پائی اس نے جس نے اپنے نفس کو گناہوں سے پاک کیا۔

(۱۰) وَقَدْ خَابَ خَسِرَ مَنْ دَسّٰهَا ۝ أَخْفَاهَا بِالْمَعْصِيَةِ أَصْلُهُ دَسَّسَهَا أُبْدِلَتِ السِّيْنُ الثَّانِيَةُ أَلِفًا تَخْفِيْفًا

(۱۰) اور بلاشک نقصان اٹھایا اس نے جس نے اس کو گناہوں سے چھپایا۔

تشریح

(۸) اس کو بدکاری سے بچنے اور پرہیزگاری اختیار کرنے کی سمجھ عطا کی اللہ تعالیٰ نے انسان کو نیکی اور بدی کا شعور عطا کیا ہے جس کی بنا پر وہ خیر و شر میں امتیاز کرتا ہے اور یہ محسوس کرتا ہے کہ کون سے کام اچھے ہیں اور کون سے کام برے۔ انسان، جھوٹ ظلم و زیادتی اور بے حیائی کو فطرتاً برا سمجھتا ہے اور سچائی' انصاف' انسانی ہمدردی اور شرم و حیا کی پاسداری کو اچھا سمجھتا ہے۔ یہ شعور درحقیقت فطرت کی رہنمائی ہے اور یہ رہنمائی اللہ نے ہر نفس کے اندر ودیعت فرمائی ہے جسے الہام سے تعبیر کیا گیا ہے

یہ شعور انسان کے اپنے نفس کی شہادت ہے کہ وہ اخلاقی وجود رکھنے والی ذمے دار مخلوق ہے۔

فطرت کی اس رہنمائی کے ساتھ اللہ نے آسمانی ہدایت کے ذریعے مکمل رہنمائی کا انتظام کیا ہے۔ اور اللہ کے پیغمبروں نے کھول کھول کر بتلا دیا کہ یہ راستہ بدی کا ہے اور یہ پرہیزگاری کا ہے۔

جس نے اللہ کے نبیوں کی ہدایت اور فطرت کی رہنمائی کو قبول کر لیا اس کے بارے میں بتایا جا رہا ہے کہ وہ بامراد ہوا۔

(۹) کامیاب ہوا جس نے نفس کا تزکیہ کیا | جس نے نفس یعنی روح کو پاک کر لیا اور سنوار لیا وہ مراد کو پہنچا۔ نفس کو برائیوں سے پاک کرنا اور اچھی باتوں سے نفس کو نشو و نما دینا، نفس کی اس طرح تربیت کرنا کہ اس میں خیر ابھرے اور نیکیاں پروان چڑھیں۔ نفس کا حقیقی ارتقاء اور روح کی بالیدگی خیر کا وصف پیدا کرنے میں ہے۔

اس حقیقت کو اس مثال سے سمجھا جا سکتا ہے کہ ایک پودا اسی صورت میں نشو و نما پاتا ہے جب اسے سازگار ماحول مل جائے اور اس کی آبیاری کی جاتی رہے۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ انسان ہدایت خداوندی کو قبول کر کے اپنے آپ کو اللہ کی راہ پر ڈال دے۔ یہ اطاعت کی راہ شریعت کی راہ ہے جس پر چل کر آدمی نیک کردار اور صالح بن سکتا ہے۔

انسان اپنے نفس کی پاکیزگی کے لئے اللہ تعالیٰ سے توفیق طلب کرتا رہے۔ نبی ﷺ نے ایک دعا کی تعلیم دی ہے جو نفس کی پاکیزگی کے لئے بڑی مددگار بن سکتی ہے۔

اَللّٰهُمَّ اٰتِ نَفْسِیْ تَقْوٰهَا وَ زَكِّهَا اَنْتَ خَیْرُ مَنْ زَكّٰهَا اَنْتَ وَلِیُّهَا وَ مَوْلٰهَا۔ (مسلم۔ کتاب الذکر)

" خدایا میرے نفس کو اس کا تقویٰ عطا فرما اور اس کا تزکیہ کر کہ تو بہترین تزکیہ کرنے والا ہے۔ اور اس کا سرپرست اور مددگار ہے۔"

(۱۰) نامراد ہوا جس نے روح کو خاک میں ملا دیا | روح عطیۂ ربانی اللہ تعالیٰ کا ایک بہت بڑا تحفہ اور انعام ہے جس انسان نے اس نعمت کی قدر نہ کی روح کے تقاضوں کو دبایا اور اس کو خاک میں ملا یا وہ نامراد ہو گیا۔ جس نے نفس کی باگ شہوت و غضب کے ہاتھ میں دے دی اور خواہش و ہوا کا بندہ بن گیا اس نے خود اپنے آپ کو ذلیل کر لیا بجائے اس کے کہ تقویٰ اختیار کر کے نفس کا تزکیہ کرتا اس نے فجور اور بدی کی راہ اختیار کی اور نفس کو برائیوں اور گناہ سے آلودہ کر لیا اس طرح نیکی کے رجحانات کو دبانے اور بدی کے رجحانات کو اپنے اوپر غالب کرنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس کا وجود دب کر رہ گیا اس کی بہترین صلاحیتیں مرجھا گئیں۔

قرآن نے بڑی خوب صورتی کے ساتھ اور دل میں اتر جانے والے دلائل کے ساتھ ثابت کر دیا کہ سورج سے لے کر نفس انسانی تک سب کی باگ ڈور اللہ کے ہاتھ میں ہے اور ان سب چیزوں کا وجود اور ان سے پیدا ہونے والی کیفیات زبان حال سے اس بات کی شہادت دیتی ہیں کہ ان کا خالق زبردست قدرت کا مالک ہے اور بڑا حکیم و دانا ہے۔

انسان کے لئے صحیح رویہ یہی ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے پروردگار کی اطاعت و بندگی کی راہ اختیار کرے اور اس احساس کے ساتھ ذمہ دارانہ زندگی گزارے کہ اسے اپنے رب کے حضور جواب دہی کے لئے حاضر ہونا ہے۔

اقوام عالم کے واقعات اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ جن لوگوں نے اس کے برخلاف رویہ اختیار کیا پروردگار کی نافرمانی اور سرکشی کی وہ اپنے بھیانک انجام سے دوچار ہوئیں ——— اس سلسلے میں قوم ثمود کی سرکشی اور ان کا عبرت ناک انجام آنے والی آیتوں میں تاریخی شہادت کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَا ⑪ اِذِ انْۢبَعَثَ

اِنْۢبَعَثَ	اِذِ	بِطَغْوٰىهَا	ثَمُوْدُ	كَذَّبَتْ
اٹھ کھڑا ہوا	جب	اپنی سرکشی	ثمود	جھٹلایا

ثمود نے اپنی سرکشی (کی وجہ) سے جھٹلایا، جب ان کا بدبخت اٹھ کھڑا

اَشْقٰىهَا ⑫ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ

نَاقَةَ	اللّٰهِ	رَسُوْلُ	لَهُمْ	فَقَالَ	اَشْقٰىهَا
اونٹنی	اللہ	رسول	ان سے	تو کہا	اس کا بدبخت

ہوا تو ان سے اللہ کے رسول نے کہا (خبردار ہو) اللہ کی اونٹنی

اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا ⑬ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا

فَعَقَرُوْهَا	فَكَذَّبُوْهُ	وَسُقْيٰهَا	اللّٰهِ
پھر اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں	پھر اس کو جھٹلایا	اور اس کی پانی کی باری	اللہ

اور اس کے پانی پینے کی باری سے۔ پھر انھوں نے اس کو جھٹلایا اور اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں

فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ⑭

فَسَوّٰىهَا	بِذَنْۢبِهِمْ	رَبُّهُمْ	عَلَيْهِمْ	فَدَمْدَمَ
پھر انھیں برابر کر دیا	ان کے گناہ کے سبب	ان کا رب	ان پر	پھر ہلاکت ڈالی

پھر ان کے رب نے ان پر ان کے گناہ کے سبب ہلاکت ڈالی پھر انھیں برابر کر دیا

وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ⑮ ع

ع ۱ ۱۵ ۱۶

	عُقْبٰهَا	وَلَا يَخَافُ
	ان کا انجام	اور وہ نہیں ڈرتا

اور وہ ان کے انجام سے نہیں ڈرتا

⑪ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ رَسُوْلَهَا صَالِحًا بِطَغْوٰىهَا ○ بِسَبَبِ طُغْيَانِهِمْ

⑪ ثمود نے اپنے پیغمبر صالحؑ کو جھٹلایا۔

(۱۲) اِذِ انْبَعَثَ اَشْقٰىهَا ۝ وَاِسْمُهٗ قُدَارٌ اِلٰى عَقْرِ النَّاقَةِ بِرِضَاهُمْ

(۱۲) جس وقت کہ ان کے بدبخت قدار نے اونٹنی کی کونچیں کاٹنے کو ان سب کی رضا سے آمادگی ظاہر کی جلدی کی۔

(۱۳) فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَالِحٌ نَاقَةَ اللّٰهِ اَیْ ذَرُوْهَا وَسُقْیٰهَا ۝ وَشُرْبَهَا فِیْ یَوْمِهَا وَكَانَ لَهَا یَوْمٌ وَلَهُمْ یَوْمٌ

(۱۳) سو ان سے پیغمبر خدا یعنی صالح ع نے کہا کہ جو دن اونٹنی کے پانی کے لئے مقرر کیا گیا ہے اس کو اس کے لیے خالص کر دو تم اس دن پانی نہ پیو اور اپنے جانوروں کو پانی نہ پلاؤ۔ جو دن تمہارے لئے خاص ہے اس میں تم پیو اور پلاؤ۔

(۱۴) فَكَذَّبُوْهُ فِیْ قَوْلِهٖ ذٰلِكَ عَنِ اللّٰهِ تَعَالٰى اَلْمُرَتَّبُ عَلَیْهِ نُزُوْلُ الْعَذَابِ بِهِمْ اِنْ خَالَفُوْهُ فَعَقَرُوْهَا قَتَلُوْهَا لِیَسْلَمَ لَهُمْ مَاءُ شُرْبِهَا فَدَمْدَمَ اَطْبَقَ عَلَیْهِمْ رَبُّهُمْ اَلْعَذَابَ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ۝ اَیِ الدَّمْدَمَةَ عَلَیْهِمْ اَیْ عَمَّتْهُمْ بِهَا فَلَمْ یُفْلِتْ مِنْهُمْ اَحَدٌ

(۱۴) سو انھوں نے صالح ع کو اس کلام میں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہتے تھے اور جس پر عذاب کا آنا مرتب تھا اگر وہ اس حکم کی مخالفت کریں۔ جھوٹا سمجھا۔

پس مار ڈالا انھوں نے اونٹنی کو تاکہ سب پانی انھیں کے واسطے رہے۔
پس ڈھکا ان کو اللہ نے عذاب سے

بسبب ان کے گناہوں کے۔ یعنی عذاب نے ان کو گھیرا پس برابر کر دیا ان پر عذاب یعنی وہ سب ہلاک ہو گئے۔ کوئی ان میں سے باقی نہ بچا۔

(۱۵) وَلَا بِالْوَاوِ وَالْفَاءِ یَخَافُ تَعَالٰى عُقْبٰهَا ۝ تَبِعَتَهَا

(۱۵) اور اللہ تعالیٰ کو اس کا کچھ خوف نہیں کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔ یعنی یہ کہ ان سے بدلہ لینے کا اندیشہ ہو یہ نہیں۔

تشریح

(۱۱) **قوم ثمود کی سرکشی اور اس کا انجام** | قوم ثمود یا قوم صالح ان کا علاقہ حِجر کے نام سے جانا جاتا ہے مدینے اور تبوک کے درمیان حجاز ریلوے سے سفر کرتے ہوئے ایک اسٹیشن پڑتا ہے جسے مدائن صالح کہتے ہیں یہی اس قوم کا صدر مقام تھا۔ آج بھی اس علاقے میں پتھر کی عمارتوں کے وہ کھنڈرات موجود ہیں جن کو قوم ثمود نے پہاڑوں کو کاٹ کر بنایا تھا۔

غزوہ تبوک کے موقعہ پر نبی ﷺ جب ادھر سے گذرے تو آپ ﷺ نے ایک کنوئیں کے بارے میں بتایا کہ یہی وہ کنواں ہے جس سے حضرت صالح ؑ کی اونٹنی پانی پیتی تھی۔ آپ ﷺ نے ایک پہاڑی کا درّہ بھی دکھایا کہ اسی درّے سے وہ اونٹنی پانی پینے کے لئے آتی تھی ـ جب حضرت صالح ؑ نے قوم ثمود کو بندگی رب کی دعوت دی تو انھوں نے مطالبہ کیا کہ ہمیں کوئی ایسی کھلی نشانی دکھاؤ جس سے معلوم ہو جائے کہ تم واقعی اللہ کے پیغمبر ہو۔ قوم ثمود کی فرمائش پر معجزانہ طریقے سے ایک پتھر سے یہ اونٹنی نکلی۔ یہ معجزاتی طریقے پر پیدا ہوئی تھی اس کا ڈیل ڈول عام اونٹوں سے بہت بڑا تھا۔ مگر اس نشانی کو دیکھ کر بھی جن کو ایمان نہیں لانا تھا وہ نہیں لائے ـ حضرت صالح نے ان کو باخبر کیا کہ اس اونٹنی کو برے ارادے سے ہاتھ مت لگانا ورنہ تمہیں دردناک عذاب گھیرے گا۔ مگر ان لوگوں نے حضرت صالح ؑ کی بات نہیں مانی اور آپس میں مشورہ کر کے انھوں نے اس اونٹنی کو قتل کر دیا۔ حضرت صالح ؑ نے قوم ثمود کو اللہ کی نعمتیں یاد دلائیں کہ دیکھو قوم عاد کے بعد اللہ نے تمہیں ان کا جانشین بنایا تم اللہ کی زمین پر عالی شان محلات بناتے ہو پہاڑوں کو کاٹ کاٹ کر مکان تراشتے ہو۔ اگر تم قوم عاد کی طرح سرکشی کرو گے تو ان کی طرح تم بھی تباہ و برباد ہو جاؤ گے۔ اللہ کے کرشموں سے غافل نہ ہو اور زمین میں فساد برپا مت کرو۔

حضرت صالح ؑ پر ایمان لانے والے زیادہ تر کمزور طبقے کے لوگ تھے جن کے پاس کوئی ظاہری طاقت و قوت تو نہیں تھی۔ قوم کے جو بڑے بڑے سردار تھے وہ اپنی سرداری اور دولت میں مست، اور آنے والے وقت سے بے خبر تھے۔ انھوں نے تکبر کے ساتھ ایمان لانے والے کمزور لوگوں سے کہا کہ کیا واقعی تم یہ بات جانتے ہو کہ صالح ؑ اللہ کے پیغمبر ہیں ان صاحب ایمان لوگوں نے کہا کہ جس سچے پیغام کے ساتھ ان کو بھیجا گیا ہے ہم اُن کو تسلیم کرتے ہیں۔

قوم کے سرداروں نے بڑائی کے ساتھ کہا کہ جس کو تم مانتے ہو ہم اس کا انکار کرتے ہیں بھلا اس میں ایسی کون سی بڑائی ہے کہ اس کو پیغمبر بنایا جائے وہ ہماری قوم کا ایک عام آدمی ہے۔ لیکن پیغمبر کسی کے بنانے یا نہ بنانے کا نام نہیں ہے یہ اللہ تعالیٰ کا اپنا انتخاب ہے جس کو چاہے اپنا سفیر مقرر کر دے اور جس سے جو چاہے کام لے۔ اس لئے قوم کے سرداروں کا یہ تکبر بالکل بے جا تھا۔

حالاں کہ یہ معجزاتی اونٹنی انہی کی فرمائش پر پیدا ہوئی تھی لیکن اس کھلی نشانی کو دیکھ کر بھی وہ ایمان نہیں لائے اور ایسا لگتا ہے کہ اس معجزاتی اونٹنی سے وہ خوف زدہ تھے۔ اپنے اس خوف کو دور کرنے کے لئے قوم کے ان بدبختوں نے اونٹنی کے قتل کا فیصلہ کر لیا اور قدار نامی ایک شخص کو اس کام کے لئے تیار کیا۔ حالاں کہ حضرت صالح ؑ نے یہ تنبیہ کر دی تھی کہ دیکھو اس

اونٹنی کے بارے میں کوئی غلط ارادہ مت کرنا۔ اللہ کی زمین پر جہاں یہ چرتی ہے اس کو چرنے دینا۔ مگر انھوں نے حضرت صالح ؑ کی اس بات پر کان نہیں دھرے اور قدار نے قوم کے مشورے سے اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔ حضرت صالح ؑ سے کہا کہ اگر تم واقعی پیغمبر ہو تو جس عذاب کی تم دھمکی دے رہے ہو اُسے لے آؤ۔ آخر قوم کی حرکتیں جب حد سے گزر گئیں تو ایک دن اللہ کا عذاب نازل ہوگیا اور ایک دہلا دینے والی آفت نے ان سب کو گھیر لیا۔ وہ ایک زبردست چیخ تھی یا ایسی زوردار آواز تھی کہ قوم کے سارے لوگ اوندھے پڑے رہ گئے اور پوری بستی ہلاک ہوگئی۔

یہ انجام ہوا اس قوم کا جو عمارتیں بنانے میں اپنے وقت کی بے مثال قوم تھی۔ ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان جب صحیح راستے سے بھٹک جاتا ہے اور تکبر اور غرور میں مبتلا ہوجاتا ہے تو اس کی وہ صلاحیتیں جو تعمیر کے کام میں آنی چاہئیں تخریب و فساد کا ذریعہ بن جاتی ہیں۔

آج بھی ہمارے سامنے وہ قومیں اور ملک ہیں جو ٹیکنالوجی میں اپنا جواب نہیں رکھتے لیکن اس ہنرمندی سے وہ دنیا کی تعمیر اور آبادی کے بجائے دنیا کی دوسری قوموں کو اپنا غلام بنانا چاہتے ہیں اور ان کی ترقیات راحت کے بجائے آفت کا سامان بن گئیں۔

اللہ کے اس عذاب کے بعد حضرت صالح ؑ یہ کہتے ہوئے ان کی بستیوں سے نکل گئے کہ اے برادرانِ قوم اللہ نے مجھ پر جو ذمہ داری ڈالی، اس کا پیغام پہنچانے کی وہ ذمہ داری میں نے پوری کردی۔ میں نے تمہاری بہت خیرخواہی کی کہ تم سیدھے راستے پر آجاؤ، گمراہی کے راستے کو چھوڑ دو۔ مگر تمہیں وہ لوگ پسند نہیں جو تمہارا بھلا چاہیں۔ آخر برائی کا انجام تمہارے سامنے آگیا۔

(یہ مضمون سورۂ اعراف آیت ۷۳ تا ۷۹ پارہ ۸ روح القرآن ج ۲ میں آچکا ہے۔)

حضرت صالح اور ان پر ایمان لانے والوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے عذاب کے دن کی رسوائی سے محفوظ رکھا۔ اور وہ بستی چھوڑ کر ایک پہاڑ میں چلے گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام والے پہاڑ کوہ طور کے قریب ایک پہاڑی ہے جس کا نام آپ کے نام پر "نبی صالح" پہاڑی ہے وہاں آپ اور آپ کے پیروکار مقیم رہے۔

(۱۲) قوم ثمود کا بدبخت انسان۔ قوم ثمود کا سب سے بدبخت انسان۔ پھر کر اٹھا کہ اس اونٹنی کو جو انہی کی فرمائش پر معجزاتی طریقے سے پہاڑ سے پیدا ہوئی تھی قتل کردے۔ یہ بدبخت قوم کا سردار قدار بن سالف تھا۔ عرب جاہلیت کے اشعار میں اس کا ذکر ملتا ہے۔ اس کو سب سے بڑا بدبخت اس لئے کہا کہ وہ نہایت سرکش تھا اور اس نے اپنی قوم کو گمراہ کرکے سرکشی کی بہت بڑی مثال قائم کی۔ خود بھی تباہ ہوا اور پوری قوم کو تباہ کردیا۔ حالانکہ حضرت صالح ؑ نے خبردار کردیا تھا کہ اونٹنی کو گزند نہ پہنچانا۔ ایک دن اس کے پانی پینے کے لئے مخصوص ہوگا اور دوسرا دن تمہارے لئے اور تمہارے جانوروں کے پانی پینے کے لئے ہوگا۔

(۱۳) اللہ کی اونٹنی کیوں کہ یہ اونٹنی معجزاتی طریقے پر پیدا ہوئی تھی اس لئے اسے اللہ کی اونٹنی کہا گیا۔ حضرت صالح ؑ نے خبردار کردیا تھا کہ بُرے ارادے سے اس اونٹنی کو ہاتھ مت لگانا ورنہ اللہ کا عذاب تمہیں آلے گا ـــــ اس کے پانی پینے میں مانع مت ہونا۔ ایک دن یہ اونٹنی پانی پیئے گی اور دوسرے دن تمہارے اور تمہارے جانوروں کے لئے ہوگا۔ یہ اونٹنی ایک معجزہ تھی اور حضرت صالح ؑ

کی نبوت کا نشان تھی ۔

(۱۴) قوم ثمود نے حضرت صالح کو جھٹلایا اور اونٹنی کو مار ڈالا قوم ثمود نے حضرت صالح م کی تنبیہ کی پرواہ نہیں کی ، ان کی بات کو جھٹلایا اور اونٹنی کو کونچیں کاٹ کر مار ڈالا ۔ اونٹ کو مارنے کا طریقہ یہی ہوتا ہے کہ پہلے اس کی کونچیں کاٹ دی جاتی ہیں ۔ پھر وہ مرجاتا ہے ۔ قوم ثمود نے مارنے کا یہی طریقہ اختیار کیا آخر ان کے گناہ کی پاداش میں اللہ نے ان پر ایسی آفت توڑی کہ سوائے حضرت صالح م اور اہل ایمان کے پوری قوم ملیا میٹ ہوگئی ۔

اونٹنی کو مارنے کے بعد ثمود کے لوگوں نے حضرت صالحؑ سے کہا تھا کہ وہ عذاب جس سے تم ہمیں ڈراتے تھے لے آؤ ۔ حضرت صالح م نے کہا کہ تین دن اپنے گھروں میں اور مزے کر لو اس کے بعد عذاب آجائے گا ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا ۔ عذاب آیا اور سب کچھ تباہ و برباد ہوگیا ۔

(۱۵) اللہ کو ان کے انجام سے کوئی اندیشہ نہیں اللہ تعالیٰ کو دنیا کے حکمرانوں اور یہاں کی حکومتوں اور فرماں رواؤں جیسا نہ سمجھنا چاہئے کہ وہ کسی قوم کے خلاف کوئی قدم اٹھانے کے وقت یہ سوچنے پر مجبور ہوتے ہیں کہ اس اقدام کے نتائج کیا ہوں گے ۔ اور وہ اندیشہ محسوس کرتے ہیں کہ کہیں ان کا اقتدار خطرے میں تو نہیں پڑ جائے گا ۔ اللہ کا اقتدار سب سے بالاتر ہے وہ سب پر غالب ہے جب وہ کسی قوم کو سزا دینا چاہتا ہے تو اسے کسی قسم کا اندیشہ لاحق نہیں ہوتا نہ اللہ کو کسی کے انتقام کا ڈر ہوتا ہے وہ ان جیسی سیکڑوں قومیں پیدا کرسکتا ہے ، اور کوئی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا ۔



ترتیب تلاوت	۹۲	ترتیب نزول	۹
مکی / مدنی	مکی	تعداد رکوعات	۱
تعداد آیات	۲۱	تعداد الفاظ	۷۱
تعداد حروف	۳۱۴		

○ **اس** سورت کی پہلی آیت وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى میں لفظ "اَلَّيْل" کو سورت کا نام قرار دیا گیا ہے یعنی وہ سورت جس میں اللہ نے رات کی قسم کھائی ہے۔

○ **اس** سے پہلی سورت وَالشَّمْسِ اور اس سورت کا مضمون آپس میں کافی مشابہ ہے اور ایسا لگتا ہے کہ دونوں سورتیں ایک دوسرے کی وضاحت کر رہی ہیں۔
ایک بات کو سورۃ الشمس میں جس انداز میں سمجھایا گیا ہے سورۃ اللیل میں اسی بات کو دوسرے رُخ سے واضح کیا ہے۔ اس سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ یہ سورت بھی مکہ مکرمہ کے ابتدائی زمانے میں اس وقت نازل ہوئی ہے جب اسلام کی مخالفت میں شدت آچکی تھی۔

○ **اس** سورت میں بتایا گیا ہے کہ زندگی کے دو راستے ہیں اور ان دونوں راستوں میں جو فرق ہے وہ بالکل واضح اور صاف ہے۔ یہ دونوں راستے ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں اس لئے ان دونوں راستوں کے

انجام اور نتیجے بھی لازماً ایک دوسرے سے الگ اور مختلف ہوں گے۔

اور یہ دونوں راستے دن اور رات کی طرح ایک دوسرے سے بالکل الگ ہیں۔

اس سورت کے پہلے حصے میں بتایا گیا ہے کہ تین اخلاقی خصوصیات ایسی ہیں جن کو ہر شخص اچھا مانتا ہے۔ مثلاً

۱۔ سخاوت۔ اچھے راستے میں مال خرچ کرنا۔ ۲۔ خداترسی اور پرہیزگاری۔

۳۔ اچھے کام کو اچھا ماننا کہ واقعی اچھا ہے۔

یہ تین اخلاقی خصوصیات ایسی ہیں جو انسانیت کی نظر میں پاکیزہ زندگی کی نمائندگی کرتی ہیں۔

اس کے مقابلے میں تین باتیں وہ ہیں جو بتلاتی ہیں کہ یہ طرزِ عمل انسان کے اونچے کردار سے مطابقت نہیں رکھتا۔

مثلاً:۔ ۱۔ سخاوت کے مقابلے میں بخل کرنا۔

۲۔ خداترسی کے بجائے خدا کی رضا سے بے پروائی

۳۔ بھلائی کو بھلائی ماننے کے بجائے بھلی بات کو جھٹلانا۔

یہ دونوں طرزِ عمل جو ایک دوسرے سے مختلف ہیں، اس طرزِ عمل کا نتیجہ بھی مختلف سامنے آئے گا۔

جو شخص پہلا طرزِ عمل اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے زندگی کے سیدھے راستے کو آسان کر دے گا یہاں تک کہ اس کے لئے نیکی کرنا آسان اور بدی کرنا مشکل ہو جائے گا۔

اور جو شخص دوسرا طرزِ عمل اختیار کرے گا اس کے لئے بدی آسان اور نیکی مشکل ہو جائے گی۔

اس بات کو سمجھاتے ہوئے خبردار کیا گیا ہے کہ یہ مال جس پر آدمی اتنا فدا ہوتا ہے قبر میں ساتھ نہیں جائے گا۔

سورت کے دوسرے حصے میں پہلی بات یہ بتائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا کی اس امتحان گاہ میں بے یار و مددگار نہیں چھوڑا بلکہ اس کو بتا دیا ہے کہ زندگی کے راستوں میں سے سیدھا راستہ کون سا ہے دوسری بات یہ بتائی گئی کہ دنیا اور آخرت دونوں کا مالک اللہ ہے تم اس سے جو بھی مانگو گے تمہیں وہی عطا کرے گا۔ اب تمہارا کام ہے کہ تم اس سے کیا مانگتے ہو۔

تیسری بات یہ بتائی گئی کہ رسول اور کتاب کے ذریعے جو سچائی پیش کی گئی ہے جو شخص اس کو جھٹلائے گا اس کا انجام اس کے سامنے آئے گا۔

اور جو اللہ کی رضا جوئی کے لئے اپنا مال اللہ کے راستے میں خرچ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اتنا عطا کرے گا کہ وہ خوش ہو جائے گا۔

غرض یہ سورت نیکی بدی، سخاوت اور بخیلی، سچائی اور جھوٹ کا فرق بتاتے ہوئے خبردار کرتی ہے کہ دونوں اعمال اور اس کے ثمرات ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ایک کے ساتھ اللہ کی رحمت ہے اس کا فضل ہے اور دوسرے رویئے کے ساتھ مصیبت ہے اور اللہ کا قہر ہے۔ اب انسان کو اختیار ہے جو راہ چاہے اختیار کرے۔

رکوعہا ۱	۹ =	سُوْرَةُ الَّيْلِ مَكِّيَّةٌ	۹۲ =	آیاتہا ۲۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ کے نام سے جو بہت مہربان، رحم کرنے والا ہے۔

وَالَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى ۝۱ وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلّٰى ۝۲

وَالَّيْلِ	إِذَا	يَغْشٰى	وَالنَّهَارِ	إِذَا	تَجَلّٰى
رات کی قسم	جب	وہ ڈھانپ لے	اور دن کی	جب	وہ روشن ہو

رات کی قسم جب وہ ڈھانپ لے، اور دن کی جب وہ روشن ہو۔

سُوْرَةُ وَالَّيْلِ مَكِّيَّةٌ
إِحْدٰى وَعِشْرُوْنَ اٰيَةً
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
(۱) وَالَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى ○ بِظُلْمَتِهٖ كُلَّ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ
(۲) وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلّٰى ○ تَكَشَّفَ وَظَهَرَ وَإِذَا فِى الْمَوْضَعَيْنِ لِمُجَرَّدِ الظَّرْفِيَّةِ وَالْعَامِلُ فِيْهَا فِعْلُ الْقَسَمِ

سورۂ واللیل مکی ہے اس میں اکیس ۲۱ آیتیں ہیں
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
شروع اللہ کے نام سے جو بہت بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے
(۱) وَالَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلّٰى الخ قسم ہے رات کی جب کہ وہ اپنی اندھیری سے تمام چیزوں کو جو آسمان وزمین کے درمیان میں ہیں
(۲) اور قسم ہے دن کی جب کہ وہ کھل جاوے اور روشن ہو جاوے

تشریح

(۱) قسم ہے رات کی جب کہ وہ چھا جائے | رات کی تاریکی ہر چیز کو ڈھانپ لیتی ہے پوری دنیا اندھیرے میں ڈوب جاتی ہے۔ دن کا اجالا رخصت ہو کر رات کا آنا ایک مختلف کیفیت رکھتا ہے جس طرح دن رات سے مختلف ہے اسی طرح انسانی اعمال کی راہیں بھی مختلف ہیں اور جس طرح رات کا نتیجہ دن سے مختلف ہے اسی طرح ایک نوع کے عمل کا نتیجہ دوسرے سے مختلف ہے۔

(۲) قسم ہے دن کی جب کہ وہ روشن ہو | دن کا اجالا پھیلتا ہے ہر چیز روشن ہو جاتی ہے رات کی تاریکی رخصت ہو جاتی ہے دن کا اجالا اپنے ساتھ ہل چل لے کر آتا ہے۔

جس طرح دن کی روشنی رات سے مختلف ہے، اسی طرح انسانی اعمال بھی مختلف نوعیت کے ہیں اور جس طرح دن کا نتیجہ رات سے مختلف ہے اسی طرح انسانی عمل کا نتیجہ بھی مختلف ہے۔ دن اور رات ایک دوسرے کی ضد ہیں اسی طرح اچھے اور برے کام بھی ایک دوسرے کی ضد ہیں اور نتیجہ کے اعتبار سے بھی الگ الگ ہیں۔

وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ ﴿٣﴾ إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتَّىٰ ﴿٤﴾

لَشَتّٰى	سَعْيَكُمْ	اِنَّ	وَالْاُنْثٰى	الذَّكَرَ	وَمَا خَلَقَ
مختلف	تمہاری کوشش	بیشک	اور مادہ	نر	اور جو اس نے پیدا کیا

اور اس کی جو اس نے نر و مادہ پیدا کئے، بے شک تمہاری کوشش مختلف (منتشر) ہے

(٣) وَمَا بِمَعْنٰى مَنْ اَوْ مَصْدَرِيَّة خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى آدَمَ وَحَوَّاءَ اَوْ كُلَّ ذَكَرٍ وَكُلَّ اُنْثٰى وَالْخُنْثٰى الْمُشْكِلُ عِنْدَنَا ذَكَرًا اَوْ اُنْثٰى عِنْدَ اللهِ تَعَالٰى فَيَحْنَثُ بِتَكْلِيْمِهٖ مَنْ حَلَفَ لَا يُكَلِّمُ ذَكَرًا وَلَا اُنْثٰى

(٣) اور قسم ہے اس چیز کی جو اس نے پیدا کیا مذکر اور مؤنث یعنی آدم و حوا کی۔ یا مراد ہر ایک مذکر و مونث ہے اور جو ہمارے نزدیک خنثیٰ مشکل ہے وہ درحقیقت اللہ کے نزدیک یا مذکر ہے یا مونث پس ان دونوں قسم میں وہ بھی داخل ہے اسی لئے اگر کوئی قسم کھاوے کہ میں مرد سے کلام کروں گا نہ عورت سے اور خنثیٰ مشکل سے کلام کرلے تو حانث ہو جائے گا

(٤) إِنَّ سَعْيَكُمْ عَمَلَكُمْ لَشَتّٰى مُخْتَلِفٌ فَعَامِلٌ لِلْجَنَّةِ بِالطَّاعَةِ وَعَامِلٌ لِلنَّارِ بِالْمَعْصِيَةِ

(٤) بیشک اے لوگو تمہارے اعمال مختلف ہیں کوئی جنت کے لئے عمل کرتا ہے کہ حق تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے اور کوئی نافرمانی کر کے دوزخ کا مستحق ہوتا ہے۔

تشریح

(٣) قسم ہے اس ذات کی جس نے نر اور مادہ کو پیدا کیا | نر اور مادہ ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ جانور ہوں یا انسان دونوں میں جنسی اختلاف اپنی اپنی خصوصیت رکھتا ہے۔ جو خصوصیت مرد کی ہے وہ عورت کی نہیں اور جو عورت کی خصوصیت ہے وہ مرد کی نہیں۔ جس طرح نر اور مادہ، مذکر و مؤنث، عورت اور مرد میں فرق ہے اسی طرح انسان کے اعمال و افعال میں بھی فرق ہے۔ ایک وہ ہے جو نیکی اور بھلائی کا طرز عمل اختیار کرتا ہے اور اللہ کا وفادار بندہ بن کر رہتا ہے دوسرا بدی اور شر کا راستہ اختیار کرتا ہے اور مفسد اور ظالم بن کر اٹھتا ہے۔

(٤) درحقیقت تمہاری کوششیں مختلف قسم کی ہیں | عمل اور اس کے نتائج کے اختلاف کو سمجھانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے رات اور دن کو نر اور مادہ کو بطور دلیل اور شہادت پیش کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کی قسم کھاتے ہیں تو قسم کھانے سے مراد اس کی عظمت ظاہر کرنا نہیں ہوتی بلکہ اس چیز کو بطور دلیل اور شہادت کے پیش کرنا مقصود ہوتا ہے۔

بتانا یہ ہے کہ اس کائنات کی تخلیق اس طرح ہوئی ہے کہ اس میں چیزیں ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور الگ الگ خصوصیات کی حامل ہیں۔ مثال کے طور پر رات اور دن باہم مختلف ہیں۔ اگر ایک کی خصوصیت تاریکی پھیلانا ہے تو دوسرے کی خصوصیت روشنی پھیلانا ہے۔

مرد اور عورت بھی جنسی اعتبار سے باہم مختلف ہیں اگر ایک میں اقدام اور فعّالیت کی خصوصیت پائی جاتی ہے تو دوسرے میں انفعالیت کی۔ اگر ایک صنف میں باپ بننے کی خصوصیت پائی جاتی ہے تو دوسری صنف میں ماں بننے کی۔ یہی حال انسان کی کوششوں کا ہے کسی کی تگ و دو خیر کی راہ میں ہوتی ہے کسی کی شر کی راہ میں۔ میدان کار میں انسان کی کوششوں کا یہ فرق اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ ان کے الگ الگ نتیجے سامنے آئیں۔

آگے آیات میں اچھے اور برے طرز عمل کا فرق بتایا جا رہا ہے۔

فَاَمَّا مَنۡ اَعۡطٰی وَ اتَّقٰی ۙ﴿۵﴾ وَ صَدَّقَ بِالۡحُسۡنٰی ۙ﴿۶﴾

فَاَمَّا	مَنۡ	اَعۡطٰی	وَاتَّقٰی	وَصَدَّقَ	بِالۡحُسۡنٰی
سو، جو	جس	دیا	اور پرہیزگاری اختیار کی	اور سچ جانا	اچھی بات کو

سو جس نے دیا اور پرہیزگاری اختیار کی، اور اچھی بات کو سچ جانا

﴿۵﴾ فَاَمَّا مَنۡ اَعۡطٰی حَقَّ اللّٰہِ وَ اتَّقٰی ○ اللّٰہَ

﴿۵﴾ سو وہ شخص جو اللہ کا حق ادا کرتا ہے اور اللہ سے ڈرتا ہے۔

﴿۶﴾ وَ صَدَّقَ بِالۡحُسۡنٰی اَیۡ بِلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فِی الۡمَوۡضِعَیۡنِ

﴿۶﴾ اور کلمۂ توحید یعنی لا الٰہ الا اللہ کو سچا جانتا ہے

تشریح

﴿۵﴾ جس نے مال اللہ کی راہ میں دیا اور نافرمانی سے پرہیز کیا — اچھے طرزِ عمل میں ان باتوں کا ذکر کیا جارہا ہے جو انسان کو سنوارتی ہیں اور اس کے کردار کی تعمیر کرتی ہیں۔

ان میں سے پہلی بات یہ ہے کہ انسان زر پرستی میں مبتلا نہ ہو بلکہ کھلے دل سے اللہ کا دیا ہوا مال اللہ کے اور بندوں کے حقوق ادا کرنے میں نیکی اور بھلائی کے کاموں میں اور اللہ کی مخلوق کی مدد کرنے میں خرچ کرے۔

دوسری خصوصیت اس میں یہ ہو کہ اس کے دل میں خدا کا خوف ہو اور وہ اخلاق، اعمال، معاشرت، معیشت، غرض اپنی زندگی کے ہر شعبے میں اللہ سے ڈرتے ہوئے زندگی بسر کرے، اور جو کام اس کی ناراضگی کے ہیں ان سے پرہیز کرے۔

آگے تیسرا وصف بیان ہورہا ہے۔

﴿۶﴾ جس نے اچھی بات کلمۂ حق کی تصدیق کی — تیسرا وصف اس کے اندر یہ ہو کہ وہ بھلائی کی تصدیق کرے یعنی عقیدت اخلاق اور اعمال میں ان باتوں کو سچ مانے جو اللہ کے سچے رسول نے بتائی ہیں۔ توحید، آخرت اور رسالت کو برحق مانے اور اخلاق و اعمال میں خیر و صلاح کے اس طریقے کو صحیح تسلیم کرے جو اللہ کی طرف سے دیا گیا ہے۔ جس کا نام شریعت الٰہیہ ہے۔

جس شخص میں یہ تین جامع صفات ہوں گی کہ وہ اللہ کی راہ میں کھلے دل سے خرچ کرتا ہو اس کے دل میں خوفِ خدا ہو، حق بات کی تصدیق کرتا ہو۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ راہیں آسان فرمادیں گے۔ جس کا ذکر اگلی آیت میں ہے۔

فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ۞۷ وَاَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۞۸

وَاسْتَغْنٰى	مَنْ بَخِلَ	وَاَمَّا	لِلْيُسْرٰى	فَسَنُيَسِّرُهٗ
اور بے پروا رہا	جس نے بخل کیا	اور جو	آسانی	پس عنقریب ہم آسان کردیں گے

پس ہم عنقریب اس کے لئے آسانی (کی توفیق) کردیں گے اور جس نے بخل کیا اور بے پروا رہا

وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۞۹ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ۞۱۰

لِلْعُسْرٰى	فَسَنُيَسِّرُهٗ	بِالْحُسْنٰى	وَكَذَّبَ
دشواری۔ سختی	پس عنقریب ہم آسان کردیں گے	اچھی بات کو	اور جھٹلایا

اور جھٹلایا اچھی بات کو، پس ہم عنقریب اس کے لئے دشواری آسان کردیں گے۔

وَمَا يُغْنِىْ عَنْهُ مَالُهٗٓ اِذَا تَرَدّٰى ۞۱۱

تَرَدّٰى	اِذَا	مَالُهٗٓ	عَنْهُ	وَمَا يُغْنِىْ
نیچے گرے گا	جب	اس کا مال	اس کو	اور نہ فائدہ دے گا

اور اس کا مال اس کو فائدہ نہ دے گا جب وہ نیچے گرے گا۔

۷ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ○ لِلْجَنَّةِ — اس کے لئے ہم آسان کریں گے جنت کو۔

۸ وَاَمَّا مَنْ بَخِلَ بِحَقِّ اللّٰهِ وَاسْتَغْنٰى ○ عَنْ ثَوَابِهٖ — اور جو کوئی بخل کرتا ہے کہ اللہ کا حق نہیں دیتا اور اس کے ثواب سے بے پرواہی کرتا ہے۔

۹ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ○ — اور کلمہ توحید کو جھٹلاتا ہے۔

۱۰ فَسَنُيَسِّرُهٗ نُهَيِّئُهٗ لِلْعُسْرٰى ○ لِلنَّارِ — اس کے لئے ہم دوزخ کو تیار کریں گے

۱۱ وَمَا نَافِيَةٌ يُغْنِىْ عَنْهُ مَالُهٗٓ اِذَا تَرَدّٰى ○ فِى النَّارِ — اور جب وہ آگ میں گرے گا تو اس کا مال اس کو بچا نہ سکے گا۔ اور کچھ کام نہ آوے گا۔

تشریح

۷ اس کے لئے راحت کے سامان مہیا کردیں گے | نیکی کی راہ پر چلنا اس کے لئے آسان کردیں گے۔ نیکی کی راہ گو سخت دشوار گذار راہ ہے لیکن اس پر چلنا ان لوگوں کے لئے آسان ہوجاتا ہے جو راہ حق پر چلنے کی ہمت کرتے ہیں کیوں کہ حق کا یہ راستہ انسانی فطرت کے عین مطابق ہے اس پر چلنے کے لئے انسان کو اپنے ضمیر سے لڑنا نہیں پڑتا بلکہ انسان اپنے جسم وجان اور عقل وذہن کی قوتوں سے وہی کام لیتا ہے جس کے لئے یہ طاقتیں اس کو بخشی گئی ہیں۔

جو آدمی اپنا مال اللہ کی مخلوق کے لئے استعمال کررہا ہو ہر ایک سے نیک سلوک کررہا ہو چاہے وہ کتنے ہی بگڑے ہوئے معاشرہ میں رہتا ہو اس کی قدر ہوتی ہے اور اس کا اپنا ضمیر بھی مطمئن رہتا ہے۔ یہی بات ہے جو اللہ نے سورہ نحل میں ارشاد فرمائی ہے۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً۔ (آیت ۹۷)

(جو شخص نیک عمل کرے خواہ مرد ہو یا عورت اور ہو وہ مومن اسے ہم اچھی طرح زندگی بسر کرائیں گے۔)

جب وہ مالی ایثار کے ساتھ تقویٰ کی زندگی اختیار کرے گا اور سچائی کو سچائی سمجھ کر دل سے اس پر عمل پیرا ہو گا تو اللہ تعالیٰ اس راستے پر چلنا اس کے لئے آسان فرما دیں گے۔
نیکی کا راستہ پہلے پہل دشوار نظر آتا ہے مگر جب انسان اس پر چلنے کا پختہ ارادہ کر لیتا ہے تو اس گھاٹی پر چڑھنا اس کے لئے آسان ہو جاتا ہے
اس کے بعد وہ خصلتیں بیان کی گئی ہیں جو انسان کو بگاڑتی ہیں اور اس کو بدکردار بناتی ہیں۔

(۸) جس نے بخل کیا اور بے نیازی برتی | نیکی اور بھلائی کے کاموں میں مال خرچ نہ کرنا اسلام کی نظر میں بخل ہے۔ بخیل وہ بھی ہے جو اپنی ذات پر اپنے عیش و آرام پر، اپنی دل چسپیوں، تفریحوں اور نمائشی کاموں پر تو خوب خرچ کرتا ہے لیکن اللہ اور بندوں کے حقوق کی ادائیگی اس پر گراں گزرتی ہے۔ بخل اور زر پرستی وہ اخلاقی برائی ہے جو نفس کو آلودہ کر دیتی ہے۔
بے نیازی یہ ہے کہ آدمی اللہ اور اس کی ہدایت سے لاتعلق ہو جائے اور اسے اس بات کی کوئی پرواہ نہ ہو کہ اللہ کی خوشنودی کن کاموں کے کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ خدا سے بے پروا ہو کر غیر ذمہ دارانہ زندگی گزارنا اور اپنی ساری تگ و دو مادی فائدوں تک ہی محدود کر دینا انسانی کردار کی وہ کمزوری ہے جو انسان کو بگاڑ کر رکھ دیتی ہے۔
تیسری برائی بھلائی کو جھٹلانا ہے جس کا ذکر اگلی آیت میں ہے۔

(۹) بھلائی کو جھٹلایا | جو کلمہ حق کو جھٹلاتا ہے اور توحید سے ہٹ کر شرک اختیار کرتا ہے اللہ کے سچے رسول کو سچا رسول نہیں مانتا، آخرت پر ایمان لانے کے بجائے دنیا کے نفع نقصان کو ہی سب کچھ سمجھتا ہے اور خیر و صلاح کی وہ بات جو اللہ کے رسولوں نے پیش کی ہے ان کو صحیح تسلیم نہیں کرتا۔ اس کے لئے نیکی کے راستے پر چلنا مشکل اور بدی کے راستے پر چلنا آسان ہو گا۔ جیسا کہ اگلی آیت میں بیان ہوا ہے۔

(۱۰) اس کے لئے سختی کو پہنچنے والی راہ آسان کر دیں گے | بدی کی راہ پر چلنا اس کے لئے آسان ہو جائے گا اور اس پر چل کر وہ اس کٹھن منزل تک پہنچ جائے گا جہاں سختیاں ہی سختیاں ہیں۔ بدی کی راہ اس لحاظ سے آسان ہے کہ اس پر چلنے والا اپنی خواہشات کی پیروی کرتا ہے اور اس میں اسے مادی فائدے بھی حاصل ہوتے ہیں اور دنیاوی لذتیں بھی ملتی ہیں۔ جو شخص ان جلد ملنے والے فائدوں کے لالچ میں آ کر اس غلط راہ کا انتخاب کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اس پر چلنے کے لئے ڈھیل دیتا ہے اور اس کے لئے وہ وسائل فراہم کر دیتا ہے جو برائیوں کے ارتکاب کو اس کے لئے آسان بنا دیتے ہیں۔ اس سے بھلائی کے راستے پر چلنے کی توفیق سلب کر لی جاتی ہے برائی کے دروازے اس کے لئے کھول دیئے جاتے ہیں۔ بدی کرنا اس کے لئے آسان ہو جاتا ہے اور نیکی کرنے کے خیال سے اس کو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اس کی جان پر بن رہی ہے۔
غرض انسان کے لئے یہ دونوں راستے نیکی اور بدی کے کھلے ہوئے ہیں انسان جس پر چلنے کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ وہ راہ اس کے لئے آسان فرما دیں گے ——— اس کے بعد ارشاد ہوا کہ اس کا مال جس کے لالچ میں وہ تباہی کا راستہ اختیار کر رہا ہے قبر میں اس کے کسی کام نہ آئے گا۔

(۱۱) مال اس کو تباہی سے نہ بچا سکے گا | وہ مال جسے آدمی جمع کر کے رکھتا ہے اور بھلائی کے کاموں میں صرف نہیں کرتا اس کے لئے کچھ بھی فائدہ مند نہ ہو گا بلکہ ہلاکت کا سبب بنے گا اگر وہ خدا کی خاطر بھلائی کے کاموں میں خرچ کرتا تو اس کی آخرت کی زندگی کے لئے محفوظ سرمایہ بن جاتا اس نے یہاں اپنے عیش کے لئے جو مال جمع کیا وہ یہیں چھوڑ کر چلا گیا قبر میں کوئی جمع پونجی لے کر نہیں جائے گا۔

إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدَىٰ ﴿١٢﴾ وَإِنَّ لَنَا

لَنَا	إِنَّ	وَ	لَلْهُدَىٰ	عَلَيْنَا	إِنَّ
ہمارے لئے	بیشک	اور	البتہ راہ دکھانا	ہم پر (ہمارا ذمہ)	بیشک

بے شک ہمارا ذمہ ہے راہ دکھانا اور بے شک دنیا اور

لَلْآخِرَةَ وَالْأُولَىٰ ﴿١٣﴾ فَأَنذَرْتُكُمْ

فَأَنذَرْتُكُمْ	وَالْأُولَىٰ	لَلْآخِرَةَ
پس میں تمہیں ڈراتا ہوں	اور دنیا	آخرت

آخرت ہمارے ہاتھ میں ہے۔ پس میں تمہیں ڈراتا ہوں

نَارًا تَلَظَّىٰ ﴿١٤﴾ لَا يَصْلَاهَا إِلَّا الْأَشْقَى ﴿١٥﴾

الْأَشْقَى	إِلَّا	لَا يَصْلَاهَا	تَلَظَّىٰ	نَارًا
بدبخت	مگر	نہ داخل ہوگا اس میں	بھڑکتی ہوئی	آگ

بھڑکتی ہوئی آگ سے اس میں صرف بدبخت داخل ہوگا

﴿١٢﴾ إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدَىٰ ۝ لَتُبَيِّنَ طَرِيقَ الْهُدَىٰ مِنْ طَرِيقِ الضَّلَالِ لِيُمْتَثَلَ أَمْرُنَا بِسُلُوكِ الْأَوَّلِ وَنَهْيُنَا عَنِ ارْتِكَابِ الثَّانِي

﴿١٢﴾ بے شبہ ہمارے ذمہ ہے بیان کرنا طریق ہدایت کا اور جدا کر دینا اس کا طریق گمراہی سے تاکہ راہ اول اختیار کرکے ہمارا فرماں بردار ہو اور گمراہی سے بچ کر..... ممنوعات سے بچے الغرض ہمارے اوامر اور نواہی پر پوری طرح عمل کرے۔

﴿١٣﴾ وَإِنَّ لَنَا لَلْآخِرَةَ وَالْأُولَىٰ ۝ أَيِ الدُّنْيَا فَمَنْ طَلَبَهُمَا مِنْ غَيْرِنَا فَقَدْ أَخْطَأَ

﴿١٣﴾ اور بے شک ہماری مملوک ہے آخرت اور دنیا۔ سو جو کوئی ان کو ہمارے سوا کسی دوسرے سے مانگے تو اس نے خطا کی۔

﴿١٤﴾ فَأَنذَرْتُكُمْ خَوَّفْتُكُمْ يَا أَهْلَ مَكَّةَ نَارًا تَلَظَّىٰ ۝ بِحَذْفِ إِحْدَى التَّائَيْنِ مِنَ الْأَصْلِ وَقُرِئَ بِثُبُوتِهَا أَيْ تَتَوَقَّدُ

﴿١٤﴾ سو میں تم کو اے اہل مکہ ڈراتا ہوں اس آگ سے جو بھڑکتی ہے۔

﴿١٥﴾ لَا يَصْلَاهَا يَدْخُلُهَا إِلَّا الْأَشْقَى ۝ بِمَعْنَى الشَّقِيِّ

﴿١٥﴾ اس میں وہی داخل ہوگا جو نہایت بدبخت ہے۔

تشریح

(۱۲) راہ دکھانا ہمارے ذمہ ہے | اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت سلیم بنائی ہے وہ نیکی کو قبول کرتی ہے لیکن اس فطری رجحان کو تفصیل کی ضرورت ہے۔ اللہ نے اپنی رحمت اور شفقت کی وجہ سے یہ ذمے داری لی ہے کہ انسان کو دنیا میں بے خبر نہ چھوڑے اسے صحیح اور غلط اچھے اور برے کی تفصیل سے آگاہ کردے اس کے لئے اس نے اپنے پیغمبروں کو بھیجا اپنی کتابیں نازل کیں بے شک ہدایت اللہ کے اختیار میں ہے بندہ اگر اپنے ارادے کو اللہ کے ارادے کے تابع کردے تو وہ ہدایت پاسکتا ہے — مگر یہ ارادہ کرنا اور راہ راست اختیار کرنا انسان کی اپنی ذمے داری ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی ہدایت کے لئے رسالت کا طریقہ اختیار فرمایا تاکہ انسان کی آزادی بھی برقرار رہے اس کے امتحان کا منشا بھی پورا ہو اور راہ راست بھی معقول طریقے سے اس کے سامنے پیش کردی جائے۔

(۱۳) آخرت اور دنیا ہمارے ہی ہاتھ میں ہے | اللہ تعالیٰ نے یہ ذمہ داری لی ہے کہ نیکی اور بدی کی راہ سب کو سمجھادیں اور برائی بھلائی کو خوب کھول کر بیان کردیں مگر اللہ کی حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ کسی کو زبردستی نیک یا بد بننے پر مجبور نہ کیا جائے اگر دنیا چاہو گے تو وہ بھی اللہ سے ملے گی اور آخرت کی بھلائی چاہو گے تو اس کا دینا بھی اللہ کے اختیار میں ہے جیسا کہ سورہ آل عمران میں ارشاد ہوا

وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الْآخِرَةِ نُؤْتِهِ مِنْهَا (آیت ۱۴۵)

(جو شخص ثواب دنیا کے ارادے سے کام کرے گا اس کو ہم دنیا ہی میں دیں گے اور ثواب آخرت کے ارادے سے کام کرے گا اس کو ہم آخرت میں سے دیں گے۔)

سورہ شوریٰ میں ارشاد ہوا۔ مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ وَمَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ نَصِيبٍ ٥ (آیت ۲۰)

(جو کوئی آخرت کی کھیتی چاہتا ہے اس کی کھیتی ہم بڑھاتے ہیں اور جو دنیا کی کھیتی چاہتا ہے اسے دنیا ہی میں دے دیتے ہیں مگر آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہے۔)

پھر جو شخص جو راہ اختیار کرے دنیا اور آخرت میں اسی کے موافق اس سے برتاؤ کریں گے جو شخص دنیاوی فائدوں کی خاطر راہ راست کو اختیار نہیں کرتا اسے یہ بات سمجھ لینی چاہیئے کہ دنیا میں وہ اتنے ہی فائدے حاصل کرسکے گا جتنا کہ اس کی گمراہی کے باوجود اس کا پروردگار اسے پہنچانا چاہے کیوں کہ دنیا اور آخرت کا مالک وہی ہے اس لئے دنیا میں وہ اتنا ہی حاصل کرسکے گا جتنا اللہ اسے دینا چاہے گا۔ رہی آخرت تو وہاں ایسے لوگوں کے لئے محرومی کے سوا کچھ نہ ہوگا۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان اللہ کی گرفت سے کہیں باہر نہیں ہے۔ انسان گمراہی اختیار کرکے اپنا ہی نقصان کرتا ہے آخرت میں ایسے شخص کا جو گمراہی کو پسند کرتا ہے۔ کیا انجام ہوگا۔ آنے والی آیت میں اس سے خبردار کیا گیا ہے۔

(۱۴) میں نے تمہیں بھڑکتی ہوئی آگ سے خبردار کیا ہے | وہ شخص جو اللہ اور اس کے رسول کی تعلیم کو جھٹلا رہا ہے اور اللہ کی اطاعت سے منہ پھیر رہا ہے وہ بدبخت دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈالا جائے گا ایسے لوگوں کو خبردار کیا جارہا ہے کہ وہ اللہ کے دین کو جھٹلانے اللہ کی نافرمانی کرنے اور اس کے سچے رسول کا مقابلہ کرنے سے باز آجائیں ورنہ دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ سے وہ اپنے آپ کو بچا نہ سکیں گے۔

(۱۵) انتہائی بدبخت ہی اس آگ میں گرے گا | وہ بڑا بدنصیب اور بدبخت ہوگا جو اپنی بدکرداری کی وجہ سے اس آگ میں گرے گا اور وہ بدبخت کون ہوگا اس کا اگلی آیت میں بیان ہے

اَلَّذِیْ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی ﴿۱۶﴾ وَسَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَی ﴿۱۷﴾

الْاَتْقَی	وَسَیُجَنَّبُهَا	وَتَوَلّٰی	کَذَّبَ	اَلَّذِیْ
بڑا پرہیزگار	اور عنقریب اس سے بچالیا جائے گا	اور منھ موڑا	جھٹلایا	جس نے

جس نے جھٹلایا اور منھ موڑا۔ اور عنقریب اس سے بچالیا جائے گا پرہیزگار

اَلَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَکّٰی ﴿۱۸﴾ وَمَا لِاَحَدٍ

وَمَا لِاَحَدٍ	یَتَزَکّٰی	مَالَهٗ	یُؤْتِیْ	اَلَّذِیْ
اور نہیں کسی کے لئے	پاک کرنے کو	اپنا مال	دیتا ہے	جو

جو اپنا مال دیتا ہے (اپنا دل) پاک صاف کرنے کو اور کسی کا اس پر

عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓی ﴿۱۹﴾ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ

وَجْهِ	ابْتِغَآءَ	اِلَّا	تُجْزٰٓی	نِّعْمَةٍ	مِنْ	عِنْدَهٗ
رضا	چاہئے کر	مگر	بدلہ دی جائے	نعمت (احسان)	سے	اس پر

احسان نہیں جس کا بدلہ دے۔ مگر اپنے بزرگ و برتر رب

رَبِّهِ الْاَعْلٰی ﴿۲۰﴾ وَلَسَوْفَ یَرْضٰی ﴿۲۱﴾

ع ۱۷/۱

	یَرْضٰی	وَلَسَوْفَ	الْاَعْلٰی	رَبِّهِ
	راضی ہوگا	اور عنقریب	بلند و برتر	اپنا رب

کی رضا چاہنے کو اور وہ عنقریب راضی ہوگا۔

﴿۱۶﴾ اَلَّذِیْ کَذَّبَ النَّبِیَّ وَتَوَلّٰی ○ عَنِ الْاِیْمَانِ وَهٰذَا الْحَصْرُ مُؤَوَّلٌ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ فَیَکُوْنُ الْمُرَادُ الصَّلَی الْمُؤَبَّدَ

﴿۱۶﴾ جس نے جھٹلایا پیغمبر کو اور منھ موڑا ایمان سے۔ اس آیت میں جو یہ حصر ہے کہ بجز کافر کے کوئی آگ میں نہ جاوے گا یہ مخصوص ہے دوسری آیت سے کہ اس میں یہ وارد ہے کہ بجز شرک کے دیگر گناہوں میں سے جس کو چاہے بخشے اللہ اور جس کو چاہے پکڑے تو اس سے معلوم ہوا کہ بعض فساق فجار بھی دوزخ میں جاویں گے اگرچہ ہمیشہ کے لئے نہیں یا مراد یہ ہے کہ ہمیشہ کے لئے دوزخ میں بجز کافر کے اور

﴿۱۷﴾ وَسَیُجَنَّبُهَا یُبْعَدُ عَنْهَا الْاَتْقَی ○ بِمَعْنَی التَّقِیِّ

﴿۱۷﴾ اور عنقریب دور رہے گا دوزخ سے پرہیزگار۔

﴿۱۸﴾ اَلَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ

﴿۱۸﴾ جو اپنا مال خرچ کرتا ہے اس لئے کہ عند اللہ پاک ہو یعنی

یَتَزَکّٰی ○ مُتَزَکِّیًا بِہٖ عِنْدَ اللّٰہِ تَعَالٰی بِاَنْ یُّخْرِجَہٗ لِلّٰہِ تَعَالٰی لَا رِیَاءً وَّلَا سُمْعَۃً فَیَکُوْنُ زَکِیًّا عِنْدَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَھٰذَا نَزَلَ فِی الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ لَمَّا اشْتَرٰی بِلَالًا الْمُعَذَّبَ عَلٰی اِیْمَانِہٖ وَاَعْتَقَہٗ فَقَالَ الْکُفَّارُ اِنَّمَا فَعَلَ ذٰلِکَ لِیَدٍ کَانَتْ لَہٗ عِنْدَہٗ فَنَزَلَ

ریاءً اور سمعۃً نہیں دیتا کہ کسی کو سنانا یا دکھانا غرض ہو بلکہ خالص اللہ کے لئے دیتا ہے کہ جس سے وہ عنداللہ پاک شمار ہو۔ اور یہ آیت ابوبکر صدیقؓ کے بارے میں نازل ہوئی کہ اس نے بلال کو خریدا اور آزاد کردیا کہ اس کو کفار بوجہ ایمان لانے کے طرح طرح کی تکالیف پہنچاتے تھے اس پر کفار نے کہا کہ بلال کو ابوبکر نے اس لئے آزاد کیا ہے کہ اس نے اس کے ساتھ کوئی احسان کیا ہوگا سو اس پر حق تعالےٰ نے فرمایا۔

(۱۹) وَمَا لِاَحَدٍ بِلَالٍ وَّغَیْرِہٖ عِنْدَہٗ مِنْ نِّعْمَۃٍ تُجْزٰٓی ○

(۱۹) اور ابوبکر پر کسی کا کوئی احسان نہیں جس کا وہ بدلہ دیتا یعنی نہ بلال کا نہ کسی کا بلکہ اس نے یہ فعل

(۲۰) اِلَّا لٰکِنْ فَعَلَ ذٰلِکَ ابْتِغَآءَ وَجْہِ رَبِّہِ الْاَعْلٰی ○ اَیْ طَلَبَ ثَوَابِ اللّٰہِ

(۲۰) اپنے رب بزرگ و برتر سے ثواب چاہنے کی نیت سے کیا ہے۔

(۲۱) وَلَسَوْفَ یَرْضٰی ○ بِمَا یُعْطَاہُ مِنَ الثَّوَابِ فِی الْجَنَّۃِ وَالْاٰیَۃُ تَشْتَمِلُ مَنْ فَعَلَ مِثْلَ فِعْلِہٖ فَیُبْعَدُ عَنِ النَّارِ وَیُثَابُ

(۲۱) اور البتہ عنقریب وہ راضی اور خوش ہوگا اس ثواب سے جو اس کو حق تعالیٰ جنت میں دے گا۔ اور حکم اس آیت کا شامل ہے ہر ایک اس شخص کو جو ابوبکر جیسا فعل کرے پس وہ دور ہوگا آگ سے اور ثواب پایا جائے گا۔

تشریح

(۱۶) جس نے حق کو جھٹلایا اور روگردانی کی | یہ بدبخت وہ ہوگا جس نے حق کو جھٹلایا، پیغمبر کی صداقت کا انکار کیا جو اللہ کی ہدایت وہ لے کر آئے اس سے منہ موڑا۔

(۱۷) پرہیزگار دوزخ سے دور رکھا جائے گا | جو شخص اللہ پر ایمان لایا اور اس کو راضی کرنے والے کام کرتا رہا قدم قدم پر اس کو یہ خیال رہا کہ مجھ سے کوئی ایسا کام نہ ہو جائے جس سے میرا رب ناراض ہو یہ پرہیزگار آدمی دوزخ سے دور رہے گا اس کو دوزخ کی ہوا تک نہ لگے گی۔ اس پرہیزگار آدمی کی خاص صفت یہ ہے کہ وہ اپنا مال خلوص کے ساتھ نام و نمود کی طلب کے بغیر اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔ اس کا بیان اگلی آیت میں آرہا ہے۔

(۱۸) جو راہ خدا میں اپنا مال دل کو پاک کرنے کے لئے دیتا ہے | اس پرہیزگار آدمی کی خاص صفت یہ ہے کہ وہ نہ صرف یہ کہ ایمان لایا بلکہ ایمان کے تقاضوں کو سمجھتے ہوئے بغیر کوئی احسان جتائے اپنا مال ضرورت مندوں پر اس لئے خرچ کرتا تھا کہ وہ اللہ کے یہاں پاکیزہ انسان قرار پائے۔ وہ اپنے رب کی رضا جوئی کے لئے ضرورت مندوں کے

کام آرہا ہے۔ بدلے میں ان سے کسی احسان کی توقع نہیں رکھتا۔

حضرت ابو بکرؓ ایسے ہی ایک مثالی کردار کے مالک تھے مکہ مکرمہ میں جن بے کس غلاموں اور لونڈیوں نے اسلام قبول کیا تھا اور ان کے اسلام لانے کی وجہ سے ان کے مالک ان پر ظلم کرتے تھے ابو بکرؓ ان کو خرید کر آزاد کر دیتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت ابو بکر کے والد نے ان سے کہا کہ بیٹا میں دیکھ رہا ہوں تم کمزور لوگوں کو آزاد کرا رہے ہو اگر مضبوط جوانوں کی آزادی پر تم یہی روپیہ خرچ کرتے تو وہ تمہارے لئے قوت بازو بنتے اس پر ابو بکر نے عرض کیا ابا جان میں تو وہ اجر چاہتا ہوں جو اللہ کے یہاں ہے۔ (اَیْ اَبَہْ اِنَّمَا اُرِیْدُ مَا عِنْدَاللّٰہِ) (ابن عساکر۔ راوی حضرت عامر بن عبداللہ بن زبیرؓ)

اللہ کے راستے میں مال خرچ کرنا نفس کی پاکیزگی کا بہت بڑا ذریعہ ہے اس سے زر پرستی اور دنیا پرستی کی جڑ کٹ جاتی ہے اور خدا پرستی اور آخرت پسندی کا جذبہ پرورش پانے لگتا ہے۔

(۱۹) اور وہ بدلے کے لئے خرچ نہیں کرتا | اس کا اللہ کی راہ میں خرچ کرنا بدلے کی غرض سے نہیں ہوتا اور کسی کی مدد کرنا اس کو ممنون احسان کرنے کے لئے نہیں کہ اسے کسی نہ کسی شکل میں اس کا بدلہ مطلوب ہو بلکہ وہ خلوص کے ساتھ بے لوث ہو کر مدد کرتا ہے نہ وہ اس کا احسان جتاتا ہے اور نہ وہ بدلہ چاہتا ہے۔

(۲۰) وہ پروردگار کی رضا جوئی کے لئے کرتا ہے | وہ صرف اپنے رب برتر کی رضا جوئی کے لئے مال خرچ کرتا ہے اور اللہ کے یہاں انفاق وہی قبول ہے جو خالصتاً اس کی رضا جوئی کے لئے کیا جائے اور ایسے ہی انفاق سے نفس کا تزکیہ ہوتا ہے جو انفاق کسی پر احسان دھرنے یا شہرت و ناموری حاصل کرنے کی غرض سے کیا جائے اس سے نہ اللہ کی رضا حاصل ہوتی ہے اور نہ نفس کا تزکیہ ہوتا ہے۔

(۲۱) اور اللہ ضرور اس سے خوش ہوگا | جس شخص کا کردار یہ ہے کہ وہ اپنا مال صرف اللہ کی رضا کے لئے اللہ کے راستہ میں خرچ کرتا ہے نہ اس کا مقصد نام وری ہے نہ شہرت ہے نہ کسی پر احسان جتانا ہے اسے اس کا رب اس طرح نوازے گا کہ وہ خوش ہو جائے گا۔ ضرور اللہ ایسے شخص سے راضی ہوگا اور اللہ کی رضا وہ سب سے بڑا انعام ہے جس پر بندہ جتنا بھی فخر و ناز کرے اتنا ہی کم ہے۔



ترتیب تلاوت ـــــــ ٩٣	ترتیب نزول ـــــــ ١١
مکیؔ / مدنی ـــــــ مکیؔ	تعداد رکوعات ـــــــ ١
تعداد آیات ـــــــ ١١	تعداد الفاظ ـــــــ ٤٠
تعدادِ حروف ـــــــ ١٦٦	

○ سورت کی پہلی آیت وَالضُّحٰیۙ میں لفظ "اَلضُّحٰی" کو سورت کا نام قرار دیا گیا ہے۔

○ سورت کے مضمون سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ سورت مکہ مکرمہ کے ابتدائی زمانے میں آغازِ نبوت کے کچھ عرصہ بعد ہی نازل ہوئی ہے۔

○ اس سورت میں روز روشن اور رات کی مثال دے کر آپ کو بتایا گیا ہے کہ کچھ عرصے کے لئے وحی کے نازل ہونے میں وقفے کا ہونا ایک خاص مصلحت سے ہے جس طرح روز روشن کے بعد رات کے سکون کی ضرورت پڑتی ہے اسی طرح وحی کی شدت کے بعد اس بار کو برداشت کرنے کے لئے وقفے کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ آپ کو سکون مل جائے اور وحی کے بار کو برداشت کرنے کے لئے تحمل کی طاقت پیدا ہو جائے۔ ابتدائی زمانے میں اس وقفے کی ضرورت محسوس ہوتی تھی پھر اس کے بعد طویل وقفے دینے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔

○ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو بشارت دی ہے کہ اس وقت جن مشکلات سے آپ کو سابقہ پیش

آ رہا ہے یہ کچھ دنوں کی بات ہے اور زیادہ دن نہ گزریں گے کہ اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی عطا و بخشش کی ایسی بارش کرے گا جس سے آپ خوش ہو جائیں گے جن حالات میں یہ خوش خبری دی گئی ہے ان میں کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ ایک بے یار و مددگار انسان جس سے پوری قوم برسرِ پیکار ہے اس کو کامیابی مل سکے گی مگر رب ذوالجلال کی نگاہیں مستقبل میں جھانک رہی تھیں۔ مستقبل جہاں بندے کی نگاہ نہیں پہنچ پاتی۔

○ یہ سورت بتاتی ہے کہ کارزارِ حیات میں انسان کو جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور حق کے راستے میں جو دشواریاں پیش آتی ہیں وہ انسان کے لئے حقیقی ترقی کے مدارج طے کرنے کا ذریعہ بنتی ہیں اس کے لئے رات اور دن کی مثال پیش کر کے اس سچائی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جس طرح دنیا میں دن کی روشنی اور رات کا اندھیرا ہے اسی طرح راحتیں اور تکلیفیں دونوں کا آنا انسان کی آزمائش کے لئے ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو تسلی دی ہے کہ آپ تو شروع ہی سے ہمارے منظورِ نظر ہیں اور ہماری عنایتیں آپ کی طرف رہی ہیں آپ یتیم تھے ہم نے آپ کی پرورش کا بہترین انتظام کر دیا، آپ راہِ ہدایت سے ناواقف تھے ہم نے آپ کو راستہ بتا دیا، آپ نادار تھے ہم نے آپ کو مالدار کر دیا۔ ہمارا فضل و کرم ہمیشہ ہی آپ کے شامل حال رہا ہے اور آئندہ بھی ہم اپنی عطائے خاص سے آپ کو نوازنے والے ہیں جس سے آپ خوش ہو جائیں گے۔

اے امتی امتی کہنے والے آپ کی شفاعت قبول ہوگی آپ کی امت کی لاج رکھی جائے گی۔

ہمارے ان احسانات کا تقاضا ہے کہ کمزوروں اور بے بسوں کے ساتھ آپ کا رویہ اسی طرح ہمدردانہ ہونا چاہیئے اور ہماری نعمتوں کا اعتراف اور اظہار پہلے سے زیادہ ہونا چاہیئے۔



آیاتھا ۱۱	۹۳ سُوْرَةُ الضُّحٰى مَكِّيَّةٌ ۱۱	رُكُوْعُهَا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان، رحم کرنے والا ہے۔

وَالضُّحٰى ۝۱ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۝۲

سَجٰى	اِذَا	وَالَّيْلِ	وَالضُّحٰى
چھا جائے	جب	اور رات کی	قسم ہے دھوپ چڑھنے کی (آفتاب)

قسم ہے آفتاب کی روشنی کی اور رات کی جب وہ چھا جائے

سُوْرَةُ وَالضُّحٰى مَكِّيَّةٌ اِحْدٰى عَشْرَةَ اٰيَةً وَلَمَّا نَزَلَتْ كَبَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسُنَّ التَّكْبِيْرُ اٰخِرَهَا وَرُوِيَ الْاَمْرُ بِهٖ خَاتِمَتَهَا وَخَاتِمَةَ كُلِّ سُوْرَةٍ بَعْدَهَا وَهُوَ اللّٰهُ اَكْبَرُ اَوْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

۱) وَالضُّحٰى ۝ اَوَّلَ النَّهَارِ اَوْ كُلَّهٗ

۲) وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۝ غَطّٰى بِظَلَامِهٖ اَوْ سَكَنَ

سورہ والضحیٰ مکی ہے اس میں گیارہ آیتیں ہیں اور جس وقت یہ سورت نازل ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر پڑھی اس لئے مسنون ہے کہ جب اس سورت کو ختم کرے تکبیر کہے اور یہ بھی مروی ہے کہ اس سورۃ کے ختم پر اور جس قدر سورتیں اس کے بعد اور آخر قرآن شریف تک سب کے آخر میں تکبیر کا حکم فرمایا فرمایا۔ اور تکبیر یہ ہے اللہ اکبر یا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شروع اللہ کے نام سے جو بہت بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے

۱) والضحیٰ واللیل اذا سجیٰ الخ قسم ہے چاشت کے وقت یعنی شروع دن کی یا مراد تمام دن ہے۔

۲) اور قسم ہے رات کی جب کہ اس کا اندھیرا پھیل جائے یا ٹھہر جائے۔

تشریح

۱) روز روشن کی قسم | روز روشن کو بطور دلیل اور شہادت پیش کر کے یہ اصولی حقیقت ذہن نشین کرائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کا نظام اس طرح بنایا ہے کہ یہاں ہمیشہ ایک حالت اور کیفیت باقی نہیں رہتی۔ یہاں دن کی روشنی بھی چمکتی ہے اور صبح بھی نمودار ہوتی ہے تکلیف اور مصیبت کے بعد راحت بھی آتی ہے۔ انسان کی تربیت اور اس کی مخفی صلاحیتوں کو ابھارنے کے لئے راحت و تکلیف دونوں کا وجود ضروری ہے۔

۲) رات کی تاریکی کی قسم | رات اپنے ساتھ سکون لے کر آتی ہے۔ دن کے بعد رات کا آنا ایک یقینی بات ہے۔ اسی طرح راحت کے بعد تکلیف بھی آتی ہے۔ تکلیف اور مصیبتوں کے امنڈتے ہوئے بادلوں کو دیکھ کر یہ خیال کرنا صحیح نہیں کہ یہ بادل چھٹیں گے نہیں اور تکلیفوں اور پریشانیوں سے یہ نتیجہ نکلنا درست نہ ہوگا کہ یہ تکلیفیں اللہ کی ناراضگی کی وجہ سے ہیں بلکہ سچائی یہی ہے کہ راحت و تکلیف دونوں آزمائش اور انسان کی تربیت کے لئے ہیں۔

کچھ عرصہ وحی کے وقفہ کی وجہ سے نبی ﷺ پر جو کیفیت طاری تھی اس کے پیش نظر تسلی دیتے ہوئے آگے ارشاد ہوا ہے کہ آپ کے رب نے نہ آپ کو چھوڑا ہے نہ وہ آپ سے ناراض ہے۔

مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ﴿۳﴾

قَلٰى	وَمَا	رَبُّكَ	مَا وَدَّعَكَ
بیزار ہوا	اور نہ	آپ کا رب	آپ کو نہیں چھوڑا

آپ کے رب نے آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ بے زار ہوا

﴿۳﴾ مَا وَدَّعَكَ يَا مُحَمَّدُ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ○ اَبْغَضَكَ نَزَلَ هٰذَا لَمَّا قَالَ الْكُفَّارُ عِنْدَ تَاَخُّرِ الْوَحْيِ عَنْهُ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا اِنَّ رَبَّهُ وَدَّعَهُ وَقَلَاهُ

﴿۳﴾ اے محمد تیرے رب نے تجھ کو نہیں چھوڑا اور نہ تجھ کو مبغوض کیا۔ یہ آیت اس پر نازل ہوئی کہ کفار نے کہا تھا جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پندرہ دن تک وحی نہ آئی کہ بیشک محمد کے رب نے محمد کو چھوڑ دیا اور اس سے بغض رکھا۔

تشریح

﴿۳﴾ اے نبی! نہ اس نے آپ کو چھوڑا نہ وہ آپ سے ناراض ہوا نبی نے جب لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت دینی شروع کی تو اس کے ساتھ ہی آپ کے لئے مشکلات کا دور شروع ہو گیا۔ اور آپ کا یہ دعویٰ کہ اللہ نے آپ کو اپنا رسول منتخب کیا ہے اور آپ پر اللہ کی طرف سے وحی نازل ہوئی ہے۔ یہ سن کر مخالفتوں کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا طرح طرح سے آپ کو ستایا جانے لگا۔ ان حالات میں آپ کو گھرا ہوا دیکھ کر یہ خیال ہوتا تھا کہ اگر نبی اللہ کا بھیجا ہوا اور اس کا منظور نظر ہے تو اس کے راستے میں یہ مشکلات کیوں ہیں اور اگر کچھ دنوں کے لئے وحی رک جاتی اور یہ وقفہ اللہ کی مصلحت کے تحت ہوتا تھا تو دشمنوں کو طنز کرنے کا اور موقعہ مل جاتا تھا۔

اللہ تعالیٰ آپ کو تسلی دے رہے ہیں کہ جن حالات میں آپ اپنے آپ کو گھرا ہوا پاتے ہیں وہ آپ کی دعوت حق کا ایک تقاضا ہے اور اللہ کی حکمت یہی ہے کہ انسان کی آزمائش ہو جس سے اللہ کے رسول بھی مستثنیٰ نہیں ہیں ایک پیغمبر جب راہ حق کی مشکلات اور مخالفتوں کے طوفان سے گزرتا ہے تو اس کے اخلاقی محاسن نکھر کر سامنے آجاتے ہیں اور اس کے کردار کی بلندی آسمان کو چھونے لگتی ہے اور پیغمبر کے ماننے والے جن کو پیغمبر سے محبت اور عقیدت پیدا ہو جاتی ہے وہ اس پر اپنی جانیں نچھاور کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ اس طرح پیغمبر کے عزم اور حوصلے کو دیکھ کر اس کے ماننے والوں میں بھی استقامت اور پامردی پیدا ہو جاتی ہے۔

وحی کے نزول میں تاخیر یہ اللہ کی حکمت اور مصلحت پر مبنی ہے اس کی حکمت جس وقت اور جتنی وحی کا تقاضا کرتی ہے وہ نازل کر دیتا ہے۔ اس تاخیر کا یہ مطلب نہیں کہ آپ کا رب آپ سے ناراض ہے اور اس نے آپ کو چھوڑ دیا ہے بلکہ اس کی عنایتیں ہمیشہ آپ کے ساتھ ہیں۔ اور بشارت دی جا رہی ہے کہ آنے والا دور پچھلے دور سے بہتر ہوگا جس کا بیان اگلی آیت میں ہے۔

وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۝۴ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ

وَلَلْاٰخِرَةُ	خَيْرٌ	لَّكَ	مِنَ	الْاُوْلٰى	وَلَسَوْفَ	يُعْطِيْكَ	رَبُّكَ
اور پچھلی حالت	بہتر	آپ کے لئے	سے	پہلی	اور عنقریب	آپ کو عطا کرے گا	آپ کا رب

اور پچھلی حالت آپ کے لئے پہلی (حالت) سے بہتر ہے اور عنقریب آپ کو آپ کا رب عطا کرے گا

فَتَرْضٰى ۝۵ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ۝۶

فَتَرْضٰى	اَلَمْ	يَجِدْكَ	يَتِيْمًا	فَاٰوٰى	
پس آپ راضی ہو جائیں گے	کیا نہیں	آپ کو پایا	یتیم	پس ٹھکانا دیا	

پس آپ راضی ہو جائیں گے کیا آپ کو یتیم نہیں پایا؟ پس ٹھکانہ دیا

(۴) وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ لِمَا فِيْهَا مِنَ الْكَرَامَاتِ مِنَ الْاُوْلٰى ۝ الدُّنْيَا

(۴) اور بے شک تیرے لئے اے محمدؐ آخرت بہتر ہے دنیا سے کہ تیرے لئے آخرت میں بڑے بڑے مرتبہ تیار ہیں۔

(۵) وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فِى الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخَيْرَاتِ عَطَاءً جَزِيْلًا فَتَرْضٰى ۝ بِهٖ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذًا لَّا اَرْضٰى وَوَاحِدًا مِّنْ اُمَّتِىْ فِى النَّارِ اِلٰى هُنَا تَمَّ جَوَابُ الْقَسَمِ بِمُثْبَتَيْنِ بَعْدَ مَنْفِيَيْنِ

(۵) اور البتہ نزدیک ہے کہ تیرا رب تجھ کو آخرت میں اس قدر بھلائیاں دے گا کہ تو خوش ہو جاوے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب یہ ہے تو میں ہرگز راضی نہ ہوں گا اگر میری امت کا ایک شخص بھی دوزخ میں باقی رہے گا۔

(۶) اَلَمْ يَجِدْكَ اِسْتِفْهَامُ تَقْرِيْرٍ اَىْ وَجَدَكَ يَتِيْمًا بِفَقْدِ اَبِيْكَ قَبْلَ وِلَادَتِكَ اَوْ بَعْدَهَا فَاٰوٰى ۝ بِاَنْ ضَمَّكَ اِلٰى عَمِّكَ اَبِىْ طَالِبٍ۔

(۶) اے محمدؐ کیا تیرے رب نے تجھ کو یتیم نہ پایا تھا یعنی پایا تھا بسبب فوت ہونے تیرے باپ کے تیرے پیدا ہونے سے پہلے یا پیچھے۔ پس ملایا تجھ کو تیرے چچا ابو طالب سے کہ اس نے تجھ کو رکھا اور پالا۔

تشریح

(۴) بعد کا دور پہلے دور سے بہتر ہے | اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو بشارت دی کہ یہ نامساعد اور مشکل حالات ہمیشہ نہیں رہیں گے آنے والا دور پہلے دور سے آپ کے لئے بہتر ثابت ہوگا آپ کی قوت آپ کی عزت و شوکت اور آپ کی قدر و منزلت برابر بڑھتی چلی جائے گی اور آپ کا اثر پھیلتا چلا جائے گا۔ یہ وعدہ دنیا تک ہی محدود نہیں اس میں یہ وعدہ بھی شامل ہے کہ آخرت میں جو مرتبہ آپ کو ملے گا وہ دنیا کے رتبہ سے بدرجہا بڑھ کر ہوگا۔ جن مشکلات سے آپ گذر رہے تھے اس میں دنیا اور آخرت کی فیروزمندی کی بشارت نہ صرف تسلی بلکہ حوصلہ افزائی کا باعث تھی۔ اس سے پہلی سورت الّیل کی آیت ۱۳ میں ارشاد ہوا تھا۔

" وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى ۝ (اور در حقیقت آخرت اور دنیا دونوں کے ہم ہی مالک ہیں۔) اور یہاں پر ارشاد ہوا۔ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۝ کہ ہم تمہیں دونوں جہان کی کامیابیاں دیں گے اور آخرت کی کامیابی دنیا کی کامیابی سے کہیں بہتر ہے۔

آخرت کی کامیابی پر نظر رہے تو راہ حق کی مشکلات آسان ہو جاتی ہیں۔

(۵) تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے | مشکلات کے اس دور میں اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ آپ کا رب آپ کو وہ کچھ دے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی اللہ کا یہ وعدہ پورا ہو کر سامنے آیا کہ آپ کا لایا ہوا دین پورے ملک عرب میں اور روم و فارس کی سرحدوں تک پہنچ گیا۔ عرب کی سرزمین میں وہ انقلاب برپا ہوا جس کا تصور نہیں کیا جا سکتا تھا لوگوں کے عقائد اور اخلاق اور اعمال بدل گئے۔ جاہلیت میں ڈوبی ہوئی قوم تیئیس ۲۳ سال میں تہذیب کی امام بن گئی۔ اور پھر حضور کی دعوت ایشیا، افریقہ، یورپ کے بڑے حصے میں پھیل گئی اور دنیا کے گوشے گوشے میں اس کے اثرات پہنچ گئے۔ اللہ نے دنیا میں بھی آپ کو وہ کچھ عطا کیا جس کا کوئی تصور نہیں کیا جا سکتا اور آخرت کے ابدی انعامات اس کے علاوہ ہیں جن سے نبی کو نوازا جائے گا۔ وہاں آپ عزت و سرفرازی کے جس مقام پر فائز ہوں گے اور اللہ کی عطا و بخشش کی آپ پر جو بارش ہوگی اس کی وسعت و عظمت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ یہ عنایتیں جو آئندہ ہوں گی وہ تو ہوں گی ہی اس سے پہلے بھی ہماری مہربانیاں آپ پر رہی ہیں جن میں چند کا تذکرہ آنے والی آیتوں میں کیا جا رہا ہے۔

(۶) درِ یتیم کی حفاظت | دشمنوں کے طعنوں سے غمگین دل کو تسلی دیتے ہوئے آپ کی دل جوئی کے لئے محبت اور شفقت کے ذکر سے دل شاد کیا جا رہا ہے کہ آپ کو چھوڑ دینے اور ناراض ہونے کا کیا سوال ؟ ہماری عنایات آپ پر اس وقت سے ہیں جب آپ یتیم پیدا ہوئے تھے۔ حضورؐ ابھی بطن مادر ہی میں تھے کہ آپؐ کے والد ماجد عبداللہ کا شام کے سفر سے واپسی میں مدینہ کے قریب اپنی ننہال عدی بن نجار میں پہنچ کر انتقال ہو گیا اور حضورؐ یتیم کی حیثیت سے دنیا میں تشریف لائے۔

چھ سال کی عمر تک آپ کی والدہ ماجدہ آمنہ بنت وہب نے آپؐ کی پرورش کی۔ پھر والدہ کی شفقت سے یسیر ہوئے تو جدامجد عبدالمطلب کے سائے میں پرورش پاتے رہے۔ آٹھ سال تک کی عمر تک آپؐ کے دادا نے نہایت شفقت و محبت کے ساتھ آپؐ کی پرورش کی۔ ان کا انتقال ہو گیا تو آپؐ کے حقیقی چچا ابو طالب نے آپ کی کفالت اپنے ذمے لے لی۔ نبوت کے بعد بھی جب ساری قوم آپ کی مخالف ہو گئی تھی ابو طالب آپ کی حمایت میں سینہ سپر رہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک دن بھی بے سہارا نہ چھوڑا آپ کی پرورش کا یہ بہترین انتظام اور وہ بھی ایک ایسے ماحول میں جہاں یتیموں کی ناقدری کی جاتی تھی اللہ تعالیٰ کے فضل خاص کا نتیجہ تھی۔

یتیمی کی حالت میں گو تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن باپ کے سہارے سے محروم ہونے کی وجہ سے آدمی کے اندر ایک طرح کی خود اعتمادی پیدا ہونے لگتی ہے اور اس سے بڑھ کر خدا اعتمادی کا جذبہ پرورش پانے لگتا ہے۔ یتیمی کی حالت میں مبتلا کر کے بھی اللہ تعالیٰ ایک طرح سے تربیت کا انتظام کرتے ہیں۔

ہجرت مدینہ سے کچھ پہلے ۱۰ نبوی میں آپؐ کے مہربان چچا ابو طالب کا انتقال ہو گیا، تو اللہ کے حکم سے یہ امانت انصار مدینہ کے گھر پہنچ گئی۔ مدینہ کے قبیلہ اوس اور خزرج کی قسمت کا ستارہ چمک اٹھا اور انھوں نے اس کی حفاظت اس طرح کی جس کی نظیر چشم فلک نے کبھی نہ دیکھی ہو گی۔

غرض اللہ کی طرف سے اس درِ یتیم کی نصرت و حفاظت کا انتظام ابتدا سے ہوتا رہا ہے اور آپؐ کو اپنے فضل و کرم کے دامن میں لئے رکھا۔

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۝ وَوَجَدَكَ

وَوَجَدَكَ	ضَآلًّا	فَهَدٰى	وَوَجَدَكَ
اور آپؐ کو پایا	بے خبر	تو ہدایت دی	اور آپؐ کو پایا

اور آپؐ کو بے خبر پایا تو ہدایت دی۔ اور آپؐ کو مفلس

عَآئِلًا فَاَغْنٰى ۝

عَآئِلًا	فَاَغْنٰى
مفلس	تو غنی کر دیا۔

پایا تو غنی کر دیا۔

⑦ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا عَمَّا اَنْتَ عَلَيْهِ الْاٰنَ مِنَ الشَّرِيْعَةِ فَهَدٰى ۝ اَىْ هَدَاكَ اِلَيْهَا

⑦ اور پایا تجھ کو بے راہ اس شریعت سے جس پہ تو اب ہے پس تجھ کو اسی کی طرف راہ بتلایا۔

⑧ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَقِيْرًا فَاَغْنٰى ۝ اَغْنَاكَ بِمَا قَنَّعَكَ بِهٖ مِنَ الْغَنِيْمَةِ وَغَيْرِهَا وَفِى الْحَدِيْثِ لَيْسَ الْغِنٰى عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ وَلٰكِنَّ الْغِنٰى غِنَى النَّفْسِ

⑧ اور تجھ کو محتاج پایا پس غنی کر دیا یعنی تجھ کو قناعت دی اس پر جو غنیمت وغیرہ سے حاصل ہوا اور حدیث شریف میں ہے غنی زیادتی مال واسباب سے نہیں لیکن غنا در حقیقت نفس کا غنی ہونا ہے۔

تشریح

⑦ **اللہ نے آپ کو ہدایت کا ملہ عطا کی** آنحضرت ؐ جوانی کی عمر کو پہنچنے کے بعد قوم کے طور وطریق اور بے ہودہ رسم ورواج سے سخت پریشان رہتے تھے۔ ہدایت خلق کی استعداد جو تمام عالم سے بڑھ کر نفس قدسی میں ودیعت کی گئی تھی اس کا چشمہ اندر ہی اندر جوش مارتا تھا لیکن کوئی صاف کھلا ہوا راستہ اور مفصل دستور العمل بظاہر دکھائی نہیں دیتا تھا جس سے اس وسیع قلب کو تسکین ہوتی اسی جوش طلب اور فرط محبت میں آپ بے قرار اور سرگرداں رہتے۔

نبوت سے پہلے بھی حضرت محمدؐ فطرت سلیمہ پر قائم تھے فطرت سلیما اپنے رب کو پہنچانتی ہے اور خیر وشر میں تمیز کرتی ہے اور یہ دونوں ہی وصف نبیؐ میں پائے جاتے تھے۔ چنانچہ بعثت سے پہلے آپؐ کا غار حرا میں یکسوئی کے ساتھ اللہ کی عبادت میں منہمک ہوجانا اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ توحید پر قائم تھے۔ اسی طرح آپؐ کا پاکیزہ زندگی گزارنا آپ کی اخلاقی برتری کی روشن دلیل ہے۔ حضرت ابراہیم ؑ کے دین حنیف کے جو حصے اس وقت تک باقی رہ گئے تھے مثلاً بیت اللہ کی تعظیم حج وغیرہ ان پر آپ عمل پیرا تھے جس حد تک فطرت اور دین ابراہیمی کی روشنی آپ کے سامنے موجود تھی آپ اس روشنی میں چلتے لیکن آپ پر راہ ہدایت پوری طرح روشن نہیں تھی اس لئے نہ آپؐ کو ایمان کی حقیقت معلوم تھی اور نہ شریعت کی تفصیلات کا علم تھا جیسا کہ سورۂ شوریٰ میں اس کی صراحت ہے۔ وَمَا كُنْتَ تَدْرِىْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِىْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا (آیت ۵۲ رکوع ۵) ۔ (تمہیں کچھ پتہ نہ تھا کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کیا ہوتا ہے مگر اس روح کو ہم نے ایک روشنی بنا دیا جس سے ہم راہ دکھا دیتے ہیں اپنے بندوں سے جسے ہم چاہتے ہیں۔)

نبوت پر سرفراز ہونے سے پہلے کبھی حضورؐ کے ذہن میں یہ تصور تک نہ آیا تھا کہ آپ کو کوئی کتاب ملنے والی ہے یا

ملنی چاہیئے۔ اسی طرح آپ کو اللہ پر ایمان تو ضرور حاصل تھا مگر شعوری طور پر اس تفصیل سے واقف نہ تھے کہ آپ کو اللہ کے متعلق کیا کیا باتیں ماننی چاہئیں۔ آخر اللہ نے غار حرا میں فرشتہ کو وحی دے کر بھیجا اور وصول الی اللہ، اصلاح خلق، دین حق اور صراط مستقیم کی راہیں پوری طرح آپ پر روشن کر دیں۔

انسان اپنی عقل و فہم سے بہت سے کام کرتا ہے۔ طرح طرح کی چیزیں ایجاد کرتا رہتا ہے۔ ہواؤں میں اڑتا پھرتا ہے، سمندروں کا سینہ چیرتا ہے، ستاروں پر کمندیں ڈالتا ہے۔ لیکن اپنی زندگی کے مقصد کو پانے کے لئے وہ اللہ کی ہدایت سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ بے شک انسان کی فطرت اور اس کی ساخت اس کو ابھارتی ہے اس میں احساس جگاتی ہے۔ اچھے برے کی تمیز کی صلاحیت جو انسان کی فطرت ہے وہ اس کو خیر کی طرف لے جانا چاہتی ہے لیکن خیر کیا ہے، نیکی کیا ہے؟ اللہ کی مرضی اور پسند کیا ہے۔ اس کی رضا حاصل کرنے کا کیا راستہ ہے؟ یہ خود اللہ کے بتائے بغیر انسان اپنی صلاحیت اور کوشش سے معلوم نہیں کر سکتا اس لئے اس کو لازماً اللہ کی ہدایت اور رہنمائی کی ضرورت ہے۔

اللہ کی ہدایت بندوں تک پہنچانے کا ذریعہ خود بندوں میں سے ہی کسی بندے کو بنایا جاتا ہے پیغمبری کا یہ منصب جس پر تقرر خود اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں حاصل کرنے سے حاصل نہیں ہو سکتا، ریاضت اور عبادت کرنے سے نہیں مل سکتا اللہ جس کو مناسب سمجھتے ہیں اس کو مقرر کرتے ہیں۔ یہی طریقہ اس نے دنیا کے آغاز سے اختیار کیا ہے جس علاقے میں اس نے ضرورت سمجھی پیغمبر اور رسول مقرر کئے۔

اب کیوں کہ پوری دنیا کی حالت بگڑی ہوئی تھی اور دنیا اصل خدائی پیغام کو بھلا چکی تھی اس لئے پوری دنیا کی ہدایت کے لئے پیغمبر عالم کی ضرورت تھی جو صرف ایک علاقے یا کسی ایک قوم کے لئے نہ ہو بلکہ پوری دنیا کے لئے ہو لیکن کام کا آغاز تو بہر حال ایک ہی جگہ سے ہوتا ہے جس طرح دریا کا سرچشمہ ایک ہی جگہ ہوتا ہے پھر اس کا پھیلاؤ بڑھتا جاتا ہے اور دور دور تک کے علاقے کو سیراب کرتا ہے۔

(۸) آپ کو سب سے بے پرواہ کر دیا حضرت محمدؐ کا بچپن یتیمی کی حالت میں گزرا۔ آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ نے میراث میں صرف ایک اونٹنی اور ایک لونڈی چھوڑی تھی۔ بچپن کے ابھرتے ہوئے شعور میں حضرت محمدؐ نے محنت کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کی شہر والوں کی بکریاں اجرت پر چرانے لگے پھر دھیرے دھیرے آپ نے اپنا آبائی پیشہ تجارت اختیار کیا۔ اس سلسلے میں آپ مختلف تجارتی میلوں میں شرکت کرتے تھے۔ آپ کی کاروباری زندگی میں وعدہ پورا کرنا سچائی اور امانت داری آپ کے روشن کردار کا ایک حصہ نظر آتے ہیں یہاں تک ہوا کہ آپ کے معاملات کی صفائی سچائی اور امانت داری کے چرچے ہونے لگے۔

آپؐ کی یہ نیک شہرت مکہ کی ایک شریف خاتون حضرت خدیجہ بنت خویلد ابن اسد کے کانوں میں بھی پڑی۔ وہ ایک کاروباری مالدار خاتون تھیں اور دوسرے لوگوں کے ساتھ شرکت کا معاملہ کرتی تھیں۔ انھوں نے حضرت محمدؐ کی امانت، دیانت، خوش معاملگی کا چرچا سنا اور ان کے بھتیجے فطیمہ نے بھی آپ کی تعریف کی۔ حضرت خدیجہ نے آپ سے تجارتی معاملہ کیا۔ آپ ان کا مال لے کر شام روانہ ہوئے ساتھ میں حضرت خدیجہ کے غلام میسرہ اور حضرت خدیجہ کے رشتہ دار خذیمہ بن حکیم بھی تھے۔ ان لوگوں نے واپس آکر حضرت خدیجہ سے آپ کے اخلاق و عادات کی بے حد تعریف کی آپ کے حالات سن کر اس عفیفہ کے دل میں ایک تمنا جاگ اٹھی۔

اہل خاندان کے مشورے سے یہ دو پاکیزہ روحیں شادی کے بندھن میں بندھ گئیں حضرت خدیجہ کے ساتھ آپ کی ازدواجی زندگی انتہائی خوشگوار تھی آنحضرتؐ نے حضرت خدیجہ کے کاروبار تجارت کو اچھی طرح سنبھال لیا اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو ضروریات زندگی کی فکر سے آزادی دے دی۔ وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ۔

فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ⑨ وَ اَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ⑩

فَاَمَّا	الْيَتِيْمَ	فَلَا تَقْهَرْ	وَ اَمَّا	السَّآئِلَ	فَلَا تَنْهَرْ
پس جو	یتیم	تو قہر نہ کر	اور جو	سوال کرنے والا	تو نہ جھڑک

پس جو یتیم ہو اس پر قہر نہ کریں اور جو سوال کرنے والا ہو اسے نہ جھڑکیں

وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ⑪ ع

ع ۱ / ۱۱ / ۱۸

وَ اَمَّا	بِنِعْمَةِ	رَبِّكَ	فَحَدِّثْ
اور جو	نعمت	اپنا رب	سو بیان کر

اور جو آپ کے رب کی نعمت ہے اسے بیان کریں

⑨ فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ○ بِاَخْذِ مَالِهٖ اَوْ غَيْرِ ذٰلِكَ

⑨ سو یتیم پر قہر نہ کر اس کا مال چھین کر یا اور قسم کی زیادتی اور ظلم کر کے

⑩ وَ اَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ○ تَزْجُرْهُ لِفَقْرِهٖ

⑩ اور لیکن مانگنے والے کو نہ جھڑک بسبب اس کے افلاس کے

⑪ وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ عَلَيْكَ بِالنُّبُوَّةِ وَغَيْرِهَا فَحَدِّثْ ○ اَخْبِرْ وَحُذِفَ ضَمِيْرُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ الْاَفْعَالِ رِعَايَةً لِلْفَوَاصِلِ

⑪ اور تجھ کو جو کچھ تیرے رب نے پیغمبری وغیرہ عطا کی اس نعمت کا شکر کر۔ اس سورت میں بعض افعال سے ضمیر جو راجع ہے طرف آں حضرت ﷺ کے حذف کی گئی تھی بوجہ رعایت قافیہ کے

تشریح

⑨ یتیم کی دل جوئی | یتیمی کے درد کو آپ سے بڑھ کر کون سمجھ سکتا ہے۔؟ آپ خود یتیم تھے اللہ نے آپ کی حفاظت و نگہبانی کے اسباب مہیا کر دیئے اس کے اس احسان کا تقاضا ہے کہ معاشرے کے یتیموں کی خبر گیری اور دل جوئی اور خبر گیری کی جائے، یہ بڑا نازک اور اہم مسئلہ ہے۔ وہ بچے جن کے سروں سے والدین کا سایہ اٹھ گیا سوسائٹی کی امانت ہیں ان کی تربیت سے بے توجہی شرعی اور اخلاقی جرم ہے۔

یتیم کے ساتھ حسن سلوک اور عدل و انصاف اور اگر وہ مال رکھتے ہوں تو ان کے مال کی حفاظت اہم ترین فریضہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یتیموں کی خیر خواہی، خیر اندیشی اور خبر گیری کا حکم قرآن مجید میں مختلف انداز سے اکیس (۲۱) مقامات پر فرمایا ہے۔ سورۂ بقرہ میں ہے:۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۔ (آیت ۲۲۰)

(آپ سے یتیموں کی بابت دریافت کرتے ہیں، کہہ دیجئے جس میں ان کی بہتری ہو (ان کے ساتھ) وہی (معاملہ) بہتر ہے۔ اور اگر تم ان کے ساتھ مل کر رہنا چاہو (یعنی انھیں خاندان کا ایک فرد بنا کر رکھنا چاہو) تو وہ تمہارے ہی بھائی ہیں (اس میں کوئی حرج نہیں) لیکن اللہ جانتا ہے کہ بدخواہ کون ہے اور خیر خواہ کون؟ (یعنی یہ کہ کون شخص ان سے میل جول پیدا کر کے انھیں فائدہ پہنچانا چاہتا ہے اور کون شخص ان کے مال کو ہتھیانے کی غرض سے ان کے ساتھ رہنا چاہتا ہے) اور اگر اللہ چاہتا تو تم کو (مختلف ذمہ داریاں عائد کر کے) مشقت میں ڈال دیتا بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے۔)

وہ یتیم جو مالدار ہیں ان کے مال کے بارے میں بھی انتہائی احتیاط اور عدل و انصاف کی ہدایت کی گئی ہے۔ سورۂ نساء میں ہے:۔

وَاٰتُوا الْیَتٰمٰۤی اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِیْثَ بِالطَّیِّبِ وَلَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَهُمْ اِلٰۤی اَمْوَالِكُمْ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِیْرًا (آیت ۲۰)

(یتیموں کو ان کا مال (دیانت داری کے ساتھ) ادا کرو۔ ان کے اچھے مال کے بدلے میں گھٹیا اور خراب مال مت دو اور نہ ان کے مال کو اپنے مال میں ملا کر خورد برد کرو۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ بڑا زبردست گناہ ہے۔)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یتیم کے ساتھ شفقت و محبت کی بڑی تاکید فرمائی ہے ارشاد ہے کہ:۔

" جو شخص کسی یتیم کو اپنے کھانے پینے میں شریک کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے ضرور جنت میں داخل فرماتا ہے بشرطیکہ اس نے کوئی ایسا گناہ نہ کیا ہو جو بغیر توبہ بخشا نہیں جاتا۔ (شرح السنۃ۔ مشکوٰۃ باب الشفقۃ والرحمۃ۔ راوی ابن عباس رضؓ

آپؐ نے فرمایا:۔ جس نے یتیم کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا تو جتنے بال اس کے ہاتھ کے نیچے آگئے ان میں سے ہر بال کے بدلے بہت سی نیکیاں اس کو مل گئیں۔

پھر آپؐ نے اپنی دو انگلیوں کو ایک دوسری کے ساتھ ملا کر فرمایا کہ:۔ جس نے کسی ایسے یتیم بچے یا بچی کے ساتھ اچھا سلوک کیا جو اس کی تربیت اور نگرانی میں ہو تو وہ میرے ساتھ اس طرح جنت میں جائے گا جیسے کہ یہ دو انگلیاں (ایک دوسری کے ساتھ ہیں)۔ (ترمذی۔ مشکوٰۃ باب الرحمۃ والشفقۃ۔ راوی ابو امامہؓ)

اس طرح کے مکارم اخلاق اختیار کرنے سے بندہ اللہ کا قرب اور اس کی رضا حاصل کرتا ہے۔ یتیموں کے حقوق کی پاسبانی جس طرح اس دُرِّ یتیم نے کی وہ عالم انسانیت کے لئے رہتی دنیا تک منارۂ نور ہے۔

(۱۰) سائل کے ساتھ خوش اخلاقی | سائل دو طرح کے ہیں ایک سائل وہ ہے جو اپنی کسی حاجت کے لئے مدد مانگنے کے لئے آئے، اگر آپ اس کی مدد کر سکتے ہیں تو کر دیجئے ورنہ نرمی کے ساتھ معذرت کر دیں اس کو ڈانٹنے، جھڑکنے، برا بھلا کہنے اور اس کی دل آزاری کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے ساتھ فراخ دلی اور خوش اخلاقی سے پیش آئیں۔

نبیؐ کبھی کسی سائل کو "نہیں" کہہ کر خالی ہاتھ لوٹانا پسند نہ فرماتے تھے۔ حدیث میں حضرت جابرؓ کا بیان ہے، مَا سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ شَیْئًا قَطُّ فَقَالَ لَا۔ (بخاری کتاب الادب)۔ (کبھی ایسا نہیں ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز مانگی گئی ہو، اور آپ نے "نہیں" فرمایا ہو۔)

آپؐ نے سوال اور سائل کے سلسلہ میں جو ہدایت فرمائی وہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے فرمایا:۔

اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَمَنْ لَمْ یَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَیِّبَةٍ۔ (مسلم کتاب الزکوٰۃ)

(جہنم سے بچو اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا صدقہ کر کے بچنے کا سامان کر سکو۔ اور اگر یہ بھی میسر نہ ہو تو اچھی بات ہی کہو۔)

اگر کسی مانگنے والے کی مدد نہ کی جا سکتی ہو تو اچھے انداز سے معذرت کر دی جائے۔

○ دوسری طرح کا سائل وہ ہے جو دین کی کوئی بات اور مسئلہ دریافت کرنے کے لئے آئے ایسا شخص خواہ کیسا ہی جاہل اور اجڈ ہو اور بظاہر کتنے نامعقول طریقے سے سوال کرے یا اپنے ذہن کی الجھن پیش کرے بہر حال اسے شفقت سے جواب دیا جائے۔

(۱۱) اپنے پروردگار کی نعمتوں کو بیان کیجئے | محسن کے احسانات کی شکر گزاری اور اس کی نعمتوں کے اظہار کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں، ہر نعمت اپنی نوعیت کے لحاظ سے اظہار کی ایک خاص صورت چاہتی ہے۔ زبان سے اللہ کا شکر ادا کرنا اور اس کے احسان کا اعتراف و اقرار بھی اس کی ایک شکل ہے۔ ہدایت الٰہی کی نعمت کو عام کرنا اس کی دعوت و تبلیغ اور اس کی تعلیمات کو لوگوں کے ذہن نشین کرانا اس کے اظہار و اقرار کی عملی صورت ہے۔ اللہ کی بھٹکی ہوئی مخلوق کو سیدھا راستہ دکھانا اور راہ حق میں مشکلات و مصائب کا برداشت کرنا، لوگوں کی تلخ و ترش باتوں پر صبر کرنا یہ بھی محسن کے احسان کا اعتراف اور اس کی عملی شکل ہے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات و احادیث یہاں تک کہ آپؐ کی خاموشی بھی اس اظہار نعمت کی عملی شکل ہے۔ یتیموں کی دست گیری، حاجت مندوں کی حاجت روائی، ناداروں کی خبر گیری غرض آپؐ کی پوری حیات طیبہ شکر نعمت کی عملی تفسیر ہے۔



اَلَمْ نَشْرَحْ

ترتیب تلاوت	۹۴	ترتیب نزول	۱۲
مکّی / مدنی	مکّی	تعداد رکوعات	۱
تعداد آیات	۸	تعداد الفاظ	۲۷
تعداد حروف	۱۰۲		

○ سورت کی پہلی آیت اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ کے پہلے فقرے " اَلَمْ نَشْرَحْ " کو سورت کا نام اَلَمْ نَشْرَحْ یا اَلْاِنْشِرَاحْ قرار دیا گیا ہے۔

○ یہ سورت اس سے پہلی سورت الضحیٰ کا ایک طرح سے تکملہ ہے اور دونوں سورتوں کا مضمون کافی حد تک ملتا جلتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورت مکہ مکرمہ میں سورۂ الضحیٰ کے بعد نازل ہوئی ہے۔

○ نبوّت سے پہلے نبیؐ اپنے معاشرے میں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ آپؐ کے رشتے دار، دوست قبیلے والے سب آپؐ کو ہاتھوں ہاتھ لیتے تھے۔ آپ کی دیانت وامانت، خوش معاملگی اچھے اخلاق کا سکہ لوگوں کے دلوں پر جما ہوا تھا۔ بڑے احترام کے ساتھ آپؐ کو الصادق اور الامین کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔
مگر جیسے ہی آپ کو رسالت کی ذمہ داری سونپی گئی اور آپ نے اسلام کی تبلیغ شروع کی آپ کے لیے سخت مشکلات

کا دور شروع ہوگیا۔ درو دیوار آپؐ کے دشمن بن گئے۔ راہ چلتے آپؐ پر آوازے کسے جانے لگے۔
یہ ایسے حالات تھے جن سے نبیؐ کو پہلے سابقہ پیش نہ آیا تھا۔ مخالفت کا یہ ابتدائی زمانہ آپؐ کے لئے بڑا دل شکن تھا اس لئے آپ کو تسلی دینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے پہلے سورۃ الضحیٰ نازل فرمائی اور پھر اس سورت کا نزول ہوا۔

○ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو بشارت دی ہے کہ ہم نے آپ کو تین بڑی نعمتیں عطا کی ہیں جن کی موجودگی میں آپ کو دل شکستہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

پہلی نعمت ہے ـــــ شرح صدر کی یعنی آپ کے سینہ مبارک کو نبوت وحکمت، ہدایت ومعرفت کے انوار کے لئے کشادہ کر دیا اور آپؐ کا حوصلہ بلند کر دیا تاکہ آپ دشمنوں کی عداوت اور مخالفت سے گھبرائیں نہیں۔

دوسری نعمت ہے کہ ـــــ آپ کے اوپر سے ہم نے وہ بھاری بوجھ اتار دیا جو نبوت سے پہلے آپ کی کمر توڑے ڈال رہا تھا یعنی وہ چیز جو آپ کے قلب پر احساس ذمہ داری کے باعث بوجھ بنی ہوئی تھی۔ سینے کی کشادگی اور حوصلے کی فراخی دے کر ہم نے وہ آپ کا بارگراں ہلکا کر دیا۔ آپ میں وہ حوصلہ اور صلاحیت دے دی کہ ہر شے اس کے مقابلے میں ہلکی معلوم ہو۔

تیسری نعمت یہ کہ ـــــ ہم نے آپ کا ذکر بہت بلند کر دیا۔ ہر جگہ اللہ کے نام کے ساتھ محمدؐ کا نام وابستہ ہے کلمہ، نماز، اذان، دعا ہر جگہ اللہ کے رسول کا نام ضرور ہے۔ کوئی اسلام میں داخل نہیں ہوتا جب تک "محمد رسول اللہ" نہ کہے۔ رفع ذکر کی یہ نعمت آپ کے برابر کبھی کسی بندے کو نہیں دی گئی۔

○ اس کے بعد اطمینان دلایا گیا ہے کہ راہ حق کی ہر مشکل آسانی کا پیش خیمہ ہے اور آخر میں آپ کو بتایا گیا ہے کہ دشواریوں کو آسان کرنے کی کنجی یاد الٰہی ہے۔ فرائض نبوت سے فراغت ملے تو آپ اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہو جائیے اس سے آپ میں سختیوں کا مقابلہ کرنے کی طاقت اندر سے پیدا ہوگی۔



آیاتھا ۸	۹۴ = سورۃ الانشراح مکیۃ = ۱۲	رکوعھا ۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کے نام سے جو رحم کرنے والا نہایت مہربان ہے۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ﴿۱﴾ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ﴿۲﴾

اَلَمْ	نَشْرَحْ	لَكَ	صَدْرَكَ	وَوَضَعْنَا	عَنْكَ	وِزْرَكَ
کیا نہیں	کھول دیا	آپ کے لئے	آپ کا سینہ	اور ہم نے اتار دیا	آپ سے	آپ کا بوجھ

کیا ہم نے آپ کا سینہ نہیں کھول دیا؟ اور آپ سے آپ کا بوجھ اتار دیا۔

سُوْرَۃُ اَلَمْ نَشْرَحْ مَکِّیَّۃٌ
ثَمَانُ اٰیَاتٍ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿۱﴾ اَلَمْ نَشْرَحْ اِسْتِفْهَامُ تَقْرِيْرٍ اَيْ شَرَحْنَا لَكَ يَا مُحَمَّدُ صَدْرَكَ ○ بِالنُّبُوَّةِ وَغَيْرِهَا

﴿۲﴾ وَوَضَعْنَا حَطَطْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ○

سورۂ الم نشرح مکی ہے اس میں آٹھ آیتیں ہیں
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
شروع اللہ کے نام سے جو بہت بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے

﴿۱﴾ اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِیْ الخ
کیا ہم نے تیرا سینہ اے محمد ساتھ پیغمبری وغیرہ کے نہیں کھولا یعنی کھولا۔

﴿۲﴾ اور تجھ سے تیرے گناہوں کا بوجھ اتارا جس نے تیری پشت

تشریح

﴿۱﴾ شرح صدر کی نعمت | اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو شرح صدر کی نعمت عطا کی۔ آپ کے قلب کو وہ اطمینان عزم اور حوصلہ عطا کیا جو ایمان اور بصیرت کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے آپ کے سینے میں علوم و معارف کے سمندر اتار دیئے اور فرائض رسالت ادا کرنے کے لئے دشمنوں کی مخالفت برداشت کرنے اور ان کی عداوت سے نہ گھبرانے کا بڑا وسیع حوصلہ عطا کر دیا۔ یہ کیفیت قوت طاقت کا وہ سرچشمہ ہے جس کے حاصل ہو جانے کے بعد راہ حق کی مشکلات کا برداشت کرنا مخالفتوں کا سامنا کرنا اور دشمنوں سے ٹکر لینا آسان ہو جاتا ہے۔

اللہ نے ارشاد فرمایا۔ فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ (الانعام - ۱۲۵)
(جس شخص کو اللہ ہدایت دینے کا ارادہ کرتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے۔)

اللہ نے شرح صدر کی نعمت سے آپ کو سرفراز فرما کر تمام ذہنی الجھنوں کو دور کر دیا اور آپ کو وہ آہنی عزم، وسعت حوصلہ اور نور بصیرت عطا فرمایا جو نبوت کی عظیم ذمہ داریاں سنبھالنے کے لئے درکار تھا۔

﴿۲﴾ ہم نے آپ کا بارگراں اتار دیا | جو چیز آپ کے قلب مبارک پر احساس ذمہ داری کے باعث بوجھ بنی ہوئی تھی وہ بارگراں ہم نے اتار دیا۔ رنج و غم اور فکر و پریشانی کا وہ بوجھ جو قوم کی جہالت اور جاہلیت کو دیکھ دیکھ کر آپ کی حساس طبیعت پر پڑ رہا تھا، اخلاق کی گندگی اور بے حیائی ہر طرف پھیلی ہوتی تھی۔ ظلم اور معاملات میں فساد عام تھا، کسی کی جان، مال، آبرو محفوظ نہ تھی۔ اس بگاڑ کو دور کرنے کی کوئی صورت آپ کو نظر نہ آتی تھی۔ ہدایت کا راستہ دکھا کر یہ بارگراں اللہ تعالیٰ نے آپ کے اوپر سے اتار دیا اور نبوت کے منصب پر سرفراز ہوتے ہی آپ کو معلوم ہو گیا کہ توحید اور آخرت اور رسالت پر ایمان وہ شاہ کلید ہے جس سے انسانی زندگی کے تمام مسائل کو حل کیا جا سکتا ہے۔ اور زندگی کے ہر پہلو میں اصلاح کا راستہ صاف کیا جا سکتا ہے۔ اللہ کی اس رہنمائی سے آپ کے ذہن کا سارا بوجھ ہلکا ہو گیا اور آپ پوری طرح مطمئن ہو گئے کہ اس ذریعے سے آپ نہ صرف عرب بلکہ پوری نوع انسانی کو ان خرابیوں سے نکال سکتے ہیں جن میں ساری دنیا مبتلا تھی۔

الَّذِیۡۤ اَنۡقَضَ ظَهۡرَكَ ﴿۳﴾ وَرَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ ﴿۴﴾

ذِكۡرَكَ	لَكَ	وَرَفَعۡنَا	ظَهۡرَكَ	اَنۡقَضَ	الَّذِیۡۤ
آپ کا ذکر	آپ کے لئے	اور ہم نے بلند کیا	آپ کی پشت	توڑ دی	جو۔ جس

جس نے توڑ دی (جھکا دی) آپ کی پشت اور ہم نے آپ کا ذکر بلند کیا

فَاِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ یُسۡرًا ﴿۵﴾ اِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ یُسۡرًا ﴿۶﴾

یُسۡرًا	الۡعُسۡرِ	مَعَ	اِنَّ	یُسۡرًا	الۡعُسۡرِ	مَعَ	فَاِنَّ
آسانی	دشواری	ساتھ	بیشک	آسانی	دشواری	ساتھ	پس بیشک

بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔ بیشک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔

(۳) الَّذِیۡۤ اَنۡقَضَ اَثۡقَلَ ظَهۡرَكَ ○ وَهٰذَا كَقَوۡلِهٖ تَعَالٰى لِیَغۡفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ

(۳) کو بھاری کیا۔ یہ آیت اس قبیلہ سے ہے جیسے لِیَغۡفِرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ

(۴) وَرَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ ○ بِاَنۡ تُذۡكَرَ مَعَ ذِكۡرِیۡ فِی الۡاَذَانِ وَالۡاِقَامَةِ وَالتَّشَهُّدِ وَالۡخُطۡبَةِ وَغَیۡرِهَا

(۴) اور ہم نے تیرا ذکر بلند کیا کہ اذان اور تکبیر اور التحیات اور خطبہ وغیرہ میں تیرا نام میرے نام کے ساتھ لیا جاتا ہے۔

(۵) فَاِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ الشِّدَّةِ یُسۡرًا ○ سُهُوۡلَةً

(۵) سو سختی کے ساتھ نرمی اور آسانی ہے۔

(۶) اِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ یُسۡرًا ○ وَالنَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ قَاسٰی مِنَ الۡكُفَّارِ شِدَّةً ثُمَّ حَصَلَ لَهُ الۡیُسۡرُ بِنَصۡرِهٖ عَلَیۡهِمۡ

(۶) بے شبہ سختی کے ساتھ آسانی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے کافروں سے سختیاں کھینچیں پھر آپ کو آسانی حاصل ہوئی کہ کافروں پر غلبہ ہوا۔

تشریح

(۳) یہ فکر آپ کی کمر توڑے ڈال رہی تھی | یہی فکر وہ بوجھ تھا جو آپ کی کمر توڑے ڈال رہا تھا۔ کام کو ہلکا کرنے کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ ایک صورت تو یہ ہوتی ہے کہ کام کو کم کر دیا جائے، ذمہ داری کا بوجھ گھٹا دیا جائے۔ دوسری صورت کام کو ہلکا کرنے کی کہ کام کی استعداد، حوصلہ اور صلاحیت اس درجہ وسیع کر دی جائے کہ اس کے مقابلہ میں بڑے سے بڑا کام بھی ہلکا معلوم ہونے لگے۔ نبی ﷺ کے کام کو ہلکا کرنے کے لئے یہ صورت اختیار کی گئی کہ آپ کو بلند حوصلگی اور کشادہ قلبی اس درجہ عطا کی گئی کہ آپ ذمہ داریوں کو بآسانی ادا کر سکیں۔ ایسے ماحول میں جہاں لوگ جہالت میں مبتلا تھے توحید و آخرت کی دعوت کو پیش کرنا ایک جاں گسل کام تھا۔ فرائض رسالت

کی ادائیگی کی یہ کمر توڑ ذمے داری تھی جس کو ادا کرنے کی فکر میں آپ ڈوبے رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے حوصلوں کو بلند کر کے اس مشکل کام کو آسان کر دیا اور آپ کو ایسے مخلص ساتھی فراہم ہوئے جن کی نصرت اور رفاقت نے دل کو اطمینان اور سکون عطا کیا اسی اطمینان اور سکون کی کیفیت کو اس بوجھ کو اتارنے سے تعبیر کیا گیا ہے جو آپ کی کمر توڑے دے رہا تھا۔

(۴) حضرت محمدؐ کی رفعت شان | اے نبیؐ! تیسری بڑی نعمت ہم نے آپ کو یہ عطا کی کہ آپ کی خاطر آپ کے ذکر کا آوازہ بلند کر دیا قرآن مجید جس وقت یہ بشارت دے رہا تھا اس وقت کوئی یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جس شخص کے ساتھ گنتی کے چند آدمی ہیں اور پورا ماحول اس کا مخالف ہے اس کا آوازہ دنیا میں کیسے بلند ہوگا اور اس کو ناموری کیسے حاصل ہوگی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان حالات میں اپنے رسولؐ کو یہ خوش خبری سنائی اور پھر عجیب طریقے سے اس کو پورا کیا۔

آج آپ کا ذکر مبارک بلند سطح سے لیا جاتا ہے آپ کی رسالت کا چرچا عام ہے آپ کا نام مبارک نہایت ادب و احترام کے ساتھ لیا جاتا ہے آپ کی رسالت کی گواہی دیئے بغیر کوئی شخص اسلام میں داخل نہیں ہو سکتا دنیا میں ہر جگہ اذان میں اللہ کے نام کے ساتھ آپ کے نام کی صدا گونجتی رہتی ہے، کوئی نماز آپ کے ذکر خیر سے خالی نہیں ہوتی۔ آپ دنیائے انسانیت کے لئے نجات دہندہ ہیں معلم اخلاق اور انقلابی شخصیت کی حیثیت سے آپ کا نام لیا جاتا ہے کہیں سرورِ عالم کہہ کر پکارے جاتے ہیں تو کہیں رحمۃ للعالمین کے لقب سے آپ کو یاد کیا جاتا ہے، دنیا کی قومیں آپؐ کو ہادیٔ اعظم کے نام سے یاد کرتی ہیں آپ کی حیات طیبہ کے ذکر سے محفلیں مہکتی ہیں۔ اہل ایمان کو آپ سے گہری عقیدت ہے اور شب و روز آپ کی خدمت میں ہدیہ درود و سلام پیش کرتے رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو تسلی دے رہے ہیں کہ اے نبیؐ آپ کے مخالفین آپ کو کتنا ہی جھٹلائیں اور مذاق اڑائیں اللہ تعالیٰ نے آپ کی شان بلند کی ہے اور اپنے نیک بندوں میں آپ کے لئے کمال درجے کی مقبولیت رکھ دی ہے۔ یہ رفعت شان آج تک نہ کسی بندے کو ملی ہے اور نہ ملے گی۔

حضرت ابو سعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "جبرئیلؑ میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا، میرا اور آپ کا رب پوچھتا ہے کہ میں نے کس طرح آپ کا رفع ذکر کیا۔ میں نے عرض کیا اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ انھوں نے کہا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جب میرا ذکر کیا جائے گا تو میرے ساتھ آپ کا بھی ذکر کیا جائیگا۔"

(ابن جریر۔ ابن ابی حاتم، مسند ابو یعلی، ابن المنذر، ابن حبان، ابن مردویہ، ابو نعیم۔)

جب اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی نعمتیں فرما رہے ہیں تو آپ کو گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ مشکلات کا یہ دور بہت لمبا نہیں ہے تنگی کے ساتھ فراخی کا دور بھی چلا آ رہا ہے جس کو اگلی آیت میں بیان کیا گیا ہے۔

(۵) ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے | جب کوئی کام اخلاص کے ساتھ کیا جاتا ہے اللہ کی رحمت دستگیری کرتی ہے مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں اللہ کی رضا جوئی میں جو سختیاں آپؐ نے برداشت کیں ان میں سے ہر ایک سختی کے ساتھ کئی کئی آسانیاں ہیں۔ حوصلہ بلند کر دینا جس سے مشکلات برداشت کرنا سہل ہو گیا ذکر کا بلند کرنا۔ اللہ تعالیٰ تنگی کے بعد فراخی، تکلیف کے بعد راحت اور مشکلات کے بعد آسانی کی راہ کھولتا ہے۔

(۶) ہر تنگی کے بعد فراخی ہے | یہ اللہ کا اٹل قانون ہے کہ راہِ حق میں مشکلات پیش آتی ہیں۔ آدمی ان مشکلات سے پریشان اور دل گرفتہ نہ ہو بلکہ اطمینان رکھے کہ مشکلات کے بعد آسانیوں کا دور بھی آئے گا اور آسانیوں کا دور اتنا قریب ہے کہ گویا ساتھ ہی چلا آ رہا ہے۔ راہِ حق میں مشکلات بار بار پیش آ سکتی ہیں۔ جب دین پھیلا یا گیا یہ دشواریاں تب بھی تھیں اور جب دین پھیل چکا یہ دشواریاں اِس وقت بھی ہیں۔ البتہ دشواریوں کو آسان کرنے کی کنجی یادِ الٰہی ہے جو سرکار دو عالمؐ کا طریقہ تھا۔ اسی کا ذکر اسی کی یاد دہانی آنے والی آیتوں میں کرائی جا رہی ہے۔

کی ادائیگی کی یہ کمر توڑ ذمے داری تھی جس کو ادا کرنے کی فکر میں آپ ڈوبے رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے حوصلوں کو بلند کرکے اس مشکل کام کو آسان کر دیا اور آپؐ کو ایسے مخلص ساتھی فراہم ہوئے جن کی نصرت اور رفاقت نے دل کو اطمینان اور سکون عطا کیا اسی اطمینان اور سکون کی کیفیت کو اس بوجھ کو اتارنے سے تعبیر کیا گیا ہے جو آپ کی کمر توڑے دے رہا تھا۔

(۴) حضرت محمدؐ کی رفعت شان | اے نبیؐ! تیسری بڑی نعمت ہم نے آپ کو یہ عطا کی کہ آپ کی خاطر آپ کے ذکر کا آوازہ بلند کر دیا قرآن مجید جس وقت یہ بشارت دے رہا تھا اس وقت کوئی یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جس شخص کے ساتھ گنتی کے چند آدمی ہیں اور پورا ماحول اس کا مخالف ہے اس کا آوازہ دنیا میں کیسے بلند ہوگا اور اس کو ناموری کیسے حاصل ہوگی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان حالات میں اپنے رسولؐ کو یہ خوش خبری سنائی اور عجیب طریقے سے اس کو پورا کیا۔

آج آپ کا ذکر مبارک بلند سطح سے لیا جاتا ہے آپ کی رسالت کا چرچا عام ہے آپ کا نام مبارک نہایت ادب و احترام کے ساتھ لیا جاتا ہے آپ کی رسالت کی گواہی دیئے بغیر کوئی شخص اسلام میں داخل نہیں ہوسکتا دنیا میں ہر جگہ اذان میں اللہ کے نام کے ساتھ آپ کے نام کی صدا گونجتی ہے، کوئی نماز آپ کے ذکر خیر سے خالی نہیں ہوتی۔ آپ دنیائے انسانیت کے لئے نجات دہندہ ہیں معلم اخلاق اور انقلابی شخصیت کی حیثیت سے آپ کا نام لیا جاتا ہے کہیں سرورِ عالم کہہ کر پکارے جاتے ہیں تو کہیں رحمۃ للعالمین کے لقب سے آپ کو یاد کیا جاتا ہے، دنیا کی قومیں آپؐ کو ہادی اعظم کے نام سے یاد کرتی ہیں آپ کی حیات طیبہ کے ذکر سے محفلیں مہکتی ہیں۔ اہل ایمان کو آپ سے گہری عقیدت ہے اور شب و روز آپ کی خدمت میں ہدیہ درود و سلام پیش کرتے رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو تسلی دے رہے ہیں کہ اے نبیؐ آپ کے مخالفین آپ کو کتنا ہی جھٹلائیں اور مذاق اڑائیں اللہ تعالیٰ نے آپ کی شان بلند کی ہے اور اپنے نیک بندوں میں آپکے لئے کمال درجے کی مقبولیت رکھ دی ہے۔ یہ رفعت شان آج تک نہ کسی بندے کو ملی ہے اور نہ ملے گی۔

حضرت ابو سعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جبرئیلؑ میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا، میرا اور آپ کا رب پوچھتا ہے کہ میں نے کس طرح آپ کا رفع ذکر کیا۔ میں نے عرض کیا اللہ ہی بہتر جانتا ہے ۔ انھوں نے کہا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جب میرا ذکر کیا جائے گا تو میرے ساتھ آپ کا بھی ذکر کیا جائیگا۔"

(ابن جریر۔ ابن ابی حاتم، مسند ابو یعلیٰ، ابن المنذر، ابن حبان، ابن مردویہ، ابو نعیم۔)

جب اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی نعمتیں فرما رہے ہیں تو آپ کو گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ مشکلات کا یہ دور بہت لمبا نہیں ہے تنگی کے ساتھ فراخی کا دور بھی چلا آرہا ہے جس کو اگلی آیت میں بیان کیا گیا ہے۔

(۵) ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے | جب کوئی کام اخلاص کے ساتھ کیا جاتا ہے اللہ کی رحمت دستگیری کرتی ہے مشکلیں آسان ہوجاتی ہیں اللہ کی رضا جوئی میں جو سختیاں آپ نے برداشت کیں ان میں سے ہر ایک سختی کے ساتھ کئی کئی آسانیاں ہیں۔ حوصلہ بلند کر دیا جس سے مشکلات برداشت کرنا سہل ہوگیا ذکر کا بلند کرنا۔ اللہ تعالیٰ تنگی کے بعد فراخی، تکلیف کے بعد راحت اور مشکلات کے بعد آسانی کی راہ کھولتا ہے۔

(۶) ہر تنگی کے بعد فراخی ہے | یہ اللہ کا اٹل قانون ہے کہ راہِ حق میں مشکلات پیش آتی ہیں۔ آدمی ان مشکلات سے پریشان اور دل گرفتہ نہ ہو بلکہ اطمینان رکھے کہ مشکلات کے بعد آسانیوں کا دور بھی آئے گا اور آسانیوں کا دور اتنا قریب ہے کہ گویا ساتھ ہی چلا آرہا ہے۔ راہِ حق میں مشکلات بار بار پیش آسکتی ہیں۔ جب دین پھیلا یا گیا یہ دشواریاں تب بھی تھیں اور جب دین پھیل چکا یہ دشواریاں اس وقت بھی ہیں۔ البتہ دشواریوں کو آسان کرنے کی کنجی یادِ الٰہی ہے جو سرکارِ دو عالمؐ کا طریقہ تھا۔ اسی کا ذکر اسی کی یاد دہانی آنے والی آیتوں میں کرائی جا رہی ہے۔

ع ۸ ۱۹

فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۞ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ۞ ۸ ع

فَاِذَا	فَرَغْتَ	فَانْصَبْ	وَاِلٰى	رَبِّكَ	فَارْغَبْ
پس جب	آپ فارغ ہوں	محنت کریں	اور طرف	اپنا رب	رغبت کریں

پس جب آپ فارغ ہوں تو (عبادت میں) محنت کریں اور اپنے رب کی طرف رغبت کریں۔ (دل لگائیں)

۷ فَاِذَا فَرَغْتَ مِنَ الصَّلٰوةِ فَانْصَبْ ۞ اَتْعَبْ فِى الدُّعَاءِ
۷ سو جس وقت تو فارغ ہو نماز سے دعا کر نہایت کوشش اور محنت سے۔

۸ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ۞ تَضَرَّعْ
۸ اور اپنے رب کی طرف عاجزی کر۔

تشریح

۷ جب فارغ ہو عبادت میں سرگرم ہو جاؤ دیگر مشغولیات سے فارغ ہو کر عبادت الٰہی میں منہمک ہو جائیے کہ سب سے بڑی مشغولیت عبادت الٰہی ہے۔ چنانچہ نبی ﷺ کا عبادت میں انہماک اتنا بڑھ گیا تھا کہ رات کو طویل قیام کی وجہ سے آپ کے پائے مبارک متورم ہو جاتے تھے۔

عَنْ عَائِشَةَ رضؓ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْمُ مِنَ اللَّيْلِ حَتّٰى تَتَفَطَّرَ قَدَمَاهُ، فَقُلْتُ لَهُ لِمَ تَصْنَعُ هٰذَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَقَدْ غَفَرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ؟ قَالَ اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا۔ (بخاری و مسلم)

(حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ رات میں اتنا طویل قیام فرماتے کہ آپ کے قدم متورم ہو جاتے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ اتنا طویل قیام کیوں فرماتے ہیں۔ جب کہ آپ کے اگلے پچھلے گناہ سب بخش دیئے گئے ہیں۔ فرمایا کیا میں شکر گذار بندہ نہ بن جاؤں۔)

اگرچہ خلق خدا کو سمجھانا نصیحت کرنا دین کی دعوت و تبلیغ کرنا آپ کی اعلیٰ ترین عبادت تھی لیکن اس میں فی الجملہ مخلوق کا توسط ہوتا تھا مطلوب یہ تھا کہ ادھر سے ہٹ کر بلاواسطہ بھی رب کی طرف توجہ اور اس کی عبادت ہو۔ جیسے غذا اور پانی انسان کے زندہ رہنے کے لئے ضروری ہے مگر اس سے زیادہ ضروری سانس لینے کا عمل ہے اگر ایک منٹ کے لئے آدمی سانس نہ لے تو وہ زندہ نہیں رہ سکے گا۔ اسی طرح شرعی احکام خواہ وہ دعوت و تبلیغ سے متعلق ہوں یا تعلیم و تربیت سے، انفرادی زندگی سے متعلق ہوں یا اجتماعی زندگی سے اسلامی زندگی گزارنے کے لئے ان کی پابندی ضروری ہے لیکن حالات کی مناسبت سے ان ذمہ داریوں میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ اللہ کی عبادت و پرستش اتنی ہی ضروری ہے جتنا انسان کے لئے سانس لینا۔ اور جتنا وہ اس کے لئے اہتمام کرتا ہے اتنا ہی اس کا تعلق اللہ سے مضبوط ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ عبادتوں میں افضل عبادت نماز اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک بن جاتی ہے۔

۸ اور اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہو جائیے اس کو زیادہ سے زیادہ یاد کیجئے اس کی تسبیح و حمد کیجئے اس کے کلام کی تلاوت کیجئے اس سے استغفار کیجئے اور عاجزی کے ساتھ اس سے دعائیں مانگئے۔ اس سے لو لگائیے کہ اے اللہ تو ہی میرا رب ہے اور میں تیرا بندہ ہوں۔ وہی آپ کے کام بناتا ہے بناتا جائے گا اور یہ سلوک امت کی پیروی میں امت کے ساتھ جاری رہے گا۔

۹۵

اَلتِّین

ترتیب تلاوت	۹۵		ترتیب نزول	۲۸
مکی / مدنی	مکی		تعداد رکوعات	۱
تعدادِ آیات	۸		تعداد الفاظ	۳۴
تعداد حروف	۱۶۵			

- سورۃ کی پہلی آیت وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ ہ کے پہلے لفظ "اَلتِّیْن" کو سورۃ کا نام قرار دیا گیا ہے۔
- سورۃ کے مضمون سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ سورت بھی مکہ مکرمہ کے ابتدائی زمانے میں نازل ہوئی ہے۔
- اس سورت میں بتایا گیا ہے کہ انسان اپنی فطرت اور بناوٹ کے لحاظ سے بہت اچھا ہے۔

وہ فطرت سلیمہ لے کر پیدا ہوا ہے۔ اس کی فطرت شیشے کی طرح صاف و شفاف ہے۔ اگر وہ اپنی فطرت کے ان تقاضوں کو سمجھے اور اس کا صحیح استعمال کرے تو وہ اخلاق و کردار کی بلندیوں کو چھو سکتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

کُلُّ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ یُهَوِّدَانِهٖ اَوْ
یُنَصِّرَانِهٖ اَوْ یُمَجِّسَانِهٖ

(ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے والدین اس کو یہودی یا نصرانی یا آتش پرست بنادیتے ہیں.)

اسلامی فطرت کی اس خوبی اور سلامتی کو دلیل سے ثابت کرنے کے لئے اللہ نے تین مقامات کا حوالہ دیا ہے۔

انجیل وزیتون کی سرزمین دمشق اور بیت المقدس جہاں بڑے بڑے انبیاء کرام پیدا ہوئے۔

دوسرے طور سینا جہاں حضرت موسیٰ ؑ کو نبوت عطا کی گئی۔

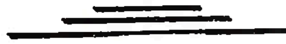
اور تیسرے بلد امین مکہ مکرمہ جہاں اخلاق مجسم حضرت محمد ﷺ کی ولادت ہوئی۔

یہ انسانی کردار وہ ہیں جو بتا رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو وہ فضیلت دی ہے کہ اس میں نبوت جیسے بلند ترین منصب کے حامل لوگ پیدا ہوئے ہیں۔

◯ دوسری طرف وہ انسانی کردار ہے جس نے اپنی فطرت کے خلاف کیا اور پھر گرتے گرتے اس درجہ گر گیا کہ انسانیت کے سب سے نچلے درجہ میں جانوروں سے بھی بدتر بن گیا۔

◯ یہ دو انسانی کردار بتا رہے ہیں کہ ان کے عمل کے مطابق ان کو جزا اور سزا ملنی چاہیئے۔ عدل و انصاف کا یہی تقاضا ہے اور اللہ سے بڑھ کر انصاف کرنے والا کون ہوسکتا ہے۔؟

انسان اپنے انجام جزاء اور سزاء پر نظر رکھے۔ عقل اور فطرت کی گواہی یہی ہے۔



آیاتها ۸	۹۵ سُوْرَۃُ التِّیْنِ مَکِّیَّۃٌ ۲۸	رُکُوْعُهَا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان رحم کرنے والا ہے

وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ ⑴ وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ ⑵ وَهٰذَا الْبَلَدِ

وَالتِّیْنِ	وَالزَّیْتُوْنِ	وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ	وَهٰذَا	الْبَلَدِ
قسم ہے انجیر کی	اور زیتون کی	اور طورِ سینا کی	اور اس	شہر

قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی اور طور سینار کی ، اور اس امن والے

الْاَمِیْنِ ⑶ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ⑷

الْاَمِیْنِ	لَقَدْ خَلَقْنَا	الْاِنْسَانَ	فِیْۤ	اَحْسَنِ	تَقْوِیْمٍ
امن والا	البتہ ہم نے پیدا کیا	انسان	میں	بہترین	سانچہ (ساخت)

شہر کی ، البتہ ہم نے انسان کو بہترین ساخت میں پیدا کیا۔

سُوْرَۃُ وَالتِّیْنِ مَکِّیَّۃٌ اَوْ مَدَنِیَّۃٌ

ثَمَانُ اٰیَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۱) وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ ○ اَیِ الْمَاْکُوْلَیْنِ اَوْ جَبَلَیْنِ بِالشَّامِ یُنْبِتَانِ الْمَاْکُوْلَیْنِ

(۲) وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ ○ اَلْجَبَلُ الَّذِیْ کَلَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰی مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ عَلَیْهِ وَمَعْنٰی سِیْنِیْنَ اَلْمُبَارَكُ اَوِ الْحَسَنُ بِالْاَشْجَارِ الْمُثْمِرَۃِ

(۳) وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ ○ مَکَّۃَ لِاَمْنِ النَّاسِ فِیْهَا جَاهِلِیَّۃً وَّاِسْلَامًا

(۴) لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ الْجِنْسَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ○ تَعْدِیْلٍ لِصُوْرَتِهٖ

سورۂ والتین مکی ہے یا مدنی اس میں آٹھ آیتیں ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شروع اللہ کے نام سے جو بہت بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے۔

(۱) وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ الخ قسم ہے تین اور زیتون کی یعنی انجیر اور زیتون کی یا مراد تین اور زیتون سے دو پہاڑ ہیں [illegible]

(۲) اور قسم ہے جبل طور کی جس پر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے کلام کی اور سینین کے معنی برکت والے کے ہیں یا عمدہ خوبصورت بسبب درختہائے بارآور کے۔

(۳) اور قسم اس شہر امن والے کی یعنی مکہ کی کہ اس میں ہمیشہ لوگ مامون رہے جاہلیت میں اور اسلام میں۔

(۴) بے شک ہم نے آدمی کی جنس کو عمدہ انداز اور صورت کا بنایا۔

تشریح

(۱) انجیر اور زیتون کی قسم | انجیر اور زیتون سے مراد وہ علاقہ ہے جہاں یہ دونوں چیزیں بکثرت پیدا ہوتی ہیں۔ یعنی شام و فلسطین اور بیت المقدس کی سرزمین۔

فلسطین کی سرزمین انجیر اور زیتون کی پیداوار کے لئے قدیم زمانے سے مشہور رہی ہیں چنانچہ عہدنامہ عتیق میں ہے۔

" کیوں کہ خداوند میرا خدا تجھ کو ایک اچھے ملک میں لئے جاتا ہے ..... وہ ایسا ملک ہے جہاں گیہوں اور جو اور انگور اور انجیر کے درخت اور انار ہوتے ہیں۔ وہ ایسا ملک ہے جہاں روغن دار زیتون اور شہد بھی ہے۔

(استثنار ۸ ۔ ۷،۸)

شام و فلسطین اور بیت المقدس وہ علاقہ ہے جہاں حضرت ابراہیمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک بکثرت انبیاء معبوث ہوئے۔ اور ان کی تعلیمات کی روشنی پھیلی ہے۔ یہ تاریخی مقام وہ ہے جہاں انبیاء کرام کے پاکیزہ نفوس اخلاق و کردار کے اعلا معیار پر تھے اور ان کی عظمت نے آسمان کو چھو لیا تھا۔

(۲) طور سینا کی قسم | طور سینین جزیرہ نما، طور سینا کا دوسرا نام ہے اس کو سینین بھی کہتے ہیں۔ یہ وہ علاقہ ہے جس میں کوہ طور واقع ہے جہاں حضرت موسیٰؑ کو شریعت عطا ہوئی تھی۔ بنی اسرائیل مصر سے نکلنے کے بعد کوہ سینا کے دامن میں قیام پذیر ہوئے تھے۔ اس پہاڑ پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو ہم کلامی کا شرف عطا کیا تھا۔

حضرت موسیٰؑ اللہ کے وہ برگزیدہ پیغمبر ہیں جنھوں نے اپنی پاکیزہ زندگی اور جدوجہد سے بنی اسرائیل کو نیکی کا پیغام دیا اور ان کو قوموں کا امام بنا دیا۔ اللہ نے انسان میں جو صلاحیتیں رکھی ہیں اگر ان کو صحیح طور پر پروان چڑھایا جائے تو انسان اتنا اونچا اٹھ سکتا ہے کہ اس کی بلندی پر ستارے بھی رشک کرنے لگیں۔

(۳) بلد امین مکہ کی قسم | مکہ معظمہ کی بنیاد حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل کے ہاتھوں پڑی اور انہی کی بدولت عرب کا مقدس ترین مرکزی شہر بنا۔ حضرت ابراہیم کی دعا کی بدولت یہ شہر ڈھائی ہزار سال سے امن کا گہوارہ بنا ہوا تھا۔

اسی شہر میں اللہ تعالیٰ نے دعائے خلیل و نوید مسیحا کے مطابق حضرت محمدؐ کو مبعوث فرمایا جو اپنے خلق عظیم کی وجہ سے کردار و عمل کی بلندیوں پر نظر آتے ہیں۔

یہ تاریخی مقامات اس بات پر شاہد ہیں کہ یہ پاکیزہ نفوس اخلاق و کردار کے اعلا معیار پر تھے اور اللہ نے انسان کے اندر ایسی صلاحیتیں رکھی ہیں کہ اگر وہ ان کو تعمیری رُخ پر پروان چڑھائے تو اعلیٰ مرتبوں تک پہنچ سکتا ہے۔ اس چیز کو ثابت کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان مقامات پر پیدا ہونے والے مقدس نفوس کو بطور شہادت پیش کرتے ہوئے بتایا ہے کہ انسان فطرت سلیمہ پر پیدا ہوا ہے جس کا ذکر اگلی آیت میں ہے۔

(۴) ہم نے انسان کو بہترین بناوٹ پر پیدا کیا | یہ سب متبرک مقامات گواہ ہیں جہاں ایسے ایسے اولوالعزم پیغمبر اٹھے ہیں کہ ہم نے انسان کو کیسے اچھے سانچے میں ڈھالا اور کیسی کچھ قوتیں اور ظاہری و باطنی خوبیاں اس کے وجود میں جمع کی ہیں اگر یہ اپنی صحیح فطرت پر ترقی کرے تو فرشتوں سے آگے نکل جائے بلکہ مسجود ملائکہ بنے۔ جس طرح انسان کی ظاہری بناوٹ بہترین ہے اس کو اعلیٰ درجے کا جسم عطا کیا گیا ہے۔ اسی طرح اس کی باطنی قوتیں بھی سب سے اعلیٰ ہیں اسے فکر و فہم علم و عقل کی وہ بلند قابلیتیں بخشی گئی ہیں جو کسی دوسری مخلوق کو نہیں بخشی گئیں۔ کیوں کہ نوع انسانی کے فضل و کمال کا سب سے بلند نمونہ انبیاءؑ ہیں اس لئے انسان کے احسن تقویم پر ہونے کی شہادت میں ان مقامات کی قسم کھائی گئی ہے جو اللہ کے پیغمبروں سے نسبت رکھتے ہیں۔

ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ ۝۵ اِلَّا الَّذِیْنَ

ثُمَّ	رَدَدْنٰهُ	اَسْفَلَ	سَافِلِیْنَ	اِلَّا	الَّذِیْنَ
پھر	ہم نے اسے لوٹا دیا	سب سے نیچا	نیچوں والا	سوائے	جو لوگ

پھر اسے سب سے نیچی (پست ترین) حالت میں لوٹا دیا۔ سوائے ان لوگوں کے جو

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ

اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوْا	الصّٰلِحٰتِ	فَلَهُمْ	اَجْرٌ	غَیْرُ
ایمان لائے	اور عمل کئے	نیک	تو ان کے لئے	اجر	نہ

ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کئے تو ان کے لئے ختم نہ ہونے والا

مَمْنُوْنٍ ۝۶ فَمَا یُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّیْنِ ۝۷

مَمْنُوْنٍ	فَمَا یُكَذِّبُكَ	بَعْدُ	بِالدِّیْنِ
ختم ہونے والا	پس کیوں جھٹلاتے ہو	اس کے بعد	دین (روز جزا وسزا)

اجر ہے پس اس کے بعد روز جزا وسزا کو کیوں جھٹلاتے ہو؟

اَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِیْنَ ۝۸ ع

ع ۱ ۸ ۲۰

اَلَیْسَ	اللّٰهُ	بِاَحْكَمِ	الْحٰكِمِیْنَ
کیا نہیں	اللہ	سب سے بڑا حاکم	تمام حاکم

کیا اللہ سب حاکموں سے بڑا حاکم نہیں ہے۔!؟

۵ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ فِیْ بَعْضِ اَفْرَادِهٖ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ كِنَایَةٌ عَنِ الْهَرَمِ وَالضُّعْفِ فَیَنْقُصُ عَمَلُ الْمُؤْمِنِ عَنْ زَمَنِ الشَّبَابِ وَیَكُوْنُ لَهٗ اَجْرُهٗ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی

۵ پھر انسان کے بعض افراد کو سب نیچوں سے نیچا کیا (یہ کنایہ ہے بڑھاپے اور ضعف سے کہ اس وقت مومن کا عمل کم ہوجاتا ہے زمانہ جوانی سے۔ اور اس کو ثواب اسی قدر ملتا رہتا ہے جیسا کہ جوانی میں ملتا تھا جیسا کہ اللہ تعالٰی نے آگے فرمایا)

(۶) اِلَّا اَیْ لٰکِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ۝ مَقْطُوْعٍ وَفِی الْحَدِیْثِ اِذَا بَلَغَ الْمُؤْمِنُ مِنَ الْکِبَرِ مَا یُعْجِزُهٗ عَنِ الْعَمَلِ کُتِبَ لَهٗ مَا کَانَ یَعْمَلُ

(۶) لیکن وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے سو ان کے لئے ثواب دائمی ہے کبھی منقطع نہ ہوگا۔

اور حدیث میں ہے کہ جب مسلمان بوڑھا ہو کر عمل سے عاجز ہو جاتا ہے تو اس کو ویسا ہی ثواب ملتا رہتا ہے جیسا پہلے ملتا تھا۔

(۷) فَمَا یُکَذِّبُکَ اَیُّهَا الْکَافِرُ بَعْدُ اَیْ بَعْدَ مَا ذُکِرَ مِنْ خَلْقِ الْاِنْسَانِ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَةٍ ثُمَّ رَدِّهٖ اِلٰی اَرْذَلِ الْعُمُرِ الدَّالِّ عَلَی الْقُدْرَةِ عَلَی الْبَعْثِ بِالدِّیْنِ ۝ بِالْجَزَاءِ الْمَسْبُوْقِ بِالْبَعْثِ وَالْحِسَابِ اَیْ مَا یَجْعَلُکَ مُکَذِّبًا بِذٰلِکَ وَلَا جَاعِلَ لَهٗ

(۷) پس اے کافر تجھ کو کس چیز نے حشر و نشر اور حساب اور جزا و سزا کے جھٹلانے پر آمادہ کیا

بعد اس کے جو مذکور ہوا آدمی کو عمدہ صورت پر بنانے اور پھر نکمی عمر تک پہنچانے سے جو دال ہے قدرت بعث پر۔

حالاں کہ کوئی وجہ اس کے جھٹلانے کی پائی نہیں جاتی۔

(۸) اَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَحْکَمِ الْحٰکِمِیْنَ ۝ اَیْ هُوَ اَقْضَی الْقَاضِیْنَ وَحُکْمُهٗ بِالْجَزَاءِ مِنْ ذٰلِکَ وَفِی الْحَدِیْثِ مَنْ قَرَاَ بِالتِّیْنِ اِلٰی اٰخِرِهَا فَلْیَقُلْ بَلٰی وَاَنَا عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ الشَّاهِدِیْنَ

(۸) کیا نہیں ہے اللہ حاکم سب حاکموں کا یعنی بے شک وہ سب حاکموں کا حاکم ہے اور اس کا حکم دربارہ جزا و سزا ضرور ہونے والا ہے۔

اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس وقت کوئی شخص سورۃ والتین کو پڑھ کر ختم کرے تو چاہیئے کہ یہ کہہ لیوے بَلٰی وَاَنَا عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ الشَّاهِدِیْنَ۔

تشریح

(۵) جب منکر ہوا تو جانوروں سے بدتر ہے | جب انسان نے ان صلاحیتوں کو صحیح استعمال نہیں کیا جو اس کے اندر اس کے خالق نے رکھی تھیں اس کو بہترین ساخت پر بنایا تھا اس کو فطرت سلیمہ عطا کی تھی جو اوپر اٹھنے کا تقاضا کرتی تھی مگر اس نے اوپر اٹھنے کے بجائے گرنا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے اسے گراوٹ کے آخری درجے کو پہنچا دیا اور اسے پست ترین حالت کی طرف پھیر دیا، اس کا اخلاق گرتا گیا اس کی روح گناہوں میں آلودہ ہوتی گئی اور وہ نفس کی خواہشات کا غلام بن کر رہ گیا۔

انسان جب اس مقصد کو اپنا نصب العین نہیں بناتا جس کے لئے اسے اعلیٰ صلاحیتیں عطا کی گئی ہیں تو وہ انسانیت کا جوہر کھو دیتا ہے اور حیوان سے بھی بدتر ثابت ہوتا ہے۔

ناسمجھ انسان جب نہ اپنی صورت پر غور کرتا ہے اور نہ سیرت دیکھتا ہے سرمایہ عقل و حکمت پستی کی طرف گرنے میں صرف کرتا ہے تو جسم و جسمانیت کا عیش اس کا منتہائے نظر رہ جاتا ہے۔ انسانی گراوٹ کی بدترین مثالوں سے تاریخ کے اوراق بھرے پڑے ہیں اور ہمارے ارد گرد ایسے واقعات سامنے آتے رہتے ہیں کہ انسانیت ماتم کرنے لگتی ہے۔

(۶) ایمان اور عمل صالح پر ختم نہ ہونے والا اجر | جن لوگوں نے اپنے بہترین ساخت پر پیدا ہونے کی قدر کی اور اپنے آپ کو ایمان و عمل صالح سے سنوارا وہ پستی میں گرنے سے بچ گئے۔ انھوں نے اپنی صلاحیتوں کا استعمال صحیح مقصد کے لئے کیا اور آخرت کی منزل کو سامنے رکھتے ہوئے بلندیوں پر چڑھنے کا حوصلہ کیا اس لئے وہ آخرت میں دائمی اجر کے مستحق ہوں گے اور ابدی انعام سے نوازے جائیں گے۔

انسانی معاشرے میں دونوں طرح کے لوگ نظر آتے ہیں ۔ اخلاقی پستی میں گرنے والے لوگ گرتے گرتے نیچے تک گرتے چلے جاتے ہیں ۔ اور وہ لوگ جو ایمان اور صالح زندگی کو اپنا لیتے ہیں وہ اس احسن تقویم پر قائم رہتے ہیں جس پر اللہ نے انسان کو پیدا کیا ہے۔ وہ ایسے اجر کے مستحق ہیں جو اُن کے استحقاق سے کم نہ ہوگا اور نہ کبھی منقطع ہوگا اس لئے کہ انھوں نے اپنی استعداد اور صلاحیتوں کو ایک نظم و ضبط کے تحت اللہ کی اتباع میں لگائے رکھا۔

(۷) جزا و سزا کو کیسے جھٹلایا جاسکتا ہے | ان واضح اور محکم دلائل کے سامنے آجانے کے بعد قیامت اور جزائے عمل کے بارے میں پیغمبر کو جھٹلانے میں کیا معقولیت ہے۔ جب یہ بات انسانوں کی زندگی میں صاف صاف نظر آتی ہے کہ بہترین ساخت پر پیدا کی ہوئی نوع انسانی میں ایک گروہ اخلاقی پستی میں گرتا چلا جاتا ہے اور دوسرا گروہ ایمان و عمل صالح اختیار کر کے اس حالت پر قائم رہتا ہے جو بہترین ساخت پر انسان کے پیدا کئے جانے سے مطلوب تھی تو اس کے بعد جزا و سزا کو کیسے جھٹلایا جاسکتا ہے۔ کیا عقل یہ کہتی ہے کہ دونوں قسم کے انسانوں کا انجام ایک جیسا ہو۔ کیا انصاف یہی چاہتا ہے۔

أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ (القلم ۔ ۳۵ تا ۳۶)

(کیا ہم فرماں برداروں کو مجرموں کی طرح کر دیں۔ تمہیں کیا ہوگیا ہے، تم کیسے حکم لگاتے ہو۔)

دوسری جگہ فرمایا۔

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَوَاءً مَحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ۔ (الجاثیہ ۔ ۲۱)

(کیا برائیوں کا ارتکاب کرنے والوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم انھیں ان لوگوں کی طرح کر دیں گے جو ایمان لائے اور جنھوں نے نیک عمل کئے ۔ ؟ دونوں کی زندگی اور موت یکساں ہو؟ بہت بُرے حکم ہیں جو یہ لگاتے ہیں۔)

انسان کو اللہ نے پیدا کیا اور بہترین شکل و صورت میں پیدا کیا اس کا قوام ایسی ترکیب سے بنایا کہ اگر چاہے تو نیکی اور بھلائی

یں ترقی کر کے فرشتوں سے آگے نکل جائے کوئی مخلوق اس کی برابری نہ کر سکے، اس کے کامل نمونے دنیا نے شام، بیت المقدس کوہ طور اور مکہ معظمہ میں اپنے اپنے وقت پر دیکھ لئے جن کے نقش قدم پر اگر انسان چلے تو انسانی کمالات اور دونوں جہان کی کامیابی کے اعلیٰ ترین مقامات پر پہنچ جائے، لیکن انسان خود اپنی بدعملی سے ذلت و ہلاکت کے گڑھے میں گرتا ہے اور اپنی پیدائشی بزرگی کو گنوا دیتا ہے — کیا پھر بھی دین فطرت کے اصول اور جزا و سزا کے معقول قاعدوں کو جھٹلایا جا سکتا ہے۔ ؟

البتہ جھٹلانے کی ایک صورت ہو سکتی ہے کہ یہ مان لیا جائے کہ یہ دنیا ایک بے سرا کارخانہ ہے نہ اس پر کسی کی حکومت ہے نہ یہاں کوئی قاعدہ قانون جاری ہے کہ کسی بھلے بُرے پر گرفت ہو سکے۔ اس کا جواب اگلی آیت میں سنیئے۔

(۸) کیا اللہ سب سے بڑا حاکم نہیں ہے ؟ | دنیا کی چھوٹی چھوٹی حکومتیں اپنے وفاداروں کو انعام سے نوازتی ہیں اور مجرموں کو سزا دیتی ہیں۔ تو وہ حاکموں کا حاکم جس کی شہنشاہی کے سامنے دنیا کی حکومتیں کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتیں اس کی سرکار سے یہ توقع کیوں نہ رکھی جائے کہ وہ اچھے برے انسانوں میں امتیاز کرے گا — کیا اس کے نزدیک انصاف کوئی چیز نہیں ہے کیا وہ کبھی عدالت برپا نہیں کرے گا — کیا وہ مجرموں کو سزا اور نیکو کاروں کو انعام نہ دے گا۔ ؟

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی سورہ "والتین والزیتون" پڑھے اور اس آیت پر پہنچے اَلَیْسَ اللّٰہُ بِاَحْکَمِ الْحَاکِمِیْنَ (کیا اللہ سب حاکموں سے بڑا حاکم نہیں ہے ؟) تو یہ کہے بَلٰی وَاَنَا عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ الشَّاھِدِیْنَ۔ (ہاں، اور میں اس پر شہادت دینے والوں میں سے ہوں۔)

(راوی ابوہریرہ رضہ۔ امام احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن المنذر، بیہقی، حاکم، ابن مردویہ)

بعض روایات میں آیا ہے کہ حضور جب یہ آیت پڑھتے تو فرماتے :-

" سُبْحٰنَکَ فَبَلٰی "



۹۶

العلق

ترتیب تلاوت	۹۶	ترتیب نزول	۱
مکی / مدنی	مکی	تعداد رکوعات	۱
تعداد آیات	۱۹	تعداد الفاظ	۷۲
تعداد حروف	۲۹۰		

○ **سورۃ** کی دوسری آیت ہے خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ (جمے ہوئے خون کے ایک لوتھڑے سے انسان کی تخلیق کی) ـــــ اس میں لفظ "علق" کو اس سورت کا نام قرار دیا گیا ہے۔

○ اسی سورت کی پہلی آیت سے لے کر پانچویں آیت تک سب سے پہلی وحی ہے جو رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی۔

آغاز وحی کا پورا واقعہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے بیان فرمایا ہے اور حضرت عائشہ رض نے خود رسول اللہ ﷺ سے سن کر اس کو روایت کیا ہے۔

نبوت سے پہلے حضرت محمد ﷺ نے چالیس سال اس طرح بسر کئے کہ آپ قوم کی بداخلاقی بدکرداری سے سخت تکلیف محسوس کرتے تھے۔ آپ پہاڑ کے ایک غار میں غوروفکر کرتے تھے کہ چاروں طرف جہالت کی پھیلی ہوئی تاریکی کو کیسے دور کیا جائے۔ مکے سے پانچ کلومیٹر دور ایک پہاڑ ہے جس کا نام جبل نور ہے اس پہاڑ میں ایک غار ہے جس کا نام "غارِ حرا" ہے حرا کے معنی ہیں تلاش و جستجو۔ یہ غار پتھروں کی ایک چھوٹی سی کوٹھری ہے جو روشن بھی ہے اور ہوادار بھی۔

یہ پہاڑ مکے سے شمال مشرق میں منیٰ اور عرفات کو جاتے ہوئے ایک ریتیلے میدان کے بیچ میں دو ہزار فٹ بلندی تک سر اٹھائے کھڑا ہے۔ اسی پہاڑ کے غار حرا میں حضرت محمدؐ تنہائی میں کئی کئی دن غور و فکر میں مصروف رہتے تھے۔ یہی وہ مقدس غار ہے جہاں سے دنیا کے آخری پیغمبر نے ہدایت و رحمت کا پیغام بارگاہ رب العزت سے سنا۔

قمری حساب سے عمر چالیس سال چھ مہینے ہوئی، عیسوی حساب سے ۶۱۰ءکہ حرا کی خلوتیں جگمگا اٹھیں ۔۔

فرشتۂ غیب آپ سے کہہ رہا تھا اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝

حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتداء سچے خوابوں کی شکل میں ہوئی آپ جو خواب بھی دیکھتے تھے وہ ایسا ہوتا جیسے آپ دن کی روشنی میں دیکھ رہے ہیں۔ پھر آپ تنہائی پسند ہوگئے اور کئی کئی شب و روز غار حرا میں رہ کر عبادت کرنے لگے۔ آپ کھانے پینے کا سامان گھر سے لے جاکر وہاں چند روز گزارتے۔ پھر حضرت خدیجہ رضہ کے پاس واپس آتے اور وہ مزید چند روز کے لئے سامان آپ کے لئے مہیا کردیتی تھیں۔

ایک روز جب آپ غار حراء میں تھے یکایک آپؐ پر وحی نازل ہوئی اور فرشتے نے آکر آپ کو کہا "پڑھو" اس کے بعد حضرت عائشہ رضہ خود رسول اللہؐ کا قول نقل کرتی ہیں کہ " میں نے کہا میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں"۔ اس پر فرشتے نے مجھے پکڑ کر بھینچا، یہاں تک کہ میری قوت برداشت جواب دینے لگی۔ پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا پڑھو۔ میں نے کہا میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اس نے دوبارہ مجھے بھینچا اور میری قوت برداشت جواب دینے لگی۔ پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا پڑھو۔ میں نے پھر کہا میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اس نے تیسری مرتبہ مجھے بھینچا یہاں تک کہ میری قوت برداشت جواب دینے لگی۔ پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا۔ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ۔ پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ یہاں تک کہ" مَا لَمْ يَعْلَمْ "تک پہنچ گیا۔

حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانپتے لرزتے ہوئے وہاں سے پلٹے اور حضرت خدیجہ رضہ کے پاس پہنچ کر کہا " مجھے اوڑھاؤ، مجھے اڑھاؤ "۔ چناں چہ آپ کو اوڑھا دیا گیا۔ جب آپ پر سے خوف زدگی کی کیفیت دور ہوگئی تو آپؐ نے فرمایا اے خدیجہ، مجھے کیا ہوگیا ہے۔ پھر سارا قصہ آپؐ نے ان کو سنایا۔ اور کہا مجھے اپنی جان کا ڈر ہے۔ انھوں نے کہا ہرگز نہیں آپ خوش ہوجائیے، خدا کی قسم آپ کو خدا کبھی رسوا نہ کرے گا، آپ رشتے داروں سے نیک سلوک کرتے ہیں، سچ بولتے ہیں، بے سہارا لوگوں کا بار برداشت کرتے ہیں، نادار لوگوں کو کما کر دیتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور نیک کاموں میں مدد کرتے ہیں۔

پھر وہ حضورؐ کو لے کر ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں جو ان کے چچا زاد بھائی تھے۔ زمانۂ جاہلیت میں عیسائی ہوگئے تھے۔ عربی اور عبرانی میں انجیل لکھتے تھے۔ بہت بوڑھے اور نابینا ہوگئے تھے۔ حضرت خدیجہ رضہ نے ان سے کہا بھائی جان ذرا اپنے بھتیجے کا قصہ سنیئے ۔۔۔ ورقہ نے حضورؐ سے کہا، بھتیجے! تم کو کیا نظر آیا۔؟ رسول اللہؐ نے جو کچھ دیکھا تھا وہ بیان کیا۔ ورقہ نے کہا یہ وہی ناموس (وحی لانے والا فرشتہ) ہے جو اللہ نے موسیٰؑ پر نازل کیا تھا ۔۔۔ کاش میں آپ کے زمانۂ نبوت میں قوی و جوان ہوتا، کاش میں اس وقت تک زندہ رہوں جب آپ کی قوم آپ کو نکالے گی، ۔۔۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کیا یہ لوگ مجھے نکال دیں گے۔ ورقہ نے کہا، ہاں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی شخص وہ چیز لے کر آیا ہو جو آپ لائے ہیں اور اس سے دشمنی نہ کی گئی ہو۔ اگر میں نے آپ کا وہ زمانہ پایا تو میں آپ کی پرزور مدد کروں گا۔ مگر زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ ورقہ کا انتقال ہوگیا۔

حضرت خدیجہ آپ کی شریک حیات جو آپ کی زندگی کے ایک ایک پہلو سے واقف تھیں پہلی خاتون تھیں جنھوں نے

آپ کی نبوت کی تصدیق کی ـــــ نبوت ملنے سے پہلے تک آپؐ کو یہ گمان تک نہ تھا کہ اللہ آپ پر اتنی بڑی ذمہ داری ڈالنے والے ہیں اس لئے قدرتی طور پر آپ نے گھبراہٹ محسوس کی۔

ورقہ بن نوفل جو بڑے تجربہ کار اور تورات کے عالم تھے انھوں نے بھی فوراً یہ بات سمجھ لی کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اپنا پیغمبر منتخب کیا ہے ـــ آپ کی چالیس سالہ زندگی اتنی بے داغ اور بلند پایہ تھی کہ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ آپؐ کے کردار میں یہ خامی ہے۔ چاند میں داغ ہو سکتے ہیں مگر عرب کے اس چاند کی زندگی بے داغ اور روشن تھی۔

( ) اس سورت کا دوسرا حصہ جو آیت ۶ سے شروع ہو کر ختم سورت تک ہے اس وقت نازل ہوا جب رسول اللہؐ نے حرم مکہ میں اسلامی طریقے پر نماز پڑھنی شروع کی۔ ابوجہل نے آپ کو ڈرا دھمکا کر روکنا چاہا اور ایک روز آپ کو نماز پڑھتے دیکھ کر آپ کی طرف بڑھا۔ مگر پھر لوگوں نے حیرت سے دیکھا کہ ابوجہل پیچھے ہٹ رہا ہے۔ جب اس سے پوچھا گیا کہ تجھے کیا ہو گیا ہے تو اس نے کہا مجھے ایسا لگا کہ میرے اور ان کے درمیان آگ کی خندق، ایک ہولناک چیز اور کچھ پَر تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ میرے قریب پھٹکتا تو ملائکہ اس کے چیتھڑے اڑا دیتے۔

( ) اس سے پہلی سورت التین میں انسان کے ارتقاء اور اس کی پستی اور بلندی کا بیان تھا۔ اس سورت میں بتایا گیا ہے کہ انسانیت کی ترقی کا راز اس علم میں ہے جو انسان کو اللہ سے قریب کرے۔ اس لئے سورت کا آغاز اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ سے ہوتا ہے اور اس کی انتہا وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ پر ہے۔

یہ علم روح کی غذا ہے جس کا سرچشمہ وحی الٰہی ہے اس علم کو عام کرنا اور بندگانِ خدا کو مقام قرب تک لے جانا سرکارِ دوعالمؐ کی شان ہے۔ اس علم کی پیروی سے منہ موڑنا جہل ہے۔ دین اسلام اسی جہل کا مقابلہ ہے اسی رعایت سے ابوجہل کا ذکر ہے جس کو خود اپنے رب کے سامنے جھکنے کی توفیق نہیں ہوئی اور دوسروں کو راہ حق سے روکتا رہا۔ جس کا تعلق اس سرچشمۂ علم و حکمت سے نہ ہو وہی ابوجہل ہے۔

آیاتھا ۱۹	۹۶ سُوْرَۃُ الْعَلَقِ مَکِّیَّۃٌ ۱	رُکُوْعُھَا ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان، رحم کرنے والا ہے

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ① خَلَقَ

اِقْرَاْ	بِاسْمِ	رَبِّکَ	الَّذِیْ	خَلَقَ	خَلَقَ
پڑھیے	نام سے	اپنا رب	جس نے	پیدا کیا	پیدا کیا

پڑھیے اپنے رب کے نام سے جس نے (سب کو) پیدا کیا، انسان کو

الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ② اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ ③

الْاِنْسَانَ	مِنْ	عَلَقٍ	اِقْرَاْ	وَرَبُّکَ	الْاَکْرَمُ
انسان	سے	جما ہوا خون	پڑھیے	اور آپ کا رب	بڑا کریم

جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ پڑھیے اور آپ کا رب سب سے بڑا کریم ہے۔

سُوْرَۃُ اِقْرَاْ مَکِّیَّۃٌ تِسْعَ عَشَرَۃَ اٰیَۃً صَدْرُھَا اِلٰی مَا لَمْ یَعْلَمْ اَوَّلُ مَا نَزَلَ مِنَ الْقُرْاٰنِ وَذٰلِکَ بِغَارِ حِرَاءٍ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ

سورۃ اقراء مکی ہے اس میں اُنیس ۱۹ آیتیں ہیں۔ اس سورت کی شروع آیت مَا لَمْ یَعْلَمْ تک تمام قرآن میں اول نازل ہوئی غار حرا میں

روایت کیا اس کو بخاری نے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شروع اللہ کے نام سے جو بہت بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے۔

اِقْرَاْ اَوْجِدِ الْقِرَاءَۃَ مُبْتَدِئًا بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ الْخَلَائِقَ

① اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ
اے محمد ﷺ پڑھ تو اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے تمام خلائق کو پیدا کیا۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ الْجِنْسَ مِنْ عَلَقٍ ۝ جَمْعُ عَلَقَۃٍ

② آدمی کو بنایا خون غلیظ کے ٹکڑے سے۔

وَهِيَ الْقِطْعَةُ الْيَسِيرَةُ مِنَ الدَّمِ الْغَلِيظِ

③ اِقْرَأْ تَأْكِيدٌ لِلْأَوَّلِ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ۝ اَلَّذِي لَا يُوَازِيهِ كَرِيمٌ حَالٌ مِنْ ضَمِيرِ اقْرَأْ

③ پڑھ تو اے محمدؐ اور حال یہ ہے کہ تیرا رب کریم ہے کوئی کریم اس کے مثل نہیں ۔

تشریح

① پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے تمام کائنات کو پیدا کیا | ابتدائی پانچ آیتیں پہلی وحی ہے جو نبیؐ پر نازل ہوئی۔ اس وقت آپ غارِ حراء میں تھے رمضان کے مہینے کی رات تھی اور آپؐ کی عمر مبارک چالیس سال ہو چکی تھی۔ اس طرح قرآن کے نزول کا آغاز ہوا اور آپ نبوت سے سرفراز کئے گئے۔ اللہ نے یہ کتاب انسان کی ہدایت کے لئے نازل کی ہے اور قیامت تک تمام پیدا ہونے والے انسان اس کتاب کے مخاطب ہیں۔

فرمایا کہ اپنے رب کا نام لے کر پڑھو یعنی قرآن کا آغاز کرتے ہوئے اپنے رب سے مدد لی جائے۔ اس حکم کی تعمیل کا طریقہ بھی اللہ نے بتا دیا کہ قرآن شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھو۔ قرآن کو اللہ کے نام سے پیش کرنا اس حقیقت کا اظہار ہے کہ یہ کتاب لفظاً اللہ کا کلام ہے۔ وہ پروردگار جس نے تمام کائنات کو پیدا کیا جو ہر چیز کا خالق ہے اسی کا نام لے کر اس کتاب کو پڑھیئے جس نے ہر چیز کو پیدا کیا وہ تم میں پڑھنے کی صفت بھی پیدا کر دے گا۔

② انسان کو جمے ہوئے خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا | اتنی حقیر چیز سے انسان جیسی اشرف مخلوق کو بنا کر کھڑا کر دیا۔ خالق کی عظیم قدرت اس کے کمالِ حکمت اس کی کرشمہ سازیوں اور بے انتہا نوازشوں پر دلالت کرتا ہے۔ علقہ جمے ہوئے خون کو کہتے ہیں۔ حمل ٹھہرنے کے بعد چند دنوں میں جما ہوا خون ہوتا ہے۔ پھر وہ جما ہوا خون گوشت کا لوتھڑا بن جاتا ہے اس کے بعد اس میں آہستہ آہستہ انسانی صورت بننے کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ اس وقت اس میں نہ ادراک ہوتا ہے نہ شعور، پھر اللہ اس میں یہ تمام صفات پیدا کرتے ہیں اور عقل و فہم کی وہ قوتیں پیدا کرتے ہیں جو انسان کے مقصدِ حیات کو پورا کرنے کے لئے ضروری ہیں۔ اس مقصد زندگی کے شعور کے لئے علم کی ضرورت ہے۔ علم سے رہنمائی ملتی ہے اور پتہ لگتا ہے کہ انسان دنیا میں کیوں آیا ہے اور کس لئے پروردگار نے اس کو یہ تمام نعمتیں عطا کی ہیں۔ اس لئے کائنات کی اس تخلیق کا ذکر کرنے کے بعد خصوصی طور پر انسان کی تخلیق کا ذکر کیا۔

③ پڑھو تمہارا رب بڑا کریم ہے | اللہ تعالیٰ کا انتہائی کرم ہے کہ حقیر ترین حالت سے انسان کی ابتدا کر کے اس نے انسان کو شعور اور وہ صلاحیت عطا کی جو علم کے لیے ضروری ہے۔ اس نے انسان کو صاحبِ علم بنایا جو مخلوق کی بلند ترین صفت ہے۔ یہاں دوبارہ پڑھنے کا حکم دیا گیا جس سے تاکید بھی مقصود ہے اور اس سے قرآن کی اہمیت بھی ظاہر ہوتی ہے کہ یہ اپنی نوعیت کی واحد کتاب ہے جو بار بار پڑھے جانے کے لائق ہے۔ آپ پڑھیئے، آپ کو علم عطا کرنا آپ کے رب کا کام ہے آپ کی تربیت جس شان سے کی گئی ہے اس سے آپ کی کاملِ استعداد نمایاں ہے جب ادھر سے استعداد میں قصور نہیں اور ادھر سے مبدا فیاض میں بخل نہیں بلکہ وہ کریموں سے بڑھ کر کریم ہے پھر فیض کے پہنچنے میں کیا چیز مانع ہو سکتی ہے۔ آپ کا رب بڑی عظمت و بزرگی والا ہے۔ وہ تمام علم آپ کے سینۂ مقدس میں جمع کر دے گا وہ سینہ جس کو علم و معرفت کے لئے کشادہ کیا جائے گا۔ یہاں اللہ کی صفت کریم سے اکرم بیان ہوئی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بڑے شرف و عظمت والی ہستی ہے اور وہ بندوں کے حق میں نہایت محسن ہے۔ اللہ نے اس پر یہ کتنا بڑا احسان کیا کہ بہترین مخلوق بنا کر اس کی ہدایت کا سامان کیا ہے۔

الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ﴿۴﴾ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ

مَا لَمْ	الْاِنْسَانَ	عَلَّمَ	بِالْقَلَمِ	عَلَّمَ	الَّذِیْ
جو نہ	انسان	سکھایا	قلم سے	سکھایا	وہ جس نے

جس نے قلم سے سکھایا، انسان کو سکھایا جو وہ نہ جانتا

یَعْلَمْ ﴿۵﴾ کَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰٓی ﴿۶﴾

لَیَطْغٰٓی	الْاِنْسَانَ	اِنَّ	کَلَّآ	یَعْلَمْ
سرکشی کرتا ہے	انسان	بیشک	ہرگز نہیں	وہ جانتا تھا

تھا۔ ہرگز نہیں، انسان البتہ سرکشی کرتا ہے

﴿۴﴾ الَّذِیْ عَلَّمَ الْخَطَّ بِالْقَلَمِ ○ وَاَوَّلُ مَنْ خَطَّ بِهٖ اِدْرِیْسُ عَلَیْهِ السَّلَامُ

﴿۴﴾ جس نے لکھنا سکھایا قلم سے۔ سب میں پہلے قلم سے ادریس علیہ السلام نے لکھا ہے۔

﴿۵﴾ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ الْجِنْسَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ○ قَبْلَ تَعْلِیْمِهٖ مِنَ الْهُدٰی وَالْکِتَابَةِ وَالصِّنَاعَةِ وَغَیْرِهَا

﴿۵﴾ اس نے آدمی کو وہ سکھلایا جو وہ نہ جانتا تھا سکھلانے سے پہلے راہ ہدایت اور کتابت اور تمام پیشے وغیرہ۔

﴿۶﴾ کَلَّا حَقًّا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰٓی ○

﴿۶﴾ سچ ہے یہ بات کہ آدمی سرکش ہوتا ہے۔

تشریح

﴿۴﴾ علم قلم کے ذریعے سکھایا | اللہ تعالیٰ نے انسان کو صرف صاحب علم ہی نہیں بنایا بلکہ اس کو قلم کے استعمال سے لکھنے کا فن سکھایا جو بڑے پیمانے پر علم کی اشاعت اس کی ترقی اور اس کے بقاو تحفظ کا ذریعہ بنا۔ اگر اللہ تعالیٰ انسان کو قلم اور کتابت کے فن کا یہ علم نہ دیتا تو انسان کی علمی قابلیت ٹھٹھر کر رہ جاتی اور اسے نشو و نما پانے ۔ پھیلنے اور ایک نسل کے علوم دوسری نسل تک پہنچنے اور آگے مزید ترقی کرتے چلے جانے کا موقع ہی نہ ملتا۔ آں حضرت ﷺ نے کبھی لکھا پڑھا نہ تھا۔ قلم سے بھی وہی علم دیتا ہے اور بغیر قلم کے بھی وہی علم دے گا۔ جس طرح قلم فائدہ پہنچانے والے اور فائدہ اٹھانے والے کے درمیان ایک واسطہ ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ اور حضرت محمد ﷺ کے درمیان جبرئیل ایک واسطہ ہیں۔ سکھانے والا اللہ ہے سیکھنے والے محمد ﷺ ہیں۔ جبرئیل ایک واسطہ ہیں جہاں سرچشمہ علم، فیض ذات باری خود ہو اور سیکھنے والی ذات ایک عبد کامل اس کا رسول تو وہاں علم کی وسعتوں کا کیا ٹھکانا۔ قرآن نے علم کی اشاعت کے لئے قلم کی اہمیت کا ذکر کر کے یہ بتا دیا کہ یہ ذریعہ اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے اور اس نعمت کا بہترین استعمال یہ ہے کہ علم کو ضبط تحریر میں لایا جائے۔ چنانچہ مسلمانوں نے تعلیمی میدان میں جو ترقی کی اور علوم کو تحریر میں لا کر اس کی اشاعت میں جو بیش بہا خدمات انجام دیں وہ انسانی تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔

﴿۵﴾ اللہ نے انسان کو جہالت سے نجات دی | بچہ جب ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے تو کچھ نہیں جانتا آخر اسے رفتہ رفتہ کون سکھاتا ہے وہی رب قدیر جو انسان کو جاہل سے عالم بناتا ہے۔ وہی اپنے ایک امی کو عارف کامل بلکہ تمام عارفوں کا سردار بنا دے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ

کی شان کریمی ہے کہ وہ انسان کو حقیر ترین مادے سے پیدا کر کے بلند ترین صفات کی مخلوق بنا دیتا ہے جس کی سب سے بڑی صفت اس کا صاحب علم ہونا ہے۔ اسے جو بھی حاصل ہوتا ہے اللہ کے دینے سے حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جس مرحلے پر انسان کے لئے علم کے دروازے کھولنے چاہتے ہیں وہ اس پر کھلتے چلے جاتے ہیں۔ جن جن چیزوں کو بھی انسان اپنی علمی دریافت سمجھتا ہے اللہ تعالیٰ نے جب چاہا اس کا علم انسان کو اس طرح دیا کہ اسے محسوس بھی نہیں ہوا کہ یہ علم اسے اللہ نے دیا ہے۔ انسان کو سب سے بڑا علم جو عطا کیا گیا وہ غیب کی وہ سچائیاں ہیں جو وحی کے ذریعے انسان کو ملی ہیں۔ یہ حقیقی اور بنیادی علم ہے جو قرآن کی شکل میں انسان کو عطا ہوا ہے۔ اور اسی پر اس کے ارتقاء اور ابدی کامیابی کا دارومدار ہے۔ چنانچہ سورۂ رحمٰن میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کے علم کو اپنی سب سے بڑی نعمت قرار دیا ہے۔ فرمایا، اَلرَّحْمٰنُ ○ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ○ (رحمٰن نے قرآن سکھایا) اور اس کا ذکر انسان کی پیدائش کے ذکر سے پہلے کیا ہے۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ (انسان کو پیدا کیا) تاکہ معلوم ہو جائے کہ انسان کی پیدائش کا مقصد ہدایت حاصل کرنا ہے جس کا سرچشمہ قرآن ہے۔ اسی نے انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا۔ اور رسول ﷺ کے سینے کو علم و عرفان کا منبع بنا دیا۔

○ یہاں تک وہ پانچ آیتیں ہیں جو سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ پر نازل کی گئیں۔ کیوں کہ وحی کے نازل ہونے کا یہ پہلا تجربہ تھا اس لئے اس وقت صرف یہ بتانے پر اکتفا کیا گیا کہ وہ رب جس کو آپ جانتے اور مانتے ہیں آپ سے براہ راست مخاطب ہے۔ اس کی طرف سے آپ پر وحی کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے اور آپ کو اس نے اپنا نبی بنا لیا ہے۔

ان مذکورہ پانچ آیات میں جو سب سے پہلے آپ پر نازل ہوئیں اللہ کی ربوبیت عام ربوبیت خاص، اللہ کی خالقیت اور اس کی عظمت کا ذکر ہوا جو علم اور قلم سے خاص ہے۔ وہ علم جو اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے اور حضور تقسیم فرماتے ہیں۔ جس نبوت کی ابتدا اس علم سے ہوئی ہو اس کی انتہا کا کیا ٹھکانا۔

اس کے ایک مدت کے بعد سورۂ مدثر کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں جن میں آپ کو بتایا گیا کہ نبوت کے منصب پر مامور ہونے کے بعد آپ کو کیا کام کرنا ہے۔

اب اس سے آگے آیت ۶ سے سورت کے آخر آیت ۱۹ تک وہ آیتیں ہیں جو اس وقت نازل ہوئیں جب رسول اللہ ﷺ نے حرم میں اسلامی طریقے پر نماز پڑھنی شروع کی اور ابوجہل نے آپ کو ڈرا دھمکا کر اس سے روکنا چاہا۔

(۶) ان کی حقیقت اور اس کا غرور | انسان کی اصل حقیقت تو اتنی ہے کہ اس کے رب اور اس کے پیدا کرنے والے نے اس کو جمے ہوئے خون سے بنایا اور وہ جاہل محض تھا کچھ نہ جانتا تھا اس کو علم دیا یہ علم اس کا ذاتی نہیں ہے بلکہ اللہ کا دیا ہوا ہے جس طرح خود اس کی زندگی اپنی پیدا کی ہوئی نہیں ہے اس کے مالک نے اس کو وجود دیا ہے۔ اسی طرح اس کا علم بھی ذاتی نہیں ہے بلکہ اللہ کا دیا ہوا ہے۔ اس کے پروردگار نے جس مرحلے پر انسان کے لئے علم کے جو دروازے کھولنے چاہے وہ کھلتے چلے گئے جیسا کہ سورہ بقرہ آیت الکرسی میں ارشاد ہوا۔ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَاۗءَ (آیت ۲۵۵) (اور لوگ اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے سوائے اس کے جو وہ خود چاہے)۔

یعنی اللہ تعالیٰ جس وقت جتنا چاہتے ہیں انسان کو علم عطا کرتے ہیں۔

مگر انسان اپنی حقیقت کو یاد نہیں رکھتا اور بھول جاتا ہے کہ اس کا وجود اور اس کا علم سب کچھ اس کے رب کا رہین منت ہے دنیا کے مال و دولت پر مغرور ہو کر سرکشی اختیار کرتا ہے۔ بجائے اس کے کہ وہ اللہ کی نعمت کی قدر کرتا اپنی حدوں سے نکل جاتا ہے، سرکش ہو جاتا ہے اور سمجھ بوجھ سے کام نہیں لیتا۔ اس کے اس غرور کی وجہ کیا ہے اگلی آیت میں اس کا بیان ہے۔

أَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ⑦ إِنَّ إِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ⑧

الرُّجْعٰى	رَبِّكَ	إِلٰى	إِنَّ	اسْتَغْنٰى	أَنْ + رَّاٰهُ
لوٹنا ہے	اپنا رب	طرف	بیشک	بے پروا	اگر اپنے تئیں دیکھیں

اگر اپنے تئیں غنی (بے پروا) دیکھتا ہے۔ بے شک اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے

⑦ أَنْ رَّاٰهُ أَيْ نَفْسَهُ اسْتَغْنٰى ○ بِالْمَالِ نَزَلَ فِيْ أَبِيْ جَهْلٍ وَرَاٰى عِلْمِيَّةٌ وَاسْتَغْنٰى مَفْعُوْلٌ ثَانٍ وَأَنْ رَاٰهُ مَفْعُوْلٌ لَهُ

⑦ اس سبب سے کہ اپنے نفس کو بسبب مال کے مستغنی سمجھتا ہے (یہ آیت ابو جہل کے بارہ میں نازل ہوئی)

⑧ إِنَّ إِلٰى رَبِّكَ يَا إِنْسَانُ الرُّجْعٰى ○ الرُّجُوْعُ تَخْوِيْفٌ لَهُ فَيُجَازِي الطَّاغِيْ بِمَا يَسْتَحِقُّهُ

⑧ اے انسان بے شبہ تجھ کو اپنے رب کی طرف جانا ہے

سو حق تعالیٰ بدلہ دے گا سرکش کو اس کی سرکشی کا۔

تشریح

⑦ کیونکہ وہ اپنے آپ کو بے نیاز دیکھتا ہے | یہ غرور و تکبر اس میں اس لئے پیدا ہوتا ہے کہ مال و دولت عزت و جاہ جو کچھ بھی وہ دنیا میں چاہتا تھا وہ اسے حاصل ہو گیا اور وہ سمجھتا ہے کہ مجھے کسی کی پروا نہیں۔ اس نے اپنے آپ کو تو دیکھا مگر یہ نہ دیکھا کہ یہ سب دیا کس نے ہے؟ اگر دینے والے پر اس کی نظر جاتی تو وہ شکر گزار ہوتا اور بندگی کی حد سے تجاوز نہ کرتا ـــــ مگر ایک بات وہ بھول رہا ہے۔ اسے یاد دلا دو ـــــ اے مغرور انسان سن لے اگلی آیت میں اس کا بیان ہے۔

⑧ لوٹ کر اللہ ہی کے پاس جانا ہے | اس مغرور انسان کو یاد دلا دو کہ اول بھی اسے اللہ ہی نے پیدا کیا ہے اور آخر بھی اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔ دنیا میں اس نے کچھ بھی حاصل کر لیا ہو وہ دولت جس پر وہ اکڑ رہا ہے، جس کے بل پر وہ سرکشی کر رہا ہے وہ یہ بھول رہا ہے کہ عدالت خداوندی میں حاضری ہو گی اور اس کی سرکشی کا نتیجہ سامنے آئے گا کوئی شخص اللہ سے بے نیازی اختیار کر کے اپنے آپ کو بچا نہیں سکتا ـــــ آخر تمہیں اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے جہاں تیرے اعمال کی جزا سزا ملے گی۔

یہاں تک انسان کے ساتھ خطاب عام تھا، وہ انسان جو اپنی حقیقت کو بھول گیا ہے۔ اب خاص طور پر ابو جہل کی طرف اشارہ ہے۔

أَرَءَيْتَ الَّذِي يَنْهَىٰ ⑨ عَبْدًا إِذَا صَلَّىٰ ⑩ أَرَءَيْتَ إِن

إِن	أَرَءَيْتَ	صَلَّىٰ	إِذَا	عَبْدًا	يَنْهَىٰ	الَّذِي	أَرَءَيْتَ
اگر	بھلا دیکھو	وہ نماز پڑھے	جب	ایک بندہ	روکتا ہے	وہ جو	کیا آپ نے دیکھا

کیا آپ نے اسے دیکھا جو روکتا ہے ایک بندہ کو جب وہ نماز پڑھے۔ بھلا دیکھو اگر یہ

كَانَ عَلَى الْهُدَىٰ ⑪ أَوْ أَمَرَ بِالتَّقْوَىٰ ⑫

بِالتَّقْوَىٰ	أَمَرَ	أَوْ	الْهُدَىٰ	عَلَى	كَانَ
پرہیزگاری کا	حکم دیتا	یا	ہدایت	پر	ہوتا

ہدایت پر ہوتا یا پرہیزگاری کا حکم دیتا

⑨ أَرَءَيْتَ فِي مَوَاضِعِهَا الثَّلَاثَةِ لِلتَّعَجُّبِ الَّذِي يَنْهَىٰ ○ هُوَ أَبُو جَهْلٍ

⑩ عَبْدًا هُوَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّىٰ ○

⑪ أَرَءَيْتَ إِن كَانَ أَيِ الْمَنْهِيُّ عَلَى الْهُدَىٰ ○

⑫ أَوْ لِلتَّقْسِيمِ أَمَرَ بِالتَّقْوَىٰ ○

⑨ کیا تو نے دیکھا اس شخص کو یعنی ابوجہل کو کہ وہ منع کرتا ہے۔

⑩ ہمارے بندے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جس وقت وہ نماز پڑھتا ہے۔

⑪ تو بتلا اگر وہ ہمارا بندہ ہدایت پر ہے اور پرہیزگاری کا حکم

⑫ کرتا ہے تو اس کو عبادت سے روکنا کیسا عجیب امر ہے۔

تشریح

⑨ کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جو روکتا ہے | روکنے والا ابوجہل ہے اور جن کو روک رہا ہے وہ حضرت محمدؐ ہیں۔ اس کی سرکشی اور غرور تو دیکھو کہ اپنی حقیقت بھول گیا ہے۔ وہ بھول گیا ہے کہ پروردگار نے اس کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا اس کو عقل دی فہم دی، شعور دیا، یہ خوبصورت بدن دیا اور دھڑکتا ہوا دل عطا کیا۔ پروردگار نے اس کو دولت کیا دی کہ آپے سے باہر ہو گیا اور اس نیک انسان کے راستے میں آنے لگا جس کی صداقت و امانت لوگوں میں جانی پہچانی ہے، جس کے اعلیٰ اخلاق مانے ہوئے ہیں۔ جس کی چالیس سالہ زندگی ہر طرح کے عیبوں سے پاک اور شبنم کی طرح پاکیزہ اور صاف و شفاف ہے ــــ ذرا منع کرنے والے کو دیکھو کہ وہ کس کردار کا ہے اور جس کو روک رہا ہے اس کو بھی دیکھو کہ وہ کس معیار کا ہے اور کس چیز سے روک رہا ہے اس کا بیان اگلی آیت میں ہے۔

⑩ ایک بندے کو جو وہ نماز پڑھتا ہو | وہ ایک بندے یعنی حضرت محمدؐ کو روک رہا ہے یہاں لفظ عبد لا کر ایک خاص محبت کا انداز اختیار کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں متعدد جگہ پر حضرت محمدؐ کے لئے یہ پیار بھرا انداز اختیار فرمایا ہے ــ مثال کے طور پر یہ چند آیتیں جن میں حضورؐ کا ذکر اسی شان کے ساتھ ہے۔

سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا (بنی اسرائیل ۔ ۱)

(پاک ہے وہ جو لے گیا اپنے بندے کو ایک رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی طرف۔)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتٰبَ ۔ (الکھف - ۱)
(تعریف ہے اس خدا کے لئے جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی۔)

وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ یَدْعُوْهُ كَادُوْا یَكُوْنُوْنَ عَلَیْهِ لِبَدًا ۔ (الجن - ۱۹)
(اور یہ کہ جب اللہ کا بندہ اسے پکارنے کے لئے کھڑا ہوا تو لوگ اس پر ٹوٹ پڑنے کے لئے تیار ہو گئے۔)

کس چیز سے روک رہا ہے، نماز سے۔ خود تو اپنے رب کے سامنے جھکنے کی توفیق نہیں۔ دوسرا بندہ اگر خدا کے سامنے سربسجود ہوتا ہے تو اسے بھی دیکھ نہیں سکتا۔

نبی ہونے اور پہلی وحی نازل ہونے کے بعد حضورؐ نے اسلام کا اولین اظہار نماز سے کیا تھا آپؐ نے حرم میں اس طریقے پر نماز ادا کرنی شروع کی جس طرح اللہ نے آپ کو سکھائی تھی اس پر ابوجہل نے آپ کو دھمکانا شروع کر دیا کہ اس طریقے پر حرم میں عبادت نہ کریں۔

حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ ابوجہل نے قریش کے لوگوں سے پوچھا، کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے سامنے زمین پر اپنا منہ لگاتے ہیں؟ لوگوں نے کہا ہاں! ـــ اس نے کہا لات و عزیٰ کی قسم اگر میں نے ان کو اس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لیا تو ان کی گردن پر پاؤں رکھ دوں گا اور ان کا منہ زمین پر رگڑ دوں گا۔

پھر ایسا ہوا کہ حضورؐ کو نماز پڑھتا دیکھ کر وہ آگے بڑھا تاکہ آپ کی گردن پر پاؤں رکھے مگر یکایک لوگوں نے دیکھا کہ وہ پیچھے ہٹ رہا ہے اور اپنا منہ کسی چیز سے بچانے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس سے پوچھا گیا کہ یہ تجھے کیا ہو گیا۔
اس نے کہا میرے اور ان کے درمیان آگ کی ایک خندق اور ایک ہولناک چیز اور کچھ پر تھے۔
رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اگر وہ میرے قریب پھٹکتا تو ملائکہ اس کے چیتھڑے اڑا دیتے۔

ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ ابوجہل نے کہا کہ اگر میں نے محمدؐ کو کعبے کے پاس نماز پڑھتے دیکھ لیا تو ان کی گردن پاؤں تلے دبا دوں گا۔ نبیؐ کو اس کی خبر پہنچی تو آپؐ نے فرمایا کہ اس نے ایسا کیا تو ملائکہ اس کو اعلانیہ آ پکڑیں گے۔

ابن عباسؓ کی ایک اور روایت ہے کہ رسول اللہؐ مقام ابراہیم پر نماز پڑھ رہے تھے ابوجہل کا ادھر سے گزر ہوا تو اس نے کہا اے محمدؐ کیا میں نے اس سے تم کو منع نہیں کیا تھا اور اس نے آپؐ کو دھمکیاں دینی شروع کیں۔ جواب میں رسول اللہؐ نے اس کو سختی کے ساتھ جھڑک دیا۔ اس پر اس نے کہا اے محمدؐ تم کس بل پر مجھے ڈراتے ہو۔ خدا کی قسم اس وادی میں میرے حمایتی سب سے زیادہ ہیں۔
غرض جب وہ حضرتؐ کو نماز پڑھتے دیکھتا تو چڑاتا اور دھمکاتا تھا اور طرح طرح سے ایذا پہنچانے کی کوشش کرتا تھا۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص کسی بندہ کو نماز سے (جو بندگی رب کا سب سے بڑا نشان ہے) اور اسلام کا اولین مظہر ہے روکتا ہے وہ ایک بے ہودہ حرکت کرتا ہے۔

(۱۱) اگر یہ بندہ راہ راست پر ہوتا اس بندہ کی حرکت دیکھو اس شخص کو، جو اپنے رب کے سامنے سجدہ ریز ہے روک رہا ہے۔ کیا خیال ہے اگر وہ بندہ راہ راست پر ہوتا، نیک راہ پر ہوتا، ہدایت پر چلتا، خود پرہیزگار ہوتا تو سوچو کیا یہ اچھا نہ ہوتا؟ کیا یہ اچھا نہ ہوتا کہ وہ نہ صرف یہ کہ خود اچھا ہوتا بلکہ ......

(۱۲) دوسروں کو اچھائی کی تلقین کرتا وہ برے کاموں سے روکنے کی کوشش کر رہا ہوتا خود بھی اللہ سے ڈر رہا ہوتا اور دوسروں سے بھی کہہ رہا ہوتا کہ اللہ سے ڈرو۔ کیا ہی اچھا ہوتا وہ خود بھی نماز پڑھتا اپنے رب کے سامنے جھکتا اور دوسروں سے بھی یہی کہتا مگر اس کے بجائے وہ دوسرا ہی رخ اختیار کر رہا ہے۔ وہ رخ کیا ہے؟ اگلی آیت میں اس کا بیان ہے۔

اَرَءَيْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ⑬ اَلَمْ يَعْلَمْ

اَلَمْ يَعْلَمْ	وَتَوَلّٰى	كَذَّبَ	اِنْ	اَرَءَيْتَ
کیا نہ جانا	اور منہ موڑا	اس نے جھٹلایا	اگر	بھلا دیکھیں

بھلا دیکھیں اگر اس نے جھٹلایا اور منہ موڑا کیا اس نے نہ جانا

بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ⑭ كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ

لَمْ يَنْتَهِ	لَئِنْ	كَلَّا	يَرٰى	اللّٰهَ	بِاَنَّ
نہ باز آیا	اگر	ہرگز نہیں	دیکھ رہا ہے	اللہ	کہ

کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔ ہرگز نہیں، اگر باز نہ آیا تو

لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ⑮ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ⑯

خَاطِئَةٍ	كَاذِبَةٍ	نَاصِيَةٍ	بِالنَّاصِيَةِ	لَنَسْفَعًا
گنہگار	جھوٹی	پیشانی	پیشانی کے بالوں سے	ہم ضرور گھسیٹیں گے

پیشانی کے بالوں سے (پکڑ کر) ضرور گھسیٹیں گے۔ کیسی پیشانی؟ جھوٹی، گناہ گار،

⑬ اَرَءَيْتَ اِنْ كَذَّبَ اَيِ النَّاهِيْ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَوَلّٰى ○ عَنِ الْاِيْمَانِ

⑬ تو بتلا اگر وہ منع کرنے والا نماز سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلانے والا ہے۔
اور ایمان سے منہ موڑتا ہے تو یہ کیسی عجیب بات ہے۔

⑭ اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ○ مَا صَدَرَ مِنْهُ اَيْ يَعْلَمُهُ فَيُجَازِيْهِ عَلَيْهِ اَيْ اَعْجِبْ مِنْهُ يَا مُخَاطَبُ مِنْ حَيْثُ نَهْيِهِ عَنِ الصَّلٰوةِ وَ مِنْ حَيْثُ اَنَّ الْمَنْهِيَّ عَلَى الْهُدٰى اٰمِرٌ بِالتَّقْوٰى وَمِنْ حَيْثُ اَنَّ النَّاهِيَ مُكَذِّبٌ مُتَوَلٍّ عَنِ الْاِيْمَانِ

⑭ کیا وہ نہیں جانتا کہ بیشک اللہ دیکھتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ اس سے سرزد ہوتا ہے۔ سو وہ اس کو بدلہ دے گا۔

⑮ كَلَّا رَدْعٌ لَهٗ لَئِنْ لَامُ قَسَمٍ

⑮ ہرگز نہیں وہ یہ سمجھے کہ ہم اس کو چھوڑ دیں گے۔ البتہ اگر وہ اپنے

لَمۡ یَنۡتَہِ ۙ عَمَّا ھُوَ عَلَیۡہِ مِنَ الۡکُفۡرِ لَنَسۡفَعًۢا بِالنَّاصِیَۃِ ۙ لَنَجُرَّنَّ بِنَاصِیَتِہٖ اِلَی النَّارِ

کفر سے باز نہ آیا تو ہم اس کی پیشانی پکڑ کر کھینچ کر دوزخ میں ڈالیں گے

(۱۶) نَاصِیَۃٍ بَدَلُ نَکِرَۃٍ مِنۡ مَعۡرِفَۃٍ کَاذِبَۃٍ خَاطِئَۃٍ ۚ وَوَصۡفُھَا بِذٰلِکَ مَجَازًا وَالۡمُرَادُ صَاحِبُھَا

(۱۶) وہ پیشانی کہ جھوٹی خطا کار ہے۔ مراد وہ شخص صاحب ناصیہ ہے یعنی وہ شخص جھوٹا خطا کار ہے۔

تشریح

(۱۳) وہ حق کو جھٹلاتا ہے اور حق سے منہ موڑتا ہے | وہ شخص حق کو جھٹلا رہا ہے حق سے روگردانی کر رہا ہے بتاؤ اس کی یہ حرکت کیسی ہے۔ ہر انصاف پسند فیصلہ کرے کہ دونوں میں سے کون بہتر ہے؟ ایک وہ جو ہدایت سے منہ موڑ رہا ہے نہ خود خدا سے ڈرتا ہے نہ دوسروں کو تلقین کرتا ہے خود حق سے منہ موڑتا ہے اور سچائی سے روگردانی کرتا ہے۔

دوسری طرف وہ شخص ہے جو خود بھی ہدایت پر ہے دوسروں کو بھی نیکی کی تعلیم دے رہا ہے خود بھی حق پر چل رہا ہے۔ دوسروں کو بھی حق کی طرف بلا رہا ہے بتاؤ دونوں میں سے کس کی روش صحیح ہے؟

یہ دو کردار جس میں ایک طرف حضرت محمدؐ حق پرستی پر نظر آتے ہیں۔ دوسری طرف ابوجہل جو حق کو جھٹلا رہا ہے حق سے روگردانی کر رہا ہے اور لوگوں کو سچائی سے روک رہا ہے یہ دونوں کردار ہر دور میں نظر آئیں گے۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز ؎ چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

(۱۴) کیا وہ یہ سمجھتا ہے کہ اللہ نہیں دیکھ رہا ہے؟ | ایسی ظالمانہ حرکت کرنے والا شخص کیا اس بات سے بے خبر ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ دیکھ رہا ہے اور جب وہ ظالم و مظلوم اور بدکردار و نیک کردار سب کو دیکھ رہا ہے تو وہ ظالم کو سزا کیسے نہ دے گا؟ اور مظلوم کی دادرسی کیسے نہیں کرے گا۔ جس ہستی کی نظر اس کے بندوں اور ان کی تمام حرکات و سکنات پر ہو اس کے نزدیک اس کی بندگی کرنے والے اور اس کی بندگی سے روکنے والے کیا دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ اگر ایسا نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے تو اس کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ انصاف کا ایک دن برپا ہو اور ظالم کو اس کے کئے کی سزا ملے۔

(۱۵) اگر وہ اپنی سرکشی سے باز نہ آیا تو..... | یہ شخص جو دھمکیاں دیتا ہے کہ وہ گردن کو پاؤں سے دبا دے گا وہ ہرگز ایسا نہ کر سکے گا۔ اگر یہ سرکش اپنی حرکتوں سے باز نہ آیا تو وہ دن قریب ہے جب اللہ کے فرشتے اس کے حکم سے اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر گھسیٹیں گے مجرمین کے بارے میں سورۂ رحمٰن میں ارشاد ہوا ہے فَیُؤۡخَذُ بِالنَّوَاصِیۡ وَالۡاَقۡدَامِ (آیت ۴۱) (ان کو پیشانیوں کے بال اور ان کی ٹانگیں پکڑ کر ان کو گھسیٹا جائے گا۔)

سرکش بڑے گھمنڈ میں مبتلا ہوتے ہیں اور ان کے دماغ میں یہ غرور بھر جاتا ہے کہ وہ بڑے لوگ ہیں۔ اس لئے ان کو قیامت کے دن رسوا کن عذاب دیا جائے گا اور ان کی رسوائی یہ ہوگی کہ فرشتے ان کی پیشانیوں کے بال پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے انھیں جہنم میں لے جائیں گے۔

(۱۶) یہ پیشانی جو جھوٹی اور خطا کار ہے | اس پیشانی والے شخص کو جو جھوٹا اور خطا کار ہے۔ جو اپنے پیدا کرنے والے کے سامنے نہ جھکی بلکہ دوسروں کو بھی روکتی رہی ایسی جھوٹی اور خطا کار پیشانی کو گھسیٹا جائے گا۔ جس کے سر پر یہ بال ہیں وہ سر جھوٹ اور گناہوں سے بھرا ہوا ہے اور اس کا گناہ بال بال میں سرایت کر گیا ہے اس کا بال بال خطا کاریوں سے آلودہ ہے۔

فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ ﴿۱۷﴾ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ﴿۱۸﴾

الزَّبَانِيَةَ	سَنَدْعُ	نَادِيَهٗ	فَلْيَدْعُ
پیادے	ہم بلاتے ہیں	اپنی مجلس	تو بلالے

تو بلالے اپنی مجلس (جتھے) کو ہم بلاتے ہیں پیادوں کو

كَلَّا ؕ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ﴿۱۹﴾ ع السجدہ

ع ۱ ۱۹ ۲۱

وَاقْتَرِبْ	وَاسْجُدْ	لَا تُطِعْهُ	كَلَّا ؕ
اور نزدیک ہو	اور سجدہ کر	اس کی بات نہ مان	نہیں، نہیں

نہیں، نہیں اس کی بات نہ مان اور سجدہ کر اور نزدیک ہو

﴿۱۷﴾ فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ ○ اَیْ اَھْلَ نَادِيَهٗ وَھُوَ الْمَجْلِسُ يَنْتَدِیْ يَتَحَدَّثُ فِيْهِ الْقَوْمُ وَكَانَ قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا انْتَھَرَهٗ حَيْثُ نَھَاهُ عَنِ الصَّلٰوةِ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا بِهَا رَجُلٌ اَكْثَرُ نَادِيًا مِنِّیْ لَاَمْلَأَنَّ عَلَيْكَ ھٰذَا الْوَادِیْ اِنْ شِئْتَ خَيْلًا جُرْدًا اَوْ رِجَالًا مُرْدًا

﴿۱۷﴾ سو چاہیے کہ وہ اپنی مجلس والوں کو پکارے۔ (ابوجہل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا تھا جب کہ آپ نے اس کو بسبب منع کرنے کے نماز پڑھنے سے جھڑکا۔ کہ تجھ کو معلوم ہے کہ مکہ میں مجھ سے زیادہ کسی کی مجلس والے اور مددگار نہیں اگر میں چاہوں تو تمام میدان عمدہ گھوڑوں کے سواروں اور جوان پیادوں سے بھر دوں۔

﴿۱۸﴾ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ○ اَلْمَلٰٓئِكَةُ الْغِلَاظُ الشِّدَادُ لِاِھْلَاكِهٖ فِی الْحَدِيْثِ لَوْدَعَا نَادِيَهٗ لَاَخَذَتْهُ الزَّبَانِيَةُ عِيَانًا

﴿۱۸﴾ ہم بھی اس کے ہلاک کرنے کو سخت قوی تر فرشتوں کو بلاتے ہیں۔
حدیث شریف میں ہے کہ اگر وہ کافر اپنی مجلس والوں کو پکارتا تو زبانیہ یعنی ملائکہ مذکورین اس کو کھلم کھلا پکڑ لیتے اور ہلاک کر ڈالتے۔

﴿۱۹﴾ كَلَّا ؕ رَدْعٌ لَّهٗ لَا تُطِعْهُ يَا مُحَمَّدُ فِیْ تَرْكِ الصَّلٰوةِ وَاسْجُدْ صَلِّ لِلّٰهِ وَاقْتَرِبْ ○ مِنْهُ بِطَاعَتِهٖ

﴿۱۹﴾ خبردار ہرگز اس کی بات نہ مان یعنی نماز نہ چھوڑ اور اللہ کے لئے سجدہ کر یعنی نماز ادا کر۔ اور اس کی نزدیکی حاصل کر بندگی کر کے۔

تشریح

(۱۷) اپنے حامیوں کی ٹولی کو بلالے | ابوجہل دھمکی دیتا تھا کہ میرے حمایتی سب سے زیادہ ہیں اس پر فرمایا جا رہا ہے کہ یہ اپنے حمایتیوں کو بلالے۔ دیکھتے ہیں اس کی ٹولی اور اس کی مجلس والے کتنے طاقت ور ہیں ؟ اسے اپنی دولت اور اپنے قبیلے پر ناز ہے تو ہم بھی اسے دکھادیں گے کہ طاقت ور کون ہے ؟

(۱۸) ہم بھی اپنے عذاب کے فرشتوں کو بلالیں گے۔ | اگر اس کو اپنے حمایتیوں پر ناز ہے ہم بھی اپنے عذاب کے فرشتوں کو بلالیں گے۔ دیکھتے ہیں کس میں کتنا بل بوتا ہے۔

میدان بدر میں دیکھ لیا کہ اسلام کے سپاہیوں نے کس طرح ابوجہل کو گھسیٹ کر قلیب بدر میں پھینک دیا۔ باقی اصل وقت گھسیٹے جانے کا آخرت ہے جب دوزخ کے فرشتے اس کو نہایت ذلت کے ساتھ گھسیٹتے ہوئے جہنم میں پھینکیں گے۔

(۱۹) آپ ان کی بات نہ مانیں اور رب کی عبادت کرکے اس کا قرب حاصل کریں | اے نبی ﷺ آپ بے خوف ہوکر اسی طرح نماز پڑھتے رہیں جس طرح پڑھتے رہے ہیں۔ ان سرکشوں کی باتوں میں نہ آئیں جو آپ کو خدائے واحد کی بندگی سے روکنا چاہتے ہیں۔ آپ اللہ کی بارگاہ میں سجدے کرکے بیش از بیش اس کا قرب حاصل کرتے رہیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ بندہ سب حالتوں سے زیادہ سجدے میں اللہ سے زیادہ نزدیک ہوتا ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ یہ آیت پڑھتے تھے تو سجدہ تلاوت ادا فرماتے تھے۔ سجدہ جو نماز کا اہم ترین رکن ہے۔ قرب الٰہی کا اہم ترین ذریعہ ہے کیوں کہ سجدے میں انسان اپنی پیشانی کو جو جسم کا اشرف ترین حصہ ہے زمین پر رکھ دیتا ہے اور پروردگار کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے اس کی پاکیزگی بیان کرتا ہے۔ سبحان ربی الاعلیٰ۔ (پاک ہے میرا رب اعلیٰ)

اس سے پہلی آیت میں خطا کار پیشانی کا ذکر تھا۔ اس کے مقابل میں مومن کی پیشانی کی طرف اشارہ ہے جو خدا کے حضور سجدہ ریز ہونے کی بنا پر معزز قرار پائے گی۔

سورت کی ابتدا اس سے ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پڑھنے کا حکم دیا تھا اور سورت کی انتہا اس حکم پر ہوئی ہے کہ خدا کا قرب حاصل کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن پڑھنے کا ثمرہ خدا کا قرب ہے اور اس سے اونچا کوئی مقام نہیں جس کا انسان تصور کرسکے اور اس سے بلند کوئی مقصد نہیں جو حاصل کیا جاسکتا ہو۔

۹۷

اَلْقَدْر

ترتیب تلاوت	۹۷	ترتیب نزول	۲۵
مکی / مدنی	مکیّ	تعداد رکوعات	۱
تعداد آیات	۵	تعداد الفاظ	۳۰
تعداد حروف	۱۱۵		

اس سورۃ کی پہلی آیت ہے، اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ہم نے اس قرآن کو شب قدر میں نازل کیا ہے اس آیت میں لفظ اَلْقَدْر کو سورت کا عنوان قرار دیا گیا ہے۔

سورت کے مضمون سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے اس سورۃ کا موضوع قرآن کی قدر و قیمت، اس کی عظمت و اہمیت کو واضح کرنا ہے۔ جس مقدس کتاب کا آغاز سورۃ العلق کی پانچ آیتوں سے ہوا تھا اس کتاب کے متعلق اس سورۃ میں بتایا گیا ہے کہ یہ کیسی قدر والی رات میں نازل ہوئی اور اس کا نازل ہونا دراصل قوموں کی تقدیر اور دنیائے انسانیت کی کایا پلٹ کرنے کا فیصلہ تھا۔ اس سورۃ کے شروع میں ہی یہ بتا دیا گیا کہ اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ اس کتاب کو ہم نے اتارا ہے، ہم اس کے نازل کرنے والے ہیں۔ یہ محمدؐ کی لکھی ہوئی کتاب نہیں ہے۔

اس کے بعد یہ بتایا گیا یہ کتاب جس رات میں نازل ہوئی ہے وہ شب قدر ہے یعنی یہ وہ رات ہے جس میں تقدیروں کے فیصلے کئے جاتے ہیں یہ قسمتوں کے بنانے اور بگاڑنے والی رات ہے۔

یہ رات بڑے مرتبے والی رات ہے اور اس کے مرتبے کا یہ عالم ہے کہ تنہا یہ رات ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ انسانیت کی بھلائی کے لئے کبھی ہزار مہینوں میں وہ کام انجام نہیں دیا گیا جو اس ایک رات میں انجام دیا گیا۔ جو کتاب اس شان کے ساتھ نازل ہوئی ہے اس سے بے توجہی برتنا اپنے آپ کو بڑی خیر سے محروم کرنا ہے۔

آیاتہا ۵	۹۷ سُوْرَةُ الْقَدْرِ مَكِّيَّةٌ ۲۵	رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے جو بہت مہربان، رحم کرنے والا ہے۔

إِنَّآ أَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ①

إِنَّآ	أَنْزَلْنٰهُ	فِيْ	لَيْلَةِ الْقَدْرِ
بیشک	ہم نے یہ اتارا	میں	لیلۃ القدر

بے شک ہم نے یہ (قرآن) اُتارا لیلۃ القدر میں

وَمَآ أَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ②

وَمَآ	أَدْرٰىكَ	مَا	لَيْلَةُ الْقَدْرِ
اور کیا	آپ نے سمجھا	کیا	لیلۃ القدر

اور آپ کیا سمجھے "لیلۃ القدر" کیا ہے؟

لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ③

لَيْلَةُ الْقَدْرِ	خَيْرٌ	مِّنْ	أَلْفِ	شَهْرٍ
لیلۃ القدر	بہتر	سے	ہزار	مہینے

"لیلۃ القدر" ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا

تَنَزَّلُ	الْمَلٰٓئِكَةُ	وَالرُّوْحُ	فِيْهَا
اترتے ہیں	فرشتے	اور روح	اس میں

اس میں اُترتے ہیں فرشتے اور روح (روح الامین)

بِإِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِّنْ كُلِّ

بِإِذْنِ	رَبِّهِمْ	مِّنْ	كُلِّ
حکم سے	ان کا رب	سے	ہر

اپنے رب کے حکم سے، ہر کام ———،

اَمۡرٍ ﴿۴﴾ سَلٰمٌ قف هِیَ حَتّٰی مَطۡلَعِ

مَطۡلَعِ	حَتّٰی	هِیَ	سَلٰمٌ	اَمۡرٍ
طلوع ہونا	جب تک	وہ	سلامتی	کام

(کے انتظام کے لئے) طلوع فجر تک، یہ رات، سلامتی

ع ۱ / ۵ / ۲۲

الۡفَجۡرِ ﴿۵﴾ ع

	الۡفَجۡرِ	
	فجر (صبح)	

(یہ سلامتی) ہے

سُوۡرَۃُ الۡقَدۡرِ مَکِّیَّۃٌ اَوۡ مَدَنِیَّۃٌ خَمۡسٌ اَوۡ سِتُّ اٰیَاتٍ

سورۃ القدر مکی ہے یا مدنی اس میں پانچ یا چھ آیتیں ہیں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شروع اللہ کے نام سے جو بہت بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے

(۱) اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰهُ اَیِ الۡقُرۡاٰنَ جُمۡلَۃً وَّاحِدَۃً مِّنَ اللَّوۡحِ الۡمَحۡفُوۡظِ اِلٰی سَمَآءِ الدُّنۡیَا فِیۡ لَیۡلَۃِ الۡقَدۡرِ ﴿۱﴾ اَیِ الشَّرَفِ وَالۡعِظَمِ

(۱) اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَۃِ الۡقَدۡرِ وَمَاۤ اَدۡرٰىکَ مَا لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ الخ

بیشک قرآن کو لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر اکٹھا شب قدر میں اتارا۔

(۲) وَمَاۤ اَدۡرٰىکَ اَعۡلَمَکَ یَا مُحَمَّدُ مَا لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ ﴿۲﴾ تَعۡظِیۡمٌ لِّشَاۡنِهَا وَتَعۡجِیۡبٌ مِّنۡهُ

(۲) اور اے محمدؐ تو کیا جانے کہ کیا ہے شب قدر (غرض اس بیان کرنا بڑائی اور بزرگی اس شب کا ہے ۔)

(۳) لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ خَیۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَهۡرٍ ﴿۳﴾ لَیۡسَ فِیۡهَا لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ فَالۡعَمَلُ الصَّالِحُ فِیۡهَا خَیۡرٌ مِّنۡهُ فِیۡ اَلۡفِ شَهۡرٍ لَیۡسَتۡ فِیۡهَا

(۳) لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے ثواب میں یعنی اس شب میں عمل صالح کرنے کا اس قدر ثواب ہے کہ ہزار مہینہ کا ثواب اس کے برابر نہیں اور مراد ہزار ماہ سے ایسے مہینہ ہیں جن میں شب قدر داخل نہ مانی جاوے

۴ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ بِحَذْفِ اِحْدَى التَّائَيْنِ مِنَ الْاَصْلِ وَالرُّوْحُ اَىْ جِبْرَئِيْلُ فِيْهَا فِى اللَّيْلَةِ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ بِاَمْرِهٖ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۝ قَضَاهُ اللّٰهُ فِيْهَا لِتِلْكَ السَّنَةِ اِلٰى قَابِلٍ وَمِنْ سَبَبِيَّةٌ بِمَعْنَى الْبَاءِ

(۴) اس رات میں فرشتے اور جبرئیل اپنے رب کی اجازت سے اس کا حکم لے کر آتے ہیں کہ جو کچھ اس سال میں ہونے والا ہے سال آئندہ تک وہ سب احکام فرشتے لے کر آتے ہیں۔

۵ سَلٰمٌ قف هِىَ خَبَرٌ مُقَدَّمٌ وَمُبْتَدَاٌ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝ بِفَتْحِ اللَّامِ وَكَسْرِهَا اِلٰى وَقْتِ طُلُوْعِهٖ جُعِلَتْ سَلَامًا لِكَثْرَةِ السَّلَامِ فِيْهَا مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ لَا تَمُرُّ بِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ اِلَّا سَلَّمَتْ عَلَيْهِ

(۵) اس رات میں بکثرت سلام کیا جاتا ہے، صبح تک۔ یعنی فرشتے جہاں کہیں کسی مسلمان مرد اور مسلمان عورت کے پاس سے گذرتے ہیں سلام کرتے ہیں۔ اسی واسطے نام اس رات کا سلام فرمایا گیا۔

تشریح

(۱) لیلۃ القدر میں قرآن کا نزول فرمایا اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ (ہم نے اس کو نازل کیا) مراد قرآن ہے کہ قرآن کو نازل کرنے والے ہم ہیں یہ حضرت محمدؐ یا کسی اور کی تصنیف نہیں ہے۔ پھر فرمایا کہ ہم نے قرآن کو شب قدر میں نازل کیا۔ سورۂ بقرہ میں ارشاد ہوا ہے:- شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِىْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ (آیت ۱۸۵)
(رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔)
معلوم ہوا کہ شب قدر رمضان کی راتوں میں سے ایک رات ہے۔ سورۂ دخان میں اس کو "لَيْلَةٌ مُّبٰرَكَةٌ" فرمایا گیا ہے۔ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِىْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ ۝ (آیت ۳)۔ (ہم نے اسے ایک برکت والی رات میں نازل کیا ہے۔)

رمضان کی اس رات کا مرتبہ اور اس کی برکت اس لئے تھی کہ اس رات میں قرآن مجید پورا کا پورا لوح محفوظ سے حامل وحی فرشتوں کے حوالے کردیا گیا اور پھر اس رات سے ہی اس کا نزول شروع ہوا۔ حضرت جبرئیل ؑ اللہ کے حکم سے اس کی آیتیں اور سورتیں وقتاً فوقتاً تیئیس ۲۳ سال کے دوران رسول اللہ ﷺ پر نازل کرتے رہے۔ اس طرح قرآن مجید جو لوح محفوظ سے شب قدر میں آسمان دنیا پر نازل کر کے حامل وحی فرشتوں کے حوالہ کیا گیا تھا تھوڑا تھوڑا اترتا رہا اور بائیس سال ساتھ مہینے چودہ ۱۴ دن میں مکمل قرآن مجید نازل ہوا۔ اس کی ترتیب وہی ہے جو علم الٰہی میں لوح محفوظ میں موجود ہے اور اسی نسبت سے یہ رات عظمت و مرتبے والی ہے جس میں قرآن نازل ہوا اور اس رات کی عبادت کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔
شب قدر کونسی رات ہے۔؟ حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ شب قدر کو رمضان کی آخری دس راتوں میں سے طاق

راتوں میں تلاش کرو۔ غالباً شب قدر کو اس لئے متعین نہیں کیا گیا کہ اس کی فضیلت سے فیض اٹھانے کے شوق میں لوگ زیادہ سے زیادہ راتیں عبادت میں گزاریں۔

کیوں کہ عربی زبان میں اکثر رات کا لفظ دن اور رات کے مجموعے کے لئے بولا جاتا ہے اس لئے رمضان کی ان تاریخوں میں سے جو تاریخ بھی دنیا کے کسی حصے میں ہو اس کے دن سے پہلے والی رات وہاں کے لئے شب قدر ہوسکتی ہے۔

(۲) تمہیں کیا معلوم کہ شب قدر کیا ہے؟ | شب قدر کی عظمت اور اس کی برکتوں کا تم اندازہ نہیں کرسکتے۔ یہ دل کو اطمینان اور سکون بخشنے والی رات ہے، یہ تقدیروں کے فیصلے کی رات ہے، یہ انسانیت کی تقدیر بدلنے کی رات ہے؛ اس رات میں اہم فیصلے کارکنانِ قضاو قدر کے حوالے کئے جاتے ہیں، قرآن کا نزول ایک اہم فیصلہ تھا۔

(۳) شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے | اس رات میں انسانیت کی بھلائی کا اتنا بڑا کام ہوا ہے کہ کبھی ہزاروں مہینوں میں یہ کام نہ ہوا تھا۔ اپنے اس شرف کی بنا پر کہ اس رات میں انسان کو ہدایت سے نوازے جانے کا حکیمانہ فیصلہ ہوا اور نزول قرآن کے سلسلے کی ابتدا ہوئی اور حضرت محمد کو نبوت سے سرفراز کیا گیا کہ یہ رات دوسری ہزاروں راتوں بلکہ ہزاروں مہینوں پر بھی بھاری ہے۔ اس رات نے اپنی برکتوں کے خزانے اس وقت کھول دیئے تھے جب فرشتہ غار حرا میں پہلی وحی لے کر آیا تھا لیکن اس کی برکتیں مستقل طور سے باقی رہ گئیں۔ ہر سال رمضان کے مہینے میں نزول قرآن کی یادگار کے طور پر اسے منایا جاتا ہے اس رات میں نماز تلاوت قرآن اور ذکر و دعا کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کیا جاتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے نبی ؐ نے فرمایا:-

مَنْ قَامَ لَیْلَةَ الْقَدْرِ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ (بخاری کتاب صلوٰۃ التراویح)

جس شخص نے ایمان کے ساتھ اور اللہ سے اجر کی امید پر شب قدر میں عبادت کی اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کردیئے گئے۔

جس طرح کاشت کاری کے لئے بارش کا موسم بڑا سازگار ہوتا ہے اسی طرح قرب الٰہی کے حصول کے لئے شریعت کے مقرر کردہ مخصوص اوقات، مخصوص دن، اور مخصوص راتیں نہایت سازگار ہوتی ہیں مثلاً تہجد کا وقت، جمعہ کا دن، رمضان کا مہینہ، یوم عرفات وغیرہ اسی طرح لیلۃ القدر قرب الٰہی کے حصول کے لئے بہترین اور موزوں ترین شب ہے۔

(۴) شب قدر میں حضرت جبرئیل ؑ اور فرشتوں کا نزول | اللہ کے حکم سے روح القدس (حضرت جبرئیل ؑ) بے شمار فرشتوں کے ہجوم میں نیچے اترتے ہیں تاکہ عظیم الشان خیر و برکت سے زمین والوں کو مستفیض کریں جس طرح کسی بادشاہ کے سپاہی شاہی فرمان لے کر کسی مہم پر دوڑ پڑتے ہیں۔ اسی طرح جبرئیل ؑ فرشتوں کی فوج کے ساتھ فرمان الٰہی کو لے کر نازل ہوئے تھے اور اس شان سے نازل ہوئے تھے کہ گویا روحانی عالم میں یہ جشنِ قرآن کی شب تھی۔

ہر حکم کو لے کر نازل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ شب قدر میں فرشتوں کا نزول یوں ہی نہیں ہوا تھا بلکہ اللہ کے ہر ہر حکم کی تعمیل کے لئے ہوا تھا مثلاً یہ کہ قرآن کی سورۂ علق کی ابتدائی پانچ آیتوں کو نازل کرنا، مکے کے غارِ حرا میں نازل ہونا، حضرت محمد پر وحی نازل کرکے آپ کو خلعتِ نبوت پہنانا، آپ کو پکڑ کر بھینچنا تاکہ آپ میں اخذِ وحی کی اور اس کے صحت کے ساتھ پڑھنے کی صلاحیت پیدا ہوجائے۔ ان کے علاوہ نزول خیر و برکت کے سلسلے میں فرشتوں کو جو احکام دیئے گئے تھے ان میں سے ہر ہر حکم کی انھوں نے ٹھیک ٹھیک تعمیل کی اس لئے نزول قرآن اور نبوت سے سرفراز کئے جانے کا جو معاملہ نبی ؐ کے ساتھ پیش آیا وہ شبہ سے بالاتر ہے۔ اگرچہ ظاہر صرف جبرئیل ؑ ہوئے دوسرے فرشتے سامنے نہیں آئے مگر حضرت جبرئیل ؑ فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ تھے۔ دوسرے فرشتے اس

لئے سامنے نہیں آئے کہ پہلی مرتبہ فرشتوں کو دیکھ کر آنحضرت گھبرا نہ جائیں۔

بہرحال اس مبارک رات میں باطنی حیات، اور روحانی خیر و برکت کا ایک خاص نزول ہوتا ہے اور انتظام عالم کے متعلق جو کام اس سال میں مقدر ہیں ان کے نفاذ کی تعیین کے لئے فرشتے آتے ہیں اور ہر قسم کے امور خیر لے کر آسمانوں سے اترتے ہیں۔ — یہاں تک کہ اگر کسی قوم کو تباہ کرنے کا فیصلہ ہوتا ہے تو خیر کے لئے ہوتا ہے نہ کہ شر کے لئے۔ یہ رات شام سے صبح تک سلامتی کی رات ہوتی ہے کیوں کہ اللہ کے عام فیصلے بھلائی کے لئے ہوتے ہیں۔

(۵) امن و سلامتی کی رات نزول قرآن کے موقع پر آسمان پر سخت پہرے بٹھا دیئے گئے تھے تاکہ شیاطین قرآن میں خلل اندازی نہ کر سکیں اور نہ انھیں ملاء اعلیٰ سے سن گن لینے کا موقع مل سکے کیوں کہ اگر انھیں پیغمبر کے بعثت کی خبر قبل از وقت ہوتی، یا جو پیغامات پیغمبر کی طرف بھیجے جا رہے ہیں ان کی بھنک انھوں نے پائی تو وہ کاہنوں کے کانوں میں الٹی سیدھی باتیں ڈال کر زمین پر فتنہ برپا کریں گے — اللہ نے نزول قرآن کی شب کو ہر قسم کی آفات سے محفوظ رکھنے کا سامان کیا تھا اور اس رات کو کامل طور پر سلامتی کی رات بنایا تھا۔ اور یہ کیفیت طلوع فجر تک رہی۔ یہ مبارک شب قرآن کے افتتاح کی شب تھی اور اب جو نزول قرآن کی یادگار کے طور پر شب قدر منائی جاتی ہے تو اس میں بھی اس کی سلامتی اور برکتیں طلوع فجر تک رہتی ہیں اس لئے یہ پوری رات اس لائق ہے کہ عبادت میں گزاری جائے۔ شب قدر سراسر سلامتی کی رات تھی اور اس میں جو کتاب نازل ہوئی وہ بھی سراسر سلامتی ہی کی کتاب ہے یہ انسانیت کے لئے سلامتی کا پیغام ہے اس کو قبول کرنے والے دنیا میں بھی سلامتی کی زندگی گزاریں گے اور آخرت میں بھی ان کو ابدی سلامتی نصیب ہوگی۔ صبح سے شام تک یہ پوری رات خیر ہی خیر ہے ہر شر اور فتنے سے پاک۔

۹۸

اَلْبَیِّنَۃ

○ ترتیب تلاوت	۹۸	○ ترتیب نزول	۱۰۰
○ مکی / مدنی	مدنی	○ تعداد رکوعات	۱
○ تعداد آیات	۸	○ تعداد الفاظ	۹۵
○ تعداد حروف	۴۱۳		

○ **اس کے** سورت کی پہلی آیت میں لفظ اَلْبَیِّنَۃ کو سورت کا عنوان قرار دیا گیا ہے بینہ کے معنیٰ ہیں "روشن دلیل" اور روشن دلیل سے مراد ہیں رسول۔

○ **سورت کے** مضمون سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ اس زمانے میں نازل ہوئی جب کہ حضرت محمدؐ کا اللہ کا رسول ہونا واضح ہو چکا تھا مگر اہل کتاب اور مشرکین آپ کی رسالت کا انکار کر رہے تھے۔

○ **سورۂ** علق میں پہلی وحی کا بیان تھا۔ سورۂ قدر میں بتایا گیا تھا کہ یہ کتاب کب نازل ہوئی اور وہ شب کیسی عظمت والی تھی جس میں اس کا نزول شروع ہوا۔ سورۂ بینہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ اس کتاب کے ساتھ رسول کا بھیجنا کیوں ضروری تھا۔؟

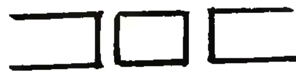
○ **کتاب کے** ساتھ رسول کی ضرورت کیوں ہے۔ اس لئے کہ وہ رسول کتاب کو اس کی اصل اور صحیح

صورت میں عملی طور سے بھی پیش کرے۔

○ اس سورت میں بتایا گیا ہے کہ اہل کتاب کی گمراہیوں کی وجہ یہ نہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی کوئی رہنمائی نہیں کی تھی بلکہ راہِ راست آنے کے بعد انھوں نے کج روی اختیار کی۔ اس لئے وہ اپنی گمراہیوں کے خود ذمے دار ہیں۔
اس سورت میں بتایا گیا کہ اللہ کی طرف سے جو بھی پیغمبر آئے اور جو کتابیں بھی نازل ہوئیں ان میں اس کے سوا کوئی اور مطالبہ نہ تھا کہ سب طریقوں کو چھوڑ کر خالص اللہ کی بندگی کا طریقہ اختیار کیا جائے۔
بتایا گیا کہ اللہ کا دین ہمیشہ سے ایک ہی رہا ہے اور خبردار کیا گیا کہ رسول کا انکار کرنے والے دردناک انجام سے دوچار ہوں گے اور اللہ کے رسول پر ایمان لا کر اللہ سے ڈرتے ہوئے زندگی بسر کرنے والے کامیاب اور بامراد ہوں گے۔

○ حدیث میں آتا ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت ابی بن کعب سے فرمایا کہ اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں سورۂ بینہ لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا سناؤں۔
حضرت ابی بن کعب نے عرض کیا، کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لے کر یہ حکم دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا "ہاں"۔ یہ سن کر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں۔ (بخاری کتاب التفسیر)
حضرت ابی بن کعب اہل کتاب میں سے تھے وہ نبی ﷺ کی رسالت پر ایمان لائے تھے اور چونکہ اس سورت میں ان اہل کتاب کے لئے بشارت ہے جو اللہ کے رسول حضرت محمد ﷺ پر ایمان لائیں۔ اس لئے اللہ نے ان کی قدر افزائی فرماتے ہوئے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ یہ سورت انھیں سنائیں۔

○ پہلی دو سورتیں نزول قرآن اور اس کی عظمت سے متعلق تھیں اور سورۂ قدر کی انتہا لفظ فَجْر پر ہوئی تھی۔ طلوعِ فجر کے ساتھ روشنی آتی ہے۔ آفتابِ نبوت کے طلوع ہوتے ہی حق کی شعاعیں پھیلنے لگیں اور دنیا کو نورِ قرآن عطا ہوا۔ تمام آسمانی کتابوں اور پیغمبروں کی تعلیم کا خلاصہ یہی ہے کہ اللہ کی بندگی کرو، اس کی شریعت کے پابند رہو۔



آیاتُھا ۸	سُوْرَۃُ الْبَیِّنَۃِ مَکِّیَّۃٌ ۹۸ ـــــ ۱۰۰	رُکُوْعُھَا ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے، جو بہت مہربان، رحم کرنے والا ہے

لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ

لَمْ یَکُنِ	الَّذِیْنَ	کَفَرُوْا	مِنْ	اَھْلِ
نہ تھے	وہ جو	کفر کیا	سے	اہل

جن لوگوں نے کفر کیا اہل کتاب اور

الْکِتٰبِ وَالْمُشْرِکِیْنَ مُنْفَکِّیْنَ

الْکِتٰبِ	وَالْمُشْرِکِیْنَ	مُنْفَکِّیْنَ
کتاب	اور مشرک (جمع)	باز آنے والے

مشرکوں میں سے باز آنے والے نہ تھے

حَتّٰی تَاْتِیَھُمُ الْبَیِّنَۃُ ۱

حَتّٰی	تَاْتِیَھُمُ	الْبَیِّنَۃُ
یہاں تک کہ	آئے ان کے پاس	کھلی دلیل

یہاں تک کہ ان کے پاس کھلی دلیل آئے

سُوْرَۃُ الْبَیِّنَۃِ مَکِّیَّۃٌ وَ مَدَنِیَّۃٌ تِسْعُ اٰیَاتٍ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

۱ لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ لِلْبَیَانِ اَھْلِ الْکِتٰبِ وَالْمُشْرِکِیْنَ اَیْ عَبَدَۃِ الْاَصْنَامِ عَطْفٌ عَلٰی اَھْلِ مُنْفَکِّیْنَ خَبَرُ یَکُنْ اَیْ زَائِلِیْنَ عَمَّا ھُمْ عَلَیْہِ

سورہ بینہ مکی ہے یا مدنی اس میں نو آیتیں ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شروع اللہ کے نام سے جو بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے

۱ لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ وَالْمُشْرِکِیْنَ مُنْفَکِّیْنَ حَتّٰی تَاْتِیَھُمُ الْبَیِّنَۃُ الخ کافرین اور مشرکین اپنے کفر اور شرک کو نہ چھوڑیں گے۔

حَتّٰى تَأْتِيَهُمُ اَیْ اَتَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ اَیْ الْحُجَّةُ الْوَاضِحَةُ | یہاں تک کہ ان کے پاس ظاہر حجت آوے۔

تشریح

(۱) نئے رسول کی ضرورت جو دلیلِ روشن بن کر آئے | خطاب اہل کتاب اور مشرکین دونوں سے ہے۔

○ اہل کتاب قرآن کی ایک اصطلاح ہے جس سے مراد یہودی اور عیسائی ہیں کیوں کہ ان کے پاس اللہ کی کتاب تورات اور انجیل موجود تھیں۔ اگرچہ ان کتابوں میں انھوں نے تحریف کرلی تھی اور اس ردوبدل کی وجہ سے اس میں شرک کی ملاوٹ بھی ہوگئی تھی لیکن اصلاً یہ لوگ توحید کو مانتے تھے۔ شرک ان میں باطل تاویلات کے نتیجے میں آیا تھا ان کا بنیادی عقیدہ شرک نہیں بلکہ توحید تھا۔ وہ آخرت اور سلسلۂ رسالت کو بھی تسلیم کرتے تھے۔

قرآن نے ان کے ساتھ معاملہ کرنے میں بعض مخصوص احکام بھی دیئے ہیں مثلاً ان کی عورتوں سے نکاح کیا جاسکتا ہے اور ان کا ذبیحہ اگر شرعی طریقے پر ہو حلال ہے۔

یہود اور نصاریٰ کے علاوہ قرآن نے کسی دوسرے مذہبی گروہ کو اہل کتاب قرار نہیں دیا۔

○ مشرکین یعنی اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے والے عرب کے بت پرستوں کے لئے یہ لفظ اصطلاح کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ مشرکین کا نہ ذبیحہ حلال ہے اور نہ ان کی عورتوں سے نکاح جائز ہے۔

○ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ۔ (اہل کتاب اور مشرکین میں سے جو لوگ حق کے منکر تھے) یعنی انکارِ حق میں مبتلا ہونے والے دو گروہ تھے ایک اہل کتاب اور دوسرے مشرکین۔ ان کے کافرانہ رویئے کی مختلف صورتیں تھیں، کوئی سرے سے اللہ ہی کو نہیں مانتا تھا۔ کوئی اللہ کو مانتا تھا مگر اس کی ذات اور صفات میں دوسروں کو شریک کرتا تھا۔ کوئی اللہ کو مانتا تھا مگر اس کے نبیوں کو نہیں مانتا تھا۔ کوئی کسی نبی کو مانتا تھا کسی دوسرے نبی کو نہیں مانتا تھا۔ کوئی آخرت کو نہیں مانتا تھا۔

غرض مختلف قسم کے گروہ تھے جن میں لوگ مبتلا تھے۔ ان کے کفر سے نکلنے کی کوئی صورت اس کے سوا نہ تھی کہ ایک دلیلِ روشن لے کر انھیں کفر کی ہر صورت کا غلط اور خلافِ حق ہونا سمجھائے اور راہ راست کو واضح اور مدلل طریقے ان کے سامنے پیش کردے۔ اس کے بعد بھی جو لوگ کفر پر قائم رہیں اس کی ذمہ داری انھیں پر ہے۔

گویا نئے رسول کی آمد حالات کا تقاضا تھی اور اس ضرورت کو حضرت محمدؐ کی بعثت نے پورا کردیا۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی ہٹ دھرمی میں مبتلا رہتا ہے تو اپنے جرم کا وہ خود ذمے دار ہے۔ جیسا کہ سورۂ مائدہ میں ارشاد ہوا۔

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّ نَذِيْرٌ (آیت ۱۹)

(اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارا رسول حقیقت واضح کرنے کے لئے رسولوں کا سلسلہ ایک مدت تک بند رہنے کے بعد آگیا ہے" اکر تم یہ نہ کہہ سکو کہ ہمارے پاس نہ کوئی بشارت دینے والا آیا نہ خبردار کرنے والا۔ سو، لو اب تمہارے پاس بشارت دینے والا اور خبردار کرنے والا آگیا۔)

رسول اللہؐ کو روشن دلیل کہا گیا ہے کیوں کہ آپ کی زندگی اور آپ کی تعلیم دونوں سچائی کی روشن دلیل تھیں۔ آپ کی صداقت کا اس سے بڑھ کر ثبوت اور کیا ہوسکتا تھا کہ اُمّی ہونے کے باوجود آپ قرآن جیسی کتاب پیش فرمارہے تھے۔

رَسُوۡلٌ مِّنَ اللّٰہِ یَتۡلُوۡا صُحُفًا مُّطَہَّرَۃً ۙ﴿۲﴾ فِیۡہَا کُتُبٌ

رَسُوۡلٌ	مِّنَ + اللّٰہِ	یَتۡلُوۡا	صُحُفًا	مُّطَہَّرَۃً	فِیۡہَا	کُتُبٌ
رسول	اللہ سے	پڑھتا ہوا	صحیفے	پاک	اس میں	لکھے ہوئے

اللہ کا رسول پاک صحیفے پڑھتا ہوا اس میں لکھے ہوئے

قَیِّمَۃٌ ﴿۳﴾ وَ مَا تَفَرَّقَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡکِتٰبَ

قَیِّمَۃٌ	وَمَا	تَفَرَّقَ	الَّذِیۡنَ	اُوۡتُوا + الۡکِتٰبَ
مضبوط	اور نہ	جُدا جُدا ہوئے	وہ جو کہ	کتاب دیئے گئے (اہل کتاب)

مضبوط (احکام) ہوں اور اہل کتاب جدا جدا نہ ہوئے، مگر

اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَتۡہُمُ الۡبَیِّنَۃُ ﴿۴﴾

اِلَّا	مِنۡۢ بَعۡدِ	مَا جَآءَتۡہُمُ	الۡبَیِّنَۃُ
مگر	اس کے بعد	جب ان کے پاس آگئی	کھلی بات

اس کے بعد کہ ان کے پاس آگئی کھلی بات

۲ رَسُوۡلٌ مِّنَ اللّٰہِ بَدَلٌ مِنَ الۡبَیِّنَۃِ وَھُوَ النَّبِیُّ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ یَتۡلُوۡا صُحُفًا مُّطَہَّرَۃً ۝ مِنَ الۡبَاطِلِ

۲ یعنی پیغمبر اللہ کا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ جو پڑھ کر سناتا ہے اس کو صحیفہ پاک جن میں کوئی امر لغو اور باطل نہیں

۳ فِیۡہَا کُتُبٌ اَحۡکَامٌ مَکۡتُوۡبَۃٌ قَیِّمَۃٌ ۝ مُسۡتَقِیۡمَۃٌ اَیۡ یَتۡلُوۡا مَضۡمُوۡنَ ذٰلِکَ وَھُوَ الۡقُرۡاٰنُ فَمِنۡہُمۡ مَنۡ اٰمَنَ بِہٖ وَ مِنۡہُمۡ مَنۡ کَفَرَ

۳ ان میں لکھے ہوئے ہیں ٹھیک ٹھیک حکم۔ مراد اس سے قرآن ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کا مضمون ان کو سناتے ہیں سو بعض ان میں سے قرآن پر اور محمد پر ایمان لائے اور بعض نے انکار کیا۔

۴ وَ مَا تَفَرَّقَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡکِتٰبَ فِی الۡاِیۡمَانِ بِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَتۡہُمُ الۡبَیِّنَۃُ ۝ اَیۡ ھُوَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ اَوِ الۡقُرۡاٰنُ الۡجَائِیۡ بِہٖ مُعۡجِزَۃً لَہٗ وَقَبۡلَ مَجِیۡئِہٖ کَانُوۡا مُجۡتَمِعِیۡنَ عَلَی الۡاِیۡمَانِ بِہٖ اِذَا جَآءَ فَحَسَدَہٗ مَنۡ کَفَرَ بِہٖ مِنۡہُمۡ

۴ اور نہیں متفرق ہوئے اہل کتاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے میں مگر بعد اس کے کہ ان کے پاس ظاہر حجت آگئی۔ (مراد ظاہر حجت سے یا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یا قرآن جس کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں) اعجاز کی راہ سے اور حال یہ ہے کہ محمدؐ کے مبعوث ہونے سے پہلے وہ سب اس پر متفق تھے کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوں گے ہم البتہ ایمان لاویں گے سو جب وہ آئے بعض ان میں سے ازراہ حسد ان کا انکار کر بیٹھے

تشریح

۲ وہ رسول جو اللہ کی پاک کتاب پڑھ کر سنائے | نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے اور بعثت کے وقت پوری دنیا جہالت کی تاریکی میں ڈوبی

ہوئی نظر آتی ہے۔ دنیا پر ایسا وقت اس سے پہلے شاید ہی آیا ہو کہ پوری دنیا تہذیب، تمدن، اخلاق، علم، حکمت، معرفت الٰہی ان تمام خوبیوں میں سے ایک ہی وقت میں خالی ہو کر رہ جائے اور کہیں کوئی ٹمٹماتا دیا بھی نظر نہ آئے۔

ہر ملک میں اللہ کے بھیجے ہوئے پیغمبر ہادی اور رہنما آتے رہے اور انسانوں کو انسانیت کا درس دیتے رہے۔ رات اور دن کی طرح دنیا برے اور اچھے حالات سے گزرتی رہی۔

لیکن پانچویں صدی عیسوی کے آخر سے چھٹی صدی تک پوری دنیا اخلاقی، تمدنی، انسانی اعتبار سے اندھیری رات بن کر رہ گئی۔ اور پوری دنیا جیسے پکار پکار کر بیک زبان کہنے لگی کہ بدی کی اندھیری رات کو ختم ہو کر نیکی کا آفتاب طلوع ہونا چاہیئے۔

حالات کا بگاڑ اتنا ہمہ گیر تھا کہ اس کی اصلاح کے لئے انقلابی شخصیت، انقلابی کتاب، اور انقلابی پیغام کی ضرورت تھی جو ان جاں گسل حالات کے مقابلے کے لئے چٹان کی طرح کھڑا ہو جائے۔ ایسے عظیم القدر رسول کی ضرورت تھی جس کے ساتھ اللہ کی پاک کتاب اس کی مددگار ہو کہ چند سال میں ایک ایک ملک کو ایمان کی روشنی سے بھر دے اور اپنی زبردست تعلیم اور ہمت و عزیمت سے دنیا کی کایا پلٹ دے۔

اللہ کی یہ کتاب جو اللہ کے رسول پڑھ کر سنا رہے ہیں کمال درجے کی پاکیزہ تعلیم پیش کرتی ہے، انسانی زندگی کے لئے بہترین اصول اور احکام کی تعلیم دیتے ہیں، ہر طرح کی گمراہی اور اخلاقی گندگی سے پاک و صاف ہے۔ عقل سلیم اور فطرت اس کو دیکھ کر پکار اٹھتی ہے کہ یہ کتنی پاک اور مطہر کتاب ہے۔ اس کتاب نے دلوں کی دنیا بدل دی۔ گرے ہوؤں کو اوپر اٹھایا۔ اور تہذیب و تمدن کے اس معیار پر پہنچا دیا کہ ان کے کردار و اخلاق کی پاکیزگی پر دنیا حیران رہ گئی۔ ظالموں کو عادل و منصف، بے رحموں کو رحم دل اور حقوق انسانی کا پاسبان بنا دیا۔

(۲) اس کتاب میں درست احکام لکھے ہوں | وہ ایسی کتاب ہو جس میں اللہ کے احکام صحیح شکل میں موجود ہوں اور ایسی ٹھوس باتیں ہوں جو انسانی زندگی کے لئے صحیح منزل کا تعین کر سکیں اور اس کو صحیح رخ پر ڈال سکیں۔ قرآن انسان کی اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے نازل ہوا ہے۔ اس میں وہ احکام درج ہیں جو دین کو قائم رکھنے والے نہایت مستحکم ہیں۔ یہ رہتی دنیا تک ہر ایک کے لئے ہدایت ہے۔ اس کی ہر سورت گویا ایک کتاب ہے۔ یہ کتاب تمام آسمانی کتابوں کی تعلیم کا خلاصہ ہے۔

(یہ بھی معلوم ہو گیا کہ قرآن مجید رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے ہی میں ضبط تحریر میں آ چکا تھا۔)

(۴) اہل کتاب کے بھٹکنے کی وجہ | اہل کتاب یہود و نصاریٰ کے بھٹک جانے اور فرقوں میں بٹ جانے کی وجہ یہ نہ تھی کہ ان کے پاس اللہ کی ہدایت نہیں آئی تھی۔ انھیں اللہ کی واضح اور صاف صاف ہدایات مقدس کتابوں اور پیغمبروں کی تعلیم کی صورت میں دی گئی تھیں۔ انبیاء کرام کی سیرتیں اور ان کی بے غبار زندگیاں بھی ان کے سامنے تھیں۔ جو کتابیں انھیں دی گئی تھیں ان میں اللہ کی روشن ہدایات موجود تھیں۔ خود حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام اللہ کی ایک کھلی نشانی تھے۔ مگر یہود ان کے دشمن ہو گئے۔ ان کے بھٹکنے اور فرقہ بندی کی وجہ نفسانیت اور خواہشات کی پیروی تھی اور کوئی وجہ گمراہی اور فرقوں میں بٹنے کی نہ تھی۔

اہل کتاب نے دو الگ مذہب یہودیت اور عیسائیت بنا لئے جبکہ یہ دونوں مذہب درحقیقت ایک تھے ان کی تعلیمات ایک تھیں۔ پھر ان مذہبوں میں ذیلی فرقے پیدا ہو گئے مثلاً عیسائیوں میں دو بڑے فرقے کیتھولک اور پروٹسٹنٹ کے نام سے بن گئے۔

اب چونکہ اہل کتاب نے آسمانی کتابوں میں بھی ردوبدل کر لی اور نبیوں کی زندگی اور تعلیم کو بھی بدل ڈالا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایک دلیل روشن کی حیثیت سے اپنا ایک رسول بھیجا اور اس کے ذریعے پاک صحیفے صحیح تعلیم پر مشتمل پیش کر کے حجت تمام کر دی۔

جس پیغمبر آخر الزماں کے اہل کتاب منتظر تھے اس کے آنے کے بعد اپنے تمام اختلافات ختم کر کے سب ایک راستے پر آ جاتے، مگر جس نے ضد کی منکر رہا، جس نے انصاف کیا ایمان لے آیا۔ سامان ہدایت کے ساتھ اللہ کی توفیق شامل نہ ہو تو انسان خسارے میں پڑا رہتا ہے۔ جب اہل کتاب کا یہ حال ہے تو مشرکین کا کیا پوچھنا۔

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ۬

الدِّیْنَ	لَهُ	مُخْلِصِیْنَ	اللّٰهَ	لِیَعْبُدُوا	اِلَّآ	اُمِرُوْٓا	وَمَآ
دین	اس کے لئے	خالص کرتے ہوئے	اللہ	یہ کہ عبادت کریں	مگر	حکم دیا گیا	اور نہ

اور انہیں صرف یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں اس کے لئے خالص کرتے ہوئے دین (بندگی)

حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ

وَذٰلِكَ	الزَّكٰوةَ	وَيُؤْتُوا	الصَّلٰوةَ	وَيُقِيْمُوا	حُنَفَآءَ
اور یہ	زکوٰۃ	اور ادا کریں	نماز	اور قائم کریں	یک رخ

یک رُخ ہوکر، اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور یہی

دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۝۵ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ

اَهْلِ	مِنْ	كَفَرُوْا	الَّذِيْنَ	اِنَّ	الْقَيِّمَةِ	دِيْنُ
اہل	سے	کفر کیا	جن لوگوں	بیشک	مضبوط	دین

مضبوط دین ہے۔ بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اہل کتاب

الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ

خٰلِدِيْنَ	جَهَنَّمَ	نَارِ	فِيْ	وَالْمُشْرِكِيْنَ	الْكِتٰبِ
ہمیشہ رہیں گے	جہنم	آگ	میں	اور مشرکین	کتاب

اور مشرکوں میں سے، وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ رہیں گے

فِيْهَا ؕ اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۝۶

الْبَرِيَّةِ	شَرُّ	هُمْ	اُولٰٓئِكَ	فِيْهَا
مخلوق۔	بدترین	وہ	یہی لوگ	اس میں

یہی لوگ بدترین مخلوق ہیں۔

۵) وَمَآ اُمِرُوْٓا فِيْ كِتَابَيْهِمُ التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ اَيْ اَنْ يَّعْبُدُوْهُ فَحُذِفَتْ اَنْ وَزِيْدَتِ اللَّامُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ لَا مِنَ الشِّرْكِ حُنَفَآءَ

۵) اور اہل کتاب کو توریت اور انجیل میں یہی حکم ہوا ہے کہ اللہ کی عبادت کریں

خالص دل اور تصدیق قلبی سے شرک کے پاس نہ جاویں۔ قائم رہیں دین ابراہیم پر اور دین محمد

مُسْتَقِیْمِیْنَ عَلٰی دِیْنِ اِبْرَاھِیْمَ وَدِیْنِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا جَآءَ فَکَیْفَ کَفَرُوْا بِہٖ وَیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوا الزَّکٰوۃَ وَذٰلِکَ دِیْنُ الْمِلَّۃِ الْقَیِّمَۃِ ○ اَلْمُسْتَقِیْمَۃُ

صلی اللہ علیہ وسلم پر جبکہ محمد ﷺ آ ویں پھر باوجود اس حکم کے انھوں نے کیوں کر کفر کیا اور ان کو یہی حکم ہوا ہے کہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں۔ اور یہ ہے سیدھا مذہب اور یہ راہ مستقیم ہے۔

(۶) اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ وَالْمُشْرِکِیْنَ فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا حَالٌ مُقَدَّرَۃٌ اَیْ مُقَدَّرًا خُلُوْدُھُمْ فِیْھَا مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی اُولٰٓئِکَ ھُمْ شَرُّ الْبَرِیَّۃِ ○

(۶) بے شبہ جو لوگ کافر ہوئے اہل کتاب سے، اور مشرکین یہ سب دوزخ کی آگ میں ہمیشہ کو جلیں گے۔

یہی لوگ ہیں بدترین مخلوق۔

تشریح

(۵) دین حق کی تعلیمات | دین حق کی بنیادی تعلیمات یہ تھیں۔

- خدائے واحد کی پرستش اور بندگی ـــــ اس کے ساتھ کسی دوسرے کی بندگی کی آمیزش نہ ہو۔
- صرف ایک اللہ کی تابعداری ـــــ مطلق اور غیر مشروط اطاعت۔ اللہ کی شریعت اور اس کے پورے دین کی پرخلوص دل سے پیروی۔ سب سے ٹوٹ کر اسی کے غلام بن جائیں تشریع و تکوین کے کسی شعبے میں دوسرے کو خود مختار نہ سمجھیں۔
- نماز قائم کی جائے۔
- زکوٰۃ دی جائے۔

دین حق کی یہ بنیادی تعلیمات ہیں، یہی دین اہل کتاب کو دیا گیا تھا جس کی تعلیم اہل کتاب کو ان کے انبیا، اور ان کے ہاں نازل ہونے والی کتابوں نے دی تھی۔ اور اسی دین کی تکمیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں اور یہی دین صحیح اور درست ہے۔

(۶) دین حق سے روگردانی کا انجام | اپنے پیدا کرنے والے سے بغاوت، اس سے سرکشی اور اس کی نافرمانی کرنے والا انسان اپنا جوہر انسانیت کھو بیٹھتا ہے اور اخلاقی اور انسانی فضائل کے اعتبار سے ترقی کرنے کے بعد تنزل کے آخری گڑھے میں جا گرتا ہے ـــ جن لوگوں کے سامنے دین حق کی تعلیمات پہلے بھی پیش کی گئیں اور اب انہیں تعلیمات کو نہایت واضح اور روشن صورت میں پیغمبر آخر الزماں اور کتاب اللہ قرآن مجید کی صورت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ جو لوگ اس کو ماننے سے انکار کر رہے ہیں خواہ وہ علم کا دعویٰ رکھنے والے اہل کتاب ہوں یا جاہل مشرک حق کا انکار کرنے اور اس سے روگردانی کرنے پر سب کا انجام ایک ہے ـــ دوزخ کا عذاب جس سے چھٹکارا نہیں ـــ اپنے خالق و مالک سے بغاوت کرنے والوں کے بدترین مخلوق ہونے میں شبہ کی کیا گنجائش ہے۔ یہ لوگ جانوروں سے بھی گئے گزرے ہیں کیونکہ جانور عقل و اختیار نہیں رکھتے اور یہ عقل و اختیار رکھتے ہوئے حق سے منہ موڑتے ہیں۔ جیسا کہ سورۂ فرقان میں فرمایا۔ اِنْ ھُمْ اِلَّا کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ سَبِیْلًا (آیت ۴۴) ـ (یہ تو جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گذرے) ـــ اس کے مقابلے میں وہ بھی انسان ہیں شرف و فضیلت میں فرشتوں سے بھی بازی لے گئے۔ ان کا بیان آنے والی آیت میں ہے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِکَ

اُولٰٓئِکَ	وَعَمِلُوۡا + الصّٰلِحٰتِ	اٰمَنُوۡا	الَّذِیۡنَ	اِنَّ
یہی لوگ	اور انھوں نے عمل کئے نیک	ایمان لائے	جو لوگ	بیشک

بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کئے یہی لوگ

هُمۡ خَیۡرُ الۡبَرِیَّۃِ ؕ﴿۷﴾ جَزَآؤُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ جَنّٰتُ

جَنّٰتُ	رَبِّهِمۡ	عِنۡدَ	جَزَآؤُهُمۡ	الۡبَرِیَّۃِ	خَیۡرُ	هُمۡ
باغ	ان کا رب	پاس	ان کی جزا	مخلوق	بہتر	وہ

بہترین مخلوق ہیں ان کی جزا ان کے رب کے پاس ہمیشہ رہنے والے

عَدۡنٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَاۤ

فِیۡهَاۤ	خٰلِدِیۡنَ	الۡاَنۡهٰرُ	مِنۡ + تَحۡتِهَا	تَجۡرِیۡ	عَدۡنٍ
اس میں	ہمیشہ رہیں گے	نہریں	ان کے نیچے	بہتی ہیں	ہمیشہ رہنے والے

باغات ہیں ان کے نیچے نہریں بہتی ہیں وہ اُن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے

اَبَدًا ؕ رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ ؕ

عَنۡهُ	وَرَضُوۡا	عَنۡهُمۡ	اللّٰهُ	رَضِیَ	اَبَدًا
اس سے	اور وہ راضی	ان سے	اللہ	راضی	ہمیشہ ہمیشہ

اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی

ذٰلِکَ لِمَنۡ خَشِیَ رَبَّهٗ ﴿۸﴾ ع

ع ۸ ۲۲

رَبَّهٗ	خَشِیَ	لِمَنۡ	ذٰلِکَ
اپنا رب	ڈرے	اس کے لئے جو	یہ

یہ اس کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈرے۔

﴿۷﴾ اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِکَ هُمۡ خَیۡرُ الۡبَرِیَّۃِ ○ الخلیقة

﴿۷﴾ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے وہی ہیں بہترین مخلوق۔

﴿۸﴾ جَزَآؤُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ جَنّٰتُ عَدۡنٍ اِقامة تَجۡرِیۡ مِنۡ

﴿۸﴾ ان کا عوض ان کے رب کے پاس تہے کہ وہ جنت میں اتارے جاویں گے۔ جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ بطاعتہ وَرَضُوْا عَنْهُ بثوابہ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ ۝ خاف عقابہ فانتہی عن معصیتہ تعالٰی

وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے خوش ہوا، کہ انھوں نے اس کی بندگی کی اور وہ اللہ کے ثواب سے خوش ہوئے۔ یہ اس کے لئے ہے جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرے۔ کہ اس کی نافرمانی نہ کرے۔

تشریح

⑦ مومنین صالحین سب سے افضل مخلوق | جو لوگ اللہ کے سب گزشتہ نبیوں اور رسولوں پر اور پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد پر ایمان لائے۔ اللہ کی تمام کتابوں اور آخری کتاب قرآن مجید پر یقین رکھا اور بھلے کاموں میں لگے وہ اللہ کی بہترین مخلوق ہیں حتیٰ کہ ملائکہ سے بھی افضل واشرف ہیں کیونکہ فرشتے نافرمانی کا اختیار نہیں رکھتے اور یہ لوگ نافرمانی کا اختیار رکھنے کے باوجود فرماں برداری اختیار کرتے ہیں۔ ایمان اور عمل صالح کے نتیجے میں جوہر انسانیت کھلتا ہے اور انسان اخلاقی اور روحانی اعتبار سے حقیقی ترقی کے مدارج اعلیٰ طے کرتا ہے۔ جو لوگ نفس اور شیطان کی ترغیبات کا مقابلہ کرتے ہوئے ہر قسم کی آزمائشوں سے گزرنے کے باوجود پروردگار کے وفادار اور اطاعت شعار بن کر رہے ان کے بہترین مخلوق ہونے میں شک وشبہ کی کیا گنجائش ہے۔

⑧ خوف خدا رکھنے والے اللہ کے وفادار بندوں کا انعام | خوف خدا دین کی اصل روح ہے قدم قدم پر یہ خیال کہ مجھ سے کوئی ایسا کام نہ ہو جائے جو پروردگار کے یہاں میری پکڑ کا موجب ہو۔ اس طرح ڈرتے ہوئے زندگی گزارنے سے صحیح دین داری پیدا ہوتی ہے اور بندہ اپنے رب کو راضی کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔

اللہ کی رضا سب سے بڑا انعام ہے جس سے اللہ کے وفادار بندے مومنین صالحین نوازے جائیں گے۔ جنت اللہ کی رضا کا مظہر ہوگی اور وہاں ظاہری نعمتوں کے ساتھ ساتھ اہل ایمان کو باطنی نعمت بھی نصیب ہوگی۔

۹۹

الزلزال

ترتیب تلاوت	۹۹	ترتیب نزول	۹۳
مکی / مدنی	مکی	تعداد رکوعات	۱
تعداد آیات	۸	تعداد الفاظ	۳۷
تعداد حروف	۱۵۸		

○ اس سورت کی پہلی آیت میں آیا ہے " اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا (جب زمین اپنی پوری شدت کے ساتھ ہلا ڈالی جائے گی۔)
اس میں قیامت کے دن زمین کے ہلائے جانے کا ذکر ہوا ہے۔ اس کی مناسبت سے اس سورت کا نام اَلزِّلْزَال رکھا گیا ہے۔

○ سورت کے مضمون سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ سورت مکہ مکرمہ میں دعوت کے ابتدائی مرحلے میں نازل ہوئی ہے کیوں کہ مکہ مکرمہ میں جو سورتیں نازل ہوئی ہیں اس میں بہت مختصر اور دلنشین طریقے سے اسلام کے بنیادی عقیدے لوگوں کے سامنے پیش کئے جا رہے تھے تا کہ چھوٹے چھوٹے جملے مؤثر انداز میں دل و دماغ میں سما جائیں۔

مسجدیں بنائیں ؟ اور کس نے شرک وبت پرستی کے مرکز قائم کیے ؟ کس نے عام لوگوں کے فائدے کے لیے ادارے بنائے کس نے تفریح کے نام پر لوگوں کو گمراہ کیا؟ کس نے لوگوں کی رہنمائی کے دینی اجتماعات منعقد کیے؟ اور کس نے ناچ رنگ کی مجلسیں آراستہ کیں ؟ کون انسانیت کے امن وامان کے لئے دوڑ دھوپ کرتا رہا اور کون بستیوں کو اجاڑنے کے لئے بم برساتا رہا ؟ کون اصلاح کے کام کرتا رہا اور کس نے فسادات برپا کیے ؟ ۔ غرض زمین گزرے ہوئے واقعات اس طرح سنائے گی جیسے وہ واقعہ زمین پر رونما ہوا تھا۔ ٹیپ کرلیا گیا تھا اور قیامت کے دن یہ پورا ریکارڈ انسان کو سنایا اور دکھایا جائے گا تاکہ وہ زمین پر جو کچھ کرتا رہا ہے اس کا ثبوت ریکارڈ کے ساتھ سامنے رکھا جائے اور انصاف کے تقاضے پورے کیے جائیں

حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریمؐ نے یہ آیت پڑھی ۔ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا ۔ اور پوچھا جانتے ہو زمین کیا خبریں سنائے گی ؟۔ لوگوں نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں ۔

فرمایا وہ ہر بندے اور بندی کے بارے میں گواہی دے گی کہ اس نے یہ اور یہ کام فلاں، فلاں دن اس کی پیٹھ پر کیے تھے ۔ (ترمذی ابواب التفسیر القرآن)

حضرت ربیعۃ الخرشی کی روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا ۔ ذرا زمین سے بچ کر رہنا کیوں کہ یہ تمہاری جڑ بنیاد ہے اور اس پر عمل کرنے والا کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کے عمل کی یہ خبر نہ دے خواہ اچھا ہو یا برا (معجم الطبرانی)

حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا قیامت کے روز زمین ہر اس عمل کو لے آئے گی جو اس کی پیٹھ پر کیا گیا ہو۔ پھر آپؐ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ (ابن مردویہ بیہقی)

(۵) زمین اللہ کے حکم سے بولے گی | انسان اپنی زبان سے جو کچھ بولتا ہے اس کے نقوش ہوا میں، ریڈیائی لہروں میں، گھروں کی دیواروں اور ان کے فرش اور چھت کے ذروں ذروں میں اور اگر کسی سڑک، میدان یا کھیت میں آدمی نے بات کی ہو، آفتاب کے ذرات میں ثبت ہیں۔ اللہ تعالیٰ جس وقت چاہے ان ساری آوازوں کو ٹھیک اسی طرح ان چیزوں سے دہروا سکتا ہے جس طرح وہ کبھی انسان کے منہ سے نکلی تھیں۔ پھر انسان نے زمین پر جہاں جس حالت میں کوئی کام کیا ہے اس کی ایک ایک حرکت کا عکس اس کے گردو پیش کی تمام چیزوں پر پڑا ہے اور اس کی تصویر ان پر نقش ہو چکی ہے، بالکل گھپ اندھیرے میں بھی اس نے کوئی فعل کیا ہو تو خدا کی خدائی میں ایسی شعاعیں موجود ہیں جن کے لئے اندھیرا اجالا کوئی معنی نہیں رکھتا یہ ساری تصویریں قیامت کے روز ایک متحرک فلم کی طرح انسان کے سامنے آجائیں گی۔

زمین جمادات میں سے ہے مگر وہ اللہ کے حکم سے بول پڑے گی ۔ قرآن مجید میں دوسرے مقام پر یہ صراحت ہے کہ قیامت کے روز مجرمین کی کھالیں بھی ان کے خلاف گواہی دیں گی اور جب وہ تعجب سے پوچھیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی، تو کھالیں جواب دیں گی کہ جس قادر نے ہر چیز کو گویائی بخشی اس نے ہمیں بھی گویا کردیا۔ (حم سجدہ ۔ ۲۱)

جو چیزیں ہمارے تجربے میں غیر ناطق ہیں ان کے ناطق ہونے کا مشاہدہ ہم قیامت کے دن کریں گے ۔ اللہ تعالیٰ اگرچہ انسان کے اعمال کو براہ راست خود جانتا ہے مگر آخرت میں جب اس کی عدالت قائم ہوگی تو وہ جس کو بھی سزا دے گا انصاف کے تمام تقاضے پورے کرکے دے گا اس کا جرم مکمل شہادتوں کے ساتھ ثابت کیا جائے گا تاکہ اس کے مجرم ہونے میں کسی کلام کی گنجائش نہ رہے ۔ یہاں تک کہ انسان کے دل میں جو خیالات ارادے اور مقاصد چھپے ہوئے تھے اور جن نیتوں کے ساتھ اس نے سارے اعمال کیے تھے وہ بھی نکال کر سامنے رکھ دیے جائیں گے ۔ یہ سب اس پروردگار کے حکم اور قدرت سے ہوگا جس کے لیے کوئی کام دشوار نہیں ہے ۔

يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ لِّيُرَوْا

لِّيُرَوْا	اَشْتَاتًا	النَّاسُ	يَّصْدُرُ	يَوْمَئِذٍ
تاکہ دکھائے	گروہ درگروہ	لوگ	باہر نکلیں گے	اس دن

اس دن لوگ گروہ درگروہ باہر نکلیں گے تاکہ وہ ان کے

اَعْمَالَهُمْ ۝۶ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ

ذَرَّةٍ	مِثْقَالَ	يَّعْمَلْ	فَمَنْ	اَعْمَالَهُمْ
ایک ذرہ	برابر	کی ہوگی	پس جس	ان کے عمل

عمل ان کو دکھائے، پس جس نے کی ہوگی ایک ذرہ برابر

خَيْرًا يَّرَهٗ ۝۷ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ

مِثْقَالَ	يَّعْمَلْ	وَمَنْ	يَّرَهٗ	خَيْرًا
برابر	کی ہوگی	اور جس	اس کو دیکھے گا	نیکی

نیکی، وہ اسے دیکھ لے گا۔ اور جس نے کی ہوگی ایک ذرہ

ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝۸ ع

ع ۱ ۸ ۲۴

يَّرَهٗ	شَرًّا	ذَرَّةٍ
اس کو دیکھے گا	برائی	ایک ذرہ

برابر برائی وہ اسے دیکھ لے گا

۶ يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ يَنْصَرِفُوْنَ مِنْ مَوْقِعِ الْحِسَابِ اَشْتَاتًا ۙ مُتَفَرِّقُوْنَ فَاٰخِذٌ ذَاتَ الْيَمِيْنِ اِلَى الْجَنَّةِ وَاٰخِذٌ ذَاتَ الشِّمَالِ اِلَى النَّارِ لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ۝ اَيْ جَزَاءَهَا مِنَ الْجَنَّةِ اَوِ النَّارِ

۶ اس روز تمام آدمی جائے حساب سے متفرق ہو کر نکلیں گے۔

کوئی دائیں طرف جنت کی راہ لے گا اور کوئی بائیں طرف دوزخ کا ایندھن ہوگا۔

یہ اس لئے کہ وہ دیکھ لیں جزا اپنے اعمال کی جنت اور دوزخ سے۔

(۲) وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۝ کنوزها وموتاها فالقتها علیٰ ظهرها

(۲) اور نکال ڈالے گی زمین اپنے بوجھ کو یعنی خزانوں اور مُردوں کو اندر سے نکال کر باہر ڈال دے گی

(۳) وَقَالَ الْاِنْسَانُ الکافر بالبعث مَا لَهَا ۝ انکاراً لتلك الحالة

(۳) اور جو شخص قیامت کا منکر ہے وہ اس حالت کو عجیب سمجھ کر ازراہِ انکار کہے گا کہ زمین کو کیا ہوا۔

تشریح

(۱) جب زمین پوری شدت کے ساتھ ہلا دی جائے گی | قیامت کے پہلے مرحلے نفخۂ اولیٰ میں جب اللہ کے حکم سے حضرت اسرافیل صور پھونکیں گے تو زمین کا یہ سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ سب جاندار مر جائیں گے۔

اس کے بعد قیامت کا دوسرا صور پھونکا جائے گا۔ نفخۂ ثانیہ کے وقت زمین کے اس پورے کرّے کو پوری شدت کے ساتھ ہلا دیا جائے گا۔ زمین کا کوئی مقام اور کوئی حصہ اور کوئی علاقہ اس زلزلے سے محفوظ نہ ہوگا۔ اس زلزلے سے تمام عمارتیں، پہاڑ، درخت ختم ہو جائیں گے، نشیب و فراز برابر ہو جائیں گے اور زمین میدان حشر کے لئے بالکل ہموار ہو جائے گی۔

(۲) زمین اپنے بوجھ باہر نکال کر پھینک دے گی | اس ہولناک زلزلے کا اثر یہ ہوگا کہ زمین کے اندر مرے ہوئے انسان جہاں جس شکل میں جس حال میں بھی پڑے ہوں گے ان سب کو وہ باہر نکال ڈالے گی۔

سورۂ انشقاق میں اس کو اس طرح بیان کیا ہے :- وَاَلْقَتْ مَافِیْهَا وَتَخَلَّتْ (آیت ۴)
(جو کچھ اس کے اندر ہے اسے باہر پھینک کر خالی ہو جائے گی۔) جیسے حاملہ عورت بچہ جننے کے بعد بوجھ سے فارغ ہو جاتی ہے۔

مرنے کے بعد انسان کا جسم مٹی میں مل جاتا ہے مگر وہ فنا نہیں ہوتا بلکہ یہ امانت بن کر زمین کے پاس رہتا ہے خواہ کیمیائی طور پر اس نے کسی بھی مادے کی شکل اختیار کر لی ہو اور یہ امانت اپنی اصل شکل میں زمین قیامت کے دن حاضر کر دے گی۔ یعنی انسانی جسم کے اعضاء کیمیائی تغیرات سے گذرنے کے بعد اپنی اصل ہیئت میں پھر ظاہر ہو جائیں گے۔ بوجھ باہر نکالنے کے مفہوم میں وہ شہادتیں بھی شامل ہیں جو زمین میں مدفون ہیں یعنی انسان کی پہلی زندگی کے افعال و اقوال اور حرکات و سکنات کی شہادتوں کا جو انبار زمین کی تہوں میں دبا پڑا ہے ان سب کو بھی وہ باہر نکال دے گی یہاں تک کہ زمین کے اندر سونے چاندی کے خزانے جو بھی دبے ہوئے ہیں ان کو اُگل دے گی لیکن اس مال کا کوئی لینے والا نہ ہوگا سب دیکھ لیں گے کہ یہ چیز جس پر دنیا مرے مٹتے تھے کیسی بے کار ہے۔

(۳) انسان کی حیرانی | انسان زندہ ہونے اور اس زلزلے کے آثار دیکھنے کے بعد بدحواسی کے عالم میں پکار اٹھے گا کہ زمین کو یہ کیا ہو گیا ہے۔ زمین کی یہ حالت دیکھ کر انسان اول تو حیران و پریشان ہوگا پھر اس پر یہ بات ظاہر ہوگی کہ یہ قیامت کا دن ہے اور روزِ حشر ہے۔ اہل ایمان جو اپنے ایمان میں مخلص ہیں ان پر یہ حیرانی اور پریشانی طاری نہ ہوگی کیوں کہ یہ سب کچھ ان کے عقیدے اور یقین کے مطابق ہو رہا ہوگا۔

يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا ﴿٤﴾ بِأَنَّ

بِأَنَّ	أَخْبَارَهَا	تُحَدِّثُ	يَوْمَئِذٍ
کیوں کہ	اپنی خبریں (حالات)	بیان کرے گی	اس دن

اس دن وہ اپنے حالات بیان کرے گی کیوں کہ

رَبَّكَ أَوْحَىٰ لَهَا ﴿٥﴾

لَهَا	أَوْحَىٰ	رَبَّكَ
اس کو	حکم بھیجا	تیرا رب

تیرے رب نے اُسے حکم بھیجا

﴿٤﴾ يَوْمَئِذٍ بَدَلٌ مِنْ إِذَا وَجَوَابُهَا تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا ○ تُخْبِرُ بِمَا عَمِلَ عَلَيْهَا مِنْ خَيْرٍ وَشَرٍّ

﴿٤﴾ اس روز بیان کرے گی وہ جو اس پر کیا گیا بھلائی اور برائی سے۔

﴿٥﴾ بِأَنَّ بِسَبَبِ أَنَّ رَبَّكَ أَوْحَىٰ لَهَا ○ أَيْ أَمَرَهَا بِذَالِكَ وَفِي الْحَدِيثِ تَشْهَدُ عَلَىٰ كُلِّ عَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ بِكُلِّ مَا عَمِلَ عَلَىٰ ظَهْرِهَا

﴿٥﴾ اس سبب سے کہ تیرے رب نے اس کو یہ حکم فرمایا ہے۔

اور حدیث شریف میں ہے کہ زمین گواہی دے گی اور بتلا دے گی جو کچھ مرد نے یا عورت نے زمین پر عمل کیا۔

تشریح

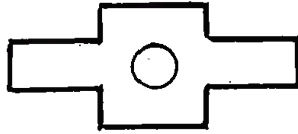
﴿٤﴾ زمین اپنے اوپر گذرے ہوئے واقعات کی خبریں دے گی — زمین اپنی سرگزشت سنائے گی کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین پر اپنا خلیفہ بنایا تھا اس نے کس کس طرح کے کام کئے کون خالق کے آگے سجدہ ریز ہوا اور کس نے زمین کو اپنا معبود بنا کر بھومی پوجا کی۔ کس نے اللہ کی عبادت کے لئے

اس سورت کا موضوع یہ ہے کہ موت کے بعد انسان دوبارہ زندہ ہوگا اور اس نے دنیا میں جو کام کیے ہیں اس کا پورا کچا چٹھا انسان کے سامنے آجائے گا۔

سورت کے شروع میں بتایا گیا ہے کہ یہ زمین جس پر انسان بے فکری کے ساتھ زندگی گزار رہا ہے، ایک وقت آئے گا کہ ہلا کر رکھ دی جائے گی اور اللہ کے سامنے گواہی دے گی کہ انسان نے اس زمین پر کون سے کام کہاں اور کس وقت کیے ہیں؟

اس دن زمین کے گوشے گوشے سے لوگ گروہ در گروہ اپنی قبروں سے نکل کر باہر آجائیں گے پروردگار کے سامنے پیشی ہوگی اور کوئی چھوٹی یا بڑی بھلائی یا برائی ایسی نہ ہوگی جو سامنے نہ آجائے۔

(پچھلی سورت) سورۂ بینہ اس پر ختم ہوئی تھی کہ جو اللہ سے ڈرتا ہے اور اس کی رضا کا جویا اور اس کی رحمت کا طالب ہے وہ اللہ کے انعام کا مستحق ہوگا۔ سورۂ زلزال میں بتایا گیا کہ خشیت اور رعب و جلال کے ساتھ اسی کا خیال آتا ہے جس کے حضور حاضر ہونا ہے جس نے جزا اور سزا کا ایک دن مقرر کر رکھا ہے۔ اور وہ دن ہوگا کہ زمین کو ایک ہولناک زلزلہ ہلا ڈالے گا۔ سب نشیب و فراز مٹ جائیں گے زمین میں چھپی ہوئی چیزیں باہر آجائیں گی۔ میزانِ عدل قائم ہوگی اور انسان اپنے چھوٹے سے چھوٹے عمل کے نتائج دیکھ لے گا۔



أیاتها ۸	۹۹ سُوْرَةُ الزِّلْزَالِ مَدَنِيَّةٌ ۹۳	رُكُوْعُهَا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے جو بہت مہربان، رحم کرنے والا ہے

إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا ۝۱ وَ

إِذَا	زُلْزِلَتِ	الْأَرْضُ	زِلْزَالَهَا	وَ
جب	ہلا ڈالی جائے	زمین	اس کا زلزلہ	اور

جب زمین زلزلہ سے ہلا ڈالی جائے گی۔ اور

أَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا ۝۲ وَقَالَ

أَخْرَجَتِ	الْأَرْضُ	أَثْقَالَهَا	وَقَالَ
باہر نکال ڈالے	زمین	اپنے بوجھ	اور کہے گا

اپنے بوجھ باہر نکال ڈالے گی اور کہے گا

الْإِنْسَانُ مَا لَهَا ۝۳

الْإِنْسَانُ	مَا لَهَا	
انسان	اسے کیا ہو گیا؟	

انسان اس کو کیا ہو گیا؟

سُوْرَةُ زُلْزِلَتْ مَكِّيَّةٌ
أَوْ مَدَنِيَّةٌ تِسْعُ آيَاتٍ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(۱) إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ
حُرِّكَتْ لِقِيَامِ السَّاعَةِ
زِلْزَالَهَا ۝ تَحْرِيْكَهَا الشَّدِيْدَ
الْمُنَاسِبَ لِعِظَمِهَا

سورۂ زلزلت مکی ہے یا مدنی اس میں نو آیتیں ہیں
بسم اللہ الرحمن الرحیم
شروع اللہ کے نام سے جو بہت بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے

(۱) إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا الخ جس وقت کہ زمین کو سخت حرکت ہو گی قیامت کے آنے کے لئے ایسی حرکت جو مناسب اس کی بڑائی کے ہے۔

⑦ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ (زِنَةَ نَمْلَةٍ صَغِيْرَةٍ) خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ (يَرَ ثَوَابَهٗ)

⑦ سو جو کوئی چھوٹی چیونٹی برابر بھی بھلائی کرے گا وہ اس کا عوض پاوے گا۔

⑧ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝ (جَزَاءَهٗ)

⑧ اور جو کوئی چھوٹی چیونٹی برابر برائی کرے گا وہ اس کی سزا کو پہنچے گا۔

تشریح

⑥ لوگوں کے مختلف گروہوں کے سامنے ان کی عملی زندگی کے مناظر پیش کیے جائیں گے | قیامت کے دن لوگ، زمین کے مختلف گوشوں سے مختلف حالتیں گروہوں کی شکل میں نکلیں گے تاکہ میدان حشر میں جمع ہو جائیں اور وہاں انھیں ان کے اعمال دکھا دیئے جائیں ان کی عملی زندگی کے مناظر ان کے سامنے پیش کر دیئے جائیں۔

⑦ جس نے ذرّہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا | قیامت کے دن ہر شخص کو اس کی قولی و عملی زندگی کا مشاہدہ کرایا جائے گا اور وہ اپنی چھوٹی سے چھوٹی نیکی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گا۔

⑧ جس نے ذرّہ برابر برائی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا | اعمال کے اس مشاہدے کے سلسلے میں جس نے چھوٹی سے چھوٹی برائی کی ہوگی وہ بھی اس کے سامنے آجائے گی۔

○ اب رہا جزا و سزا کا معاملہ تو وہ انصاف کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے ان قاعدوں کے مطابق ہوگا جن کی صراحت قرآن مجید میں دوسرے مقامات پر کی گئی ہے۔ مثلاً میزان میں جن کے پلڑے بھاری ہوں گے وہ کامیاب ہوں گے۔ یا یہ کہ شرک ناقابل معافی گناہ ہے اور اس کی سزا ابدی عذاب ہے۔

○ یہ آیت ۷ و ۸ اس اہم حقیقت کی نشان دہی کرتی ہے کہ چھوٹی سے چھوٹی نیکی بھی اپنا ایک وزن اور قدر رکھتی ہے اور یہی حال بدی کا بھی ہے کہ چھوٹی سے چھوٹی بدی بھی حساب میں آنے والی چیز ہے یوں نظر انداز کرنے کے لائق نہیں ہے اس لئے کسی چھوٹی نیکی کو چھوٹا سمجھ کر اسے چھوڑنا نہیں چاہیئے اور کسی چھوٹی سی بدی کو چھوٹا سمجھ کر اس کا ارتکاب نہیں کرنا چاہیئے۔

حضرت عدی بن حاتم سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دوزخ کی آگ سے بچو خواہ وہ کھجور کا ایک ٹکڑا دینے یا ایک اچھی بات کہنے ہی کے ذریعہ ہو۔

اور فرمایا کہ:۔ کسی نیک کام کو بھی حقیر نہ سمجھو خواہ وہ کسی پانی مانگنے والے کے برتن میں ایک ڈول ڈال دینا ہو یا یہی نیکی ہو کہ تم اپنے کسی بھائی سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملو۔

(بخاری و مسلم)



۱۰۰

العدیٰت

ترتیب تلاوت	۱۰۰	ترتیب نزول	۱۴
مکی / مدنی	مکی	تعداد رکوعات	۱
تعداد آیات	۱۱	تعداد الفاظ	۴۰
تعداد حروف	۱۷۰		

اس سورت کی پہلی آیت کے پہلے لفظ " وَالْعٰدِیٰت " کو سورۃ کا نام قرار دیا گیا ہے۔

سورت کا مضمون اور انداز بیان یہ ظاہر کر رہا ہے کہ یہ سورت مکہ مکرمہ کے ابتدائی زمانے میں نازل ہوئی ہے۔

سورت کا موضوع اور مرکزی مضمون یہ ہے کہ جو شخص اللہ کے حضور میں جواب دہی سے غافل ہوجاتا ہے اس کا رویہ ایسا غیر ذمہ دارانہ ہوجاتا ہے جو انسان کو ناشکرا بنا دیتا ہے اور پروردگار کی عطا کی ہوئی نعمتوں اور اس کی دی ہوئی صلاحیتوں کو غلط استعمال کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔

اس سورت میں اس بات پر بھی خبردار کیا گیا ہے کہ آخرت میں انسان کے دل میں چھپے ہوئے بھید دلوں کی بھی جانچ پڑتال ہوگی۔

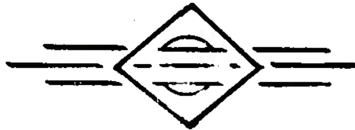
اس بات کو سمجھانے کے لئے کہ آخرت کا انکار کرنے والا کیسی اخلاقی پستی میں گرجاتا ہے اور اللہ کی دی ہوئی قوتو،

کا غلط استعمال کرتا ہے عام بدامنی کو دلیل کے طور پر پیش کیا گیا ہے جس سے سب لوگ تنگ آئے ہوئے تھے اور ہر وقت کھٹکا لگا رہتا تھا کہ کب کوئی دشمن آکر سب کچھ لوٹ کرلے جائے گا۔ لٹنے والا ماتم کرتا تھا لیکن جب یہ حالت خود لوٹنے والے پر گزرتی تھی تو وہ محسوس کرتا تھا کہ یہ کیسی بُری حالت میں مبتلا ہیں۔ اس صورت حال کی طرف اشارہ کرکے بتایا گیا ہے کہ انسان کی یہ حالت اس لئے ہے کہ وہ آخرت کا منکر ہوکر پروردگار کا ناشکرا ہوگیا ہے۔

اگر اسے احساس ہوتا کہ ایک دن اسے قبر سے زندہ ہوکر اٹھنا ہے اور اللہ کے سامنے جواب دینا ہے اور پروردگار کے سامنے اس کے دل کے ارادے تک بے نقاب ہیں تو وہ خوب سمجھتا کہ اسے کیا رویہ اختیار کرنا چاہیئے۔

گذشتہ سورت میں قیامت کے واقعات اور اعمال کی جزا اور سزا کا بیان تھا۔ اس سورت میں آخرت کا مضمون ایک اور انداز سے بیان ہوا ہے، کہ انسان کے اعمال اور اس کے افعال اس کی ناشکری کی گواہی دیتے ہیں اور انسان یہ نہیں سوچتا کہ اس کو اللہ کے روبرو حاضر ہونا ہے اور اللہ کو اس کے عمل اور اس کے ارادے سب کی خبر ہے۔

قرآن کی ہر سورت کی طرح یہ سورت بھی ایک مکمل کتاب اور سرمایۂ ہدایت ہے۔



آیاتھا ۱۱	سورۃ العدیت مکیۃ ۱۰۰ ۱۴	رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان ، رحم کرنے والا ہے

وَالْعٰدِیٰتِ ضَبْحًا ﴿۱﴾ فَالْمُوْرِیٰتِ قَدْحًا ﴿۲﴾

وَالْعٰدِیٰتِ	ضَبْحًا	فَالْمُوْرِیٰتِ	قَدْحًا
قسم ہے دوڑنے والے گھوڑوں کی	ہانپتے ہوئے	چنگاریاں اڑانے والے	جھاڑ کر

قسم ہے دوڑنے والے ہانپتے ہوئے گھوڑوں کی (سُم) جھاڑ کر چنگاریاں اڑانے والوں کی

فَالْمُغِیْرٰتِ صُبْحًا ﴿۳﴾ فَاَثَرْنَ بِہٖ نَقْعًا ﴿۴﴾

فَالْمُغِیْرٰتِ	صُبْحًا	فَاَثَرْنَ	بِہٖ	نَقْعًا
غارت گری کرنے والے	صبح کو	پھر اڑائیں	اس سے	گرد اڑاتے

صبح کے وقت غارت گری کرنے والوں کی ، گرد اڑاتے ہوئے ۔

سُوْرَۃُ الْعٰدِیٰتِ مَکِّیَّۃٌ اَوْمَدَنِیَّۃٌ اِحْدٰی عَشَرَۃَ اٰیَۃً

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۱) وَالْعٰدِیٰتِ اَلْخَیْلُ تَعْدُوْا فِی الْغَزْوِ وَتَضْبَحُ ضَبْحًا ○ ھُوَ صَوْتُ اَجْوَافِھَا اِذَا عَدَتْ

(۲) فَالْمُوْرِیٰتِ اَلْخَیْلُ تُوْرِیُ النَّارَ قَدْحًا ○ بِحَوَافِرِھَا اِذَا سَارَتْ فِی الْاَرْضِ ذَاتِ الْحِجَارَۃِ

سورۃ والعٰدیٰت مکی ہے یا مدنی اس میں گیارہ آیتیں ہیں ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شروع اللہ کے نام سے جو بہت بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے

(۱) وَالْعٰدِیٰتِ ضَبْحًا فَالْمُوْرِیٰتِ قَدْحًا فَالْمُغِیْرٰتِ صُبْحًا الخ قسم ہے دوڑنے والے گھوڑوں کی جو جہاد میں دوڑتے ہیں ہانپتے ہوئے ۔

(۲) پھر قسم ہے ان گھوڑوں کی جو اپنے سموں سے آگ نکالتے ہیں جب کہ رات میں زمین پتھرالی میں چلتے ہیں ۔

با اللیل

(۳) فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ۝ الخیل تغیر وقت الصبح باغارۃ اصحابہا

(۳) پھر قسم ہے ان گھوڑوں کی جو دشمن پر لوٹ ڈالتے ہیں بوقت صبح مراد گھوڑوں سے گھوڑے والے ہیں کہ وہ لوٹ ڈالتے ہیں

(۴) فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۝ هيجن به بمكان عدوهن او بذلك الوقت نقعا غبارا بشدة حركتهن

(۴) پس اٹھاتے ہیں وہ گھوڑے گرد و غبار بسبب شدت دوڑنے کے اپنے دوڑنے کی جگہ میں۔ یا بوقت دوڑنے کے

تشریح

(۱) کشت وخون اور غارتگری کے لئے پھنکارتے ہوئے دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم | عرب میں عام کشت وخون اور غارت گری کا ماحول تھا مختلف قبیلے ایک دوسرے پر چھاپے مارتے رہتے تھے اور یہ چھاپے اس لئے ہوتے تھے کہ ان کی دولت لوٹ لیں، ان کے مویشی ہانک کرلے جائیں، ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنالیں، یہ ظلم وستم اور غارت گری زیادہ تر گھوڑوں پر سوار ہوکر کی جاتی تھی اور اللہ کے دیئے ہوئے ان وسائل اور اس کی بخشی ہوئی طاقتوں کو فساد فی الارض کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔ اس ظلم وستم اور غارت گری کا احساس دلانے اور اس کے اسباب پر روشنی ڈالنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس مہم کی تصویر بطور دلیل پیش کی ہے۔ جس میں سب سے پہلے دوڑنے والے گھوڑوں کو بطور ثبوت پیش کیا ہے جو سرپٹ دوڑتے ہوئے ہانپنے لگتے ہیں۔ دوڑتے ہوئے خاص قسم کی آواز جسے ضبح کہتے ہیں گھوڑوں کے شدتِ تنفس سے نکلتی ہے۔ اور اس کے بعد کی آیات بھی اسی کا قرینہ ہیں اس لئے دوڑنے سے مراد گھوڑے سمجھے گئے ہیں۔

(۲) ٹاپیں مار کر چنگاریاں جھاڑنے والے گھوڑوں کی قسم | غارت گری اور چھاپے مارنے کے لئے عام طور پر رات کے وقت روانہ ہوتے تھے اور رات کے آخری حصے میں صبح کے جھٹ پٹے کے وقت چھاپا مارتے تھے۔ رات کے وقت جب گھوڑے دوڑتے تھے تو وہ اتنی تیزی کے ساتھ دوڑتے تھے اور رفتار کی سرگرمی دکھاتے تھے کہ ان کی ٹاپوں سے چنگاریاں جھڑنے لگتی تھیں یہ چنگاریاں گھوڑوں کی سُموں کے تیزی کے ساتھ پتھریلی زمین سے ٹکرانے کے نتیجے میں نکلتی تھیں اور رات کی تاریکی میں دکھائی دیتی تھیں۔ اس سے غارت گری کے ماحول کی تصویر کشی کرنی ہے۔

(۳) جو صبح کے وقت چھاپے مارتے ہیں | جب کسی بستی یا قبیلے پر حملہ آور ہوتے تھے تو رات کو گھوڑے دوڑاتے اور علی الصبح حملہ آور ہوتے۔ رات کو اس لئے حملہ نہیں کرتے تھے کہ رات کی تاریکی میں لڑنا مشکل تھا اور صبح سویرے اچانک اس پر ٹوٹ پڑتے تھے تاکہ صبح کی روشنی میں ہر چیز نظر آسکے اور دن اتنا زیادہ روشن بھی نہ ہو کہ دشمن دور سے ان کو آتا دیکھ لے اور مقابلے کے لئے تیار ہو جائے۔ اس طرح انھیں اچانک لوٹ پڑنے کا موقعہ مل جاتا تھا۔ اسی سے عرب میں محاورہ بنا واصباحا (ہائے صبح کا خطرہ) مکے میں جب کسی کو بلانا ہوتا تھا اور صفا پہاڑ پر چڑھ کر وہ زور سے آواز لگاتا اور کہتا "واصباحا"۔ لوگ اس آواز کو سن کر اپنے اپنے کام کو چھوڑ کر جمع ہو جاتے۔ نبی ﷺ نے جب دین کی دعوت کا آغاز فرمایا تو کوہ صفا پر کھڑے ہوکر آپ نے واصباحا کی آواز لگائی اور لوگ اس آواز کو سن کر جمع ہو گئے۔

(۴) ان گھوڑوں کی قسم جو اس موقع پر گرد وغبار اڑاتے ہیں | جب یہ گھوڑے برق رفتار سے دوڑتے ہیں تو گرد وغبار کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور جب یہ حملہ آور ہوتے ہیں تو اپنے ساتھ گرد وغبار کی ایک آندھی لئے ہوئے ہوتے ہیں۔ ریگستانی علاقوں میں گھوڑوں کی دوڑ سے گرد وغبار کا اٹھنا بتا دیتا ہے کہ برق رفتاری کے ساتھ گھوڑے دوڑتے ہوئے آرہے ہیں۔ حالانکہ رات کی سردی اور شبنم کی رطوبت سے عموماً گرد وغبار دبا رہتا ہے مگر ان گھوڑوں کی رفتار اتنی تیز ہوتی ہے کہ اس وقت بھی گرد وغبار اڑاتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔

فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۝۵ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۝۶

فَوَسَطْنَ	بِهٖ	جَمْعًا	اِنَّ	الْاِنْسَانَ	لِرَبِّهٖ	لَكَنُوْدٌ
پھر جا گھسیں	اس وقت	جماعت (فوج)	بیشک	انسان	اپنے رب کا	ناشکرا

پھر اس وقت فوج میں گھس جانے والے ۔ بے شک انسان اپنے رب کا ناشکرا

(۱) فَوَسَطْنَ بِهٖ بِالنَّقْعِ جَمْعًا ۝ مِنَ الْعَدُوِّ اَیْ صِرْنَ وَسْطَهٗ وَعَطْفُ الْفِعْلِ عَلَى الْاِسْمِ لِاَنَّهٗ فِیْ تَاْوِیْلِ الْفِعْلِ اَیْ وَاللَّاتِیْ عَدَوْنَ فَاَوْرَیْنَ فَاَغَرْنَ

(۱) پس گھس جاتے ہیں غبار میں دشمنوں کی جماعت میں یعنی ان کے درمیان میں چلے جاتے ہیں۔

(۲) اِنَّ الْاِنْسَانَ اَیِ الْكَافِرُ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۝ لَكَفُوْرٌ يَجْحَدُ نِعْمَتَهٗ تَعَالٰى

(۲) بے شبہ کافر آدمی اپنے رب کی نعمتوں کا منکر اور ناشکرا ہے۔

تشریح

(۱) **پھر کسی مجمع میں جا گھستے ہیں** | پھر غول میں گھس کر تباہی مچاتے ہیں لوٹ مار کی گرم بازاری ہوتی ہے۔ عورتوں اور مردوں کو پکڑ کر لونڈی اور غلام بنا لیتے ہیں۔ اس چیز نے عرب کے علاقے میں بدامنی کی فضا پیدا کر دی تھی اور بستیوں پر یہ خطرہ منڈلاتا رہتا تھا کہ معلوم نہیں کون سا قبیلہ کس بستی پر کب حملہ آور ہو جائے۔

اس زمانے میں تیز رفتار گھوڑوں کو استعمال کیا جاتا تھا اور آج باطل مقاصد کے لئے لڑی جانے والی جنگوں میں تیز رفتار گھوڑوں کے بجائے تیز رفتار طیارے استعمال کئے جاتے ہیں۔۔ اور ان سے بمباری کر کے شہروں اور بستیوں کو تباہ کیا جاتا ہے ______ ظالمانہ کارروائیوں کی انسانیت سوز تصویر میں گھوڑے اور طیارے کے علاوہ کوئی بہت زیادہ فرق واقع نہیں ہوا۔ یہ دہشت گردی یہ بدامنی کا چلن، یہ انسانی خون کی ارزانی، یہ عورتوں کی بے آبروئی، انسانوں کی یہ ذلت اور رسوائی یہ خانہ بربادی اور ہر وقت خوف وہراس کا ماحول کہ انسان چین کا سانس لینے کے لئے ترس جائے، کیوں ہے؟ اس کے اسباب کیا ہیں؟ پروردگار نے تو اپنی زمین پر انسان کو اپنا خلیفہ بنا کر بھیجا تھا کہ وہ رب کی دی ہوئی صلاحیتوں کو دنیا کی تعمیر کے لئے استعمال کرے اور اس کا شکر گزار بن کر رہے۔ مگر یہ کیا ہوا؟ انسان ناشکرا کیوں ہو گیا۔ اگلی آیتوں میں اسی کا بیان ہے۔

(۲) **انسان کی ناشکری** | دہشت گردی، غارت گری کا یہ ماحول گواہی دے رہا ہے کہ انسان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔ جس طاقت کو وہ جنگ و جدل اور غارت گری میں استعمال کر رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ نے اسے اس لئے تو نہیں دی تھی کہ اس سے یہ کام لیا جائے ان غلط اغراض اور ظالمانہ کارروائیوں کے لئے استعمال کرنا اس نعمت کی ناقدری اور اپنے رب کی بڑی ناشکری ہے۔

اگر اس زمانے میں تیز رفتار گھوڑے انسان کے لئے ایک نعمت تھے تو موجودہ دور میں ایٹمی توانائی کا انکشاف اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے اور اس نعمت کا شکر انسان اسی صورت میں ادا کر سکتا ہے جب کہ وہ اس توانائی کو تعمیری کاموں کے لئے استعمال کرے لیکن اگر وہ اس توانائی کو تخریبی کاموں اور انسانیت پر ظلم ڈھانے کے لئے استعمال کرتا ہے تو یہ اس نعمت کی ناقدری اور اس کے عطا کرنے والے کی ناشکری ہے۔

وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ۝۷ وَاِنَّهٗ

وَاِنَّهٗ	عَلٰى	ذٰلِكَ	لَشَهِيْدٌ	وَاِنَّهٗ
اور بے شک وہ	پر	اس	گواہ	اور بے شک وہ

اور بے شک وہ اس پر گواہ ہے ۔ اور بے شک وہ

لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ۝۸

لِحُبِّ	الْخَيْرِ	لَشَدِيْدٌ
محبت میں	مال و دولت	البتہ سخت

مال کی محبت میں سخت ہے

۷ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ اَیْ کُنُوْدُہٗ لَشَهِيْدٌ ۝ یَشْھَدُ عَلٰی نَفْسِہٖ بِصُنْعِہٖ

۷ اور بے شک وہ اپنی اس ناشکری پر گواہ ہے یعنی اپنے فعل کو جانتا ہے

۸ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ اَیِ الْمَالِ لَشَدِيْدٌ ۝ اَیْ لَشَدِیْدُ الْحُبِّ لَہٗ فَیَبْخَلُ بِہٖ

۸ اور بے شک وہ مال کی محبت میں بہت زیادہ ہے کہ مال کے خرچ کرنے میں بخل کرتا ہے۔

تشریح

۷ انسانی ضمیر خود اس کے ناشکرے پن پر گواہ ہے | انسان کا یہ ناشکراپن کسی دلیل کا محتاج نہیں ہے۔ اس کا ضمیر خود اس پر گواہ ہے اس کے اعمال اس پر گواہ ہیں کہ وہ اللہ کی بخشی ہوئی نعمتوں کا ناجائز استعمال کرتا ہے اس کی فطرت اندر سے خود پکار کر کہتی ہے کہ اس کی یہ حرکت غلط ہے۔

۸ انسان کی ناشکری کی وجہ اس کی زرپرستی | بدامنی کی وجہ انسان کا ناشکراپن اور اللہ کی نعمتوں کا ناجائز استعمال ہے اور انسان کی ناشکری کی وجہ یہ ہے کہ وہ مال و دولت کی محبت میں مبتلا ہو کر خدا پرست کے بجائے زرپرست بن جاتا ہے ۔ اور مال و دولت کے حصول کے لئے کشت و خون اور غارت گری تک کرنے سے نہیں چوکتا۔ قرآن مال کی جس محبت کو مذموم اور برا قرار دیتا ہے وہ یہ ہے کہ آدمی خدا سے زیادہ مال کو محبوب رکھے آخرت کو مقصود قرار دینے کے بجائے دنیا کی دولت کو مقصود قرار دے اور بندگان خدا کے حقوق مارنے سے اسے دریغ نہ ہو۔ اس زرپرستی کا موجودہ زمانے میں نیا روپ سرمایہ پرستی ہے۔ مال و زر کی محبت میں ڈوب کر انسان نے منعم حقیقی کو فراموش کر دیا ہے اور یہی اس کے مسائل اور مشکلات کی بنیادی وجہ ہے۔ حُبِّ مال سے نجات پانے کے لئے اسے اپنی موت کو، آخرت کو اور اس وقت کو یاد کرنا چاہیے جب پروردگار کے سامنے اس کا حساب کتاب ہوگا اور دلوں کے پوشیدہ اسرار بھی ظاہر ہو جائیں گے اس کا بیان اگلی آیتوں میں آرہا ہے۔

أَفَلَا يَعْلَمُ إِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُورِ ۝٩ وَحُصِّلَ

وَحُصِّلَ	الْقُبُورِ	فِي	مَا	بُعْثِرَ	إِذَا	يَعْلَمُ	أَفَلَا
اور سامنے آجائے گا	قبروں	میں	جو	اٹھائے جائیں گے	جب	جانتا	پس کیا نہیں

کیا وہ نہیں جانتا جب اٹھائے جائیں گے مردے جو قبروں میں ہیں۔؟ اور سامنے آجائے گا

مَا فِي الصُّدُورِ ۝١٠ إِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ

بِهِمْ	رَبَّهُمْ	إِنَّ	الصُّدُورِ	فِي	مَا
ان سے	ان کا رب	بیشک	سینے (دل)	میں	جو

جو سینوں میں ہے بے شک ان کا رب

يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيرٌ ۝١١

ع ۱ / ۱۱ / ۲۵

لَّخَبِيرٌ	يَوْمَئِذٍ
خوب باخبر	اس دن

اس دن ان سے خوب باخبر ہے

(۹) أَفَلَا يَعْلَمُ إِذَا بُعْثِرَ أُثِيرَ وَأُخْرِجَ مَا فِي الْقُبُورِ ۝ مِنَ الْمَوْتٰى أَيْ بُعِثُوا

(۹) پس کیا وہ نہیں جانتا جس وقت اٹھائے جاویں گے تمام آدمی اور نکالے جاویں گے قبروں سے مردے او

(۱۰) وَحُصِّلَ بُيِّنَ وَأُفْرِزَ مَا فِي الصُّدُورِ ۝ الْقُلُوبِ مِنَ الْكُفْرِ وَالْإِيْمَانِ

(۱۰) اور ظاہر کیا جاوے گا جو کچھ دلوں میں ہے کفر اور ایمان۔

(۱۱) إِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيرٌ ۝ لَعَالِمٌ فَيُجَازِيْهِمْ عَلٰى كُفْرِهِمْ أُعِيْدَ الضَّمِيْرُ جَمْعًا نَظْرًا لِلْمَعْنٰى الْإِنْسَانِ وَهٰذِهِ الْجُمْلَةُ دَلَّتْ عَلٰى مَفْعُوْلِ يَعْلَمُ أَيْ أَنَا نُجَازِيْهِ وَقْتَ مَا ذُكِرَ وَتَعَلُّقُ خَبِيْرٌ بِيَوْمَئِذٍ وَهُوَ تَعَالٰى خَبِيْرٌ دَائِمًا

(۱۱) بے شبہ ان کا رب ان کے حال سے اس دن خبردار ہے پس ان کو بدلہ دے گا ان کے کفر کا اور تخصیص اس دن کی فرمائی حالاں کہ حق تعالیٰ ہمیشہ ان کے حال کو جانتا ہے اس لئے وہ دن بدلہ کا ہے۔

لِاَنَّهٗ یَوْمُ الْمُجَازَاةِ

تشریح

(۹) مردے قبروں سے زندہ ہو کر اٹھیں گے | انسان لوٹ کھسوٹ اور زر پرستی میں اس لئے مبتلا ہے کہ اسے اپنے دوبارہ زندہ کئے جانے اور اپنے رب کے حضور جواب دہی کا احساس نہیں ہے ۔ کیا وہ یہ بات نہیں جانتا کہ وہ وقت بھی آنے والا ہے جب مردہ جسم قبروں سے نکال کر زندہ کئے جائیں گے ۔ تمام مرے ہوئے انسانوں کو زندہ اٹھا کر کھڑا کیا جائے گا ، زمین قیامت کے دن مُردوں کو اس طرح باہر اگل دے گی جیسے مردے زمین کے لئے بوجھ ہیں جن سے وہ خالی ہوا چاہتی ہے ۔

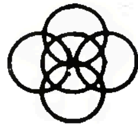
مرنے کے بعد انسان کا جسم مٹی میں مل جاتا ہے مگر وہ فنا نہیں ہوتا بلکہ یہ امانت کی طرح زمین کے پاس رہتا ہے ، خواہ کیمیائی طور پر اس نے کسی بھی مادے کی شکل اختیار کر لی ہو مگر بدن کے اجزا موجود رہتے ہیں ۔ انسان چاہے مرکز زمین میں دفن ہوا ہو یا کسی کی لاش جلا دی گئی ہو ، یا فضا میں تحلیل ہو گئی ہو یا سمندر میں غرق ہوا ہو ۔ قیامت کے دن سب اپنے اپنے ٹھکانوں سے نکل پڑیں گے ۔ تاکہ جو کچھ کرتے رہے ہیں ان کا نتیجہ ان کے سامنے آئے ۔ اور صرف ظاہری کو نہیں دیکھا جائے گا بلکہ دلوں کے چھپے بھید بھی سامنے آئیں گے جس کا بیان اگلی آیت میں ہے ۔

(۱۰) دلوں کے چھپے بھید کھول دیئے جائیں گے | اللہ تعالیٰ کی عدالت میں انسانوں کے صرف ظاہری اعمال جو وہ دنیا میں کرتا رہا ہے ان ہی کو نہیں دیکھا جائے گا بلکہ ان اعمال کے پیچھے جو جذبات ، ارادے اور نیتیں ، اغراض اور محرکات رہے ہیں ان کو بھی جانچا اور پرکھا جائے گا ۔ تاکہ انصاف کے تقاضے پورے ہوں اور اس کے بعد ہی جزا و سزا کا فیصلہ کیا جائے گا ۔ معلوم ہوا کہ اصل اور مکمل انصاف خدا کی عدالت کے سوا کہیں نہیں ہو سکتا ۔ دنیا کی عدالتیں بھی کسی عمل کے پیچھے نیت کو دیکھنا چاہتی ہیں مگر ان کے پاس نیتوں کا صحیح حال معلوم کرنے کے ذرائع نہیں ہیں ۔

سینے کے جس بھید کو سب سے پہلے دیکھا جائے گا وہ ایمان کے تعلق سے ہوگا ۔ کس کے دل میں ایمان تھا ۔ جن لوگوں نے نیکی اور بھلائی کے کام کسی غلط مقصد کے تحت کیے ہوں گے ان کی حقیقت بھی آشکارا ہو جائے گی ۔

(۱۱) اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے | اللہ تعالیٰ ہر شخص کے ظاہر و باطن سے آج بھی پوری طرح باخبر ہے لیکن اللہ تعالیٰ محض اپنے علم کی بنا پر فیصلہ نہیں فرمائیں گے بلکہ قیامت کے روز ان رازوں کو علانیہ کھول کر رکھ دیا جائے گا اور کھلی عدالت میں جانچ پڑتال کر کے خیر و شر کو الگ الگ کر دیا جائے گا ۔ اور اس دن ہر شخص اس حقیقت کو ماننے پر مجبور ہوگا کہ واقعی اللہ کو ہر شخص کے ظاہری اور باطنی حالات کا پورا پورا علم تھا اور آج قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جو بھی فیصلہ فرما رہے ہیں پوری طرح باخبر ہو کر فرما رہے ہیں اور کسی کو انکار کی گنجائش نہیں رہے گی ۔

اگر انسان کو اس دن کے آنے اور رازہائے دروں کے ظاہر ہونے کا احساس ہو تو وہ ایسی حرکتیں نہ کرے جو روز قیامت اس کے لئے شرمندگی کا باعث ہوں اور اس طرح دنیا کا نظام بھی نظم و ضبط اور امن کے ساتھ چلتا رہے ۔ اگر انسان یہ سمجھ لے تو اپنے دل کو پاک کر لے ، اپنی نیتوں کی اصلاح کر لے ۔ اور اپنے عمل سے اپنے رب کو راضی رکھے ۔



(۱۰۱)

اَلْقَارِعَۃُ

ترتیب تلاوت	۱۰۱	ترتیب نزول	۲۰
مکی / مدنی	مکی	تعداد رکوعات	۱
تعداد آیات	۱۱	تعداد الفاظ	۳۵
تعداد حروف	۱۶۰		

○ سورت کے پہلے لفظ اَلْقَارِعَۃ (عظیم حادثہ) کو سورت کا نام قرار دیا گیا ہے۔ یہ اس سورت کا نام بھی ہے اور اس کے مضمون کا عنوان بھی۔ کیوں کہ پوری سورت میں قیامت کی منظر کشی کی گئی ہے۔

○ سورت کے مضمون سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ مکہ مکرمہ کے ابتدائی زمانے کی نازل ہونے والی سورتوں میں سے ہے۔

○ اس سورت کا مرکزی مضمون اور موضوع یہ ہے کہ قیامت کے عظیم حادثے سے لوگوں کو باخبر کیا جائے اور یہ بتایا جائے کہ قیامت کے دن کامیابی اور ناکامی کا معیار انسان کا حسن عمل ہوگا۔ اللہ کی عدالت میں فیصلہ اس بنیاد پر ہوگا کہ کس شخص کے نیک اعمال زیادہ وزن دار ہیں اور کس کے اعمال کا وزن اس کے برے کاموں سے ہلکا ہے۔

○ گزشتہ سورت میں انسان کو غفلت سے بیدار کرنے کی کوشش تھی اور اس سورت میں قیامت کے دل ہلا دینے والے حادثے حشر و نشر اور جزا و سزا اور آخرت کے پورے منظر کا بیان ہے۔

○ سورت کے آغاز میں یہ کہہ کر چونکایا گیا ہے کہ عظیم حادثہ اور تم کیا جانو کہ وہ عظیم حادثہ کیا ہے؟ اس طرح سننے والے کو پیش آنے والے ہولناک واقعہ کی خبر سننے کے لئے تیار کیا گیا ہے اور اس کے بعد دو فقروں میں قیامت کا نقشہ کھینچ دیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ قیامت کے دن لوگ گھبراہٹ کی وجہ سے اس طرح بھاگے پھریں گے جیسے روشنی پر آنے والے پروانے بکھرے ہوئے ہوتے ہیں۔

پہاڑوں کا یہ حال ہوگا کہ وہ دھنکے ہوئے اون کی طرح ہوا میں اڑتے ہوئے ہوں گے۔ اس کے بعد ان لوگوں کا حسن انجام بیان کیا گیا ہے جن کے اعمال میزانِ عدل میں بھاری ہوں گے، اور ان لوگوں کے برے انجام سے آگاہ کیا گیا ہے جن کے اعمال عدل کی ترازو میں ہلکے ہوں گے۔

آیاتہا ۱۱	۱۰۱ سُوْرَةُ الْقَارِعَةِ مَكِّيَّةٌ ۳۰	رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان، رحم کرنے والا ہے۔

اَلْقَارِعَةُ ۝۱ مَا الْقَارِعَةُ ۝۲ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ۝۳

اَلْقَارِعَةُ	مَا الْقَارِعَةُ	وَمَآ	اَدْرٰىكَ	مَا الْقَارِعَةُ
کھڑکھڑانے والی	کیا ہے کھڑکھڑانے والی	اور کیا	تم سمجھے	کیا ہے کھڑکھڑانے والی۔

کھڑکھڑانے والی، کیا ہے کھڑکھڑانے والی؟ اور تم کیا سمجھے کیا ہے کھڑکھڑانے والی۔

سُوْرَةُ الْقَارِعَةِ مَكِّيَّةٌ اِحْدٰى عَشَرَةَ اٰيَةً
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورہ القارعہ مکی ہے اس میں گیارہ آیتیں ہیں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شروع اللہ کے نام جو بہت بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے

(۱) اَلْقَارِعَةُ ۝ اَيِ الْقِيَامَةُ الَّتِيْ تَقْرَعُ الْقُلُوْبَ بِاَهْوَالِهَا

(۱) اَلْقَارِعَةُ مَا الْقَارِعَةُ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ الخ قیامت جو دلوں کو ہلادے گی اپنے ہولوں سے۔

(۲) مَا الْقَارِعَةُ ۝ تَهْوِيْلٌ لِشَانِهَا وَهُمَا مُبْتَدَاٌ وَخَبَرٌ خَبَرُ الْقَارِعَةِ

(۲) کیا ہے قیامت۔

(۳) وَمَآ اَدْرٰىكَ اَعْلَمَكَ مَا الْقَارِعَةُ ۝ زِيَادَةُ تَهْوِيْلٍ لَهَا وَمَا الْاُوْلٰى مُبْتَدَاٌ وَمَا بَعْدَهَا خَبَرُهُ وَمَا الثَّانِيَةُ وَخَبَرُهَا فِيْ مَحَلِّ الْمَفْعُوْلِ الثَّانِيْ لِاَدْرٰى

(۳) اور تو کیا جانے کیا ہے قیامت۔

تشریح

(۱) "اَلْقَارِعَۃُ" عظیم حادثہ | قارعہ کے معنیٰ ہیں ٹھوکنے والی، کھٹکھٹانے والی، کھڑکھڑانے والی عظیم آفت۔ قیامت کو اس نام سے منسوب کیا گیا ہے کیوں کہ اس کا ظہور ایک بڑی آفت کی صورت میں ہوگا جو دلوں کو گھبراہٹ سے اور کانوں کو شدت کی آواز سے کھڑکھڑا ڈالے گی۔ جس طرح کوئی رات میں آنے والا اچانک زور سے دروازہ کھڑکھڑائے اور سونے والے یکایک جاگ اٹھتے ہیں اسی طرح یہ آفت اچانک آئے گی جس سے لوگ گھبرا اٹھیں گے۔

(۲) کیا ہے وہ عظیم حادثہ | اس عظیم حادثے کے ہولناک منظر کو کیا بیان کیا جائے؟ تم تصور نہیں کر سکتے کہ وہ عظیم حادثہ کیسا ہوگا؟ اس کا حال الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔

(۳) تم کیا جانو وہ عظیم حادثہ کیا ہے؟ | اس عظیم حادثے کے بارے میں تم جان بھی نہیں سکتے۔ اس کی ہولناکی کا تم اندازہ نہیں کر سکتے اس آفت کو معمولی واقعہ نہ سمجھو۔ قرآن نے قیامت کے ذکر کو بڑی تفصیل اور وثوق کے ساتھ بیان کیا ہے اور قیامت کا واضح تصور پیش کر کے اس کی صداقت کو نمایاں کیا ہے۔

یَوۡمَ یَکُوۡنُ النَّاسُ کَالۡفَرَاشِ الۡمَبۡثُوۡثِ ﴿۴﴾ وَ

یَوۡمَ	یَکُوۡنُ	النَّاسُ	کَالۡفَرَاشِ	الۡمَبۡثُوۡثِ	وَ
جس دن	ہوں گے	لوگ	پروانے کی طرح	بکھرے ہوئے	اور

جس دن ہوں گے لوگ پروانے کی طرح بکھرے ہوئے اور

تَکُوۡنُ الۡجِبَالُ کَالۡعِہۡنِ الۡمَنۡفُوۡشِ ﴿۵﴾

تَکُوۡنُ	الۡجِبَالُ	کَالۡعِہۡنِ	الۡمَنۡفُوۡشِ
ہوں گے	پہاڑ	رنگین اون کی مانند	دُھنکی ہوئی

پہاڑ ہوں گے دُھنکی ہوں رنگین اون کی طرح ۔

﴿۴﴾ یَوۡمَ نَاصِبَۃٌ دَلَّ عَلَیۡہِ الۡقَارِعَۃُ اَیۡ تَقۡرَعُ یَکُوۡنُ النَّاسُ کَالۡفَرَاشِ الۡمَبۡثُوۡثِ ○ کَغَوۡغَاءِ الۡجَرَادِ الۡمُنۡتَشِرِ یَمُوۡجُ بَعۡضُہُمۡ فِیۡ بَعۡضٍ لِلۡحَیۡرَۃِ اِلٰی اَنۡ یُدۡعَوۡا لِلۡحِسَابِ

﴿۴﴾ جس دن کہ آدمی مثل ٹڈیوں پراگندہ کے ہوجاویں گے کہ حیران ہوکر بعض بعض سے مختلط ہوں گے یہاں تک کہ حساب کے واسطے بلائے جائیں گے ۔

﴿۵﴾ وَتَکُوۡنُ الۡجِبَالُ کَالۡعِہۡنِ الۡمَنۡفُوۡشِ کَالصُّوۡفِ الۡمَنۡدُوۡفِ فِیۡ خِفَّۃِ سَیۡرِہَا حَتّٰی تَسۡتَوِیۡ مَعَ الۡاَرۡضِ

﴿۵﴾ اور ہو جائیں گے پہاڑ مثل دُھنی ہوئی اون کے اُڑنے میں یہاں تک کہ پہاڑ زمین سے برابر ہو جاویں گے ۔

تشریح

﴿۴﴾ قیامت کے دن انسان بکھرے پتنگوں کی طرح ہوں گے | قیامت کی ہولناکی اور اس کے ہنگامے میں لوگ اس طرح ادھر ادھر بھاگیں گے اور منتشر ہوجائیں گے جیسے روشنی میں آنے کے بعد پتنگے بکھر جاتے ہیں۔ یہ پتنگے اور پروانے اپنے ضعف، کثرت، بے تابی اور حرکت کی بے انتظامی کی وجہ سے بکھرے ہوئے ہوتے ہیں اسی طرح انسان بھی بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح نظر آئیں گے اور ادھر اُدھر بے تابی کے ساتھ دوڑتے ہوئے ہوں گے اور ان کی سمجھ میں نہیں آئے گا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے ؟ بس ان پر ایک دہشت طاری ہوگی ۔

﴿۵﴾ پہاڑ دھنکی ہوئی اون کی طرح ہوں گے | یہ پہاڑ جو مضبوطی کے ساتھ میخوں کی طرح زمین میں گڑے ہوئے ہیں ان کی بندشیں ڈھیلی پڑ جائیں گی اور وہ فضا میں اس طرح اُڑ رہے ہوں گے جیسے اون کو دھنک دیا گیا ہو کیوں کہ پہاڑوں کے رنگ مختلف ہیں سرخ، کالے، سفید اس لئے ان کو رنگ برنگی دھنکی ہوئی اون سے تشبیہ دی ہے اور اون چوں کہ ہلکی ہوتی ہے اس طرح وہ پہاڑ ریزہ ریزہ ہوکر ہوا میں اڑ جائیں گے یہ قیامت کا پہلا مرحلہ ہے کہ نفخۂ اولیٰ کے بعد پورا انتظام درہم برہم ہو جائے گا۔ قیامت کا دوسرا مرحلہ وہ ہے کہ زمین ہموار ہوکر حشر کا میدان قائم ہوگا اور سب لوگ اللہ کی عدالت میں پیش ہوں گے ۔ اللہ کی عدالت میں ان کے اعمال کا جائزہ لیا جائے گا جس کا بیان آنے والی آیتوں میں آرہا ہے ۔

فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ﴿۶﴾ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ﴿۷﴾

رَّاضِيَةٍ	عِيْشَةٍ	فِيْ	فَهُوَ	مَوَازِيْنُهٗ	ثَقُلَتْ	مَنْ	فَاَمَّا
پسندیدہ	عیش و آرام	میں	سو وہ	اس کے وزن	بھاری ہوئے	جو	پس جو

پس جس کے وزن (نیک وزن) بھاری ہوئے سو وہ پسندیدہ آرام میں ہوگا۔

وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ﴿۸﴾ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ﴿۹﴾

هَاوِيَةٌ	فَاُمُّهٗ	مَوَازِيْنُهٗ	خَفَّتْ	مَنْ	وَاَمَّا
"ہاویہ"	تو اس کا ٹھکانا	ان کے وزن	ہلکے ہوئے	جو	اور جو

اور جس کے وزن ہلکے ہوئے تو اس کا ٹھکانا "ہاویہ" ہوگا

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ﴿۱۰﴾ نَارٌ هَامِيَةٌ ﴿۱۱﴾ ع ۱۱ / ۲۶

هَامِيَةٌ	نَارٌ	مَا هِيَهْ	وَمَآ + اَدْرٰىكَ
دہکتی ہوئی	آگ	کیا ہے وہ ؟	اور تم کیا سمجھے

اور تم کیا سمجھے وہ کیا ہے؟ وہ آگ ہے دہکتی ہوئی

(۶) فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ○ بِاَنْ رَجَحَتْ سَيِّاٰتُهٗ عَلٰى حَسَنَاتِهٖ

(۶) پس وہ شخص جس کی نیکیاں زیادہ ہوں گی گناہوں سے

(۷) فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ○ فِي الْجَنَّةِ اَيْ ذَاتِ رِضًا بِاَنْ يَّرْضَاهَا اَيْ مَرْضِيَّةٍ لَّهٗ

(۷) پس وہ جنت کے عیش پسندیدہ میں ہے۔

(۸) وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ○ بِاَنْ رَجَحَتْ سَيِّاٰتُهٗ عَلٰى حَسَنَاتِهٖ

(۸) اور جس کے گناہ بڑے ہوں گے۔

(۹) فَاُمُّهٗ مَسْكَنُهٗ هَاوِيَةٌ ○

(۹) اس کے رہنے کو جگہ ہاویہ ہے۔

(۱۰) وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ○ اَيْ مَا هَاوِيَةٌ هِيَ

(۱۰) اور تو کیا جانے کیا ہے ہاویہ۔

(۱۱) نَارٌ حَامِيَةٌ ○ شَدِيْدَةُ الْحَرَارَةِ وَهَاءُ هِيَهْ لِلسَّكْتِ تَثْبُتُ وَصْلًا وَّوَقْفًا وَّفِيْ قِرَاءَةٍ تُحْذَفُ وَصْلًا

(۱۱) وہ آگ ہے نہایت تیز۔

تشریح

(۶) بھاری وزن والے | قیامت کے دن اللہ کی عدالت میں اعمال کا وزن ہوگا اور ان کے تولنے کے لئے میزان یعنی ترازو قائم کی جائے گی اس میزان میں وہی اعمال وزنی قرار پائیں گے جو حق کی بنیاد پر انجام دیئے گئے ہوں، کیوں کہ قیامت کے دن وزن صرف حق کو حاصل ہوگا جیسا کہ ارشاد ہوا ہے

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ نِ الْحَقُّ (الاعراف آیت ۸) ــ (وزن اس روز حق ہوگا۔)

یعنی اللہ کی عدالت میں فیصلہ اس بنیاد پر ہوگا کہ آدمی اعمال کی جو پونجی لے کر آیا ہے وہ وزنی ہے یا بے وزن اور کسی شخص کی میزان اسی صورت میں بھاری ہوگی جب اس نے عملی زندگی حق کی بنیاد پر بسر کی ہوگی اور جس شخص کی نیکیوں کی تعداد جتنی زیادہ ہوگی اتنی ہی یہ میزان زیادہ بھاری ثابت ہوگی۔ اس میزان عدل کا تعلق آخرت کے حالات سے ہے اور عالم آخرت کے زمان و مکان اور وہاں کے پیمانے سب کچھ اس دنیا سے مختلف ہوں گے لیکن اعمال کے تولے جانے میں کوئی حیرت کی بات نہیں ہے کیونکہ کیفیتوں کو ناپنے کے لئے سائنس نے مختلف قسم کے آلات ایجاد کرلئے ہیں جیسے جسم کی حرارت جو ایک کیفیت ہے اس کو تھرمامیٹر کے ذریعے ناپا جاتا ہے۔ اسی طرح ہوا کے دباؤ کو معلوم کرنے کے لئے بیرومیٹر کا استعمال عام ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی وہ میزان عدل ہوگی جو اعمال اس کے محرکات اس کے پس پردہ نیتوں ارادوں سب چیزوں کا ٹھیک ٹھیک وزن کرکے بتا دے گی۔ ایمان کا بھی وزن ہوگا اور اس کے ساتھ صاحب ایمان کی نیکیوں کا بھی۔ اسی طرح برائیوں کا بھی وزن کیا جائے گا اور اس کے مطابق ٹھیک ٹھیک جزا اور سزا کا تعین کیا جائے گا۔ سورۂ انبیاء میں ارشاد ہوا۔

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ؕ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ۝ (آیت ۴۷)

(قیامت کے روز ہم ٹھیک ٹھیک تولنے والے ترازو رکھ دیں گے پھر کسی شخص پر ذرہ برابر ظلم نہ ہوگا جس کا رائی کے دانے کے برابر بھی کچھ کیا دھرا ہوگا وہ ہم سامنے لے آئیں گے اور حساب لگانے کے لئے ہم کافی ہیں۔)

(۷) بھاری وزن والوں کے لئے دل پسند عیش | انسان اعمال کی جو پونجی لے کر پروردگار کے حضور میں حاضر ہوگا اگر وہ اعمال اللہ کی نظر میں وزنی ہوں گے تو وہ خاطر خواہ عیش و آرام میں رہے گا اور اعمال کا وزن اخلاص و اعمال کی نسبت سے ہوگا۔ دیکھنے میں کتنا ہی بڑا عمل ہو اگر اس میں اخلاص کی روح نہ ہو تو وہ اللہ کے یہاں کوئی وزن نہیں رکھتا جیسا کہ سورۂ کہف میں ارشاد ہوا۔

فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا۔ (رکوع ۱۲ آیت ۱۰۵)

(قیامت کے روز ہم انھیں کوئی وزن نہ دیں گے۔)

آخرت میں جو عمل وزن پاسکتا ہے وہی ہے جو انسان نے اللہ کی رضا کے لئے کیا ہو، اس کے احکام کی پابندی کرتے ہوئے کیا ہو اور ان نتائج کو مقصود بنا کر کیا ہو جو آخرت میں نکلنے والے ہیں۔

(۸) ہلکے وزن والے | جن کے اعمال کا وزن ہلکا ہوگا اور ان کی بدی کا پلڑا جھکا ہوا ہوگا اور ایمان نہ لانے کی وجہ سے ان کے اعمال میں کوئی وزن نہ ہوگا جو نیکی کا پلڑا جھکا سکے۔ اس لئے کہ ان کے سارے مقاصد دنیا تک محدود تھے اور دنیا میں ان کے نتائج ان کو مطلوب تھے۔ نہ ان کا آخرت پر ایمان تھا نہ وہاں کے نتیجے پر ان کی نظر تھی۔ ان کی ساری سعی و جہد دنیا کی زندگی تک تھی انھوں نے جو کچھ بھی کیا خدا سے بے نیاز اور آخرت سے بے فکر ہو کر صرف دنیا

کے لئے کیا۔

جو چیز زمین پر وزن رکھتی ہے خلا میں جا کر بے وزن ہو جاتی ہے۔ باطل پرستوں کے کارنامے دنیا داروں کی نظر میں کتنے ہی وزنی اور شاندار کیوں نہ ہوں آخرت میں وہ بالکل بے وزن ہو جائیں گے۔

ان کا انجام کیا ہوگا ان کے ہولناک انجام پر اگلی آیتوں میں روشنی ڈالی گئی ہے۔

(۹) <u>ان کا ٹھکانا دوزخ کا گڑھا ہوگا</u> آیت میں الفاظ ہیں کہ "ان کی ماں ہاویہ ہوگی"۔ ہاویہ گہرے گڑھے کو کہتے ہیں جس میں کوئی چیز گرے۔ جہنم کو ہاویہ کہا گیا ہے کیوں کہ وہ بہت گہری ہوگی اور اہل جہنم اس میں اوپر سے پھینکے جائیں گے فرمایا کہ اس کی ماں ہاویہ ہوگی یعنی جس طرح ماں کی گود بچے کے لئے ٹھکانا ہوتی ہے اسی طرح اہل جہنم کے لئے جہنم ٹھکانا بنے گا۔

(۱۰) <u>جانتے ہو وہ گڑھا کیا ہے</u> دوزخ کا وہ گڑھا جس میں اہل جہنم کو ڈالا جائے گا وہ صرف ایک گہری کھائی اور گڑھا ہی نہیں ہوگا بلکہ وہ گڑھا کیسا ہوگا، اگلی آیت میں اس کا بیان ہے۔

(۱۱) <u>بھڑکتی ہوئی آگ سے بھرا ہوا گڑھا</u> دوزخ کا وہ گہرا گڑھا بھڑکتی ہوئی آگ سے بھرا ہوا ہوگا۔ دوزخ کی وسعت اس کی گہرائی اس کی غیر معمولی آگ کی تپش کا اس دنیا میں پورا پورا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ سمجھنے کے لئے اگر ہم سورج کی گرمی پر نظر ڈالیں تو اس کا درجۂ حرارت بیس ملین ڈگری فارن ہاٹ ہے۔

اور زمین کے مقابلے میں سورج ایک سو نو گنا زیادہ بڑا ہے اور زمین کے مقابلے میں اس کی موٹائی تین لاکھ تینتیس ہزار گنا زیادہ ہے۔ سورج انتہائی گرم گیسوں کا مجموعہ ہے۔ سورج کے بارے میں اس سائنسی تحقیق سے جہنم کی تپش کا تھوڑا سا اندازہ کیا جا سکتا ہے، ایک گرم دہکتی ہوئی آگ جس کے مقابلے میں کوئی دوسری آگ نہیں ہو سکتی۔

انسان اس ہولناک عذاب کا تصور کرے اس کی سوزش اور تیزی سے اپنے آپ کو بچانے کے لئے اپنی غفلت کو دور کرے اور اپنے اعمال کا محاسبہ کرے۔ سورۂ القارعۃ دلوں کے دروازے پر دستک دے رہی ہے کہ اس بڑی دستک کے آنے سے پہلے پہلے اچھی طرح سوچ لیا جائے۔



۱۰۲

اَلتَّکَاثُر

ترتیب تلاوت	۱۰۲	ترتیب نزول	۱۶
مکی / مدنی	مکی	تعداد رکوعات	۱
تعداد آیات	۸	تعداد الفاظ	۲۸
تعداد حروف	۱۲۳		

سورت کی پہلی آیت اَلۡہٰکُمُ التَّکَاثُرُ میں لفظ التکاثرُ کو سورت کا نام قرار دیا گیا ہے۔

مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورت مکہ مکرمہ کے ابتدائی زمانے کی نازل ہونے والی سورتوں میں سے ہے۔

اس سورت کا موضوع اور مرکزی مضمون لوگوں کو اس حقیقت سے آگاہ کرنا ہے کہ دنیا کے مال و دولت سمیٹنے میں ہمہ تن مشغول ہو کر آخرت کو فراموش کر دینا خسارے کا سودا ہے۔

اس سورت میں ان لوگوں کو خبردار کیا گیا ہے جو دنیا کی دولت ہی کو سب کچھ سمجھے بیٹھے ہیں اور زیادہ سے زیادہ مال و دولت دنیاوی فائدے، دنیا کی لذتیں اور جاہ و اقتدار حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی دھن ان پر ایسی سوار ہے کہ موت کے بعد جو کچھ پیش آنے والا ہے اس کا انھیں ہوش ہی نہیں ہے۔ ان لوگوں کو متنبہ کیا گیا ہے کہ یہ نعمتیں جن کو تم یہاں بے فکری کے ساتھ سمیٹ رہے ہو یہ دراصل تمہاری آزمائش کا سامان ہیں۔ ان کے بارے میں تمہیں آخرت میں جواب دینا ہوگا۔ بتایا گیا ہے کہ تم آخرت کے عذاب، اور جہنم پر اس دنیا میں رہتے ہوئے یقین کر و یا نہ کر و مگر قیامت کے دن تم اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے ـــــ اس سے پہلی سورت سورہ القارعہ میں غفلت کو دور کرنے والی چیز قیامت کا ذکر تھا اور اس سورت میں غفلت کے اسباب پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ دنیا کی حرص اور مال و متاع کی بے جا خواہش اللہ سے غافل کرا دیتی ہے یہاں تک کہ موت اس غفلت کا پردہ چاک کرتی ہے اور حقائق سامنے آجاتے ہیں۔ مگر جب حقائق سامنے آتے ہیں تو وہ وقت گزر چکا ہوتا ہے جب بداعمالیوں کا تدارک کیا جا سکے اس لئے تلافی کا وقت موت کے آنے سے پہلے پہلے ہی ہے۔

اٰیاتہا ۸	۱۰۲ سُوْرَةُ التَّکَاثُرِ مَکِّیَّةٌ ۱۶	رُکُوْعہا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان رحم کرنے والا ہے

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ① حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ② كَلَّا

اَلْهٰكُمُ	التَّكَاثُرُ	حَتّٰى	زُرْتُمُ	الْمَقَابِرَ	كَلَّا
تمہیں غفلت میں رکھا	کثرت کی خواہش	یہاں تک کہ	تم نے زیارت کی	قبریں	ہرگز نہیں

تمہیں حصول کثرت کی خواہش نے غفلت میں رکھا یہاں تک کہ تم نے قبروں کی زیارت کرلی (دیکھ لی) ہرگز نہیں

سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ③ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ④

سَوْفَ	تَعْلَمُوْنَ	ثُمَّ	كَلَّا	سَوْفَ	تَعْلَمُوْنَ
عنقریب	تم جان لوگے	پھر	ہرگز نہیں	جلد	تم جان لوگے

تم عنقریب جان لوگے پھر ہرگز نہیں تم جلد جان لو گے۔

سُوْرَةُ التَّکَاثُرِ مَکِّیَّةٌ

ثَمَانُ اٰیَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

① اَلْهٰكُمُ شَغَلَكُمْ عَنْ طَاعَةِ اللّٰهِ التَّكَاثُرُ ○ اَلتَّفَاخُرُ بِالْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَالرِّجَالِ

② حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ○ بِاَنْ مُتُّمْ فَدُفِنْتُمْ فِيْهَا اَوْ عَدَدْتُمُ الْمَوْتٰى تَكَاثُرًا

③ كَلَّا رَدْعٌ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ○

④ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ○ سُوْءَ عَاقِبَةِ تَفَاخُرِكُمْ عِنْدَ النَّزْعِ ثُمَّ فِي الْقَبْرِ

سورہ تکاثر مکی ہے اس میں آٹھ آیتیں ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شروع اللہ کے نام سے جو بہت بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے

① اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ الخ تم کو اللہ کی بندگی سے غافل کیا مال و اولاد اور کنبہ پر فخر کرنے اور زیادتی چاہنے نے۔

② یہاں تک کہ قبروں میں پہنچے اور مر کر دفن ہوئے یعنی مرتے دم تک تم سے مال اور اولاد وغیرہ کے ساتھ فخر کرنا اور زیادتی چاہنا نہ گیا۔

③ خبردار نزدیک ہے کہ تم جان لوگے۔

④ پھر نزدیک ہے کہ تم جان لوگے، اپنے فخر کی بدانجامی کو وقت قبض روح کے۔ پھر بوقت قبر میں داخل ہونے کے۔

تشریح

① معیار زندگی کی دھن نے معیار اخلاق سے غافل کردیا | انسان مال و دولت کمانے، دنیا کے فائدے حاصل کرنے، سامان عیش فراہم کرنے میں ایسا منہمک ہوگیا کہ اصل مقصد حیات اور حقیقی منزل نظروں سے اوجھل ہوگئی۔ ساری تگ و دو کسب زر حصول جاہ و اقتدار کے گرد گھومنے لگی اور اس سے اوپر اٹھ کر انسان کچھ سوچنے کے لئے تیار ہی نہیں رہا۔

مال و دولت کی حرص اور دنیاوی فائدے کے حصول میں انسان کا حد سے زیادہ انہماک وہ بنیادی کمزوری ہے جس میں ہمیشہ مبتلا رہا ہے۔ موجودہ دور میں اس حرص و ہوس نے ترقی یافتہ شکلیں اختیار کرلی ہیں اور انسان اخلاقی اقدار سے عاری ہوکر اپنا معیار زندگی بلند کرنے کی فکر میں لگا ہوا ہے۔

معاشی اور اقتصادی میدان میں افراد اور قومیں ایک دوسرے سے آگے نکلنا چاہتی ہیں لیکن معیار اخلاق بلند کرنے کی فکر کسی کو نہیں ہے۔ اس طرح انسان اپنے مقصد حیات سے اس حد تک دور جا پڑا ہے کہ پوری زندگی اسی دوڑ میں لگا رہتا ہے اور مرتے دم تک یہ فکر پیچھا نہیں چھوڑتی یہاں تک کہ قبر میں پہنچ جاتا ہے جیسا کہ اگلی آیت میں اس بات کو واضح کیا گیا ہے۔

② کثرت مال کی ہوس قبر تک پیچھا نہیں چھوڑتی | انسان کو شب و روز یہی دھن لگی رہتی ہے کہ جس طرح بن پڑے مال و دولت کی بہتات ہو۔ میرا کنبہ، میری قوم سب کنبوں اور قوموں پر غالب رہے — غفلت کا یہ پردہ آنکھوں سے نہیں اٹھتا یہاں تک کہ موت آجاتی ہے تب قبر میں پہنچ کر پتہ لگتا ہے کہ سخت غفلت اور بھول میں پڑے ہوئے تھے محض چند روز کی چہل پہل تھی معیار زندگی کی فکر نے معیار آدمیت گرادیا اور اس بات کی پروا نہ رہی کہ یہ دولت کس ذریعے سے حاصل ہوئی ہے۔ عیش و عشرت اور ہوس رانی میں ڈوب کر انسان اپنے انجام سے غافل ہوگیا۔

یہ کثرت طلبی نہ ختم ہونے والی حرص ہے جو موت تک پیچھا نہیں چھوڑتی جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہوا ہے نبی ﷺ نے فرمایا،

لَوْ كَانَ لِابْنِ آدَمَ وَادِيَانِ مِنْ مَالٍ لَابْتَغَى ثَالِثًا وَلَا يَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ آدَمَ إِلَّا التُّرَابُ۔ (بخاری کتاب الرقاق)

(آدمی کے پاس اگر مال سے بھری ہوئی دو وادیاں ہوں تو وہ تیسری کی تمنا کرے گا۔ آدمی کا پیٹ تو مٹی ہی بھر سکتی ہے۔)

ہفت اقلیمے گر بگیرد بادشاہ ❁ ہمچناں در فکر اقلیمے دگر

(سات ملکوں پر قبضہ کرنے کے بعد بھی بادشاہ کی ہوس نہیں بھرتی اور اگلے ملک پر قبضہ کی فکر میں لگ جاتا ہے۔)

دنیا کے تمام فوائد و منافع، سامانِ عیش، اسبابِ لذت اور وسائلِ قوت و اقتدار کو حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش اور انہماک نے دوسری اہم تر چیزوں سے انسان کو ایسا غافل کردیا کہ یہ غفلت قبر کے کنارے تک انسان کا پیچھا نہیں چھوڑتی۔

③ عنقریب حقیقت تم پر کھل جائے گی | یہ حقیقت جلد ہی تم پر کھل جائے گی کہ مال و دولت کی کثرت اور دنیاوی سروسامان کا وافر مقدار میں حاصل ہو جانا اصل کامیابی نہیں ہے بلکہ اصل کامیابی آخرت کی نعمتوں کا حاصل ہونا ہے اس وقت تمہیں اپنی اس غلطی کا شدید احساس ہوگا کہ آخرت کو نظر انداز کرکے تم نے کتنے برے انجام کو دعوت دی ہے۔

④ پھر سن لو مال کی یہ دھن ٹھیک نہیں ہے | مال و دولت کی بہتات کوئی فخر کی چیز نہیں ہے۔ عنقریب تمہیں معلوم ہوجائے گا کہ یہ فنا ہونے والی چیز فخر کے لائق نہ تھی تمہیں پتہ لگ جائے گا اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے اور دنیا اس زندگی کے مقابلے میں ایک خواب سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتی — دنیا میں یہ حقیقت کچھ صاحب نظر لوگوں کو معلوم ہوجاتی ہے لیکن قبر میں پہنچ کر اور اس کے بعد محشر میں سب پر پوری طرح کھل جائے گی اور ہر ایک کو معلوم ہوجائے گی — دنیا طلبی کی حقیقت پہلی مرتبہ تو موت کے آتے ہی سامنے آئے گی اور دوسری مرتبہ قیامت کے دن ظاہر ہوگی۔

كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ﴿٥﴾

كَلَّا	لَوْ تَعْلَمُوْنَ	عِلْمَ الْيَقِيْنِ
ہرگز نہیں	کاش تم جانتے	علم یقین

ہرگز نہیں، کاش تم علم یقین سے جان لیتے

لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ﴿٦﴾ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا

لَتَرَوُنَّ	الْجَحِيْمَ	ثُمَّ	لَتَرَوُنَّهَا
تم ضرور دیکھو گے	جہنم	پھر	ضرور اسے دیکھو گے

تم ضرور دیکھو گے جہنم کو پھر تم اسے ضرور یقین کی

عَيْنَ الْيَقِيْنِ ﴿٧﴾ ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ

عَيْنَ الْيَقِيْنِ	ثُمَّ	لَتُسْـَٔلُنَّ
یقین کی آنکھ	پھر	تم پوچھے جاؤ گے

آنکھ سے دیکھو گے پھر تم اس دن ضرور پوچھے جاؤ گے (بازپرس ہوگی)

يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ﴿٨﴾ ع

ع ۸ ۲۷

يَوْمَئِذٍ	عَنِ	النَّعِيْمِ
اس دن	سے (بابت)	نعمتیں

نعمتوں کی بابت

﴿٥﴾ كَلَّا حَقًّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ○ اَيْ عِلْمًا يَقِيْنًا عَاقِبَةَ التَّفَاخُرِ مَا اشْتَغَلْتُمْ بِهٖ

﴿٥﴾ واقعی اگر تم اپنے فخر اور تکبر کا انجام یقینی طور سے جانتے تو اس میں مشغول نہ ہوتے۔

﴿٦﴾ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ○ اَلنَّارَ جَوَابُ الْقَسَمِ مَحْذُوْفٌ وَحُذِفَ مِنْهُ لَامُ الْفِعْلِ وَ

﴿٦﴾ البتہ تم دوزخ کو دیکھو گے۔

عَيْنَهُ وَأُلْقِيَ حَرَكَتُهَا عَلَى الرَّاءِ

⑦ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا تَاكِيْدٌ عَيْنَ الْيَقِيْنِ ○ مَصْدَرٌ لِاَنَّ رَأَى وَعَايَنَ بِمَعْنًى وَاحِدٍ

⑦ پھر یقینی طور سے اس کو دیکھو اور جانو گے۔

⑧ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ حُذِفَ مِنْهُ نُوْنُ الرَّفْعِ لِتَوَالِي النُّوْنَاتِ وَوَاوُ الضَّمِيْرِ الْجَمْعِ لِالْتِقَاءِ السَّاكِنَيْنِ يَوْمَئِذٍ يَوْمَ رُؤْيَتِهَا عَنِ النَّعِيْمِ ○ مَا يَلْتَذُّ بِهِ فِي الدُّنْيَا مِنَ الصِّحَّةِ وَالْفَرَاغِ وَالْاَمْنِ وَالْمَطْعَمِ وَالْمَشْرَبِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ

⑧ پھر البتہ تم پوچھے جاؤ گے دنیا کی نعمتوں سے یعنی جو کچھ تم کو دنیا میں لذتیں ملیں، تندرستی اور فراغت اور اطمینان اور کھانا اور پینا وغیرہ۔ ان سب کا سوال قیامت میں ہوگا۔

تشریح

⑤ **اگر تم اس روش کے انجام کو جانتے تو تمہارا یہ طرز عمل نہ ہوتا** | قرآن جس دن کی خبر دے رہا ہے کہ وہ دن آئے گا حساب کتاب ہوگا اور جو نعمتیں تمہیں دی جا رہی ہیں وہ ایک آزمائش ہیں ان کے بارے میں تم سے سوال کیا جائے گا۔ اگر تمہیں اس پر یقین ہوتا تو دنیا کے پیچھے پڑ کر غفلت کی زندگی نہ گزارتے اور تمہاری لاپروائی کی یہ روش نہ ہوتی بلکہ اس دن کی تیاری کرتے۔ تمہاری اس غفلت کا انجام کیا ہوگا اس کا بیان اگلی آیت میں ہے۔

⑥ **غفلت کا انجام دوزخ ہے** | جہنم کا وجود ایک حقیقت ہے اور وہ دن لازماً آنا ہے جب کہ وہ تمہارے سامنے آ نمودار ہوگی اور تم اس کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرو گے اس غفلت و انکار کا نتیجہ دوزخ ہے جو تمہارے سامنے ہوگی اس کا کچھ اثر برزخ میں نظر آئے گا اور اس کا یقینی علم کہاں حاصل ہوگا اس کو اگلی آیت میں جتایا گیا ہے۔

⑦ **آخرت میں تم پورے یقین کے ساتھ دوزخ کو دیکھ لوگے** | آخرت میں تمہارا جہنم کا دیکھنا خواب کی دنیا میں نہیں بلکہ واقعات کی دنیا میں ہوگا آج جس چیز کو تم ناقابل یقین سمجھ رہے ہو وہ کل جب تمہارے مشاہدے میں آئے گی تو تمہیں اس کے وجود کا پوری طرح یقین ہو جائے گا۔

⑧ **اللہ کی نعمتوں کے بارے میں بازپرس** | عدالت الٰہی میں حساب کے وقت اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کے بارے میں سوال

کیا جائے گا مثلاً سامان رزق، مال و دولت، اولاد، وہ قوتیں اور صلاحیتیں جو اللہ نے انسان کو عطا کی ہیں وہ ذرائع اور وسائل جو انسان کو دیے گئے ہیں جاہ و منصب اور حکومت و اقتدار کیونکہ دنیا میں انسان کو جو نعمت ملتی ہے وہ اپنے ساتھ ایک ذمہ داری بھی لاتی ہے۔ اور وہ ذمہ داری یہ ہے کہ انسان اس نعمت پر اللہ کا شکر ادا کرے اور اس کو ان کاموں میں استعمال کرے جو اللہ کو پسند ہیں۔ اگر انسان اللہ کی نعمتوں کا حق ادا کرتا ہے تو قیامت کے دن اس کے لیے جوابدہی کا مرحلہ آسان ہوگا۔ بہرحال، اللہ کی دی ہوئی ہر نعمت اپنے ساتھ جوابدہی بھی لے کر آتی ہے جیسا کہ حدیث میں نبی ﷺ کا ارشاد ہے۔ آپ نے فرمایا:

لَا تَزُوْلُ قَدَمَا عَبْدٍ حَتّٰی یُسْئَلُ عَنْ عُمُرِہٖ فِیْمَا اَفْنَاہُ وَعَنْ مَالِہٖ مِنْ اَیْنَ اِکْتَسَبَہٗ وَفِیْمَا اَنْفَقَہٗ وَعَنْ جِسْمِہٖ فِیْمَا اَبْلَاہُ (ترمذی ابواب الزہد)

(قیامت کے دن بندے کے قدم ہٹ نہ سکیں گے جب تک کہ اس سے ان باتوں کے بارے میں پوچھ نہ لیا جائے گا۔ اس کی عمر کے بارے میں کہ کس چیز میں گزاری۔ اس کے علم کے بارے میں کہ کہاں تک اس پر عمل کیا۔ اس کے مال کے بارے میں کہ کہاں سے کمایا اور کس چیز میں خرچ کیا۔ اور اس کے جسم کے بارے میں کہ کس چیز میں بوسیدہ کیا؟)

غرض جو نعمتیں ظاہری، باطنی، جسمانی، روحانی، آفاقی اور انفسی دنیا میں انسان کو عطا کی گئیں انسان نے ان کا حق ادا کیا یا نہیں اور منعم حقیقی کو کہاں تک خوش رکھنے کی کوشش کی؟ اس کے بارے میں جواب دہی کرنی ہوگی۔





ترتیب تلاوت	۱۰۳	ترتیب نزول	۱۳
مکی / مدنی	مدنی	تعداد رکوعات	۱
تعداد آیات	۳	تعداد الفاظ	۱۴
تعداد حروف	۷۴		

○ پہلی آیت کے پہلے لفظ وَالْعَصْرِ کو سورت کا نام قرار دیا گیا ہے۔

○ سورت کا مضمون بتا رہا ہے کہ یہ سورت مکہ مکرمہ کے اس ابتدائی زمانہ میں نازل ہوئی ہے جب اسلام کی دعوت کا آغاز ہوا تھا۔ اور چھوٹے چھوٹے مختصر فقروں اور جملوں میں اسلام کی دعوت ایسے جامع انداز میں پیش کی جا رہی تھی کہ وہ لوگوں کے دل و دماغ میں گھر کر جائے۔

○ سورۃ والعصر انتہائی جامع سورتوں میں سے ہے اور مختصر کلام کا ایسا شاندار نمونہ ہے کہ بڑی عظیم اور جامع بات کو چند جملوں میں سمیٹ دیا گیا ہے یہ کہنا چاہیئے کہ سمندر کو کوزے میں بند کر دیا گیا ہے۔ اس بات کو اگر وضاحت کے ساتھ بیان کیا جائے تو پوری کتاب بھی نا کافی ہے۔ مگر یہ قرآن کا اعجاز ہے کہ چند جچے تلے الفاظ میں معنی کی ایک دنیا بھر دی گئی ہے۔

جب سورۃ والعصر نازل ہوئی تو صحابہ کرام کا حال یہ تھا کہ جب دو آدمی ایک دوسرے سے ملتے تھے تو اس وقت

تک جدا نہ ہوتے تھے جب تک ایک دوسرے کو یہ سورت نہ سنالیں۔

○ اس سورت میں بتایا گیا ہے کہ انسان کی فلاح کا راستہ کون سا ہے اور کون سی راہ اس کو تباہی کی طرف لے جاتی ہے۔ خسارے اور ٹوٹے سے بچنے کی راہ کون سی ہے۔ اس کو ایک فقرے میں سمیٹ دیا گیا ہے۔

امام شافعیؒ کا ارشاد ہے کہ اگر لوگ اس سورت پر عمل کریں تو ان کی ہدایت کے لئے یہی ایک سورت کافی ہے۔

یہ سورت صرف تین آیتوں پر مشتمل ہے مگر جامعیت کا حال یہ ہے کہ ان تین جملوں میں انسانیت کے عروج و زوال کی پوری تاریخ سمیٹ کر افراد، قوموں اور ملتوں کو صحیح سمت سفر سے آگاہ کر دیا گیا ہے اور ہدایت کا مینارۂ نور بن کر یہ سورت منزل مقصود کی نشان دہی کر رہی ہے۔

گزشتہ سورت نعمتوں کی باز پرس پر ختم ہوئی تھی اور ان لوگوں کا ذکر ہوا تھا جو حرص دنیا میں پڑے ہوئے ہیں۔ یہاں انسان کی ہدایت کا ایک مختصر طریقہ بتا دیا گیا ہے اور وہ طریقہ ہے ایمان و عمل، شکر و صبر۔



آیاتہا ۳	۱۰۳ سُوْرَۃُ الْعَصْرِ مَکِّیَّۃٌ ۱۳	رُکُوْعُہَا ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے جو بہت مہربان، رحم کرنے والا ہے

وَالْعَصْرِ ﴿۱﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ﴿۲﴾ اِلَّا

وَالْعَصْرِ	اِنَّ	الْاِنْسَانَ	لَفِیْ	خُسْرٍ	اِلَّا
قسم زمانہ کی	بیشک	انسان	میں	خسارہ	سوائے

زمانہ کی قسم، بے شک انسان خسارے میں ہے، سوائے ان

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا

الَّذِیْنَ	اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوْا + الصّٰلِحٰتِ	وَتَوَاصَوْا
جو لوگ	ایمان لائے	اور انھوں نے عمل کئے نیک	اور ایک دوسرے کو وصیت کی

لوگوں کے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کئے اور ایک دوسرے کو

بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴿۳﴾

ع ۱ ۲۸

بِالْحَقِّ	وَتَوَاصَوْا	بِالصَّبْرِ
حق کی	اور وصیت کی	صبر کی

حق کی وصیت کی اور صبر کی وصیت (تلقین) کی۔

سُوْرَۃُ الْعَصْرِ مَکِّیَّۃٌ اَوْ مَدَنِیَّۃٌ ثَلَاثُ اٰیَاتٍ

سورۃ العصر مکی ہے یا مدنی اس میں تین آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شروع اللہ کے نام سے جو بہت بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے۔

﴿۱﴾ وَالْعَصْرِ ○ اَلدَّھْرُ اَوْ مَا بَعْدَ الزَّوَالِ اِلَی الْغُرُوْبِ اَوْ صَلَاۃُ الْعَصْرِ

﴿۱﴾ قسم ہے زمانہ کی یا مراد وقت عصر سے زوال سے غروب تک ہے۔ یا نماز عصر مراد ہے۔

(۲) إِنَّ الْإِنسَانَ الْجِنْسُ لَفِي خُسْرٍ ۝ فِي تِجَارَتِهِ

(۲) بے شبہ آدمی اپنی تجارت میں نقصان اٹھاتا ہے۔

(۳) إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَيْسُوا فِي خُسْرَانٍ وَتَوَاصَوْا أَوْصَى بَعْضُهُمْ بَعْضًا بِالْحَقِّ أَيِ الْإِيمَانِ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝ عَلَى الطَّاعَةِ وَعَنِ الْمَعْصِيَةِ

(۳) مگر وہ لوگ جو ایمان لائے۔ اور نیک عمل کئے۔

اور باہم ایک دوسرے کو ایمان کی وصیت کی

اور طاعت پر ہمیشہ قائم رہنے اور گناہوں سے رکنے کی وصیت کی۔ سو وہ لوگ ٹوٹے میں نہیں۔

تشریح

(۱) زمانے کی قسم وَالْعَصْرِ میں واؤ قسم کے لئے ہے اور یہ بات کئی بار آچکی ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کی قسم کھاتے ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اس چیز کی عظمت یا اس کے کمالات بیان کئے جارہے ہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس چیز کو بطور دلیل یا شہادت پیش کرنا ہوتا ہے۔

یہاں زمانے کو اپنی بات کی دلیل اور ثبوت کے لئے پیش کیا گیا ہے ــــ زمانہ گذرا ہوا بھی ہے جس سے مراد ہے زمانے کی تاریخ۔ یعنی زمانے کی تاریخ یہ بتا رہی ہے اور انسانی تاریخ یہ شہادت دے رہی ہے۔ جن قوموں نے حق کی مخالفت اور ظلم و فساد کا راستہ اختیار کیا وہ ہلاکت سے دوچار ہوئیں۔ گویا زمانہ اپنی تاریخ کے آئینہ میں اس حقیقت کو دکھاتا ہے کہ ہلاکت و تباہی سے دوچار ہونے والے کون ہیں اور اس سے بچنے والے کون؟ ــــ اور زمانہ وہ بھی ہے جو گزر رہا ہے جس کو زمانہ حال کہتے ہیں۔ جو زمانہ گزر رہا ہے زمانہ حال وہ بڑا قیمتی ہے اس کا ایک ایک لمحہ قدر و قیمت رکھتا ہے۔ ایک سیکنڈ میں روشنی ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل کا راستہ طے کرلیتی ہے انسان کا ایک سیکنڈ اور ایک لمحہ بھی اتنا قیمتی ہے کہ اگر وہ بے کار گزر جائے تو پھر واپس نہیں آسکتا۔ عمر کی جو مدت انسان کو دی گئی ہے وہ برف کی طرح تیزی کے ساتھ پگھل رہی ہے اگر اس کو ضائع کیا جائے یا غلط کاموں میں صرف کیا جائے تو یہ انسان کا خسارہ ہے۔

اللہ تعالیٰ زمانے کو جس میں انسان کی عمر بھی داخل ہے جسے تحصیل کمالات اور سعادتوں کے حصول کے لئے ایک متاع گراں مایہ سمجھنا چاہیئے اس کو بطور دلیل پیش کر رہے ہے اور یہ خاص طور پر زمانہ کی تیزروی اور

برق رفتاری اور گزرے ہوئے زمانے کے حالات کی طرف اشارہ ہے۔ زمانے کی تاریخ گواہی دے رہی ہے گزرتے ہوئے وقت کی قدر و قیمت پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ انسان کو عمر رواں کے ہر لمحے کو قیمتی سمجھنا چاہیئے کیوں کہ یہ دنیا امتحان گاہ ہے نہ کہ سیر و تفریح کی جگہ۔

"عصر" کی قسم میں یہ اشارہ بھی مضمر ہے کہ دنیا کے خاتمے کا وقت قریب آ لگا ہے۔ آخری نبی کی بعثت اور قیامت کے درمیان اتنا ہی فاصلہ رہ گیا ہے جتنا انسانی آبادی کی کل عمر کو اگر ایک دن فرض کر لیا جائے تو جتنا وقت عصر اور مغرب کے درمیان ہوتا ہے اتنا ہی نبی ﷺ کی بعثت اور قیامت کے آنے میں وقت ہے۔ جیسا کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّمَا بَقَاءُكُمْ فِيْمَنْ سَلَفَ قَبْلَكُمْ مِنَ الْاُمَمِ كَمَا بَيْنَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ اِلٰى غُرُوْبِ الشَّمْسِ (روح المعانی ۱۰ ص ۳۹۲ بحوالہ بخاری)

(جو امتیں گزر چکی ہیں ان کے مقابلے میں تمہارا دنیا میں رہنا اتنے ہی وقت کے لئے ہے جتنا وقت کہ نماز عصر اور غروب آفتاب کے درمیان ہوتا ہے)

(۲) انسان خسارے میں ہے | یہاں لفظ انسان اسم جنس کے طور پر استعمال ہوا ہے اور اس کا اطلاق افراد گروہوں، قوموں اور پوری نوع انسانی پر ہوتا ہے۔ آگے جو صفات بیان ہو رہی ہیں ان صفات سے جو بھی خالی ہو جائے وہ ایک شخص ہو یا کوئی قوم ہو یا دنیا بھر کے انسان ہوں وہ خسارے اور نقصان میں ہیں۔ چار صفات سے (جو بیان ہو رہی ہیں) خالی ہونا انسان کے لئے خسارے کا موجب ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کوئی کہے کہ زہر انسان کے لئے مہلک ہے۔ اب زہر کو چاہے کوئی ایک فرد کھائے یا پوری قوم کھائے یا ساری دنیا کے انسان مل کر زہر کھائیں زہر کے مہلک ہونے کی خاصیت اپنی جگہ اٹل ہے۔

دوسری بات فرمائی کہ انسان خسارے میں ہے۔ خسارہ اور نقصان نفع کی ضد ہے۔ تجارت میں خسارے اور نفع کا استعمال اس حالت میں بھی ہوتا ہے جب کسی ایک سودے میں گھاٹا آجائے اور اس حالت میں بھی جب سارا کاروبار گھاٹے میں جا رہا ہو اور اس حالت میں بھی جب سارا سرمایہ کھو کر آدمی دیوالیہ ہو جائے۔ قرآن میں خسارے اور نقصان کا مطلب دنیا سے لے کر آخرت تک انسان کی حقیقی نامرادی اور ناکامی ہے۔

جب انسان یہ کہتا ہے کہ انسان خسارے میں ہے کہ دنیا اور آخرت دونوں کا خسارہ ہے۔ زندگی بھر کا گھاٹا اور دائمی تباہی اور ہلاکت ہے۔ اس ہلاکت اور بربادی سے وہی لوگ محفوظ رہیں گے جن میں چار صفات پائی جائیں گی۔

(۳) خسارے سے نقصان سے بچنے کے چار طریقے | انسان کو خسارے سے بچنے کے لئے چار باتوں کی ضرورت ہے۔

○ پہلی بات خدا اور رسول پر ایمان لائے اور ان کی ہدایات اور وعدوں پر خواہ دنیا سے متعلق ہوں یا آخرت سے پورا یقین رکھے۔

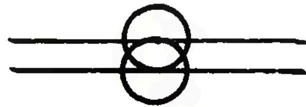
○ دوسری بات اس یقین کا اثر محض قلب و دماغ تک محدود نہ رہے بلکہ جوارح میں ظاہر ہو اور اس کی عملی زندگی اس کے ایمان قلبی کا آئینہ ہو جہاں ایمان حقیقتاً موجود ہوگا وہاں اس کی روشنی سے عملی زندگی بھی منور ہوگی اور انسان نیک کردار بنے گا۔

اچھے بیج سے اچھا درخت پیدا ہوتا ہے اور وہ درخت پھلتا پھولتا ہرا بھرا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اعمال حسنہ کو لفظ صالحات سے تعبیر فرمایا ہے۔ اس لفظ کے استعمال سے اس عظیم حکمت کی طرف رہنمائی ہوتی ہے کہ انسان کی تمام ظاہری و باطنی دینی و دنیوی شخصی و اجتماعی، جسمانی و عقلی صلاح و ترقی کا ذریعہ اعمال حسنہ ہیں یعنی عمل صالح وہ عمل ہوا جو انسان کے لئے زندگی اور نشو و نما کا سبب بن سکے اور جس کے ذریعے انسان ترقی کرکے ان اعلا مدارج تک پہنچ سکے جو اس کی فطرت کے اندر ودیعت ہیں۔

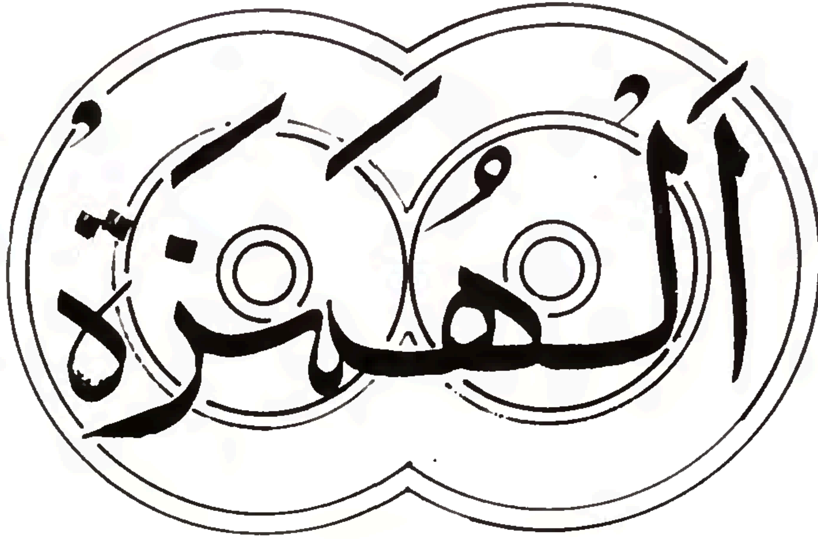
یہ دو صفتیں ایمان اور عمل صالح وہ ہیں جو ایک ایک فرد میں ہونی چاہئیں۔ اس کے بعد دو اور صفتیں بیان کی جا رہی ہیں جو خسارے سے بچنے کے لئے ضروری ہیں۔

○ تیسری بات یہ ہے کہ ایمان لانے والے اور عمل صالح کرنے والے لوگ ایک دوسرے کو حق کی نصیحت کریں یعنی محض اپنی انفرادی صلاح و فلاح پر قناعت نہ کریں بلکہ قوم و ملت کے اجتماعی مفاد کو پیش نظر رکھیں۔ جب دو مسلمان ملیں ایک دوسرے کو اپنے قول و فعل سے سچے دین اور ہر معاملے میں سچائی اختیار کرنے کی تاکید کرتے رہیں ــــ اہل ایمان ایسے بے حس نہ ہوں کہ باطل ابھر رہا ہو یا معاشرے میں خلاف حق اور منکرات عام ہو رہی ہوں اور وہ خاموش تماشائی بنے رہیں بلکہ وہ اپنی معاشرتی اور اجتماعی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے حق کی آواز بلند کرتے رہیں اور ایک دوسرے کی اصلاح کے لئے کوشاں ــــ رہیں اظہار حق اہل ایمان کا حق ہے اور ان کی ذمہ داری ہے کہ معاشرے کو بگڑنے نہ دیں۔

○ چوتھی بات یہ کہ ایک دوسرے کو یہ نصیحت اور وصیت رہے کہ حق کے معاملے میں اور شخصی اور قومی اصلاح کے راستے میں جس قدر سختیاں اور دشواریاں پیش آئیں یا خلاف طبع امور کا تحمل کرنا پڑے پورے صبر و استقامت سے تحمل کریں ہرگز قدم نیکی کے راستے سے ڈگمگانے نہ پائیں کیوں کہ حق کو قبول کرنے اس کی حمایت کرنے کلمۂ حق کہنے اور راہ حق پر چلنے کے نتیجے میں طرح طرح کی مشکلات پیش آتی ہیں تکلیفوں اور مشقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مخالفتوں کے طوفان سے گزرنا پڑتا ہے نقصانات بھی برداشت کرنے پڑتے ہیں اور قربانیاں بھی دینی پڑتی ہیں اس لئے حق کے ساتھ صبر و استقامت تحمل و بردباری اور عزم و حوصلے کا ہونا بھی ضروری ہے۔ اس لئے حق کی نصیحت کے ساتھ اہل ایمان کو یہ بھی تلقین کی گئی ہے کہ حق کی پیروی میں اور اس کی حمایت میں ایک دوسرے کی ہمت بندھاتے رہیں کہ وہ صبر کے ساتھ ان حالات کو برداشت کریں۔



۱۰۴



○ ترتیب تلاوت	۱۰۴	○ ترتیب نزول	۳۲
○ مکی / مدنی	مکی	○ تعداد رکوعات	۱
○ تعداد آیات	۹	○ تعداد الفاظ	۲۲
○ تعداد حروف	۱۳۵		

○ اس سورت کی پہلی آیت ہے وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۝ (تباہی ہے ہر اس شخص کے لیے جو منہ در منہ لوگوں پر طعن اور پیٹھ پیچھے برائیاں کرنے کا خوگر ہے۔) اس آیت میں لفظ ہُمَزَہ سے سورت کا نام ماخوذ ہے۔

○ یہ سورت بھی مکہ مکرمہ کے ابتدائی زمانے میں نازل ہونے والی سورتوں میں سے ہے اور اس کے مضمون سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ سورۂ عصر کے بعد نازل ہوئی ہے

○ اس سورت میں زرپرستی کے انجام بتاتے ہوئے دلوں کو جھنجھوڑا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ جن کا یہ کردار ہو کہ وہ دولت کے پجاری بنے بیٹھے ہوں اور اس کے نتیجہ میں اخلاقی برائیاں پیدا ہو رہی ہوں، ایسے کردار والے لوگوں کا کیا انجام ہونا چاہیے۔

○ سورۃ زلزال سے لے کر اس سورت سورۂ ہُمَزہ تک بڑے مؤثر اور پرزور طریقے سے اسلام کے بنیادی عقیدوں اور خاص طور پر عقیدۂ آخرت پر زور دیا گیا ہے اور انسان کو اس کے انجام سے باخبر رکھنے کی کوشش کی گئی ہے کیوں کہ جب تک

انجام سے باخبر نہ ہوگا اس وقت اپنا محاسبہ نہیں کرسکتا۔ سورۂ والعصر میں ان اوصاف کو بیان کیا گیا تھا جو کامیابی کی ضمانت ہیں اور اس سورت کے آغاز میں ان خصائل کا ذکر ہوا ہے جو ہلاکت کا موجب ہیں

اس طرح سورۂ زلزال سے لے کر سورۂ ہُمَزَہ تک ایک تسلسل کے ساتھ اسلام کے عقیدوں اور اس کی اخلاقی تعلیمات کو ذہن نشین کرایا گیا ہے۔

○ سورۂ زلزال میں بتایا گیا کہ آخرت میں انسان کا مکمل اعمال نامہ سامنے رکھ دیا جائے گا اور کوئی نیکی یا بدی ایسی نہ ہوگی جو اس نے دنیا میں کی ہو اور قیامت کے دن اس کے سامنے نہ آئے۔

○ سورۂ والعٰدیٰت میں لوٹ مار غارت گری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے احساس دلایا گیا کہ اللہ کی دی ہوئی طاقتوں کا یہ استعمال اس کی ناشکری ہے اور خبردار کیا گیا کہ دوسری زندگی میں اعمال کے ساتھ انسان کی نیتوں کو بھی دیکھا جائے گا۔

○ سورۂ قارعہ میں قیامت کا نقشہ پیش کیا گیا اور خبردار کیا گیا کہ آخرت میں اچھا یا برا انجام انسان کے اعمال کے مطابق ہوگا۔

○ سورۂ تکاثر میں مادہ پرست ذہنیت پر گرفت کرتے ہوئے بتایا گیا کہ لوگ دنیا کے فائدے عیش و آرام اور جاہ و منزلت میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں اور اپنے انجام سے غافل رہتے ہیں۔ اللہ کی دی ہوئی نعمتیں ایک امتحان ہیں اس کے لئے پروردگار کے سامنے جواب دینا ہوگا۔

○ پھر سورۂ والعصر میں بتایا گیا کہ انسانی فلاح و خسران کس چیز میں ہے اور کس میں نہیں ہے۔ اور سورۂ ھُمَزَہ میں دولت پرستی اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی اخلاقی برائیوں کو سامنے رکھ کر سوال کیا گیا کہ یہ کردار خسارے کا موجب کیوں نہیں ہوگا۔

اس طرح سورۂ زلزال سے لے کر سورۂ ہُمَزَہ تک بڑے مؤثر انداز میں اسلام کے بنیادی عقیدے اور اس کی اخلاقی تعلیمات کو مختصر اور جامع انداز میں ذہن نشین کرایا گیا ہے۔



رکوعھا ۱	سُوْرَۃُ الْهُمَزَةِ مَكِّيَّةٌ ۱۰۴ ـــــ ۳۲	اٰیاتھا ۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے، جو بہت مہربان، اور رحم کرنے والا ہے

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۙ﴿۱﴾

لُّمَزَةِ	هُمَزَةٍ	لِّكُلِّ	وَيْلٌ
عیب جو	طعنہ زن	واسطے۔ ہر	خرابی

خرابی ہے ہر طعنہ زن، عیب جو کے لئے

سُوْرَةُ الْهُمَزَةِ مَكِّيَّةٌ اَوْ مَدَنِيَّةٌ
تِسْعُ اٰيَاتٍ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
(۱) وَيْلٌ كَلِمَةُ عَذَابٍ اَوْ وَادٍ فِيْ جَهَنَّمَ لِكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۝ اَيْ كَثِيْرُ الْهَمْزِ وَاللَّمْزِ اَيِ الْغِيْبَةِ نَزَلَتْ فِيْمَنْ كَانَ يَغْتَابُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُؤْمِنِيْنَ كَاُمَيَّةَ بْنِ خَلَفٍ وَ الْمُغِيْرَةِ وَغَيْرِهِمَا

سورہ ہمزہ مکی ہے یا مدنی اس میں نو آیتیں ہیں
بسم اللہ الرحمن الرحیم
شروع اللہ کے نام سے جو بہت بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے
(۱) وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۙ الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ الخ
خرابی اور عذاب ہے ہر ایک بہت غیبت کرنے والے اور عیب جوئی کرنے والے کو۔ یہ آیت ابی بن خلف وغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی غیبت کرتے تھے۔

تشریح

(۱) **اخلاقی برائیاں، عیب جوئی اور طعنہ زنی** اس سے پہلے کی سورت سورۂ والعصر کی آخری آیتوں میں وہ اوصاف بیان کئے گئے تھے جو آخرت کے نقصان سے بچانے والے اور کامیابی کی ضمانت ہیں۔ یہ اوصاف اہل ایمان کے کردار کی خصوصیات ہیں لیکن دنیا پرستوں کی نظر میں ان کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی اور خاص طور سے جو لوگ مال و دولت کے پجاری ہوتے ہیں وہ اس کردار کے لوگوں کو نہ صرف بے وقعت خیال کرتے ہیں بلکہ ان کی تذلیل و تحقیر پر اُتر آتے ہیں یہ اوچھی حرکت جو بھی کرتا ہے وہ دراصل خود اپنی تباہی کا سامان کرتا ہے۔ جن لوگوں کا احترام ہونا چاہیئے اور جن کے حسن کردار کا اعتراف کرنا چاہیئے ان کا احترام کرنے کے بجائے ان کی پگڑی اچھالنا عیب چینی کرنا ان کے خلاف دل خراش باتیں کرنا انتہائی گھٹیا حرکت ہے جس کا نتیجہ آخرت میں بھگتنا پڑے گا۔ چاہے وہ آوازے کسنا، آنکھوں سے اشارے کرنا طنز و طعن کرنا ہو یا شریف لوگوں کے کارٹون بنانا ان پر طنزیہ مضامین لکھنا ان کا مذاق اڑانا یہ سب عیب چینی اور طعنہ زنی کی شکلیں ہیں۔

یہ اخلاقی برائی معاشرے میں کیوں پیدا ہوتی ہے۔؟ اس کی وجہ ہے مال کا گھمنڈ جس کی نشان دہی، اگلی آیت میں کی گئی ہے۔

اِلَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ﴿۲﴾ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ ﴿۳﴾

اَخْلَدَهٗ	مَالَهٗٓ	اَنَّ	يَحْسَبُ	وَّعَدَّدَهٗ	مَالًا	جَمَعَ	اِلَّذِیْ
اسے ہمیشہ رکھے گا	اس کا مال	کہ	وہ گمان کرتا ہے	اور اسے گن گن کر رکھا	مال	جمع کیا	جس

جس نے مال جمع کیا اور اسے گن گن کر رکھا، وہ گمان کرتا ہے کہ اس کا مال اسے ہمیشہ رکھے گا

۲ اِلَّذِیْ جَمَعَ بِالتَّخْفِیْفِ وَالتَّشْدِیْدِ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ○ اَحْصَاهُ وَ جَعَلَهٗ عُدَّةً لِحَوَادِثِ الدَّهْرِ

۲ وہ غیبت کرنے والا جو مال جمع کرتا ہے اور اس کو گنتا ہے اور حوادث زمانہ کے واسطے سامان بناتا ہے کہ بوقت تکلیف کام آوے۔

۳ يَحْسَبُ لِجَهْلِهٖ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ ○ جَعَلَهٗ خَالِدًا لَا يَمُوْتُ

۳ وہ اپنی جہالت کی وجہ سے یوں سمجھتا ہے کہ اس کا مال اس کو ہمیشہ باقی رکھے گا کبھی نہ مرنے دیگا۔

تشریح

۲ مال سمیٹ سمیٹ کر رکھنے کی مذمت | مال کے گھمنڈ نے یہ ذہن پیدا کر دیا ہے کہ وہ غریبوں کو حقیر سمجھیں اور ان کا مذاق اڑائیں۔ طعنہ زنی اور عیب جوئی کی وجہ تکبر ہے اور تکبر کی وجہ مال ہے وہ مال جس کو حرص و لالچ کی وجہ سے ہر طرف سے سمیٹتا اور گن گن کر رکھتا ہے۔ زر پرستی کی یہ خاصیت ہے کہ ساری توجہ مال کے بڑھانے میں لگی رہتی ہے بینک بیلنس کس طرح بڑھے۔ یہ فکر خدا اور آخرت کے بارے میں سوچنے کی مہلت ہی نہیں دیتی۔

مال کی حد سے بڑھی ہوئی حرص اس بات کی بھی اجازت نہیں دیتی کہ وہ اللہ کے بخشے ہوئے مال میں بندگانِ خدا کا حق ادا کریں۔

۳ سرمایہ پرستی کی نفسیات، سمجھتا ہے کہ مال ہمیشہ رہے گا — | سرمایہ پرست اپنے مال کو سرمایۂ زندگی سمجھتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال ہمیشہ اس کے پاس رہے گا۔ دولت جمع کرنے اور اسے گن گن کر رکھنے میں ایسا منہمک ہو جاتا ہے کہ اُسے اپنی موت یاد نہیں رہتی اور یہ خیال نہیں آتا کہ ایک وقت سب کچھ چھوڑ کر خالی ہاتھ دنیا سے رخصت ہونا پڑے گا۔ مال چونکہ دنیاوی عیش و عشرت کا ذریعہ ہے اس لئے مال والے اس فریب میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ مال ان کے لئے حیات بخش ہے اور ان کی بقا کا موجب ہے حالانکہ مال نہ قوتِ حیات ہے اور نہ بقا کا ذریعہ۔ مال کی یہ خاصیت ہے کہ اگر اس کی محبت پیدا ہو جائے تو آدمی اس کے جمع کرنے میں لگا رہتا ہے اور پھر جمع کرنے کی کوئی حد باقی نہیں رہتی۔

قرآن مال جمع کرنے کے اس رجحان کو مذموم قرار دیتا ہے اِلّا یہ کہ آدمی اپنی اور اپنے متعلقین کی حقیقی ضرورت کے لئے مال روکے رکھے۔

مقصد یہ ہے کہ مال و دولت کو ذریعہ بنانا اور بات ہے اور اس کو مقصد قرار دینا ایک دوسری طرح کی ذہنیت ہے جو ناپسندیدہ ہے۔

كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۝٤ وَمَآ أَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ۝٥ نَارُ

نَارُ	مَا الْحُطَمَةُ	أَدْرٰىكَ	وَمَآ	الْحُطَمَةِ	فِي	لَيُنْۢبَذَنَّ	كَلَّا
آگ	"حطمہ" کیا ہے	تم سمجھے	اور کیا	"حطمہ"	میں	ضرور ڈالا جائے گا	ہرگز نہیں

ہرگز نہیں وہ ضرور "حطمہ" میں ڈالا جائے گا اور تم کیا سمجھے "حطمہ" کیا ہے اللہ کی

اللّٰهِ الْمُوقَدَةُ ۝٦ الَّتِي تَطَّلِعُ عَلَى الْأَفْـِٕدَةِ ۝٧ إِنَّهَا عَلَيْهِمْ

عَلَيْهِمْ	إِنَّهَا	الْأَفْـِٕدَةِ	عَلَى	تَطَّلِعُ	الَّتِي	الْمُوقَدَةُ	اللّٰهِ
ان پر	بیشک وہ	دل (جمع)	پر	جا پہنچے	جو کہ	بھڑکائی ہوئی	اللہ

آگ بھڑکائی ہوئی جو دلوں تک جا پہنچے گی وہ ان پر بند

مُّؤْصَدَةٌ ۝٨ فِي عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۝٩

ع ۱ — ۹ — ۲۹

مُّمَدَّدَةٍ	عَمَدٍ	فِي	مُّؤْصَدَةٌ
لمبے لمبے	ستون	میں	بند کی ہوئی

کی ہوئی ہے لمبے لمبے ستونوں میں

(۴) كَلَّا رَدْعٌ لَيُنْۢبَذَنَّ جَوَابُ قَسَمٍ مَحْذُوْفٍ اَیْ لَيُطْرَحَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ○ اَلَّتِیْ تَحْطِمُ كُلَّ مَا اُلْقِیَ فِیْهَا

(۴) آگاہ رہو بالیقین وہ ڈالا جائے گا توڑنے والی چیز میں جو توڑتی ہے ہر ایک چیز کو جو اس کے اندر ڈالی جاوے

(۵) وَمَآ اَدْرٰىكَ اَعْلَمَكَ مَا الْحُطَمَةُ ○

(۵) اور تو کیا جانے کیا ہے وہ توڑنے والی چیز

(۶) نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ○ اَلْمُسَعَّرَةُ

(۶) اللہ کی آگ جو بہت تیز کی گئی اور بھڑکائی گئی ہے۔

(۷) اَلَّتِیْ تَطَّلِعُ تُشْرِفُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ○ اَلْقُلُوْبُ فَتُحْرِقُهَا وَاَلَمُهَا اَشَدُّ مِنْ اَلَمِ غَيْرِهَا لِلُطْفِهَا

(۷) وہ جو جہاں تک پہنچتی ہے دلوں کو بس جلا دیتی ہے ان کو اور دل پر تکلیف کا زیادہ اثر ہوتا ہے۔ نسبت اور جگہ کے کیونکہ قلب لطیف عضو ہے۔

(۸) اِنَّهَا عَلَيْهِمْ جَمْعُ الضَّمِيْرِ رِعَايَةً لِمَعْنٰى كُلِّ مُّؤْصَدَةٌ ○ بِالْهَمْزَةِ وَبِالْوَاوِ بَدَلَهٗ مُطْبَقَةٌ

(۸) بے شبہ دوزخ کی آگ ان پر بند کی جاوے گی۔

(۹) فِيْ عَمَدٍ بِضَمِّ الْحَرْفَيْنِ وَبِفَتْحِهِمَا مُّمَدَّدَةٍ ○ صِفَةٌ لِمَا قَبْلَهٗ فَتَكُوْنُ النَّارُ دَاخِلَةَ الْعُمُدِ۔

(۹) دراز ستونوں میں۔ یعنی آگ ستونوں میں ہوگی اور کافرین آگ میں۔

تشریح

(۴) مال یہیں پڑا رہ جائے گا اور زرپرست کو دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔ وہ زرپرستی جو خداپرستی سے روک دے اس کو اپنی طاقت سمجھنا ایک غلط خیال ہے۔ مال یا اولاد قبر تک بھی ساتھ نہ جائیں گے۔ آگے کوئی کام آئیں گے سب دولت یہیں پڑی رہ جائے گی اور اس کو حطمہ (جہنم) میں پھینک دیا جائے گا۔ حطمہ کے معنی ہیں چور چور کردینے والی) یہ جہنم کا نام ہے۔ ہُمَزَہ اور لُمَزَہ جس کا ذکر پہلی آیت میں آیا ہے اور ایک مذموم خصلت ہے یعنی عیب جوئی کرنا، طعنہ زنی کرنا، دوسروں کو حقیر سمجھنا۔ اس کے مقابلے میں لفظ حطمہ استعمال ہوا ہے۔

بتانا یہ ہے کہ جو شخص اللہ کے مخلص بندوں کی عزت کو مجروح کرتا ہے جہنم اس کی عزت کے پرخچے اڑائے گی۔ اور اہل ایمان کی تحقیر و تذلیل کرنے کی پاداش میں اسے کچل ڈالے گی۔

ہُمَزَہ اور لُمَزَہ کے مقابلے میں حُطَمَہ میں لفظی یکسانیت کے علاوہ معنوی مناسبت بھی ہے۔ جو قرآن پاک کی بلاغت کو ظاہر کرتی ہے۔

اور پھینک دینے سے اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ وہ مال و دولت جس کی وجہ سے وہ گھمنڈ میں مبتلا تھا اس کے حقیر ہونے کا پتہ اس وقت چلے گا جب اسے جہنم میں حقارت کے ساتھ پھینک دیا جائے گا۔

آگے کی آیات میں حطمہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ خود تشریح فرمارہے ہیں کہ وہ حطمہ کیا ہے؟

(۵) حطمہ کیا ہے؟ تم کیا جانو کیا ہے وہ حطمہ؟ جس میں حقارت کے ساتھ اس زرپرست کو پھینکا جائے گا جو اہل ایمان کی تحقیر و تذلیل کرتا تھا اور اپنے مال دار ہونے کی وجہ سے تکبر اور بڑائی میں مبتلا تھا۔

(۶) اللہ کی سلگائی ہوئی آگ حطمہ اللہ کی سلگائی ہوئی آگ ہے۔ اس مقام پر جہنم کی آگ کو اللہ کی سلگائی ہوئی آگ فرمایا ہے جس سے اس کی ہولناکی کا اظہار ہوتا ہے اور یہ بھی پتہ لگتا ہے کہ دنیا کی دولت پاکر غرور تکبر میں مبتلا ہوجانے والوں کو اللہ تعالیٰ کس قدر نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جس کی وجہ سے ان کو اس آگ میں پھینکا جائے گا جس کو اللہ نے اپنی سلگائی ہوئی آگ کہا ہے۔

(۷) حُطَمَہ دلوں پر چڑھائی کرے گی یہ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ حُطَمَہ دلوں تک چڑھائی کرے گی یعنی جن کے دلوں میں اللہ کی محبت کے بجائے مال و دولت کی محبت رچ بس گئی ہو ان پر یہ آگ چڑھ دوڑے گی۔ اور دل میں آگ کے گھس جانے سے کرب و الم کی جو کیفیت ہوگی اس کا اندازہ بھی نہیں کیا جاسکتا یعنی انسان کے شعور و ادراک اور جذبات و خواہشات اور عقائد و افکار اور نیتوں اور ارادوں کا جو مقام ہے یہ آگ اس جگہ تک پہنچے گی اور ایک مجرم کے دل تک پہنچ کر اس کے جرم کے مطابق اس کو سزا دے گی۔

(۸) دوزخ میں ڈال کر دروازے بند کردیئے جائیں گے۔ جہنم کی آگ میں ڈال کر اور ان پر اس آگ کو ڈھانک کر دروازے بند کردیئے جائیں گے نکلنے کا کوئی راستہ نہ رہے گا کوئی جھری تک کھلی ہوئی نہ ہوگی اور ہمیشہ اس میں پڑے جلتے رہیں گے۔

(۹) وہ لمبے لمبے ستونوں میں گھرے ہوں گے آگ کے شعلے لمبے لمبے ستونوں کی صورت میں ہوں گے جس میں وہ گھرے ہوئے ہوں گے۔ مجرمین کو اونچے اونچے ستونوں سے باندھ دیا جائے گا اور جہنم کے دروازوں کو بند کرکے ان پر اونچے اونچے ستون گاڑ دیئے جائیں گے۔

۱۰۵

اَلفِیل

ترتیب تلاوت	۱۰۵	ترتیب نزول	۱۹
مکی / مدنی	مکیّ	تعداد رکوعات	۱
تعداد آیات	۵	تعداد الفاظ	۲۳
تعداد حروف	۹۴		

- اِس سورت کی پہلی آیت میں لفظ فِیلُ آیا ہے اسی کو سورت کا نام قرار دیا گیا ہے۔
- یہ سورت مکہ مکرمہ کے ابتدائی زمانے میں نازل ہوئی ہے۔ اس سورت میں جو واقعہ بیان ہوا ہے اس کے تاریخی منظر کو دیکھتے ہوئے یہی سمجھا جاتا ہے کہ یہ مکہ مکرمہ کے ابتدائی زمانے کی سورتوں میں سے ہے۔
- گزشتہ سورتوں میں مال و دولت کی حرص، جاہ و حشمت پر ناز، عیب جوئی کی برائیوں پر خبردار کرتے ہوئے آخرت میں کامیابی کا طریقہ بتایا گیا تھا۔

اس سورت میں ایک مشہور واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ بتانا ہے کہ اصل طاقت کس چیز میں ہے۔ اصل طاقت شے میں نہیں بلکہ اللہ کے حکم میں ہے۔ اس واقعہ سے رب کعبہ کی قدرت اور کعبے کی عظمت کو ذہن نشین کیا گیا ہے تاکہ دین حق کو پھیلانے کے لئے نگاہیں اسباب سے زیادہ اخلاص کی طرف متوجہ ہو جائیں۔

یہ مشہور واقعہ حضرت محمدؐ کی ولادت سے تقریباً پچاس دن پہلے کا ہے۔

اصحابِ فیل کے واقعہ پر ایک نظر

اَصحابِ فیل

ہاتھیوں والے ـــــ سے مراد ابرہہ اور اس کا لشکر ہے جس نے ہاتھیوں کو لے کر اللہ کے مقدس گھر بیت اللہ پر چڑھائی کی تھی۔ قرآن مجید نے اس واقعہ کی تفصیلات بیان نہیں کیں۔ اس واقعہ سے عرب کا بچہ بچہ واقف تھا۔ بلکہ سورۂ فیل کے نازل ہونے کے وقت وہ لوگ بھی موجود تھے جنھوں نے اس واقعہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔

حدیث میں بھی نبیؐ سے اس واقعہ کی کوئی تفصیل منقول نہیں ہے ـــــ البتہ روایات اور سیرت کی کتابوں میں اس واقعہ کی تفصیلات ملتی ہیں ـــــ ابن اسحٰق نے اپنی کتاب میں اس واقعہ کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔

یہ واقعہ ۵۷۰ء یا ۵۷۱ء کا ہے جب یمن میں ابرہہ نام کا عیسائی حکمراں جو حبشہ کے عیسائی بادشاہ کے ماتحت تھا حکومت کر رہا تھا۔

○ نجران میں یمن کے یہودی فرماں روا ذونواس نے عیسائیوں پر جو ظلم کیا تھا اس کا بدلہ لینے کے لیے حبش کی عیسائی سلطنت نے یمن پر حملہ کر کے حمیری حکومت کا خاتمہ کر دیا تھا اور ۵۲۵ء میں اس پورے علاقے پر حبشی حکومت قائم ہو گئی تھی۔ یہ ساری کارروائی قسطنطنیہ کی رومی سلطنت اور حبش کی حکومت کے باہمی تعاون سے ہوئی تھی۔ کیوں کہ حبشیوں کے پاس اس زمانے میں کوئی قابل ذکر سمندری بیڑا نہ تھا۔ بحری بیڑا رومیوں نے فراہم کیا اور حبش نے اپنی ستر ہزار فوج اسی کے ذریعہ سے یمن کے ساحل پر اتاری۔

○ حبش کی عیسائی سلطنت اور رومی حکومت کے تعاون سے یمن پر یہ حملہ صرف مذہبی جذبے اور ذونواس سے عیسائیوں پر ظلم و ستم کا بدلہ لینے کے لئے ہی نہ تھا۔ بلکہ اس کے پیچھے معاشی اور سیاسی اغراض بھی کام کر رہی تھیں اور عیسائی مظلومین کے خون کا انتقام صرف ایک بہانہ تھا۔

مشرقی افریقہ، ہندوستان، انڈونیشیا اور رومی سلطنت کے درمیان جس تجارت پر عرب صدیوں سے قابض چلے آرہے تھے رومی سلطنت اسے اپنے قبضے میں لینا چاہتی تھی۔

یمن پر جو حبشی فوج حملہ آور ہوئی تھی اس کا ایک امیر ابرہہ بھی تھا۔ حبش کے بادشاہ نے ابرہہ کو یمن کا گورنر بنایا۔ یہ شخص رفتہ رفتہ یمن کا خودمختار بادشاہ بن گیا اور شاہِ حبش کی بالادستی اس نے برائے نام تسلیم کر رکھی تھی۔

○ یمن پر پوری طرح اپنا اقتدار مضبوط کر لینے کے بعد ابرہہ نے اس مقصد کے لئے کام کرنا شروع کر دیا جو اس مہم کی ابتداء سے رومی سلطنت اور اس کے حلیف حبشی عیسائیوں کے پیش نظر تھا۔ یعنی ایک طرف عرب میں عیسائیت پھیلانا اور دوسری طرف اس تجارت پر قبضہ کرنا جو بلادِ مشرق اور رومی مقبوضات کے درمیان عربوں کے ذریعہ سے ہوتی تھی۔

○ ابرہہ نے اس مقصد کے لئے یمن کے دارالسلطنت صنعاء میں ایک عظیم الشان کلیسا تعمیر کرایا تاکہ عربوں کے حج کا رخ اس کی طرف پھیرا جاسکے۔ اس غرض کے لئے خانہ کعبہ کو ڈھانے کا منصوبہ بنایا اور ۵۷۰ء یا ۵۷۱ء میں ساٹھ ہزار فوج اور تیرہ (۱۳) ہاتھی، بعض روایات میں ہے کہ نو (۹) ہاتھی لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوا۔ اس لشکر میں آگے آگے ہاتھی تھے ان میں

سے یہ اصحابُ الفیل کہلائے

◯ راستے میں یمن کے ایک سردار ذونفر نے عربوں کا ایک لشکر جمع کرکے ابرہہ کی مزاحمت کی مگر وہ شکست کھاکر گرفتار ہوگیا ———

پھر خثعم کے علاقے میں ایک عرب سردار نفیل بن حبیب خثعمی اپنے قبیلے کو لے کر مقابلے پر آیا مگر وہ بھی شکست کھاکر گرفتار ہوگیا اور اس نے اپنی جان بچانے کے لئے بدرقے یعنی راستہ بتانے کی خدمت انجام دینا قبول کرلیا۔
طائف کے قریب پہنچا تو بنی ثقیف نے محسوس کیا کہ اتنی بڑی طاقت کا وہ مقابلہ نہ کرسکیں گے اور ان کو خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں وہ ان کے معبود لات کا مندر بھی تباہ نہ کردے چنانچہ ان کا سردار مسعود ایک وفد لے کر ابرہہ سے ملا اور اس نے کہا کہ ہمارا بت کدہ وہ معبد نہیں ہے جسے آپ ڈھانے آئے ہیں وہ تو مکے میں ہے اس لئے آپ ہمارے معبد کو چھوڑ دیں۔ ہم مکہ کا راستہ بتانے کے لئے آپ کو بدرقہ فراہم کئے دیتے ہیں۔ ابرہہ نے یہ بات قبول کرلی اور بنی ثقیف نے ابورغال نامی ایک آدمی کو اس کے ساتھ کردیا جب مکہ تین کوس رہ گیا تو المغمس مقام پہ پہنچ کر ابورغال مرگیا اور عرب مدتوں تک اس کی قبر پر سنگ باری کرتے رہے۔

◯ یہاں تک کہ یہ لشکر منیٰ کے قریب وادی محسّر میں پہنچ گیا جو مکے سے چند میل کے فاصلے پر ہے۔
ادہر قریش کو جب اس فوج کشی کی خبر ہوئی تو ان کے سردار عبدالمطلب نے جو نبی ﷺ کے دادا تھے خانۂ کعبہ کے دروازے کو پکڑ کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی۔ اس دعا میں قریش کے دوسرے لوگ بھی شریک تھے۔ اس موقع پر عبدالمطلب نے جو اشعار پڑھے ان میں سے چند یہ ہیں۔

لَاهُمَّ اِنَّ الْعَبْدَ يَمْنَعُ رَحْلَهٗ فَامْنَعْ رِحَالَكْ

(خدایا بندہ اپنے گھر والوں کی حفاظت کرتا ہے تو بھی اپنے لوگوں کی حفاظت کر۔)

لَا يَغْلِبَنَّ صَلِيْبُهُمْ وَمِحَالُهُمْ عَدْوًا مِحَالَكْ

(کل ان کی صلیب اور ان کی قوت تیری قوت پر غالب نہ آنے پائے۔)

اِنْ كُنْتَ تَارِكَهُمْ وَقِبْلَتَنَا فَاَمْرٌ مَا بَدَا لَكْ

(اگر تو ان کو اور ہمارے قبلہ کو یوں ہی چھوڑ دینا چاہتا ہے تو پھر تیری مرضی۔)

(سیرت ابن ہشام ج ۱ ص۵۱)

اس وقت خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ بت موجود تھے مگر اس نازک گھڑی میں ان سب کو بھول گئے اور انھوں نے صرف اللہ کے آگے دست سوال پھیلایا۔

◯ محمد ابن اسحاق کی روایت یہ ہے کہ المغمس سے ابرہہ نے اپنے مقدمۃ الجیش کو آگے بڑھایا اور وہ اہلِ تہامہ اور قریش کے بہت سے مویشی لوٹ کر لے گیا جن میں رسول اللہ ﷺ کے دادا عبدالمطلب کے بھی دو سو اونٹ تھے۔ اس کے بعد اس نے اپنے ایک ایلچی کو مکے بھیجا اور اس کے ذریعے سے مکے والوں کو یہ پیغام دیا کہ میں تم سے لڑنے نہیں آیا ہوں بلکہ اس گھر کعبے کو ڈھانے آیا ہوں۔ اگر تم نہ لڑو تو میں تمہاری جان و مال سے کوئی تعارض نہ کروں گا ——— اس نے اپنے ایلچی کو ہدایت کی کہ اہل مکہ اگر بات کرنا چاہیں تو ان کے سردار کو میرے پاس لے آنا مکے کے سب سے بڑے سردار اس وقت عبدالمطلب تھے۔ ایلچی نے ان سے مل کر ابرہہ کا پیغام پہنچایا ——— انھوں نے کہا کہ ہم میں ابرہہ سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے۔ یہ اللہ کا گھر ہے وہ چاہے گا تو اپنے گھر کو بچالے گا اور ایلچی نے کہا

کہ آپ میرے ساتھ ابرہہ کے پاس چلیں وہ اس پر راضی ہو گئے اور اس کے ساتھ چلے گئے۔ وہ اس قدر وجیہ اور شان دار شخص تھے کہ ان کو دیکھ کر ابرہہ بہت متاثر ہوا اور اپنے تخت سے نیچے اتر کر ان کے پاس بیٹھ گیا پھر پوچھا کہ آپ کیا چاہتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ میرے جو اونٹ پکڑ لیے گئے ہیں وہ مجھے واپس دے دیئے جائیں ابرہہ نے کہا کہ آپ کو دیکھ کر تو میں بہت متاثر ہوا تھا مگر آپ کی اس بات نے آپ کو میری نظر سے گرا دیا کہ آپ اپنے اونٹوں کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ اور یہ گھر جو آپ کا اور آپ کے دین کا آبائی مرجع ہے اس کے بارے میں کچھ نہیں کہتے۔ انھوں نے کہا کہ میں تو صرف اپنے اونٹوں کا مالک ہوں اور ان ہی کے بارے میں آپ سے درخواست کر رہا ہوں۔ رہا یہ گھر تو اس کا مالک اس کا رب ہے وہ اس کی حفاظت خود کرے گا۔ ابرہہ نے جواب دیا وہ اس کو مجھ سے بچا نہ سکے گا۔ عبدالمطلب نے کہا آپ جانیں اور وہ جانے ــــ یہ کہہ کر وہ ابرہہ کے پاس سے اٹھ آئے ــــ اور اس نے ان کے اونٹ واپس کر دیئے۔

قریش کے لئے جو تعداد میں مختصر تھے ساٹھ ہزار کے لشکر جرار کا مقابلہ کرنا مشکل تھا اگر ان کے اور ان کے لشکر کے درمیان مٹھ بھیڑ ہو بھی جاتی تو کامیابی کی امید نہ تھی۔ معاملہ اللہ کے گھر کی حفاظت کا تھا اس گھر کی حفاظت کا جو دنیا کا پہلا گھر ہے جو اللہ کی عبادت کے لئے بنایا گیا اس کی یہ غیر معمولی اہمیت اور فضیلت اس بات کی متقاضی ہوئی کہ اس کی حفاظت کا غیر معمولی سامان ہو

دوسرے روز ابرہہ مکہ میں داخل ہونے کے لئے آگے بڑھا مگر اس کا خاص ہاتھی جس کا نام محمود تھا اور جو آگے آگے تھا وادی محسر میں یکایک بیٹھ گیا اس کو بہت انسر مارے گئے مار مار کر زخمی کر دیا گیا مگر وہ نہ ہلا۔ اسے یمن یا شام یا مشرق کی طرف موڑنے کی طرف کوشش کی جاتی تو وہ اٹھ کر دوڑنے لگتا اور جب مکے کی طرف موڑا جاتا تو فوراً بیٹھ جاتا اور کسی طرح آگے بڑھنے کے تیار نہ ہوتا ــــ اتنے میں پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ آئے جن کی چونچوں میں اور پنجوں میں کنکریاں تھیں اور انھوں نے ابرہہ کے لشکر پر بارش کر دی۔ ان سنگریزوں کی خصوصیت یہ تھی کہ جس پر بھی کنکر گرتے اس کا جسم گلنا شروع ہو جاتا پھوڑا نکل آتا اور پیپ اور لہو بہنے لگتا اور تھوڑی دیر میں پورا جسم گلنے لگتا۔ کنکریاں جو پکی ہوئی مٹی کی تھیں ایسی سمیت اور زہریلا مادہ لئے ہوئے تھیں کہ جس کے کنکری لگ جاتی اس کا جسم سڑنے لگتا یہ چیچک کی طرح کا کوئی خطرناک مرض تھا جو یکایک پھوٹ پڑا۔ خود ابرہہ کے ساتھ بھی یہی ہوا کہ اس کا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر رہا تھا اور جہاں سے کوئی ٹکڑا گرتا وہاں سے پیپ اور لہو بہنے لگتا۔ آخر اس کا سینہ پھٹ گیا اور وہ بری طرح ہلاک ہو گیا۔

یہ واقعہ ماہ محرم میں پیش آیا تھا اور اسی سال نبی ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی ــــ یہ واقعہ مزدلفہ اور منی کے درمیان وادی محصب کے قریب محسر کے مقام پر پیش آیا تھا۔

نبی ﷺ حجۃ الوداع میں جب مزدلفہ سے منیٰ کی طرف چلے تو محسر کی وادی میں آپ نے رفتار تیز کر دی۔ امام نووی لکھتے ہیں کہ اصحاب فیل کا واقعہ اسی جگہ پیش آیا تھا۔ یہ اتنا بڑا واقعہ تھا کہ تمام عرب میں اس کی شہرت ہو گئی۔

۵۷۰ء میں یمن سے حبشی اقتدار ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا جس سال یہ واقعہ پیش آیا اہل عرب اسے عام الفیل (ہاتھیوں کا سال) کہتے ہیں۔ حضور ﷺ کی ولادت اسی سال ربیع الاول میں واقعہ فیل کے پچاس دن بعد ہوئی۔

اس سورت الفیل میں اس مشہور واقعہ کی طرف اشارہ کر کے اللہ کی قدرت بیان کی گئی ہے۔

" دشمن اگر قوی ست، نگہباں قوی تر است "

آیاتها ٥	١٠٥ سُوْرَةُ الْفِيْلِ مَكِّيَّةٌ ١٩	رکوعها ١

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے، جو نہایت مہربان، رحم کرنے والا ہے

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيْلِ ﴿١﴾

أَلَمْ تَرَ	كَيْفَ	فَعَلَ	رَبُّكَ	بِأَصْحَابِ الْفِيْلِ
کیا تم نے نہیں دیکھا	کیسا	کیا	تمہارا رب	ہاتھی والوں کے ساتھ

کیا آپ نے نہیں دیکھا آپ کے رب نے کیا سلوک کیا ہاتھی والوں سے ؟

سُوْرَةُ الْفِيْلِ مَكِّيَّةٌ خَمْسُ آيَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿١﴾ أَلَمْ تَرَ اِسْتِفْهَامُ تَعْجِيْبٍ أَيْ أَعْجَبْ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝ هُوَ مَحْمُوْدٌ وَأَصْحَابُهُ أَبْرَهَةُ مَلِكُ الْيَمَنِ وَجَيْشُهُ بَنَى بِصَنْعَاءَ كَنِيْسَةً لِيَصْرِفَ إِلَيْهَا الْحَاجَّ مِنْ مَكَّةَ فَأَحْدَثَ رَجُلٌ مِنْ كِنَانَةَ فِيْهَا وَلَطَخَ قِبْلَتَهَا بِالْعَذِرَةِ إِحْتِقَارًا بِهَا فَحَلَفَ أَبْرَهَةُ لَيَهْدِمَنَّ الْكَعْبَةَ فَجَاءَ مَكَّةَ بِجَيْشِهِ عَلَى أَفْيَالٍ مُقَدَّمُهَا مَحْمُوْدٌ فَحِيْنَ تَوَجَّهُوْا لِهَدْمِ الْكَعْبَةِ أَرْسَلَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مَا قَصَّهُ فِيْ قَوْلِهِ

سورۃ الفیل مکی ہے اس میں پانچ آیتیں ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شروع اللہ کے نام سے جو بہت بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے

﴿١﴾ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحَابِ الْفِيْلِ الخ تعجب کر اے محمد کہ تیرے رب نے ہاتھوں والے کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ اس ہاتھی کا نام محمود تھا جو ایک بہت بڑا ہاتھی تھا اور ہاتھی والوں سے مراد ابرہہ یمن کا بادشاہ اور اس کا لشکر ہے۔ اس نے صنعا میں ایک معبد بنایا تاکہ حجاج مکہ کو چھوڑ کر وہاں جایا کریں۔ سو ایک شخص نے قبیلہ کنانہ سے اس میں پائخانہ پھر کر اس کی دیوار کو جو قبلہ تھی لگا دیا۔ اس کی تحقیر کرنے کو۔ اس پر ابرہہ قسم کھا بیٹھا کہ بالضرور میں خانہ کعبہ کو گراؤں گا۔ پس وہ آیا مکہ میں ساتھ اپنے لشکر کے ہاتھیوں پر سوار ہو کر۔ سب میں آگے محمود ہاتھی تھا پس جس وقت انھوں نے خانہ کعبہ کے گرانے کا ارادہ کیا اور اس طرف

تشریح

﴿١﴾ **اصحاب فیل کا انجام** ہاتھی والوں کے ساتھ تمہارے رب نے جو معاملہ کیا وہ تمہیں ضرور معلوم ہوگا کیونکہ یہ واقعہ نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت سے تھوڑے دن پہلے ہی ہوا تھا اور اتنا مشہور تھا کہ بچے بچے کی زبان پر تھا اس وقت بہت سے لوگ زندہ موجود تھے جنہوں نے اپنی آنکھوں سے اصحاب فیل کی تباہی کا واقعہ دیکھا تھا اس لئے قرآن نے اس کے علم کو رویت اور دیکھنے سے تعبیر کیا ہے اور اس کی تفصیل بیان کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی اس واقعہ کی طرف اشارہ کرنا ہی کافی سمجھا گیا۔

أَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ ۝٢ وَأَرْسَلَ

وَأَرْسَلَ	تَضْلِيلٍ	فِي	كَيْدَهُمْ	يَجْعَلْ	أَلَمْ
اور بھیجے	گراہی (بیکار)	میں	ان کا داؤ	کردیا	کیا نہیں

کیا ان کا داؤ نہیں کر دیا گراہی میں (بے کار) اور ان پر

عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ ۝٣ تَرْمِيهِمْ بِحِجَارَةٍ

بِحِجَارَةٍ	تَرْمِيهِمْ	أَبَابِيلَ	طَيْرًا	عَلَيْهِمْ
کنکریاں	پھینکتے تھے	جھنڈ کے جھنڈ	پرندے	ان پر

جھنڈ کے جھنڈ پرندے بھیجے۔ وہ ان پر کنکریاں پھینکتے تھے

مِّن سِجِّيلٍ ۝٤ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ ۝٥

مَّأْكُولٍ	كَعَصْفٍ	فَجَعَلَهُمْ	سِجِّيلٍ	مِّن
کھائے ہوئے	بھوسہ کی طرح	پس کردیا ان کو	سنگ گل	سے

سنگ گل کی پس ان کو کھائے ہوئے بھوسہ کی طرح کر دیا۔

۲ أَلَمْ يَجْعَلْ أَيْ جَعَلَ كَيْدَهُمْ فِي هَدْمِ الْكَعْبَةِ فِي تَضْلِيلٍ ۝ خَسَارٍ وَهَلَاكٍ

۲ کیا تیرے رب نے ان کے مکر کو تباہ اور نکما نہیں کیا یعنی انھوں نے جو مکر خانہ کعبہ کے گرانے میں کئے تھے وہ اللہ تعالےٰ نے تباہ کردیئے۔

۳ وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ ۝ جَمَاعَاتٍ قِيلَ لَا وَاحِدَ لَهُ وَقِيلَ وَاحِدُهُ إِبُّوْلٌ أَوْ إِبَالٌ أَوْ إِبِّيلٌ كَعَجُوْلٍ وَمِفْتَاحٍ وَسِكِّيْنٍ

۳ اور بھیجا ان پر پرند کو جماعت جماعت گروہ

۴ تَرْمِيهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّن سِجِّيلٍ ۝ طِيْنٍ مَطْبُوخٍ

۴ کہ وہ مارتے تھے ان کو پکی کنکریوں سے۔

۵ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ ۝

۵ پس کردیا ان کو حق تعالےٰ نے مثل بھس کے جس کو

كَسُوْرِقِ زَرْعٍ اَكَلَتْهُ الدَّوَابُّ وَدَاسَتْهُ وَاَفْنَتْهُ اَيْ اَهْلَكَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى كُلَّ وَاحِدٍ بِحَجَرِهِ الْمَكْتُوْبِ عَلَيْهِ اِسْمُهُ، وَهُوَ اَكْبَرُ مِنَ الْعَدَسَةِ وَاَصْغَرُ مِنَ الْحِمَّصَةِ يَخْرُقُ الْبَيْضَةَ وَالرَّجُلَ وَالْفِيْلَ وَيَصِلُ اِلَى الْاَرْضِ وَكَانَ هٰذَا عَامَ مَوْلِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

جانوروں نے کھایا ہو اور روندا ہو، اور خراب کر دیا ہو۔ حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ہر ایک کو اسی کنکری سے ہلاک کیا جس پر اس کا نام لکھا ہوا تھا

اور وہ کنکری مسور سے بڑی اور چنے سے چھوٹی تھی

جو سوار کو مع اس کے خود کے چیر کر ہاتھی میں کو نکل کر زمین پر گرتی تھی۔ اور جناب رسول اللہ صلوات اللہ وسلامہ علیہ الیٰ یوم القیام اسی سال میں پیدا ہوئے

تشریح

(۲) ان کی تدبیر کو ضائع کر دیا | کید کے معنی خفیہ تدبیر کے ہیں۔ کسی کو نقصان پہنچانے کے لئے جو خفیہ تدبیر کی جاتی ہے اس کو کید کہا جاتا ہے۔ ابرہہ بظاہر تو ساٹھ ہزار کا لشکر اور ہاتھی لے کر خانہ کعبہ ڈھانے کے لئے آیا تھا لیکن اصل غرض اس کی یہ تھی کہ کعبے کو ڈھا کر قریش کو کچل کر اور تمام اہل عرب کو مرعوب کر کے تجارت کا وہ راستہ عربوں سے چھین لینا چاہتا تھا جو جنوب عرب سے شام و مصر کی طرف جاتا تھا۔ وہ اپنا یہ مقصد حاصل کرنے میں ناکام رہا۔ اللہ تعالیٰ نے ابرہہ اور اس کے لشکر کے اس حملے کو جو اس نے خانہ کعبہ کو ڈھانے کی غرض سے کیا تھا ناکام بنا دیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کرشمہ قدرت تھا جو ابرہہ پر عذاب کی صورت میں نازل ہوا۔

(۳) عجیب وغریب پرندے | اللہ تعالیٰ نے ان کو تباہ کرنے کے لئے پرندوں کے غول کے غول بھیج دیئے یعنی ہاتھی والوں کے لشکر کا مقابلہ پرندوں کے لشکر نے کیا۔ یہ پرندے خاص قسم کے تھے اور سمندر کی طرف سے آئے تھے ان کے رنگ سبز اور زرد تھے۔ پرندوں کے یہ جھنڈ بحر احمر کی طرف سے آئے تھے۔ اس طرح کے پرندے نہ پہلے کبھی دیکھے گئے اور نہ بعد میں دیکھے گئے۔ یہ نہ نجد کے پرندے تھے نہ حجاز کے اور نہ تہامہ یعنی حجاز اور بحر احمر کے درمیان ساحلی علاقے کے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ ان کی چونچیں پرندوں جیسی تھیں اور پنجے کتے جیسے۔ عکرمہ کا بیان ہے کہ ان کے سر شکاری پرندوں کے سروں جیسے تھے اور تقریباً تمام راویوں کا متفقہ بیان ہے کہ ہر پرندے کی چونچ میں ایک ایک کنکر تھا اور پنجوں میں دو دو کنکر۔ مکے کے بعض لوگوں کے پاس یہ کنکر ایک مدت تک محفوظ رہے۔ ان سنگریزوں کے سائز کسی نے مٹر کے دانے کے برابر بیان کئے ہیں کسی نے چلغوزے کے برابر اور کسی نے بکری کی مینگنی کے برابر۔ ظاہر ہے کہ سارے سنگریزے ایک سائز کے نہ ہوں گے ان میں کچھ نہ کچھ فرق ہوگا۔ ابو نعیم نے نوفل بن ابی معاویہ کا بیان نقل کیا ہے کہ وہ کنکر جو اصحاب فیل پر پھینکے گئے تھے میں نے دیکھے ہیں وہ مٹر کے دانے کے برابر سیاہی مائل سرخ تھے۔

(۴) پرندے پکی ہوئی مٹی کے پتھر پھینک رہے تھے | آیت میں لفظ سجیل استعمال ہوا ہے۔ سجیل فارسی کے دو لفظ سنگ اور گل کا معرب ہے اس سے مراد وہ پتھر ہیں جو پکی ہوئی مٹی سے بنے ہوں۔ آتش فشاں علاقے میں مٹی پتھر کی شکل اختیار

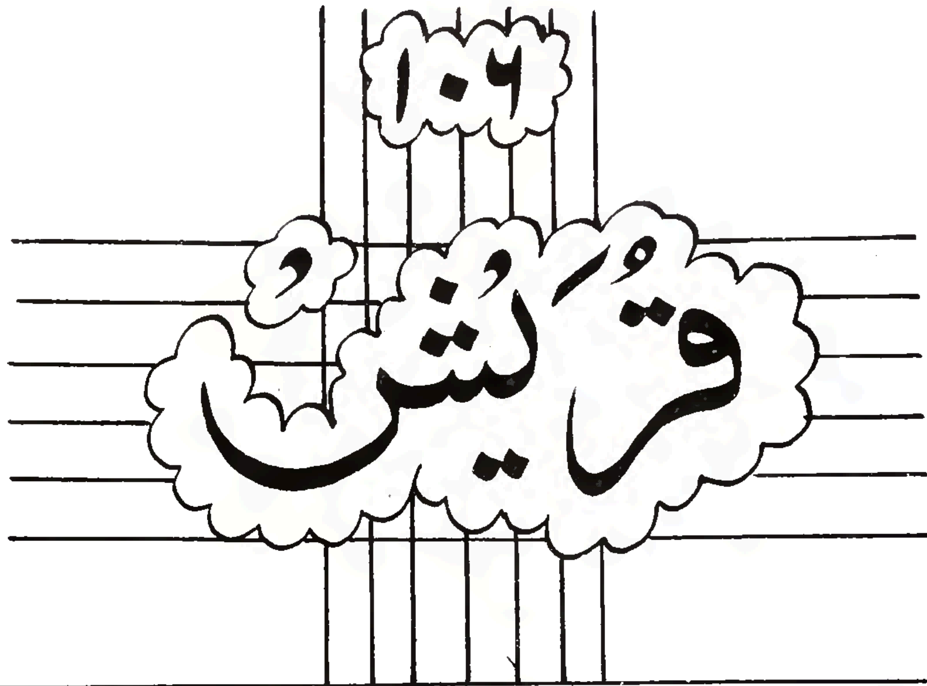
کردیتی ہے اس لئے اس کو سجیل کہا گیا ہے۔ کوئی تعجب نہیں کہ وہ پرندے کسی آتش فشاں علاقے سے لے کر آئے ہوں اور ان میں زہریلا مادہ ہو یا اس میں ایسے زہریلے جراثیم ہوں جس نے وبا کی شکل اختیار کرلی ہو۔ بہرحال یہ عام پتھر نہیں تھے بلکہ سجیل کی قسم کے پتھر تھے۔ قرآن مجید کی سورۂ ہود میں اسی طرح کے مٹی کے پتھروں کا ذکر آیا ہے۔ ارشاد ہوا۔

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ (آیت ۸۲)

(پھر جب ہمارے فیصلے کا وقت آپہنچا تو ہم نے اس بستی کو تل پٹ کر دیا اور اس پر پکی ہوئی مٹی کے پتھر تابڑ توڑ برسائے۔)

خدا کی قدرت سے وہ کنکر کی پتھریاں بندوق کی گولی سے زیادہ کام کرتی تھیں جس کے لگتی ایک طرف سے گھس کر دوسری طرف نکل جاتیں اور عجیب طرح کا زہریلا مادہ چھوڑ جاتیں۔ بہت سے وہیں ہلاک ہوگئے۔ جو بھاگے وہ بڑی بڑی تکلیفیں اٹھا کر مرے۔ پرندوں کی یہ سنگ باری گویا آسمانی بم باری تھی جس نے ہاتھیوں کو بھی تباہ کیا اور ہاتھی والوں کو بھی۔ پرندوں کے سنگ ریزے گرانے کو سنگ ریزے پھینکنے کو تَرْمِيْهِمْ سے تعبیر کیا گیا ہے کہ انھوں نے لشکر پر سنگ ریزوں کی ایسی بوچھار کر دی تھی کہ وہ پوری طرح اس کی زد میں آگیا۔

(۵) ابرہہ کے لشکر کا عبرت ناک انجام | ان ہاتھی والوں کو اللہ نے ایسی عبرت ناک سزا دی کہ وہ سڑی گلی لاشوں کا ڈھیر بن کر رہ گئے جس طرح بھوسا ایک بے وقعت چیز ہے اور پامال کیا جاتا ہے۔ اسی طرح یہ لشکر جرار بے وقعت اور پامال ہو کر رہا۔ بھوسے کو جب جانور کھا لیتا ہے تو اس کی نہایت مکروہ شکل بنتی ہے۔ پراگندہ، منتشر، بدصورت، بکھرا اور چورہ چورہ ہاتھی والوں کی لاشوں کا بھی یہی حال ہوا۔ اس لئے ان کو کھائے ہوئے بھوسے سے تشبیہ دی گئی ہے۔



ترتیب تلاوت	۱۰۶	ترتیب نزول	۲۹
مکی / مدنی	مکی	تعداد رکوعات	۱
تعداد آیات	۴	تعداد الفاظ	۱۷
تعداد حروف	۷۹		

○ اِس سورت کی پہلی آیت میں لفظ "قریش" کو سورت کا نام قرار دیا گیا ہے۔

○ یہ سورت مکی ہے اور مضمون سے اندازہ ہوتا ہے کہ سورہ فیل کے متصلاً بعد نازل ہوئی ہے۔

○ گزشتہ سورت اللہ کی قدرت پر شہادت تھی اور یہ سورت اللہ کی محبت اور عبادت پر ــــ اس سورت میں قریش کو توجہ دلائی گئی ہے کہ وہ بے آب وگیاہ زمین میں اپنی تجارت اور اوروں کی طرف سے عزت کے باعث سکون سے رہتے ہیں۔ کیا یہ ان کا فرض نہیں ہے کہ وہ اپنے رب کی بندگی کریں۔

○ مکے کی زمین کیوں کہ کھیتی باڑی کے قابل نہیں تھی اس لئے قریش نے تجارت کو اپنا پیشہ بنا لیا تھا۔ قریش کے تجارتی قافلے سردیوں میں یمن کا رخ کرتے تھے اور گرمیوں میں شام اور فلسطین کا کیوں کہ یمن کا علاقہ گرم ہے اس لئے سردی کے موسم میں وہ یمن کے سفر کو ترجیح دیتے تھے اور شام اور فلسطین کا علاقہ کیوں کہ ٹھنڈا ہے اس لئے گرمی کے موسم میں وہ ان ملکوں کا سفر کرتے تھے۔ یہ تجارتی سفر ان کی معاش کا بہت بڑا ذریعہ اور ان کی دولت میں اضافے کا باعث تھے

وہ جن راہوں سے گزرتے تھے وہ اگرچہ بین الاقوامی شاہراہیں تھیں لیکن عام بدامنی اور لوٹ مار کی وجہ سے محفوظ نہیں تھیں۔ دوسرے قافلوں کی بہ نسبت قریش کو یہ سہولت حاصل تھی کہ راستے کے تمام قبیلے بیت اللہ کے خادم ہونے کی وجہ سے ان کا احترام کرتے تھے۔ حج کے زمانے میں کیونکہ قریش کے لوگ نہایت فیاضی کے ساتھ حاجیوں کی خدمت کرتے تھے اس وجہ سے سب ان کے احسان مند تھے اور قریش کے کاروان تجارت بے خطر آیا جایا کرتے تھے۔ راستے کے قبیلے ان سے وہ بھاری ٹیکس بھی وصول نہ کرتے تھے جو دوسرے قافلوں سے طلب کیا جاتا تھا۔ شام کے غسانی بادشاہ سے ہاشم نے، حبش کے بادشاہ سے عبد شمس نے، یمنی امراء سے مُطّلِب نے اور عراق و فارس کی حکومتوں سے نوفل نے تجارتی مراعات حاصل کیں۔ اس طرح ان لوگوں کی تجارت بڑی تیزی سے ترقی کرتی چلی گئی۔

اللہ کے گھر کی بدولت ان پر رزق کی راہیں بھی کھل گئی تھیں۔ اور عام بدامنی کے باوجود ان کے لئے سفر بھی پر امن ہو گیا تھا۔

اس کاروبار کی وجہ سے قریش کے لوگوں کو شام، مصر، عراق، ایران اور حبش کے ملکوں سے تعلقات کے مواقع حاصل ہوئے اور مختلف ملکوں کی ثقافت و تہذیب سے سابقہ پیش آنے کے باعث ان کا معیار دانش و بینش اتنا بلند ہو گیا کہ عرب کا کوئی دوسرا قبیلہ ان کی ٹکر کا نہ رہا۔ مال و دولت کے اعتبار سے بھی وہ عرب میں سب سے ممتاز ہو گئے اور مکہ جزیرۃ العرب کا سب سے اہم تجارتی مرکز بن گیا۔ ان بین الاقوامی تعلقات کا ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہوا کہ عراق سے یہ لوگ وہ رسم الخط لے کر آئے جو بعد میں قرآن مجید لکھنے میں استعمال ہوا۔ عرب کے کسی دوسرے قبیلے میں اتنے پڑھے لکھے لوگ نہ تھے جتنے قریش میں تھے۔ انہی وجوہ سے نبی ﷺ نے فرمایا تھا کہ قُرَيْشٌ قَادَةُ النَّاسِ (مسند احمد۔ راوی عمرو بن العاص)

(قریش لوگوں کے رہنما ہیں۔)

قریش اسی طرح ترقی پر ترقی کرتے چلے جا رہے تھے کہ مکہ پر ابرہہ کی چڑھائی کا واقعہ پیش آ گیا۔ اگر اس وقت ابرہہ کعبہ کے ڈھانے میں کامیاب ہو جاتا تو عرب میں قریش کی اور کعبہ کی دھاک ختم ہو جاتی اور مکے تک حبشیوں کی پیش قدمی کے بعد رومی سلطنت آگے بڑھ کر شام اور مکہ کے درمیان کا تجارتی راستہ بھی اپنے قبضے میں لے لیتی۔ مگر اس واقعہ کے بعد قریش کی دھاک پہلے سے زیادہ قائم ہو گئی اور اس کے تجارتی قافلے بے کھٹکے ہر علاقے سے گزرتے اور کسی کی جرأت نہ تھی کہ ان کو چھیڑتا۔

○ اس پس منظر کو سامنے رکھتے ہوئے یہ کہنے پر اکتفا کیا گیا کہ جب تم اس گھر کو اللہ کا گھر مانتے ہو اور جب تمہیں معلوم ہے کہ اللہ نے اس گھر کے طفیل تمہیں یہ امن عطا کیا اور تمہاری تجارت کو فروغ بخشا تو تمہیں اس گھر کے رب کی عبادت کرنی چاہیے۔

آیاتہا ۴	۱۰۶ سُوْرَةُ قُرَيْشٍ مَكِّيَّةٌ ۲۹	رُكُوْعُهَا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے جو بہت مہربان، رحم کرنے والا ہے

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ① اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ

لِاِيْلٰفِ	قُرَيْشٍ	اٖلٰفِهِمْ	رِحْلَةَ
مانوس کرنے کا سبب	قریش	ان کا مانوس کرنا	سفر

قریش کو مانوس کرنے کے سبب، انھیں سردی گرمی کے سفر سے

الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ② فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ

الشِّتَآءِ	وَالصَّيْفِ	فَلْيَعْبُدُوْا	رَبَّ
سردی	اور گرمی	پس چاہیے وہ عبادت کریں	رب

مانوس کرنے کے سبب، پس چاہیے کہ وہ عبادت کریں اس

هٰذَا الْبَيْتِ ③ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ

هٰذَا	الْبَيْتِ	الَّذِيْٓ	اَطْعَمَهُمْ
اس	گھر	جو ۔ جس	انھیں کھانا دیا

گھر کے رب کی جس نے انھیں کھانا دیا

مِّنْ جُوْعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ

مِّنْ	جُوْعٍ	وَّ	اٰمَنَهُمْ	مِّنْ
سے ۔ میں	بھوک	اور	انھیں امن دیا	سے ۔ میں

بھوک میں اور امن دیا خوف

خَوْفٍ ④

	خَوْفٍ	
	خوف	

سے

ع ۱ ۲۱

سُوْرَةُ الْقُرَيْشِ

مَكِّيَّةٌ اَوْ مَدَنِيَّةٌ

اَرْبَعُ اٰيَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(۱) لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ○

(۲) اِلٰفِهِمْ تَاكِيْدٌ وَهُوَ مَصْدَرُ اَلِفَ بِالْمَدِّ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ اِلَى الْيَمَنِ وَرِحْلَةَ الصَّيْفِ ○ اِلَى الشَّامِ فِيْ كُلِّ عَامٍ يَسْتَعِيْنُوْنَ بِالرِّحْلَتَيْنِ بِالتِّجَارَةِ عَلَى الْاِقَامَةِ بِمَكَّةَ لِخِدْمَةِ الْبَيْتِ الَّذِيْ هُوَ فَخْرُهُمْ وَهُمْ وَلَدُ النَّضْرِ ابْنِ كِنَانَةَ

(۳) فَلْيَعْبُدُوْا تَعَلَّقَ بِهِ لِاِيْلٰفِ وَالْفَاءُ زَائِدَةٌ رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ○

(۴) الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ لا اَيْ مِنْ اَجْلِهِ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ○ اَيْ مِنْ اَجْلِهِ وَكَانَ يُصِيْبُهُمُ الْجُوْعُ لِعَدَمِ الزَّرْعِ

سورۃ القریش مکی ہے یا مدنی اس میں چار آیتیں ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شروع اللہ کے نام سے جو بہت بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے

(۱) لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ اِلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ الخ
قریش کی الفت دینے کو

(۲) جاڑوں میں یمن کی طرف
اور گرمیوں میں ملک شام کی طرف سفر کرنے کی ان کو توفیق دی۔ اور ان کے جی میں ڈالا کہ وہ سال بھر میں ان دو وقت میں سفر کریں تاکہ تجارت کرکے مکہ معظمہ میں رہنے پر مدد چاہیں۔ یعنی مکہ معظمہ میں رہکر خدمت بیت اللہ کریں جو ان کے لئے باعث فخر ہے اور کھانے پینے کا سامان ان دو سفروں میں تجارت سے کر لیں۔

(۳) پس اس وجہ سے چاہیئے کہ وہ اس گھر کے رب کی پرستش کریں

(۴) جس نے ان کو بھوک میں کھانا دیا

اور خوف سے نڈر کیا۔ (بھوک ان کو اس لیئے پہنچتی تھی کہ مکہ میں کھیتی نہ ہوتی تھی۔

بِمَكَّةَ وَحَنَانُوْا جَيْشَ الْفِيْلَ | اور خوف یہ پیش آیا تھا کہ ہاتھی والے ہاتھی لے کر چڑھ آئے تھے۔

تشریح

(۱) قریش کے تجارتی سفر | مکہ میں کھیتی باڑی نہیں ہوتی تھی، یہ خشک غیر ذی زرع پہاڑی علاقہ تھا۔ قریش تجارت پیشہ تھے ـــــ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اجداد کے سلسلۂ نسب میں سے نضر بن کنانہ نے قریش کا لقب اختیار کیا تھا۔ آپؐ کے اجداد میں عبد مناف کے چار بیٹے تھے:

۱۔ عبد شمس ۲۔ ہاشم ۳۔ مطلب ۴۔ نوفل

ہاشم کے بیٹے حضرت محمدؐ کے دادا عبد المطلب تھے۔ اس لئے حضرت محمدؐ قریشی، ہاشمی تھے ہاشم نے تینوں بھائیوں کے ساتھ مل کر تجارتی اسکیم بنائی اور وہ اسکیم کامیاب رہی۔ قریش کی عادت تھی کہ سال بھر میں تجارت کی غرض سے سفر کرتے تھے، جاڑوں میں یمن کی طرف کہ وہ ملک گرم ہے۔ اور گرمیوں میں شام کی طرف جو سرسبز و شاداب ملک ہے۔ لوگ ان کو اہلِ حرم اور خادم بیت اللہ سمجھ کر نہایت عزت و احترام کی نظر سے دیکھتے، ان کی خدمت کرتے اور ان کے جان و مال سے کچھ تعرض نہ کرتے۔ اس طرح ان کو خاطر خواہ نفع ہوتا پھر امن چین سے گھر بیٹھ کر کھاتے اور کھلاتے تھے۔ حرم کے چاروں طرف لوٹ کھسوٹ اور چوری ڈکیتی کا بازار گرم رہتا تھا۔ لیکن کعبہ کے ادب سے کوئی چور ڈاکو قریش کی طرف نظر نہ اٹھاتا تھا۔ اس انعام کو اس آیت میں یاد دلایا ہے کہ اس گھر کے طفیل تم کو روزی دی، امن چین دیا، اصحاب فیل کی زد سے محفوظ رکھا۔ پھر اس گھر والے کی بندگی کیوں نہیں کرتے۔ اور اس کے رسول کو کیوں ستاتے ہو۔ یہ انتہائی ناشکری اور احسان فراموشی نہیں تو اور کیا ہے ـــــ؟

چوں کہ قریش کے لئے تجارتی سفر مانوس ہے ـــــ پھر بھی ان کا رویہ اور ناشکری باعثِ حیرت ہے۔

یوں تو قریش پر اللہ کی بے شمار نعمتیں ہیں جن کا شمار نہیں مگر اس ایک نعمت کو سامنے رکھ کر وہ اللہ کی بندگی کریں کہ اس کے فضل سے وہ ان تجارتی سفروں کے خوگر ہوئے۔

(۲) گرمی اور جاڑے کے سفر | گرمی میں شام و فلسطین اور سردی میں یمن کے علاقے جنوب عرب کے سفر ـــــ غرض ہر موسم میں ان کے سفر امن کے ساتھ چلتے رہتے ہیں۔ اور ان کو کوئی ڈر وغیرہ نہیں ہوتا ـــــ بھاری ٹیکس سے بھی محفوظ اس لئے خوب مالی فائدہ ہوتا ہے۔

(۳) اللہ کی عبادت | جب اللہ نے اس گھر کی بدولت تمہیں خوش حالی اور امن و امان عطا کیا تو اس گھر خانہ کعبہ کے رب اللہ کی عبادت کرو ـــــ کیوں کہ یہ نعمت اس گھر کی بدولت حاصل ہوئی ہے۔ اسی نے اصحاب فیل کے حملہ سے ان کو بچایا۔ اس گھر کی بدولت وہ ایک جگہ اکٹھے ہوئے اور اس کی خدمت کی بدولت پورے عرب میں ان

دبدبہ قائم ہوا۔ غرض امن، خوش حالی، اور یک جہتی و اتحاد اور احترام کی تمام نعمتیں تمہیں اسی بیت مقدس کی بدولت حاصل ہوئیں۔ لہذا اس گھر کے رب حقیقی اللہ ہی کی عبادت و اطاعت کی طرف توجہ کرو۔

(۴) اس نے بھوک سے بچایا اور امن عطا کیا | حضرت ابراہیم نے تعمیر کعبہ کے وقت جو دعا فرمائی تھی کہ یہاں کے رہنے والوں کو رزق عطا فرمائیے اللہ نے وہ دعا قبول فرمائی۔ قرآن مجید میں ہے۔

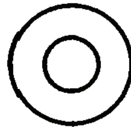
رَبَّنَآ اِنِّیٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِیْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ

(سورۂ ابراہیم آیت ۳۷)

(پروردگار میں نے ایک بے آب وگیاہ وادی میں اپنی اولاد کے ایک حصے کو تیرے محترم گھر کے پاس لا بسایا ہے۔ پروردگار یہ میں اس لئے کیا ہے کہ یہ لوگ یہاں نماز قائم کریں لہذا تو لوگوں کے دلوں کو ان کا مشتاق بنا اور انھیں کھانے کو پھل دے شاید کہ یہ شکر گزار بنیں۔)

جب تک اِدھر اُدھر بکھرے ہوئے تھے بھوکوں مر رہے تھے مکہ میں آکر آباد ہوئے اللہ نے ان کے لئے رزق کے دروازے کھول دیئے تجارت کی بدولت خوشحالی عطا کردی۔

اور جب طرف بدمنی تھی ان کو امن چین عطا کیا ان کے قافلے بے دھڑک سفر کرتے تھے اور حرم کے احترام کی بدولت ہر طرح محفوظ تھے۔



۱۰۷

الماعون

○ ترتیب تلاوت	۱۰۷	○ ترتیب نزول	۱۷
○ مکی/مدنی	مکی	○ تعداد رکوعات	۱
○ تعداد آیات	۷	○ تعداد الفاظ	۱۵
○ تعداد حروف	۱۱۵		

○ سورت کی آخری آیت وَیَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ میں' لفظ اَلْمَاعُوْنَ (مال کا حق) کو سورت کا نام قرار دیا گیا ہے۔ یہ قرآن مجید کی واحد سورت ہے جس میں آخری آیت کے آخری لفظ کو سورت کا نام دیا گیا ہے۔

○ یہ سورت مکہ مکرمہ کے ابتدائی زمانے میں نازل ہوئی ہے۔

اس سورت میں کیونکہ نماز کا اور دکھاوے کی نماز پڑھنے والے منافقین و ریاکار لوگوں کا ذکر ہے اور منافقین کا تعلق مدینہ طیبہ سے تھا، مکہ مکرمہ میں منافقین کی جماعت نہ تھی۔ اس لئے یہ خیال ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ سورت مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی ہوگی۔

مگر صلوٰۃ اور نماز سے مراد صرف وہی نماز اور عبادت کی خاص صورت نہیں ہے جس کا حکم اسلام میں دیا گیا ہے بلکہ نماز سے مراد اللہ کی پرستش کی وہ شکل ہے جو کہ مشرکین نے اختیار کی تھی، یہاں کی رسمی نماز تھی اور وہ بھی بگڑی ہوئی شکل میں۔

○ اس سورت میں یہ بتلانا ہے کہ آخرت پر ایمان نہ لانے سے ریاکاری پیدا ہوتی ہے اور ریاکاری اور انکارِ آخرت ایسا پست اور گرا ہوا کردار پیدا کرتا ہے کہ انسانی قدریں دم توڑ دیتی ہیں۔ انسان میں ایک مضبوط، مستحکم، پاکیزہ کردار و اخلاق آخرت کو مانے بغیر پیدا نہیں ہو سکتا۔

اٰیاتُہا ۷	۱۰۷ سُوْرَۃُ الْمَاعُوْنِ مَکِّیَّۃٌ ۱۷	رُکُوْعُہا ۱
	بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ	
	اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان رحم کرنے والا ہے۔	

اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یُکَذِّبُ بِالدِّیْنِ ۝۱ فَذٰلِکَ الَّذِیْ یَدُعُّ

یَدُعُّ	الَّذِیْ	فَذٰلِکَ	بِالدِّیْنِ	یُکَذِّبُ	الَّذِیْ	اَرَءَیْتَ
دھکے دیتا ہے	جو کہ	یہی ہے وہ	روز جزاو سزا	جھٹلاتا ہے	وہ جو کہ	کیا تم نے دیکھا

کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جو روز جزاو سزا کو جھٹلاتا ہے۔ یہی ہے جو یتیم کو دھکے دیتا

الْیَتِیْمَ ۝۲ وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ ۝۳

الْمِسْکِیْنِ	طَعَامِ	عَلٰی	یَحُضُّ	وَلَا	الْیَتِیْمَ
مسکین۔	کھانا	پر	رغبت دلاتا	اور نہیں	یتیم

ہے اور نہیں رغبت دلاتا مسکین کو کھانا کھلانے کی۔

سُوْرَۃُ الْمَاعُوْنِ مَکِّیَّۃٌ اَوْ مَدَنِیَّۃٌ اَوْ نِصْفُھَا وَنِصْفُھَا سِتٌّ اَوْ سَبْعُ اٰیَاتٍ

سورۃ ماعون مکی ہے یا مدنی یا نصف مکی اور نصف مدنی ہے اس میں چھ یا سات آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شروع اللہ کے نام سے جو بہت بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے۔

(۱) اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یُکَذِّبُ بِالدِّیْنِ ۝ بِالْحِسَابِ وَالْجَزَاءِ اَیْ ھَلْ عَرَفْتَہٗ اَوْلَمْ تَعْرِفْہُ

(۱) اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یُکَذِّبُ بِالدِّیْنِ الخ کیا تو نے دیکھا اس شخص کو جو حساب اور جزا و سزا کو جھوٹ سمجھتا ہے یعنی آیا تو نے اس شخص جھٹلانے والے کو پہچانا یا نہیں۔

(۲) فَذٰلِکَ بِتَقْدِیْرِ ھُوَ بَعْدَ الْفَاءِ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ ۝ اَیْ یَدْفَعُہٗ بِعُنْفٍ عَنْ حَقِّہٖ

(۲) سو وہ ایسا شخص ہے کہ یتیم کو دھکا دلواتا ہے۔ اور اس کا حق اس کو نہیں دیتا۔

(۳) وَلَا یَحُضُّ نَفْسَہٗ وَلَا غَیْرَہٗ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ ۝ اَیْ اِطْعَامِہٖ نَزَلَتْ فِی الْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ اَوِ الْوَلِیْدِ بْنِ الْمُغِیْرَۃِ

(۳) اور مسکین فقیر کے کھانے پر نہ خود برانگیختہ ہوتا ہے نہ دوسروں کو آمادہ کرتا ہے۔ یہ آیت نازل ہوئی عاص بن وائل یا ولید بن مغیرہ کے بارے میں۔

تشریح

① فیصلے کے دن کو جھٹلانے والا اس شخص کے حال پر غور کیا جو جزائے عمل اور فیصلے کے دن کا منکر ہے؟ اسلام کی بنیادی دعوت میں آخرت کی جزا سزا شامل ہے۔ جو شخص اسلام کی دعوت اور جزا سزا کو جھٹلاتا ہے تم نے غور کیا اس کا کردار کتنا پست، اس کے مذہبی مراسم کتنے بے حقیقت ہیں۔ جو شخص ایسے لوگوں کے حال پر غور کرے گا اس میں یہ بات ابھرے گا کہ صحت کردار اور سچی دینداری اور بلند اخلاقی کے لئے آخرت پر ایمان لانا ضروری ہے جس کی تعلیم اسلام دیتا ہے اسلام اور آخرت کو جھٹلانے والے میں کردار کی بلندی اور انسانی قدروں کی پاسداری نظر آئے گی — بلکہ وہ لوگ نظر آئیں گے جن کے دلوں میں یتیم و مسکین کے لئے کوئی ہمدردانہ جذبات نہ ہوں گے۔

② یتیم کے ساتھ بدسلوکی اسلام اور آخرت کا انکار کرنے والوں کے کردار و عمل میں جو اخلاقی اور عملی خرابیاں نظر آئیں گی، ان میں سے ایک ہے یتیم کے ساتھ بدسلوکی، ان کے ساتھ سنگدلانہ برتاؤ — قرآن مجید یتیم کی غم خواری، ہمدردی اور اس کی قدر کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ ارشاد ہوا۔ كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ (الفجر — ۱۷)

(نہیں، بلکہ تم یتیموں کی قدر نہیں کرتے۔)

یعنی یتیموں کی ناقدری اور ان کے ساتھ بدسلوکی ان لوگوں کا شیوہ ہے جو اللہ کے حضور میں جواب دہی کا تصور نہیں رکھتے — فَذٰلِكَ الَّذِیْ۔ یہی تو ہے وہ جو یتیم کا حق مارتا ہے اور اس کے باپ کی چھوڑی میراث سے اس کو بے دخل کر کے دھکے دے کر باہر نکال دیتا ہے، یتیم اگر اس سے مدد مانگنے آتا ہے تو رحم کھانے کے بجائے اسے دھتکارتا ہے، یتیم پر ظلم و ستم کرتا ہے۔ اگر اس کا کوئی رشتہ دار یتیم اس کے گھر میں ہو تو اس سے سارے گھر کی خدمت لیتا ہے اور بات بات پر اسے جھڑکیاں دیتا ہے۔ اس کے نصیب میں ٹھوکروں کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

③ مسکین کو کھانا دینے پر نہیں اکساتا یتیموں اور محتاجوں کی خبر لینا، ان کے حال پر رحم کھانا دنیا کے ہر مذہب و ملت کی تعلیم میں شامل ہے اور ان مکارم اخلاق میں سے ہے جس کی خوبی پر سب اتفاق رکھتے ہیں۔ جو شخص ان ابتدائی اخلاق سے بھی محروم ہو اس کو آدمی کہنا آدمیت کی توہین ہے۔ یہ اس مسکین کا ایک حق ہے جو اس کو ملنا چاہیئے جیسا کہ سورۂ ذاریٰت میں ارشاد ہوا،

وَفِیْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ (آیت ۱۹)

(اور ان کے مالوں میں سائل اور محروم کا حق ہے۔) —— یعنی خود تو کیا کھلاتا دوسروں کو ترغیب نہیں دیتا اور اس بات پر نہیں اکساتا کہ معاشرے میں جو غریب اور محتاج لوگ بھوکے مر رہے ہیں ان کے حقوق پہچانیں اور ان کی بھوک مٹانے کے لئے کچھ کریں۔

یتیم کے ساتھ بدسلوکی اور مسکین کے ساتھ ہمدردی کا نہ ہونا یہ دو مثالیں دے کر بتایا ہے کہ آخرت کے انکار سے کس قسم کی برائیاں پیدا ہوتی ہیں اگر کوئی شخص اللہ کے حضور میں جواب دہی کا احساس رکھتا ہو تو کبھی ایسی گری ہوئی حرکتیں نہیں کر سکتا۔ آخرت پر یقین رکھنے والوں میں ایسے اوصاف ہوتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کو خلق خدا پر رحم کرنے کی اور ایک دوسرے کو ادائے حقوق کی اور حق پرستی کی نصیحت کرتے ہیں جیسا کہ سورۂ بلد میں فرمایا۔

تَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ (وہ ایک دوسرے کو خلق خدا پر رحم کھانے کی نصیحت کرتے ہیں۔)

اور سورۂ عصر میں ارشاد ہوا۔

تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ۔ (وہ ایک دوسرے کو حق پرستی کی نصیحت کرتے ہیں۔

فَوَيۡلٌ لِّلۡمُصَلِّيۡنَ ۝۴ الَّذِيۡنَ هُمۡ عَنۡ

عَنۡ	هُمۡ	الَّذِيۡنَ	لِّلۡمُصَلِّيۡنَ	فَوَيۡلٌ
سے	وہ	جو کہ	نمازیوں کے لئے	پس خرابی

پس خرابی ہے ان نمازیوں کے لئے جو کہ اپنی نمازوں سے

صَلَاتِهِمۡ سَاهُوۡنَ ۝۵ الَّذِيۡنَ هُمۡ يُرَآءُوۡنَ ۝۶

يُرَآءُوۡنَ	هُمۡ	الَّذِيۡنَ	سَاهُوۡنَ	صَلَاتِهِمۡ
دکھاوا کرتے ہیں	وہ	جو کہ	غافل (جمع)	اپنی نماز

غافل ہیں جو دکھاوا کرتے ہیں اور عام

ع ۱ / ۲۲

وَيَمۡنَعُوۡنَ الۡمَاعُوۡنَ ۝۷

	الۡمَاعُوۡنَ	وَيَمۡنَعُوۡنَ
	عام ضرورت کی چیز	اور روکتے ہیں (نہیں دیتے)

ضرورت کی چیز (بھی مانگی) نہیں دیتے۔

۴ فَوَيۡلٌ لِّلۡمُصَلِّيۡنَ ○ — ۴ پس خرابی ہے ان نمازیوں کی

۵ الَّذِيۡنَ هُمۡ عَنۡ صَلٰوتِهِمۡ سَاهُوۡنَ ○ غَافِلُوۡنَ يُؤَخِّرُوۡنَهَا عَنۡ وَقۡتِهَا — ۵ جو اپنی نماز سے غافل ہیں کہ وقت سے ہٹا کر پڑھتے ہیں۔

الَّذِيۡنَ هُمۡ يُرَآءُوۡنَ ○ فِي الصَّلٰوةِ وَغَيۡرِهَا — وہ جو محض ریاکار ہیں نماز وغیرہ میں۔

۶ وَيَمۡنَعُوۡنَ الۡمَاعُوۡنَ ○ كَالۡاِبۡرَةِ وَالۡفَاسِ وَالۡقِدۡرِ وَالۡقَصۡعَةِ — ۶ اور برتنے کی چیز کسی کو مانگے نہیں دیتے۔ جیسے سوئیں اور کلہاڑی اور ہانڈی اور پیالہ رکابی۔

تشریح

۴ رسمی عبادت | خدا کی پرستش کی ایک رسمی شکل مشرکین نے اختیار کر رکھی تھی یہ ان کی رسمی نماز تھی جس کا انھوں نے حلیہ بگاڑ دیا تھا جیسا کہ سورۂ انفال میں ارشاد ہوا۔

مَا كَانَ صَلٰوتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَآءً وَّ تَصْدِيَةً. (آیت ۳۵)

(بیت اللہ کے پاس ان کی نماز سیٹیاں اور تالیاں بجانے کے سوا کچھ نہیں۔)

حضرت ابراہیمؑ نے نماز کو اصلی شکل میں قائم کیا تھا اور اپنی اولاد کو بیت اللہ کے پاس اس لئے بسایا تھا کہ وہ نماز قائم کریں۔

رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلٰوةَ (اے ہمارے رب تاکہ وہ نماز قائم کریں۔)

(سورۂ مریم آیت ۵۵)

حضرت اسماعیل اپنے گھر والوں کو اس کی تاکید کرتے رہے۔

وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ. (سورۂ مریم آیت ۵۵)

(اور وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتا تھا۔)

لیکن بعد کے ادوار میں دین میں تحریف کرنے والوں نے نماز کی شکل بگاڑ دی۔ یہاں تک کہ نزول قرآن کے زمانے میں نماز نام رہ گیا تھا سیٹیاں اور تالیاں بجانے کا۔

یہاں اسی نماز کو تباہی کا سبب قرار دیا گیا ہے کیوں کہ یہ وہ نماز نہیں ہے جس کا حکم اللہ نے دیا تھا۔

(۵) نماز سے غفلت | یہ لوگ حقیقی نماز سے غافل ہیں۔ حقیقی نماز یہ ہے کہ خالصتاً اللہ کے لئے نماز ادا کرے۔ اسی کی طرف متوجہ ہو اور اسی کے حضور جواب دہی کا تصور رکھے۔ آیت میں عَنْ صَلٰوتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝ فرمایا، نہ کہ فِيْ صَلٰوتِهِمْ سَاهُوْنَ کیوں کہ نماز سے غافل ہو جانا ان لوگوں کا شیوہ ہے جو آخرت سے غافل ہیں۔ رہا نماز میں بھول چوک تو وہ کسی سے بھی ہو سکتی ہے۔

(۶) جو ریاکاری کرتے ہیں | یعنی وہ کوئی نیک کام خالص نیت کے ساتھ خدا کے لئے نہیں کرتے۔ جو کچھ کرتے ہیں دوسروں کے دکھانے کے لئے کرتے ہیں۔ ان کے اعمال ریاکاری اور نمود و نمائش سے خالی نہیں ہوتے۔ ان کا مقصد خالق سے قطع نظر کر کے صرف مخلوق کو خوش کرنا ہوتا ہے۔ ایک نماز ہی کیا ان کی ہر عبادت نمائشی ہوتی ہے۔ اور اس لئے ہوتی ہے تاکہ لوگوں سے داد حاصل کی جائے۔ ایسے لوگوں کے سلسلے میں جن کی نیکیاں اور عبادتیں دکھاوے کے لئے ہوتی ہیں حضرت عیسیٰؑ کے ارشاد بڑے مؤثر ہیں۔ آپ نے انجیل متیٰ میں فرمایا جو بائیبل میں منقول ہے۔

" خبردار اپنے راست بازی کے کام آدمیوں کے سامنے دکھاوے کے لئے نہ کرو ـــــ بس جب تو خیرات کرے تو اپنے آگے نرسنگا نہ بجوا، جیسا کہ ریاکار عبادت خانوں اور کوچوں میں کرتے ہیں تاکہ لوگ ان کی بڑائی کریں۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ وہ اپنا اجر پا چکے ـــــ، بلکہ جب تو خیرات کرے تو جو تیرا داہنا ہاتھ کرتا ہے اسے تیرا بایاں ہاتھ نہ جانے ـــــ اور جب تم دعا مانگو تو ریاکاروں کی مانند نہ بنو، کیوں کہ وہ عبادت خانوں میں اور بازاروں کے موڑوں پر کھڑے ہو کر دعا کرنا پسند کرتے ہیں تاکہ لوگ ان کو دیکھیں۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ وہ اپنا اجر پا چکے۔" (متی، باب ۶)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان عالموں اور فقیہوں کو جنھوں نے دین کے سلسلے میں ظاہرداری اختیار

کر رکھی تھی اور جن میں ریاکاری اور دکھاوا پیدا ہو گیا تھا اور ان کے اعمال نمائشی بن کر رہ گئے تھے بڑی سختی کے ساتھ جھنجھوڑا ہے۔ فرمایا:۔

اے ریاکار فقیہو اور فریسیو! تم پر افسوس کہ تم بیواؤں کے گھروں کو دبا بیٹھے ہو۔ اور دکھاوے کے لئے نماز کو طول دیتے ہو۔ تمہیں زیادہ سزا ہوگی۔

اے ریاکار فقیہو اور فریسیو! تم پر افسوس کہ پیالے اور رکابی کو اوپر سے صاف کرتے ہو مگر وہ اندر لوٹ اور ناپرہیزگاری سے بھرے ہیں۔

اے ریاکار فقیہو اور فریسیو! تم پر افسوس کہ تم سفیدی پھری ہوئی قبروں کے مانند ہو جو اوپر سے تو خوبصورت دکھائی دیتی ہیں مگر اندر مردوں کی ہڈیوں اور ہر طرح کی نجاست سے بھری ہیں۔ اسی طرح تم بھی ظاہر میں تو لوگوں کو راست باز دکھائی دیتے ہو مگر باطن میں ریاکاری اور بے دینی سے بھرے ہو۔ (متی۔ باب ۲۳)

(۷) معمولی برتنے کی چیز بھی مانگے نہیں دیتے | جس طرح اللہ کا حق ادا نہیں کرتے بندے کا حق ادا کرنا بھی نہیں جانتے بلکہ معمولی برتنے کی چیز بھی مانگے نہیں دیتے۔ اتنے بخیل واقع ہوئے ہیں کہ غریبوں اور مسکینوں کی امداد و اعانت میں جو مال صرف ہونا چاہیئے اسے روک کے رکھتے ہیں۔ انھیں اپنے مال سے محبت ہے اور اپنی دنیا بنانے کی فکر ہے۔ غریبوں اور مسکینوں کے ساتھ ان کو کوئی ہمدردی نہیں ہے۔

ان کی تنگ دلی کا یہ عالم ہے کہ روزمرہ کے استعمال میں آنے والی چیزیں جو ایک پڑوسی دوسرے پڑوسی کو مانگنے پر بلا تکلف دے دیتا ہے اور جن کا نہ دینا باعث خست سمجھا جاتا ہے وہ بھی کسی کو نہیں دیتے۔ سورۂ قلم میں ارشاد ہے:۔ مَنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ۔ (مال کو روکنے والا یعنی بخیل۔)

تو یہ نہ مال کا حق زکوٰۃ دیتے ہیں اور نہ پڑوسی کا حق سمجھ کے اُسے معمولی چیزیں جو عام طور پر مانگنے پر دی جاتی ہیں وہ دیتے ہیں۔ ایسی چیزوں کو دینے سے بخل برتنا اخلاقاً ایک گری ہوئی حرکت سمجھی جاتی ہے۔



۱۰۸

اَلْکَوْثَر

ترتیب تلاوت	۱۰۸	ترتیب نزول	۱۵
مکی / مدنی	مکی	تعداد رکوعات	۱
تعداد آیات	۳	تعداد الفاظ	۱۰
تعداد حروف	۴۷		

○ پہلی آیت میں لفظ الکوثر کو سورت کا نام قرار دیا گیا ہے۔ کیوں کہ اس سورت میں آپ کو خیر کثیر یعنی کوثر عطا کئے جانے کی بشارت دی گئی ہے۔ اس مناسبت سے اس سورت کا نام "الکوثر" رکھا گیا ہے۔

○ سورت کے مضمون سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ مکہ کرمہ کے اس زمانے میں نازل ہوئی ہے جب آپ کے خلاف مخالفتوں کا طوفان پورے شباب پر تھا اور آپ کے دشمن آپ کو بدنام کرنے کے لئے ہر طرح کے حربے استعمال کر رہے تھے۔

○ نبی ﷺ نے جب اللہ کے حکم سے اپنی نبوت کا اعلان کیا تو پوری قوم آپ کے خلاف دشمنی پر آمادہ ہو گئی۔ کہاں تو آپ نبوت سے پہلے ہر دل عزیز تھے، لوگ آپ کو صادق اور امین کہہ کر پکارتے تھے اور اپنے معاملات کے فیصلوں میں آپ پر اعتماد کرتے تھے۔ اور کہاں نبوت کے اعلان کے بعد یہ حالات ہو گئے کہ قوم کی نظر میں آپ کی حیثیت ایک بے کس اور بے یار و مددگار کی سی ہو گئی۔

اس مشکل دور میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دینے اور آپ کی ہمت بندھانے کے لئے متعدد آیتیں نازل فرمائیں۔ سورۂ والضحیٰ میں آپ کو تسلی دی کہ آپ کے لئے بعد کا دور پہلے دور سے بہتر ہوگا اور عنقریب آپ کا رب آپ کو وہ عطا کرے گا جس سے آپ خوش ہو جائیں گے۔

(وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى)

سورۂ الم نشرح میں فرمایا کہ ہم نے تمہارا آوازہ بلند کر دیا۔ تمہارا نام روشن کرنے اور تمہیں نام وری عطا کرنے کا سامان کر دیا۔ (وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔)

آپ کو تسلی دی کہ حالات کی سختیوں سے پریشان نہ ہوں۔ عنقریب یہ مصیبت کا دور ختم ہونے والا ہے اور کامیابیوں کا دور آنے والا ہے۔ (فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا۔)

ایسے ہی مشکل حالات تھے جن میں اللہ تعالیٰ نے سورۂ کوثر نازل کر کے آنحضرتؐ کو تسلی دی اور آپ کے مخالفین کی بربادی کی خبر دی۔

آپ کے مخالف یہ کہتے تھے کہ آپ اپنی قوم سے کٹ کر ایسے ہو گئے ہیں جیسے کوئی درخت اپنی جڑ سے کٹ گیا ہو اور کچھ دن کے بعد وہ سوکھ کر ختم ہو جائے۔

رسول اللہؐ کے سب سے بڑے صاحبزادے حضرت قاسم تھے ان سے چھوٹی آپ کی بیٹی حضرت زینب تھیں۔ پھر ان سے چھوٹے آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ تھے اس کے بعد تین بیٹیاں ام کلثوم، فاطمہ اور رُقیہ تھیں۔

آپ کے بیٹوں میں سب سے پہلے حضرت قاسم کا انتقال ہوا پھر حضرت عبداللہ نے بھی وفات پائی۔ اس صدمے پر ایک شریف انسان کے ساتھ ہمدردی کے بجائے مخالفین نے اپنے کمینے پن کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ کہا کہ محمدؐ کی جڑ کٹ گئی اور ان کے بعد کوئی ان کا نام لیوا نہ رہا۔

مخالفین کا خیال یہ تھا کہ نبوت سے پہلے جو آپ کو مرتبہ حاصل تھا وہ بھی چھن گیا ادھر اولادِ نرینہ نہ رہنے کی وجہ سے آپ ہر طرف سے کٹ کر بے یار و مددگار ہو کر رہ گئے۔

یہ دل شکن حالات تھے جن میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے تین فقروں کی یہ سورت نازل کر کے اپنے رسول کو بشارت دی کہ آپ کو ہم نے بے انتہا اور بے شمار نعمتوں سے نواز دیا ہے ۔۔ ان میں اخلاق کی وہ خوبیاں بھی ہیں جو آپ کو عطا کی گئی ہیں۔ ان میں نبوت قرآن اور علم و حکمت کی وہ عظیم نعمتیں بھی شامل ہیں جن سے آپ کو نوازا گیا ہے۔ ان میں وہ نظام زندگی بھی شامل ہے جو تمام عالم میں پھیل جانے کی طاقت رکھتا ہے اس میں رفع ذکر کی نعمت بھی شامل ہے کہ آپ کا نام نامی دنیا کے ہر گوشے میں بلند ہوگا۔ اس میں وہ نعمت بھی شامل ہے کہ اللہ نے آپؐ کو روحانی اولاد کی صورت میں وہ لوگ عطا کئے جو قیامت تک روئے زمین پر آپ کا نام روشن کرتے رہیں گے۔ آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ سے جسمانی اولاد بھی عطا کی گئی۔ اس خیر کثیر اور بے شمار نعمتوں میں وہ حوضِ کوثر بھی شامل ہے جو قیامت کے روز میدانِ حشر میں آپ کو ملے گی اور وہ نہر کوثر بھی جو جنت میں آپ کو عطا کی جائے گی۔

○ اس خیر کثیر کی بشارت دیتے ہوئے آپ کو شکر کے طور پر نماز اور قربانی کے اہتمام کا حکم دیا گیا ہے اور آپ کو تسلی دی گئی کہ جو لوگ آپ کی دشمنی پر تلے ہوئے ہیں وہ آپ کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے البتہ اپنے آپ کو ہر بھلائی سے محروم کر لیں گے۔

اٰیاتھا ۳	۱۰۸ سُوْرَةُ الْكَوْثَرِ مَكِّيَّةٌ ۱۵	رُکُوْعُھَا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان، رحم کرنے والا ہے۔

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝۱ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝۲

اِنَّآ	اَعْطَيْنٰكَ	الْكَوْثَرَ	فَصَلِّ	لِرَبِّكَ	وَانْحَرْ
بیشک ہم	ہم نے آپ کو عطا کیا	کوثر	پس نماز پڑھ	اپنے رب کے لئے	اور قربانی دے

بیشک ہم نے آپ کو "کوثر" عطا کیا۔ پس اپنے رب کے لئے نماز پڑھیں اور قربانی دیں

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝۳

اِنَّ	شَانِئَكَ	هُوَ	الْاَبْتَرُ
بیشک	آپ کا دشمن	وہ	دم کٹا۔ نامراد

بیشک آپ کا دشمن ہی نامراد ہے

سُوْرَةُ الْكَوْثَرِ مَكِّيَّةٌ اَوْ مَدَنِيَّةٌ
ثَلٰثُ اٰيٰتٍ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(۱) اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ يَا مُحَمَّدُ الْكَوْثَرَ ○ هُوَ نَهْرٌ فِي الْجَنَّةِ اَوْ هُوَ حَوْضُهٗ تَرِدُ عَلَيْهِ اُمَّتُهٗ اَوِ الْكَوْثَرُ الْخَيْرُ الْكَثِيْرُ مِنَ النُّبُوَّةِ وَالْقُرْاٰنِ وَالشَّفَاعَةِ وَنَحْوِهَا

(۲) فَصَلِّ لِرَبِّكَ صَلٰوةَ عِيْدِ النَّحْرِ وَانْحَرْ ○ نُسُكَكَ

(۳) اِنَّ شَانِئَكَ اَيْ مُبْغِضَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ○ اَلْمُنْقَطِعُ عَنْ كُلِّ خَيْرٍ اَوِ الْمُنْقَطِعُ الْعَقِبِ

سورۃ الکوثر مکی ہے یا مدنی اس میں تین آیتیں ہیں۔
بسم اللہ الرحمن الرحیم
شروع اللہ کے نام سے جو بہت بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے۔

(۱) اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ الخ بیشک ہم نے تجھ کو اے محمدؐ کوثر عطا کی جو نہر ہے جنت میں یا کوثر حوض ہے آپ کی، کہ وہاں آپ کی امت آوے گی۔ یا مراد کوثر سے خیر کثیر ہے کہ وہ عطا ہونا پیغمبری کا اور قرآن کا اور شفاعت کبریٰ وغیرہ کا ہے

(۲) سو نماز پڑھ عید الاضحیٰ کی اپنے پروردگار کے لئے اور ذبح کر اپنی قربانی کو

(۳) بے شک جو تجھے دشمن رکھے وہی ہے ہر بھلائی سے جدا اور دُم بُریدہ ہے۔

نَزَلَتْ فِی الْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ سَمَّى النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَبْتَرَ عِنْدَ مَوْتِ ابْنِهِ الْقَاسِمِ

یہ آیت نازل ہوئی عاص بن وائل کے بارے میں کہ اس نے آنحضرت م کا نام ابتر رکھ چھوڑا تھا جب آپ کے فرزند قاسم کی وفات ہوئی۔

تشریح

(۱) نبی م کو عطیہ کوثر نبی م سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد ہوا کہ اے نبی! آپ کو ہم نے کوثر عطا کیا ہے۔ دربار خداوندی سے یہ بابرکت عطیہ کوثر جس کا مطلب ہے خیر کثیر، یعنی انتہا خیر اور بے شمار نعمتیں جن سے اللہ نے آپ کو نوازا۔ وہ نعمتیں آپ کے اخلاق اور اس دین کی بھی ہیں جو آپ کو عطا ہوا ہے۔ اور رفع ذکر کی وہ نعمت بھی کہ آں حضرت م کا نام نامی اللہ کے نام کے ساتھ گوشے گوشے میں بلند ہو رہا ہے۔ اس خیر کثیر میں وہ حوض کوثر بھی شامل ہے جو قیامت کے روز آپ کو عطا ہوگا۔ اور وہ نہر بھی جو جنت میں آپ کو عطا کی جائے گی ـــ یہ عظیم الشان نعمتیں گراں قدر ہونے کے علاوہ آپ کے مخصوص فضائل میں شامل ہیں ـــــــ غرض خیر کثیر میں جو لفظ کوثر کے معنی ہیں تمام دینی دنیوی، حسی اور معنوی نعمتیں شامل ہیں۔ حدیث میں ہے :-

عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ قَالَ فِی الْكَوْثَرِ هُوَ الْخَیْرُ الَّذِیْ اَعْطَاهُ اللّٰهُ اِیَّاهُ قَالَ اَبُوْ بِشْرٍ قُلْتُ لِسَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ فَاِنَّ النَّاسَ یَزْعُمُوْنَ اَنَّهٗ نَهْرٌ فِی الْجَنَّةِ فَقَالَ سَعِیْدٌ اَلنَّهْرُ الَّذِیْ فِی الْجَنَّةِ مِنَ الْخَیْرِ الَّذِیْ اَعْطَاهُ اللّٰهُ اِیَّاهُ۔ (بخاری۔ کتاب التفسیر)

(سعید بن جبیر ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کوثر وہ خیر ہے جو اللہ نے نبی م کو عطا فرمایا ابو بشر (راوی) کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن جبیر سے کہا لوگوں کا خیال ہے کہ وہ جنت کی ایک نہر ہے۔ سعید نے جواب دیا کہ جنت کی نہر اسی خیر میں سے ہے جو اللہ نے آپ کو عطا فرمایا۔)

نبی م نے کوثر کی تشریح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا :-

هُوَ حَوْضٌ تَرِدُ عَلَیْهِ اُمَّتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ (مسلم کتاب الصلوٰۃ)

(وہ ایک حوض ہے جس پر قیامت کے دن میری امت پہنچے گی۔)

نہر کوثر کا مشاہدہ نبی م کو معراج کے موقعہ پر کرایا گیا تھا۔

لَمَّا عُرِجَ بِالنَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَى السَّمَآءِ قَالَ اَتَیْتُ عَلٰى نَهْرٍ حَافَتَاهُ قِبَابُ اللُّؤْلُؤِ مُجَوَّفٌ فَقُلْتُ مَا هٰذَا یَا جِبْرِیْلُ قَالَ هٰذَا الْكَوْثَرُ

(بخاری۔ کتاب التفسیر راوی حضرت انس)

(نبی م جب معراج کے لئے.... آسمان پر تشریف لے گئے تو وہاں) جو کچھ مشاہدہ کیا اس کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا میں ایک نہر پر آیا جس کے دونوں کناروں پر مجوف اندر سے خالی موتیوں کے قبے بنے ہوئے تھے میں نے پوچھا جبرئیل یہ کیا ہے؟ فرمایا یہ کوثر ہے۔)

اور بخاری ہی کی دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں ـــ

هٰذَا الْكَوْثَرُ الَّذِيْ اَعْطَاكَ رَبُّكَ (بخاری الرقاق۔)
(یہ وہ کوثر ہے جو آپ کے رب نے آپ کو عطا کیا ہے۔)

عبداللہ بن عمرو کی روایت ہے آپ نے فرمایا۔ حَوْضِيْ مَسِيْرَةُ شَهْرٍ مَاؤُهُ اَبْيَضُ مِنَ اللَّبَنِ وَرِيْحُهُ اَطْيَبُ مِنَ الْمِسْكِ وَكِيْزَانُهُ كَنُجُوْمِ السَّمَآءِ مَنْ شَرِبَ مِنْهَا فَلَا يَظْمَأُ اَبَدًا (بخاری کتاب الرقاق)
(میرے حوض کا طول (یا عرض) ایک ماہ کی مسافت کے بقدر ہوگا۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور اس کی خوشبو مشک سے بھی زیادہ عمدہ اور اس کے کوزے آسمان کے تاروں کی طرح بکثرت ہوں گے۔ جو اس کا پانی پیئے گا اس کو پھر کبھی پیاس نہ لگے گی۔)

(۲) نماز اور قربانی کے ذریعہ نعمت رب کی شکر گذاری | اس گراں قدر عطیئے سے نوازے جانے پر آپ اپنے رب کا شکر ادا کریں۔ اتنے بڑے انعام واحسان اور اس گراں قدر عطیئے سے نوازے جانے کا شکر یہ ہے کہ آپ اپنی روح، بدن اور مال سے برابر اپنے رب کی عبادت میں لگے رہیں۔ جسمانی اور روحانی عبادت میں نماز سب سے اہم ہے اور مالی عبادت میں قربانی ایک ممتاز حیثیت رکھتی ہے۔ تمہاری نماز اللہ ہی کے لئے ہو اور قربانی بھی اسی کے لئے۔ جیسا کہ ارشاد ہوا۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ٥ (الانعام آیت ۱۶۲-۱۶۳ رکوع ۲۰)
(اے نبی کہہ دو کہ میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ رب العلمین کے لئے ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلے سر اطاعت جھکانے والا ہوں۔)

نماز اور قربانی کا جو حکم نبی ؐ کو دیا گیا ہے وہ آپ کے توسط سے پوری امت کے لئے ہے جس طرح یہ امت کوثر کے عطیئے میں آپ کی شریک ہے کہ قیامت کے دن حوض کوثر سے یہ امت فیض حاصل کرے گی اسی طرح نماز اور قربانی کے حکم میں بھی آپ کے ساتھ یہ امت شریک ہے۔

چناں چہ جب مدینہ طیبہ میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ نے بقر عید کی نماز اور قربانی کا طریقہ جاری کیا تو سورۂ کوثر کے اس حکم فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ کو سامنے رکھتے ہوئے آپ نے حکم دیا کہ عید الاضحیٰ کے روز پہلے نماز پڑھیں اور پھر قربانی کریں۔

نماز اور قربانی جو اللہ کے تقرب کا بہترین ذریعہ ہیں نبی ؐ کو اس سے خاص شغف رہا ہے۔ آپ رات کو اٹھ کر دیر تک نماز میں مشغول رہتے یہاں تک کہ آپ کے پاؤں پر ورم آجاتا۔ بعض صحابہ نے اس کی طرف توجہ دلائی تو آپ نے فرمایا کیا میں اللہ کا شکر گذار بندہ بن کر نہ رہوں؟! (بخاری و مسلم)

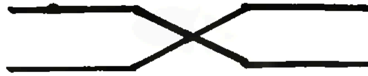
قربانی کے حکم کی تعمیل بھی آپ بڑی رغبت سے کرتے رہے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ نے اپنے دست مبارک سے ترسٹھ اونٹ ذبح کئے۔ مقصد یہ ہے کہ جب تمہارے رب نے تمہیں اتنی کثیر اور عظیم بھلائیاں عطا کی ہیں تو تمہاری عبادت اور قربانی کسی اور کے لئے نہیں صرف اللہ کے لئے ہونی چاہئیں۔

(۳) نامراد آپ کا دشمن ہے | اے نبی ؐ، آپ کا دشمن ابتر اور نامراد ہے۔ آپ نہیں، آپ کا دشمن بے نام و نشان ہے۔ قرآن یہ بات اس وقت کہہ رہا تھا جب آپ ؐ کے دشمن بڑے نامور کامیاب اور سرداری کے مقام پر تھے۔ تجارت کے اجارہ دار اور کعبہ کے منتظم ہونے کی وجہ سے پورے عرب میں ان کی دھاک تھی۔ کہاں تو وہ وقت تھا کہ ۵ھ میں غزوۂ احزاب کے موقع پر قریش عرب کے بہت سے قبیلوں اور یہود کو لے کر مشترکہ طور پر مدینے پر چڑھائی کرنے کے لئے آئے تھے اور حضور ؐ کو شہر کے گرد خندق کھود کر شہر کا بچاؤ کرنا پڑا تھا۔

اور پھر تین سال بعد ۸ھ میں جب آپ نے مکہ فتح کیا تو قریش کا کوئی حامی اور مددگار نہ تھا۔ اور ان کو بے بسی کے ساتھ آپؐ کے سامنے ہتھیار ڈال دینے پڑے تھے۔ فتح مکہ کے ایک سال کے اندر پورا ملک عرب حضورؐ کے ہاتھ میں تھا ملک کے گوشے گوشے سے قبائل کے وفود آ کر بیعت کر رہے تھے اور آپ کے دشمن بالکل بے بس اور بے یار و مددگار ہو کر رہ گئے تھے۔

پھر وہ ایسے بے نام و نشان ہوئے کہ اگر ان کی اولاد دنیا میں باقی بھی رہی تو کوئی اپنے آپ کو ان کی طرف منسوب کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ اس کے برعکس رسول اللہؐ کی آل پر آج دنیا بھر میں درود بھیجا جا رہا ہے۔ کروڑوں مسلمانوں کو آپ کی نسبت پر فخر ہے۔ آپ کا دین، آپ کے آثار صالح، عالم میں چمک رہے ہیں۔ آپ کی یاد نیک نامی اور محبت و عقیدت کے ساتھ کروڑوں انسانوں کے دلوں کو گرما رہی رہے ہے۔ دوست دشمن سب آپ کے بہترین کارناموں کا سچے دل سے اعتراف و اقرار کر رہے ہیں۔ دنیا میں اس مقبولیت اور نیک نامی سے گزر کر آخرت میں جس مقام محمود پر آپ فائز ہوں گے وہ الگ رہا ہے۔

غرض تاریخ نے ثابت کر دیا کہ ابتر حضورؐ نہیں بلکہ آپ کے دشمن ہی تھے اور ہیں۔



۱۰۹

اَلْکٰفِرُوْن

ترتیب تلاوت	۱۰۹	ترتیب نزول	۱۸
مکی / مدنی	مکی	تعداد رکوعات	۱
تعداد آیات	۶	تعداد الفاظ	۲۶
تعداد حروف	۹۹		

- سورت کی پہلی آیت قُلْ یٰاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ o میں لفظ اَلْکٰفِرُوْن سورت کا نام قرار دیا گیا ہے۔
- سورت کے مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورت مکہ مکرمہ کے اس زمانے میں نازل ہوئی ہے جب اسلام اور حضورؐ کی مخالفت زور شور سے جاری تھی۔ مگر مکہ کے بڑے بڑے لوگ یہ امید رکھتے تھے کہ اس کش مکش کو ختم کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی درمیانی راستہ صلح و صفائی کا نکل سکتا ہے۔
- سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اسلام غیر اللہ کی پرستش سے صاف طور پر لاتعلقی اور بے زاری کا اظہار و اعلان کرتا ہے اور دین کو صرف اللہ کے لئے خاص کرتا ہے۔ اس کو صاف طور پر سورۃ الکفرون میں پوری وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے۔ اسلام دین کے معاملے میں کسی مداہنت اور مصالحت کا قائل نہیں ہے۔
- حضرت عبداللہ ابن عباس راوی ہیں کہ قریش کے لوگوں نے رسول اللہؐ سے کہا ہم آپ کو اتنا مال دیئے دیتے ہیں کہ آپ مکے کے سب سے زیادہ دولت مند آدمی بن جائیں ــــــ آپ جس عورت کو پسند کریں اس سے آپ کی شادی کرا دیتے

ہیں —— ہم آپ کے پیچھے چلنے کے لئے تیار ہیں۔ آپ بس ہماری یہ بات مان لیں کہ ہمارے معبودوں کی برائی کرنے سے باز رہیں۔

○ ایک تجویز انھوں نے یہ رکھی کہ ایک سال آپ ہمارے معبودوں کی عبادت کریں اور ایک سال ہم آپ کے معبود کی عبادت کریں۔

○ ولید بن مغیرہ عاص بن وائل، اسود بن مطلب اور امیہ بن خلف رسول اللہ ﷺ سے ملے اور آپ سے کہا اے محمد! آؤ ہم تمہارے معبود کی عبادت کرتے ہیں اور تم ہمارے معبودوں کی عبادت کرو اور ہم اپنے سارے کاموں میں تمہیں شریک کئے لیتے ہیں۔

اس طرح مختلف موقعوں پر ایسی تجویزیں سامنے آتی رہیں جس میں دین کے معاملے میں کچھ دو اور کچھ لو کے طریقے پر مصالحت کی تجویزیں رکھی گئیں۔

لیکن اسلام کا معاملہ بالکل دو ٹوک اور صاف صاف ہے کہ صرف ایک اللہ ہی کی عبادت اور اسی کی اطاعت اور اسی کے سامنے سر جھکانا اور اس میں کسی طرح کی کوئی شرکت کسی اور کی گوارا نہیں ہے —— اللہ تو اس کائنات کے اور انسان کے خالق ہیں وہی بلا شرکت غیرے ہر چیز کے مالک ہیں بندگی صرف انہی کا حق ہے۔ کسی اور کی شرکت کا اس میں کوئی تصور نہیں ہے۔ صرف ایک اور ایک کا ہی ہو جانا اور ہر ایک سے ہٹ کر صرف اس کے قدموں میں اپنے آپ کو ڈال دینا، اپنے آپ کو اس کے سپرد کر دینا یہی دین اسلام کی جوہری تعلیم ہے۔

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

اسی حقیقت کو سمجھانے کے لئے اللہ نے یہ سورت نازل فرمائی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کو یہ سورت اور سورۂ اخلاص بے حد پسند تھیں اور نماز فجر کے فرضوں سے پہلے اور مغرب کے فرضوں کے بعد دو رکعتوں میں آپ اکثر ان کی تلاوت کرتے تھے۔

حضرت خباب کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ جب تم سونے کے لئے اپنے بستر پر لیٹو تو قل یا ایہا الکفرون پڑھ لیا کرو اور حضور کا خود بھی یہی طریقہ تھا۔ اس لئے یہ سورت صاف طور پر دین پر قائم رہنے اور ایک اللہ کی عبادت کرنے کی دعوت دیتی ہے۔

اسلام میں رواداری کا تصور یہ نہیں ہے کہ ناحق اور حق کو ملا دیا جائے۔ اسلام میں رواداری یہ ہے کہ حق کی واضح دعوت دے کر انسانی ضمیر کو آزاد چھوڑ دیا جائے اور اگر وہ حق کو تسلیم نہیں کرتا تو اس کو ماننے پر مجبور نہ کیا جائے۔

اٰیاتُھا ۶	۱۰۹ سُوْرَۃُ الْکٰفِرُوْنَ مَکِّیَّۃٌ ۱۸	رُکُوْعُھَا ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے جو بہت مہربان، رحم کرنے والا ہے۔

قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ ① لَآ اَعْبُدُ مَا

قُلْ	یٰٓاَیُّھَا	الْکٰفِرُوْنَ	لَآ اَعْبُدُ	مَا
کہہ دیجئے	اے	کافرو	میں عبادت نہیں کرتا	جس کی

کہہ دیجئے! اے کافرو، میں عبادت نہیں کرتا جس کی تم

تَعْبُدُوْنَ ② وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ③

تَعْبُدُوْنَ	وَلَآ	اَنْتُمْ	عٰبِدُوْنَ	مَآ اَعْبُدُ
تم عبادت کرتے ہو	اور نہ	تم	عبادت کرنے والے	جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔

پوجا کرتے ہو اور نہ تم عبادت کرنے والے ہو اس کی جس کی میں عبادت کرتا ہوں

سُوْرَۃُ الْکٰفِرُوْنَ مَکِّیَّۃٌ اَوْ مَدَنِیَّۃٌ سِتُّ اٰیَاتٍ نَزَلَتْ لَمَّا قَالَ رَھْطٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَعْبُدُ اِلٰھَنَا سَنَۃً وَنَعْبُدُ اِلٰھَکَ سَنَۃً

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

① قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ ○

② لَآ اَعْبُدُ فِی الْحَالِ مَا تَعْبُدُوْنَ ○ مِنَ الْاَصْنَامِ

③ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ فِی الْحَالِ مَآ اَعْبُدُ ○ وَھُوَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَحْدَہٗ

سورۃ الکفرون مکی ہے یا مدنی اس میں چھ آیتیں ہیں۔

یہ سورت اس وقت نازل ہوئی جب مشرکین کی ایک جماعت نے پیغمبر صاحب سے کہا کہ تو ایک برس ہمارے بتوں کی پرستش کر ہم ایک برس تیرے معبود کی پرستش کریں گے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شروع اللہ کے نام سے جو بہت بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے۔

① قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ الخ۔ اے نبی کہہ دے کہ اے کفار۔

② میں تمہارے بتوں کی عبادت نہیں کرتا۔

③ اور نہ تم اللہ وحدہ کی عبادت کرتے ہو۔

تشریح

① نہ ماننے والوں سے کہہ دو | اسلام کے معنیٰ مان لینے اور تسلیم کر لینے کے ہیں۔ مومن اور مسلم وہ ہے جو دل سے مان لے اور زبان سے اس کا اقرار کرلے کہ ایک اللہ ہی معبود ہے اور اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے اور یہ بات تسلیم کرلے کہ حضرت محمد اللہ کے مقرر کیے ہوئے اس کے سچے رسول ہیں۔

اس کے مقابلے پر جو لوگ اس بات کو نہ مانیں اور اس کا انکار کریں وہ غیر مسلم اور کافر ہیں۔ جو لوگ محمد کو اللہ کا رسول

اور آپ کی لائی ہوئی تعلیم وہدایت کو اللہ کی تعلیم وہدایت نہیں مانتے چاہے وہ یہودی ہوں، نصاریٰ ہوں، مجوسی ہوں یا دنیا بھر کے کافر و مشرک ہوں وہ سب کافر اور نہ ماننے والے ہیں۔

یہ بات علی الاعلان کہہ دو کہ نہ ماننے والوں کی راہ الگ ہے اور اہل ایمان کی راہ الگ۔ اور دونوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے کہ لو، دو کے اصول پر کوئی معاملہ نہیں ہوسکتا۔ دونوں کی راہیں ایک دوسرے سے قطعی الگ ہیں اور ان میں باہم قریب آنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اس لئے یہ بات صاف صاف کہہ دو کہ ......

(۲) میرا معبود الگ ہے تمہارا معبود الگ | میرا معبود صرف اور صرف اللہ ہے۔ میں اسی کی عبادت کرتا ہوں۔ میرا اللہ اور میرا معبود معبودوں کے مجموعے میں ایک معبود نہیں بلکہ وہی تنہا ایک معبود ہے۔ اللہ کی عبادت صرف وہ ہے جس کے ساتھ کسی دوسرے کی عبادت کا شائبہ تک نہ ہو اور جس میں انسان اپنی بندگی کو صرف اللہ ہی کے لئے خالص کردے جیسا کہ سورۃ بینہ میں ارشاد ہوا۔

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ ۝ (آیت ۵)

(لوگوں کو اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ وہ بالکل یکسو ہو کر اپنے دین کو اللہ کے لئے خالص کر کے اس کی عبادت کریں)

اللہ کی پرستش کے سلسلے میں نبی کا موقف کیا تھا اس کا بیان سورۃ یونس میں ہے۔ فرمایا:۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِىْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِىْ فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِىْ يَتَوَفّٰىكُمْ ۔ (آیت ۱۰۴)

(کہو اے لوگو! اگر تم میرے دین کے معاملے میں شک میں ہو تو سن لو کہ میں ان کی پرستش نہیں کرتا جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر پرستش کرتے ہو۔ بلکہ صرف اللہ کی پرستش کرتا ہوں جو تمہاری روح قبض کرتا ہے۔)

(۳) جن صفات کے معبود کی عبادت میں کرتا ہوں ان صفات کے معبود کی عبادت کرنے والے تم نہیں ہو۔ | اگرچہ اس وقت کے لوگ بھی خدا کے قائل تھے اور آج بھی قائل ہیں اور اس کی پرستش سے بھی انکار نہ تھا اور نہ آج ہے مگر جو بات ان پر اور آج کے لوگوں پر واضح کی جارہی ہے اور کرنی ہے وہ یہ ہے کہ میرا معبود جن صفات کا حامل ہے ان صفات کے معبود کی عبادت کرنے والے تم نہیں ہو۔ نہ میرا خدا وہ ہے جس کی پرستش کے ساتھ دوسری کوئی پرستش جمع ہوسکتی ہو۔ نہ میرا خدا وہ ہے جو چھ دن میں دنیا پیدا کرنے کے بعد اسے ساتویں دن آرام کرنے کی ضرورت پیش آئے۔ نہ میرا خدا وہ ہے جس کا ایک نسل کے لوگوں سے کوئی خاص رشتہ ہو۔ نہ میرا خدا وہ ہے جو اکلوتے بیٹے کا باپ ہو، نہ میرا خدا وہ ہے جس کے یہاں بیٹیاں ہی بیٹیاں پیدا ہوتی ہوں۔ نہ میرا خدا وہ ہے جو زمین پر انسانی جسم میں رہ کر انسانوں جیسے کام کرتا ہے۔

جن صفات کے خدا کو تم مانتے ہو یہ تمہاری خام خیالی ہے کہ تم اپنے آپ کو خدا کے پرستار سمجھتے ہو حقیقت سے اس کا کوئی تعلق ہے۔ اسی لئے آیت میں جو لفظ آیا ہے وہ ہے وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں یہاں مَا لاکر دراصل اس کی صفات کے بارے میں اشارہ کیا گیا ہے جب ذات کے بارے میں تعارف حاصل کرنا ہو تو کہا جاتا ہے کہ مَنْ هٰذَا ؟ یہ صاحب کون ہیں۔ اور جب صفات کے بارے میں معلوم کرنا ہو تو کہا جاتا ہے مَا هٰذَا ؟ ان کی صفات کیا ہیں۔ اور جن صفات کا حامل میرا خدا ہے اور جن کی میں پرستش کرتا ہوں ان صفات کے حامل خدا کی پرستش تم نہیں کرتے۔

وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ﴿۴﴾ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ

وَلَآ	اَنَا عَابِدٌ	مَّا عَبَدْتُّمْ	وَلَآ اَنْتُمْ	عٰبِدُوْنَ
اور نہ	میں عبادت کرنے والا	جس کی تم عبادت کرتے ہو	اور نہ تم	عبادت کرنے والے

اور نہ میں عبادت کرنے والا ہوں جس کی تم پوجا کرتے ہو اور نہ تم عبادت کرنے والے ہو

مَآ اَعْبُدُ ﴿۵﴾ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ﴿۶﴾ ع

مَآ اَعْبُدُ	لَكُمْ	دِيْنُكُمْ	وَلِيَ	دِيْنِ
جس کی میں عبادت کرتا ہوں	تمہارے لئے	تمہارا دین	اور میرے لئے	میرا دین

جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ تمہارے لئے تمہارا دین میرے لئے میرا دین

﴿۴﴾ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ فِی الْاِسْتِقْبَالِ مَّا عَبَدْتُّمْ ○

﴿۴﴾ اور نہ آئندہ میں تمہارے بتوں کو پوجوں۔

﴿۵﴾ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ فِی الْاِسْتِقْبَالِ مَآ اَعْبُدُ ○ عَلِمَ اللّٰہُ مِنْھُمْ اَنَّھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ وَاِطْلَاقُ مَا عَلَی اللّٰہِ عَلٰی جِھَةِ الْمُقَابَلَةِ۔

﴿۵﴾ اور نہ تم معبود برحق کی پرستش کرو۔ اللہ کو معلوم ہو گیا کہ وہ ایمان نہ لاویں گے

﴿۶﴾ لَكُمْ دِيْنُكُمْ الشِّرْكُ وَلِيَ دِيْنِ ○ اَلْاِسْلَامُ وَھٰذَا قَبْلَ اَنْ یُّؤْمَرَ بِالْحَرْبِ وَحَذَفَ یَاءَ الْاِضَافَةِ السَّبْعَةُ وَقْفًا وَّوَصْلًا وَاَثْبَتَھَا یَعْقُوْبُ فِی الْحَالَیْنِ۔

﴿۶﴾ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ تمہارے لئے تمہارا دین یعنی کفر اور شرک۔ اور میرے واسطے میرا مذہب اسلام ہے۔ (یہ حکم امر جہاد سے پہلے تھا۔)

تشریح

﴿۴﴾ اور نہ میں آئندہ ان کی عبادت کرنے والا ہوں جن کی تم نے عبادت کی اس سورت کی آیت ۲ میں ارشاد ہوا تھا کہ میں ان کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ اور مذکورہ آیت میں فرمایا کہ میں ان کی عبادت کرنے والا نہیں ہوں اور نہ آئندہ کروں گا جن کی عبادت تم نے کی ہے یعنی تمہارے معبود جو ہر دور میں بدلتے رہے ہیں اور بدلتے رہتے ہیں یا زمانۂ ماضی میں تمہارے آباء و اجداد جن کی عبادت کرتے رہے ہیں ان سب معبودوں سے میں بری ہوں اور میرا یہ کام نہیں ہے کہ ایسے معبودوں کی عبادت کا خیال تک اپنے دل میں لاؤں۔

﴿۵﴾ نہ تم اس معبود واحد کی عبادت کرنے والے ہو جس کی عبادت میں کرتا ہوں نہ تم ان صفات کے معبود واحد کی عبادت کرنے والے نظر آتے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ میرے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ جن جن کو تم نے اور تمہارے اسلاف نے پوجا ہے میں ان کا پجاری بن جاؤں

چنانچہ سورۂ زمر میں انتہائی سخت الفاظ میں کہا گیا۔ قُلْ أَفَغَيْرَ اللهِ تَأْمُرُوْنِّيْ أَعْبُدُ أَيُّهَا الْجَاهِلُوْنَ ۔ (آیت ۶۴)
(کہو اے جاہلو! پھر کیا تم مجھ سے مطالبہ کرتے ہو کہ میں اللہ کے سوا کسی اور کی پرستش کروں؟)
اس طرح صاف طور پر بتا دیا گیا کہ آئندہ کے لئے بھی مجھ سے یہ توقع مت رکھنا کہ میں اس معاملہ میں کوئی نرمی یا لچک پیدا کروں گا۔ میں ہمیشہ کے لئے تمہارے معبودوں سے اپنی بے زاری کا اعلان کرتا ہوں ـــــ اور تم کو بہت سے معبودوں کی بندگی چھوڑ کر ایک معبود واحد کی عبادت اختیار کرنے سے جو چڑ ہے اس کی بنا پر تم سے یہ توقع نہیں ہے کہ اپنی اس غلط عبادت سے باز آجاؤ گے اور اس کی عبادت کرنے والے بن جاؤ گے جس کی عبادت میں کرتا ہوں۔ سورۂ یونس میں ارشاد ہوا۔
وَإِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ أَنْتُمْ بَرِيْئُوْنَ مِمَّا أَعْمَلُ وَأَنَا بَرِيْءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ (آیت ۴۱)
(اور اگر یہ تمہیں جھٹلاتے ہیں تو کہہ دو کہ میرا عمل میرے لئے اور تمہارا عمل تمہارے لئے۔ میں جو کچھ کرتا ہوں اس سے تم بری ہو اور تم جو کچھ کرتے ہو اس سے میں بری ہوں۔)
غرض میرے اور تمہارے درمیان نہ معبود میں اشتراک ہے اور نہ طریق عبادت میں ـ تم بتوں کو پوجتے ہو وہ میرے معبود نہیں۔ میں اس خدا کو پوجتا ہوں جس کی شان اور صفت میں کوئی شریک نہیں۔ ایسا خدا تمہارا معبود نہیں۔ تم جس طرح عبادت کرتے ہو مثلاً ننگے ہو کر کعبے کے گرد ناچنا یا اللہ کے ذکر کے بجائے سیٹیاں اور تالیاں بجانا میں اس طرح کی عبادت کرنے والا نہیں لہٰذا میرا اور تمہارا راستہ بالکل الگ الگ ہے۔

(۶) میرا دین الگ تمہارا دین الگ میں تمہارے معبودوں کا پرستار نہیں اور تم میرے معبود کے پرستار نہیں۔ تمہارے معبودوں کی بندگی میں نہیں کر سکتا اور تم میرے معبود کی بندگی کے لئے تیار نہیں ہو اس لئے میرا اور تمہارا راستہ کبھی ایک نہیں ہو سکتا۔ جب پرستش کے معاملے میں جو اللہ سے تعلق کی اصل بنیاد ہے میرے اور تمہارے درمیان کوئی اشتراک نہیں ہے تو دونوں کا دین ایک طرح کا کیسے ہو سکتا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے بس دو ہی دین قرار دیئے ہیں ایک دین حق دوسرے دین باطل۔
حضرت ابراہیمؑ نے بڑی بے باکی کے ساتھ اپنی قوم سے برأت کا اعلان کیا تھا جس کو قرآن نے اہل ایمان کے لئے اسوۂ حسنہ قرار دیا ہے۔ ارشاد ہوا۔
قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْ إِبْرَاهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهُ ۚ إِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللهِ وَحْدَهٗ ۔ (الممتحنہ آیت ۴)
(تمہارے لئے ابراہیم اور اس کے ساتھیوں میں ایک اچھا نمونہ ہے جب انھوں نے اپنی قوم سے کہا ہم تم سے اور جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو ان سے بالکل بری ہیں ہم نے تم سے کفر کیا اور ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لئے عداوت اور نفرت ہو گئی جب تک تم اللہ واحد پر ایمان نہ لاؤ۔)



۱۱۰

النَّصْرُ

ترتیب تلاوت	۱۱۰	ترتیب نزول	۱۱۴
مکیّ / مدنی	مدنی	تعداد رکوعات	۱
تعداد آیات	۳	تعداد الفاظ	۱۹
تعداد حروف	۸۱		

○ اِس سورت کی پہلی آیت اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ میں لفظ "نصر" کو سورت کا عنوان قرار دیا گیا ہے کیوں کہ اس میں اللہ کی نصرت اور اس کی مدد کا ذکر ہوا ہے۔

○ مدینہ طیبہ میں قرآن کی جو آیات اور سورتیں نازل ہوئیں ان میں یہ آخری مکمل سورت نازل ہوئی ہے یعنی اس کے بعد کوئی مکمل سورت آپؐ پر نازل نہیں ہوئی۔

آخری نازل ہونے والی وحی یا تو سورۂ مائدہ کی آیت ۳ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا تھی یا سورۂ بقرہ کی آیت ۲۸۱ وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ۵ تھی۔

○ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ سورۃ النصر حجۃ الوداع کے موقع پر منیٰ کے مقام پر نازل ہوئی۔

جب یہ سورت نازل ہوئی تو حضرت ابو بکر صدیق رضؓ سمجھ گئے کہ اب رسول اللہ ﷺ زیادہ دیر ہمارے درمیان نہیں رہیں گے۔

خود حضور ﷺ نے فرمایا اس سورت میں میری وفات کی خبر دے دی گئی ہے چنانچہ اس سورت کے نزول کے تین ماہ بعد حضور ﷺ اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ اس سورت میں اشارہ کردیا گیا کہ جب عرب میں اسلام کا غلبہ ہوگیا اور لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے لگے تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ وہ کام مکمل ہوگیا جس کے لئے حضرت محمد ﷺ کو بھیجا گیا تھا۔

○ اس سورت میں نبی ﷺ کی بعثت کے مقاصد کی تکمیل کا اعلان کیا گیا ہے۔

نبی ﷺ نے تیئس ۲۳ سال کی مختصر مدت میں ایک پوری قوم کے عقائد و افکار، عادات و اخلاق، تمدن و تہذیب معاشرت و معیشت ہر چیز کو بدل ڈالا اور جہالت میں ڈوبی ہوئی قوم کو اقوام عالم کا امام بنادیا۔ اتنا بڑا کارنامہ انجام پانے کے بعد اللہ کی طرف سے حکم ہوتا ہے کہ وہ اللہ کی تعریف اس کی حمد و ثنا اس کی تسبیح اور اس سے مغفرت کی دعا کرنے میں مشغول ہوجائے۔

چنانچہ حضور ﷺ کا معمول تھا کہ اس کے بعد آپ بکثرت اٹھتے بیٹھتے اللہ کی حمد فرماتے استغفار کرتے اور آخرت کے لئے محنت و ریاضت کرنے میں پوری شدت کے ساتھ مشغول ہوگئے۔



آیاتہا ۳	۱۱۰ سُوْرَةُ النَّصْرِ مَدَنِيَّةٌ ۱۱۴	رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان، رحم کرنے والا ہے۔

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۙ ①

وَالْفَتْحُ	نَصْرُ + اللّٰهِ	اِذَا جَآءَ
اور فتح	اللہ کی مدد	جب آجائے

جب اللہ کی مدد آجائے اور فتح (ہوجائے)

سُوْرَةُ النَّصْرِ مَدَنِيَّةٌ
ثَلٰثُ اٰيَاتٍ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

① اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰٓى اَعْدَآئِهٖ وَالْفَتْحُ ۝ فَتْحُ مَكَّةَ

سورۃ نصر مدنی ہے اس میں تین آیتیں ہیں
بسم اللہ الرحمن الرحیم

شروع اللہ کے نام سے جو بہت بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے۔

① اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۙ جب اللہ کی مدد آجاوے کہ اللہ کے پیغمبر کو دشمنوں پر غلبہ ہو اور مکہ فتح ہوجاوے۔

تشریح

① اللہ کی مدد، حق کی فتح اور اسلام کا غلبہ | اللہ کی نصرت کا ظہور حق کے غلبہ کی شکل میں ہوتا ہے اور اللہ تعالٰی نے اپنے رسولوں سے ان کا وعدہ فرمایا ہے چنانچہ سورۂ مومن میں ارشاد ہے۔

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ (آیت ۵۱)

(یقیناً ہم اپنے رسولوں کی اور ایمان لانے والوں کی اس دنیا میں بھی مدد کرتے ہیں اور اس دن بھی کریں گے جب کہ گواہ کھڑے ہوں گے۔)

جب حق و باطل کی کش مکش آخری مرحلے میں داخل ہوتی ہے اس وقت اس مدد کا ظہور ہوتا ہے۔ فتح مکہ کا واقعہ رمضان ۸ھ (مطابق جنوری ۶۳۰ء) میں پیش آیا۔ اور یہ فتح اس لحاظ سے فیصلہ کن تھی کہ اس نے مشرکین عرب کی ہمتیں پست کردیں۔ طائف اور حنین کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ فتح مکہ کے بعد بھی مخالفین میں کچھ نہ کچھ دم خم باقی تھا مگر دو سال نہ گزرے تھے کہ پورے عرب پر اسلام مکمل طور پر غالب آگیا۔ ۹ھ کے شروع میں مختلف قبیلوں کے وفود رسول اللہ ؐ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور اسلام قبول کرکے آپ کے دست مبارک پر بیعت کرنے لگے۔ یہاں تک کہ ۱۰ھ میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے لیے تشریف لے گئے اس وقت پورا عرب اسلام کے زیر نگیں ہوچکا تھا۔

وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِىْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۙ ﴿۲﴾

وَرَاَيْتَ	النَّاسَ	يَدْخُلُوْنَ	فِىْ	دِيْنِ اللّٰهِ	اَفْوَاجًا
اور آپ دیکھیں	لوگ	داخل ہو رہے ہیں	میں	اللہ کا دین	فوج در فوج

اور آپ دیکھیں لوگ داخل ہو رہے ہیں اللہ کے دین میں فوج در فوج

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ؔ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ﴿۳﴾ ع

ع ۳ ۲۵

فَسَبِّحْ	بِحَمْدِ	رَبِّكَ	وَاسْتَغْفِرْهُ	اِنَّهٗ	كَانَ	تَوَّابًا
پس پاکی بیان کریں	تعریف کے ساتھ	اپنا رب	اور بخشش طلب کیجئے اس سے	بیشک وہ	ہے	بڑا توبہ قبول کرنے والا

پس اپنے رب کی تعریف کے ساتھ پاکی بیان کریں اور اس سے بخشش طلب کریں بیشک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے

﴿۲﴾ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِىْ دِيْنِ اللّٰهِ اَىِ الْاِسْلَامِ اَفْوَاجًا جَمَاعَاتٍ بَعْدَ مَا كَانَ يَدْخُلُ فِيْهِ وَاحِدٌ وَاحِدٌ وَذٰلِكَ بَعْدَ فَتْحِ مَكَّةَ جَاءَ الْعَرَبُ مِنْ اَقْطَارِ الْعَرَبِ طَائِعِيْنَ

﴿۲﴾ اور اے محمدؐ تو لوگوں کو دیکھے کہ دین اسلام میں جماعت جماعت داخل ہو رہے ہیں بعد اس کے کہ وہ تنہا تنہا داخل ہوتے تھے

اور یہ امر فتح مکہ کے بعد ہوا کہ تمام عرب روئے زمین سے فرماں بردار ہو کر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

﴿۳﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ اَىْ مُتَلَبِّسًا بِحَمْدِهٖ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝ وَكَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ نُزُوْلِ هٰذِهِ السُّوْرَةِ يُكْثِرُ مِنْ قَوْلِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ وَعَلِمَ بِهَا اَنَّهٗ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهٗ وَكَانَ فَتْحُ مَكَّةَ فِىْ رَمَضَانَ سَنَةَ ثَمَانٍ وَتُوُفِّىَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ رَبِيْعِ الْاَوَّلِ سَنَةَ عَشْرٍ

﴿۳﴾ پس پاکی بیان کر اپنے رب کی حمد کرنے والا اور اس سے بخشش چاہ

بے شک وہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد نازل ہونے اس سورت کے اکثر کہتے تھے "سبحان اللہ وبحمدہٖ استغفر اللہ واتوب الیہ"۔

اور آپ نے اس سے جانا کہ میری موت قریب آئی

چنانچہ فتح مکہ رمضان ۸ھ میں واقع ہوا اور آپ کی وفات ربیع الاول ۱۰ھ میں۔

تشریح

② اسلام میں فوج در فوج داخلہ فتح مکہ کا اثر پورے عرب پر پڑا کیوں کہ مکہ معظمہ حقیقت میں زمین پر اسلام کا دارالسلطنت ہے اس کی فتح پر سارے عرب کی نظریں لگی ہوئی تھیں۔ حضور ؐ اپنے دس ہزار جاں باز ساتھیوں کو لے کر مدینہ سے روانہ ہوئے اور بغیر کسی قابل ذکر مزاحمت کے مکہ میں داخل ہوئے اور اعلان فرمادیا کہ جو شخص بھی ہتھیار ڈال دے گا اس کو امن دیا جائے گا۔ جو لوگ اسلام دشمنی میں پیش پیش رہے تھے ان کو بھی آپ نے عام طور سے معاف فرمادیا۔ اس موقع پر کتنے ہی لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ قریش نے خانہ کعبہ میں ۳۶۰ بت بٹھار کھے تھے نبی ؐ نے اس نجاست سے خانہ کعبہ کو پاک کیا۔ بتوں کو لکڑی سے گراتے جاتے اور یہ پڑھتے جاتے،

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا (بنی اسرائیل - ۸)

(حق آگیا اور باطل مٹ گیا اور باطل مٹنے ہی کے لئے تھا)

ان بتوں میں سب سے بڑا بت ہبل تھا۔ بتوں کے پوجنے والے جنگ کے موقع پر "ہبل کی جے" پکارتے تھے آج ہبل بھی ڈھیر ہوا پڑا تھا۔ نبی ؐ نے اس فتح یابی پر نماز شکرادا کی اور اعلان فرمایا،

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ، صَدَقَ وَعْدَهٗ، وَنَصَرَ عَبْدَهٗ، وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ۔ (ابوداؤد۔ کتاب الدّیات)

(اللہ جس کے سوا کوئی الٰہ نہیں، اس نے اپنا وعدہ سچا کیا، اپنے بندے کی مدد کی اور تمام جتھوں کو تنہا شکست دی۔)

۹ھ اور ۱۰ھ میں بکثرت وفود نے نبی ؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر قبول اسلام کا اعلان کیا اور اجتماعی شکل میں لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے لگے۔ جس دین کے لئے قریش اکیس [۲۱] سال تک رکاوٹیں پیدا کرتے رہے وہ دو سال کے اندر عرب کے گوشے گوشے میں پھیل گیا۔ یہاں تک کہ اس زمین پر کوئی مشرک باقی نہ رہا گویا فتح مکہ اس زبردست انقلاب کی تمہید تھا۔

③ غلبۂ دین کی نعمت پر اللہ کا شکر ادا کیجیے ایسی عظیم کامیابی اور ایسا زبردست غلبہ حاصل ہو جانے کے بعد قرآن نے جشن منانے کا حکم نہیں دیا بلکہ بارگاہ خداوندی میں شکر و بندگی کا نذرانہ پیش کرنے کا حکم دیا اور یہی فرق ہے ایک نبی اور ایک عام دنیوی رہنما کے درمیان۔ کسی دنیوی رہنما کو اگر اپنی زندگی ہی میں وہ انقلاب عظیم برپا کرنے میں کامیابی نصیب ہو جائے جس کے لئے وہ کام کرنے کے لئے اٹھا ہو تو اس کے لئے یہ جشن منانے اور اپنی قیادت پر فخر کرنے کا موقع ہوتا ہے۔ لیکن ہم یہاں اللہ کے پیغمبر کو دیکھتے ہیں کہ ایسا عظیم کارنامہ ان کے ذریعہ انجام پانے کے بعد انہیں جشن منانے کا نہیں بلکہ اللہ کی حمد اس کی تسبیح کرنے اور اس سے مغفرت کی دعا کرنے کا حکم دیا جاتا ہے اور وہ پوری عاجزی کے ساتھ اس حکم کی تعمیل میں لگ جاتا ہے۔ اور اس کو بتایا جاتا ہے کہ اس عظیم کامیابی کے متعلق تمہارے دل میں یہ خیال نہ آئے کہ یہ تمہارے اپنے کمال کا نتیجہ ہے بلکہ اس کو سراسر اللہ کا فضل و کرم سمجھو اور اس کا شکر ادا کرو۔ کیوں کہ اہل ایمان کا اصل نصب العین اپنے رب کو پانا ہے اور اس کے لئے اپنی سانس تک سعی و عمل کرنا ہے۔ غلبۂ دین کی جدوجہد کے مرحلے میں بھی اور اس کی تکمیل کے بعد بھی۔ اس لئے اس کو اللہ کا احسان سمجھو کہ اس نے یہ خدمت تم سے لی اور تمہارے ہاتھوں اپنے دین کا بول بالا کر دیا۔

ع
منت منہ کہ خدمتِ سلطاں ہمی کنم
منتِ اوشناس کہ بخدمت بداشت است

" یہ احسان مت رکھو کہ میں بادشاہ کی خدمت کر رہا ہوں۔ اس کا احسان سمجھو کہ اس نے تمہیں خدمت کا موقع دیا ہے۔"
کسی خدمت کے انجام پانے یا کسی فتح و کامرانی کے حاصل ہو جانے پر اسے اللہ کا فضل اور اس کی توفیق کا نتیجہ سمجھیں اور اس کی حمد و تسبیح کریں کہ تعریف کا مستحق وہی ہے۔

ادب یہ سکھایا گیا کہ کسی انسان سے اللہ کے دین کی خواہ کیسی ہی بڑی سے بڑی خدمت انجام پائی ہو اس کی راہ میں خواہ کتنی ہی قربانیاں اس نے دی ہوں اور اس کی عبادت و بندگی بجا لانے میں خواہ کتنی ہی جاں فشانیاں اس نے کی ہوں اس کے دل میں یہ خیال نہ آنا چاہئے کہ میرے اوپر میرے رب کا جو حق تھا وہ میں نے پورا کا پورا ادا کر دیا ہے۔ بلکہ اسے ہمیشہ یہی سمجھنا چاہئے کہ جو کچھ مجھے کرنا چاہئے تھا وہ میں نہیں کر سکا۔

ے جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

ایسے موقعہ پر اہل ایمان کا رویہ یہی ہونا چاہئے اور انھیں ان طریقوں سے احتراز کرنا چاہئے جو ان کے اندر احساس بندگی کے بجائے احساس برتری پیدا کرنے والے ہوں۔
چناں چہ حدیث میں ہے کہ اس سورت کے نازل ہونے کے بعد آپ رکوع و سجود میں بکثرت یہ پڑھا کرتے تھے
سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ۔ (بخاری کتاب التفسیر)
(پاکی تیرے ہی لئے ہے، اے اللہ ہمارے رب، میں تیری حمد کے ساتھ تیری پاکی بیان کرتا ہوں، خدایا میری مغفرت فرما۔)

بے شک اللہ تعالیٰ بڑے توبہ قبول کرنے والے ہیں ـــ یعنی جب بندہ اس کی طرف رجوع کرتا ہے تو وہ بندے کی طرف اپنی مہربانیوں کے ساتھ متوجہ ہو جاتے ہیں اور اس پر اپنی نظر عنایت فرماتے ہیں۔

○ بلاشبہ دین حق غالب آیا، کعبے کی پاسبانی اہل ایمان کے سپرد ہوئی، کعبہ اہل توحید کا مرکز بنا۔ اسلام کا پرچم بلند ہوا لیکن حضرت عباسؓ دھاڑیں مار مار کر رو دیئے کہ حضورؐ کی جدائی کا وقت شاید قریب ہے اور سورۂ نصر میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

یہ سورت حضورؐ کے آخری عمر میں نازل ہوئی اور اس کے بعد حجۃ الوداع میں مشہور آیت اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ نازل ہوئی اور اس کے اسّی دن کے بعد سرکار دو عالمؐ نے اپنے رفیق اعلیٰ کی طرف رحلت فرمائی۔
تعلیمات اسلام کے دونوں چشمے نزول وحی اور نبوت کا سلسلہ ختم ہوا۔ لیکن فہم قرآن، فیوض قرآن اور سیرت اقدس کے فیوض و برکات ایمان والوں کے لئے عام ہیں اور دین و دنیا کی فتح و نصرت اسی سے ہے۔



ترتیب تلاوت	۱۱۱	ترتیب نزول	۶
مکی / مدنی	مکی	تعداد رکوعات	۱
تعداد آیات	۵	تعداد الفاظ	۲۴
تعداد حروف	۸۱		

○ **سورت** کی پہلی آیت میں لفظ لَهَبٍ کو سورت کا نام قرار دیا گیا ہے۔

○ **یہ** سورت مکہ مکرمہ کے آخری زمانے میں نازل ہوئی ہے کیوں کہ سورت میں ابولہب کے کردار کی مذمت کی گئی ہے جو حضرت محمدؐ کا حقیقی چچا تھا۔ اور یہ مذمت اسی وقت ہوئی ہے جب وہ اسلام کی اور حضورؐ کی دشمنی میں حد سے گزر گیا۔

○ **ابولہب** کا اصل نام عبدالعزّٰی تھا جس کے معنیٰ ہیں عُزّٰی دیوی کا بندہ ـ ابولہب اس کی کنیت تھی کیوں کہ اس کا رنگ بہت چمکتا ہوا سرخ و سفید تھا ـ عربی میں لہب کے معنی آتے ہیں آگ کا شعلہ اور ابولہب کا مطلب ہوا "شعلہ رو" یہ اپنے اصل نام عبدالعزّٰی کے بجائے اپنی کنیت ابولہب سے زیادہ مشہور تھا۔ اس کے والد عبدالمطلب تھے جو حضورؐ کے حقیقی دادا تھے ۔آپ کے والد عبداللہ اور ابولہب دونوں ایک ہی باپ عبدالمطلب کے بیٹے تھے ۔

○ یہ بات سمجھنے کی ہے کہ قرآن مجید میں صرف یہی ایک جگہ ہے جہاں اسلام کے دشمنوں میں سے کسی کا نام لے کر اس کی مذمت

کی گئی ہے۔ حالاں کہ مکہ میں بھی اور ہجرت کے بعد مدینہ میں بھی بہت سے لوگ تھے جو اسلام دشمنی میں ابو لہب سے کسی طرح کم نہ تھے مگر قرآن نے کہیں بھی ان کا نام لے کر ان کی مذمت نہیں کی۔ پھر کیا وجہ ہے کہ خاص طور پر ابو لہب کا نام لے کر اس کی مذمت میں ایک مستقل سورت قرآن میں نازل ہوئی ہے اس کو سمجھنے کے لئے اس وقت کے عرب معاشرے کو سمجھنا ضروری ہے۔

○ عرب میں یوں کہ عام طور پر بد امنی تھی۔ ہر طرف لوٹ مار اور غارت گری کا بازار گرم تھا اس لئے اپنے جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کے لئے اپنے خاندان اور خونی رشتہ داروں کی حمایت کی ضرورت ہوتی تھی۔

اس لئے عرب معاشرے میں رشتہ داروں کی حمایت کرنے کی بڑی اہمیت تھی ـــــ عرب کی ان ہی روایات کی وجہ سے حضرت محمدؐ کے خاندان بنی ہاشم اور ہاشم کے بھائی مُطّلب کی اولاد نے آپ کی حمایت کی اور وہ لوگ بھی جو آپؐ کی نبوت پر ایمان نہیں لائے تھے صرف رشتے داری کی وجہ سے آپ کی حمایت کرتے رہے۔

چناں چہ جب نبوت کے ساتویں سال شعب ابی طالب میں آپ کو نظر بند کر دیا گیا اور آپؐ کا بائیکاٹ کیا گیا تو آپ کے خاندان والوں نے اس وقت بھی آپ کا ساتھ نہیں چھوڑا ـــــ اس وقت بھی ابو لہب نے خاندان کا ساتھ دینے کے بجائے کفار قریش کا ساتھ دیا۔

○ حضرت محمدؐ کے والد حضرت عبداللہ کا بچپن میں انتقال ہو چکا تھا۔ ابو لہب آپ کا چچا تھا اور چچا کو باپ کے بعد باپ کی جگہ سمجھا جاتا تھا۔ لیکن پورے خاندان میں یہ اکیلا شخص ابو لہب تھا جس نے اسلام دشمنی میں عرب کی ان تمام روایات کو پامال کر دیا۔

○ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمدؐ کو نبوت عطا کی اور آپ کو یہ ہدایت اور حکم ہوا کہ اَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَکَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ (اپنے قریب ترین عزیزوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیں۔) تو آپ صبح سویرے کوہ صفا پر چڑھے اور بلند آواز سے پکارا "یا صباحاہ" (ہائے صبح کی آفت) عرب میں یہ صدا وہ شخص لگاتا تھا جو صبح کے جھٹ پٹے میں کسی دشمن کو اپنے قبیلے پر حملہ کرنے کے لئے آتے دیکھ لیتا تھا۔

حضورؐ کی یہ آواز سن کر لوگوں نے پوچھا کہ یہ کون پکار رہا ہے۔ بتایا گیا کہ یہ محمدؐ کی آواز ہے۔ اس پر قریش کے خاندانوں کے لوگ آپ کی طرف دوڑ پڑے۔ جو خود آ سکتا تھا وہ خود آیا جو نہ آ سکتا تھا اس نے اپنی طرف سے کسی کو بھیج دیا۔ جب سب جمع ہو گئے تو آپ نے قریش کے ایک ایک خاندان کا نام لے کر پکارا اے بنی ہاشم، اے بنی عبدالمطلب اے بنی فہر، اے بنی فلاں، اے بنی فلاں! اگر میں تمہیں یہ بتاؤں کہ پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر تم پر حملہ کرنے کے لئے تیار ہے، تو کیا تم میری بات کو سچ مانو گے؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں ہمیں تم سے کبھی جھوٹ کا تجربہ نہیں ہوا۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں تمہیں خبردار کرتا ہوں کہ آگے سخت عذاب آ رہا ہے ـــ اس پر، کہ اس سے پہلے کوئی اور بولتا حضورؐ کے چچا ابو لہب نے کہا تَبًّا لَّکَ اَلِھٰذَا جَمَعۡتَنَا ـ؟ (تیرا ستیاناس ـ کیا اسی لئے تو نے ہمیں جمع کیا تھا؟) ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ اس نے پتھر اٹھایا تاکہ رسول اللہؐ پر کھینچ مارے ـــ سورۂ لہب میں ارشاد ہوا۔ تَبَّتۡ یَدَاۤ اَبِیۡ لَہَبٍ وَّ تَبَّ ۝ (ٹوٹ گئے ابو لہب کے ہاتھ اور ـ نامراد ہو گیا وہ ـ)

○ مکے میں ابو لہب حضور کا قریب ترین پڑوسی تھا دونوں کے گھروں کے درمیان ایک دیوار تھی۔ یہ لوگ گھر میں حضورؐ کو چین نہیں لینے دیتے تھے۔ کبھی صحن میں کھانا پک رہا ہوتا تو یہ ہنڈیا پر غلاظت پھینک دیتے

ابو لہب کی بیوی ام جمیل ابو سفیان کی بہن تھی۔ یہ راتوں کو آپ کے گھر کے دروازے پر خار دار جھاڑیاں لا کر ڈال دیتی ـ تاکہ صبح سویرے جب آپؐ یا آپ کے بچے باہر نکلیں تو کانٹے چبھ جائیں۔

◯ نبوت سے پہلے آپؐ کی دو صاحبزادیاں ابولہب کے دو بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے بیاہی ہوئی تھیں۔ نبوت کے بعد جب حضورؐ نے اسلام کی طرف دعوت دینی شروع کی تو اس شخص نے اپنے دونوں بیٹوں سے کہا میرے لئے تم سے ملنا حرام ہے اگر تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹیوں کو طلاق نہ ..... دو۔ چناں چہ دونوں نے طلاق دے دی۔

◯ ابولہب کے خبثِ نفس کا یہ حال تھا کہ جب رسول اللہؐ کے صاحب زادے حضرت قاسم کے بعد آپ کے دوسرے صاحب زادے حضرت عبداللہ کا بھی انتقال ہوگیا تو یہ اپنے بھتیجے کے غم میں شریک ہونے کے بجائے خوشی، خوشی قریش کے سرداروں کے پاس پہنچا اور ان کو خبر دی کہ آج محمدؐ بے نام ونشان ہوگئے۔

◯ جب قریش کے خاندانوں نے بنی ہاشم اور بنی مطلب کا معاشرتی اور معاشی بائیکاٹ کر رکھا تھا تو یہ تنہا ابولہب تھا جس نے صرف یہی نہیں کہ اپنے خاندان کے مقابلے میں کفار کا ساتھ دیا بلکہ جب کوئی تجارتی قافلہ مکے میں آتا اور شعب ابی طالب میں نظربند کوئی شخص کھانے پینے کا سامان خریدنے کے لئے اس کے پاس جاتا تو یہ پکار کر کہتا کہ ان سے اتنی قیمت مانگو کہ یہ خرید نہ سکیں تمہیں جو نقصان ہوگا وہ میں دوں گا۔

◯ غرض ابولہب کی یہ اتنی گھٹیا اور عام عرب معاشرے کے خلاف حرکتیں تھیں جس کی وجہ سے قرآن مجید میں اس کا نام لے کر مذمت کی گئی ہے۔

اس سورت کے نازل ہونے کے بعد لوگوں کو یہ بھی معلوم ہوگیا کہ دین کے معاملے میں لاگ لپیٹ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

اس سورت میں ابولہب اور اس کی بیوی کا عبرت ناک انجام بیان کیا گیا ہے جو اسلام دشمنی میں اپنے شوہر کی ہم نوا اور شریک کار تھی ___

آیاتہا ۵	سورۃ اللہب مکیۃ ۱۱۱ ۔ ۶	رکوعہا ۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان رحم کرنے والا ہے۔

تَبَّتْ يَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ① مَآ اَغْنٰی

تَبَّتْ	يَدَآ	اَبِیْ + لَهَبٍ	وَّ تَبَّ	مَآ	اَغْنٰی
ٹوٹ گئے	دونوں ہاتھ	ابو لہب	اور وہ ہلاک ہوا	نہ	کام آیا

ابو لہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ ہلاک ہوا اس کے کام نہ

عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ② سَیَصْلٰی

عَنْهُ	مَالُهٗ	وَمَا	كَسَبَ	سَیَصْلٰی
اس کے	اس کا مال	اور جو	اس نے کمایا	عنقریب داخل ہوگا

آیا اس کا مال اور جو اس نے کمایا۔ عنقریب داخل ہوگا

نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ③ ج صلے

نَارًا	ذَاتَ + لَهَبٍ	
آگ	شعلے مارتی	

شعلے مارتی آگ میں

سُوْرَۃُ اَبِیْ لَهَبٍ
مَكِّیَّۃٌ خَمْسُ اٰیَاتٍ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورۂ لہب مکی ہے اس میں پانچ آیتیں ہیں
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
شروع اللہ کے نام سے جو بہت بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے۔

① لَمَّا دَعَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْمَهٗ وَقَالَ اِنِّیْ نَذِیْرٌ لَّكُمْ بَیْنَ یَدَیْ عَذَابٍ شَدِیْدٍ فَقَالَ عَمُّهٗ اَبُوْ لَهَبٍ تَبًّا لَّكَ اَلِهٰذَا دَعَوْتَنَا

① تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ الخ شان نزول اس آیت کی یہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کو بلایا اور یہ فرمایا کہ میں سخت عذاب کے آنے سے پہلے تم کو ڈراتا ہوں۔ آپ کے چچا ابو لہب نے کہا کہ تجھ کو ہلاکی ہو کیا تو نے ہم کو صرف اسی لیے جمع کیا تھا۔

اس پر یہ سورت نازل ہوئی

نَزَلَ تَبَّتْ خَسِرَتْ يَدَآ أَبِي لَهَبٍ أَيْ جُمْلَتُهُ وَ عَبَّرَ عَنْهَا بِالْيَدَيْنِ مَجَازًا لِأَنَّ أَكْثَرَ الْأَفْعَالِ تَزَاوَلُ بِهِمَا وَهٰذِهِ الْجُمْلَةُ دُعَاءٌ وَّتَبَّ ○ خَسِرَ هُوَ وَهٰذِهٖ خَبَرٌ كَقَوْلِهِمْ أَهْلَكَهُ اللّٰهُ وَقَدْ هَلَكَ

ہلاک ہوں دونوں ہاتھ ابولہب کے۔ یعنی وہ تمام ہلاک ہو۔ دونوں ہاتھ بول کر تمام مرادلیا اس لئے کہ اکثر کام دونوں ہاتھوں سے ہوتے ہیں تو گویا سب کاموں کو دونوں ہاتھوں کی طرف نسبت کردیا کرتے ہیں۔ اسی طرح دو ہاتھ بول کر کل مراد لیا (یہ بددعا ہے) اور ہلاک ہوگیا وہ (یہ جملہ ایسا ہے جیسا کہا کرتے ہیں کہ اللہ نے اس کو ہلاک کیا اور وہ ہلاک ہوگیا۔

وَلَمَّا خَوَّفَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعَذَابِ فَقَالَ إِنْ كَانَ مَا يَقُوْلُ ابْنُ أَخِي حَقًّا فَإِنِّيْٓ أَفْتَدِي مِنْهُ بِمَالِي وَوَلَدِي نَزَلَ

اور جب اس کو اپنے عذاب سے ڈرایا اس نے کہا کہ اگر یہ امر راست ہے جو میرا بھتیجا کہتا ہے تو میں مال اور اولاد دے کر اس سے بچ جاؤں گا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(۲) مَآ أَغْنٰى عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ ○ وَكَسْبُهُ أَيْ وَلَدُهُ وَأَغْنٰى بِمَعْنٰى يُغْنِيْ

(۲) اس کا مال اور کمائی یعنی اولاد اس کے کچھ کام نہ آوے گی۔

(۳) سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ○ أَيْ تَلَهُّبٍ وَتَوَقُّدٍ فَهِيَ مَآلُ تَكْنِيَتِهِ لِتَلَهُّبِ وَجْهِهِ إِشْرَاقًا وَحُمْرَةً

(۳) نزدیک ہے کہ وہ بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوگا۔

تشریح

(۱) **ابولہب کی نامرادی اور اس کا عبرت ناک انجام** ابولہب رشتے میں حضورؐ کا حقیقی چچا تھا۔ یہ خانہ کعبہ کا متولی تھا اور زندگی بھر اسلام کی راہ کا کانٹا بنا رہا — ربیعہ بن عبّاد کا بیان ہے کہ میں نے ذو المجاز کے بازار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ کہہ رہے ہیں لوگو " لا الٰہ الا اللہ " کہو فلاح پاؤ گے۔ اور آپؐ کے پیچھے پیچھے ایک شخص کہتا جاتا تھا کہ یہ شخص جھوٹا ہے اس کی بات نہ مانو۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ انھوں نے کہا یہ ان کا چچا ابولہب ہے۔ اس نے رسول اللہؐ کی دعوت کو زک دینے اور ناکام کرنے کے لئے پورا زور لگا دیا تھا۔ لیکن مذکورہ سورت سورۂ لہب کو نازل ہوئے سات آٹھ سال ہی گزرے تھے کہ جنگ بدر میں قریش کے اکثر و بیشتر وہ بڑے بڑے سردار مارے گئے جو اسلام کی دشمنی میں ابولہب کے ساتھ تھے۔ مکے میں جب اس شکست کی خبر پہنچی تو اس کو اتنا رنج ہوا کہ وہ سات دن سے زیادہ زندہ نہ رہ سکا۔

اس کی موت بڑی عبرت ناک ہوئی۔ اسے عدسہ (چیچک) کی بیماری ہوگئی اور اسی میں یہ مرگیا — اس کے گھر والوں نے اسے چھوڑ دیا کیوں کہ انھیں چھوت لگنے کا ڈر تھا۔ مرنے کے بعد تین دن تک کوئی اس کے پاس نہ آیا

یہاں تک اس کی لاش سڑ گئی اور اس کی بدبو پھیلنے لگی۔ جب لوگوں نے اس کے بیٹوں کو طعنے دیئے تو انہوں نے جبشیوں کو بلوایا اور گڑھا کھدوا کر اس کی لاش کو دھکیل کر گڑھے میں پھینک دیا اور اوپر سے مٹی پتھر ڈال کر اسے ڈھانک دیا۔

ابولہب کی مکمل شکست یہ ہوئی کہ جس دین کا راستہ روکنے کے لئے اس نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا تھا اسی دین کو اس کی اولاد نے قبول کیا۔ سب سے پہلے اس کی بیٹی دُرّہ ہجرت کرکے مکے سے مدینہ پہنچیں اور انھوں نے اسلام قبول کیا۔ پھر فتح مکہ کے موقع پر اس کے دونوں بیٹے عتبہ اور معتب حضرت عباس کی وساطت سے حضورؐ کے سامنے پیش ہوئے اور ایمان قبول کیا۔

آج ابولہب کا نام لینے والا کوئی نہ رہا۔ البتہ اس پر لعنت بھیجنے کے لئے ایک پوری امت موجود ہے جو اپنی نمازوں میں سورۂ لہب پڑھ کر اس دشمن رسول پر لعنت بھیجتی رہتی ہے۔

اس طرح قرآن کی یہ پیشین گوئی کہ رسولؐ کو غلبہ ہوگا اور دشمن رسول تباہ ہوگا حرف بہ حرف پوری ہوئی۔

(۲) ابولہب کا مال اور اس کی کمائی اس کے کچھ کام نہ آئی ابولہب بڑا مالدار آدمی تھا یہ اپنے زمانے کا قارون تھا مگر بڑا بخیل اور زرپرست تھا۔ کہتے ہیں کہ وہ قریش کے ان چار آدمیوں میں سے ایک تھا جو ایک قنطار سونے کے مالک تھے۔ واضح رہے کہ ایک قنطار دو سو اوقیہ کا ہوتا ہے اور ایک اوقیہ سوا تین تولے کا ہوتا ہے۔

اس کی زرپرستی اور بخل کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ جنگ بدر کے موقع پر جب کہ قریش کی قسمت داؤ پر لگی ہوئی تھی۔ قریش کے بڑے سردار لڑائی میں شریک ہوئے مگر ابولہب نے عاص بن ہشام کو یہ کہہ کر اپنی طرف سے لڑنے کے لئے بھیجا کہ میرا تمہارے اوپر جو ہزار درہم کا قرضہ ہے یہ اس کا بدل ہے حالانکہ عاص بن ہشام دیوالیہ ہو چکا تھا اور اس سے رقم ملنے کی کوئی امید نہ تھی۔ مگر اس زرپرست نے اس طرح اپنا قرضہ وصول کرنے کی ایک ترکیب نکال لی۔

غزوہ بدر کی شکست کے سات دن کے بعد اس کو چیچک کی بیماری ہوگئی اس کے گھر والوں نے چھوت کی بیماری سمجھ کر اس کو الگ ڈال دیا اور مرنے کے بعد بھی تین دن تک اس کی لاش پڑی سڑتی رہی بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے لڑکوں نے اس کی لاش ایک دیوار کی آڑ میں اس طرح دفن کردی کہ دور ہی سے اس کی قبر پر پتھر پھینکتے رہے۔ غرض اس کا مال، اس کے اعمال، اس کی اولاد، وہ عزت و وجاہت جو اس نے حاصل کی تھی کوئی چیز اس کو ہلاکت سے نہ بچا سکی۔

دنیا میں اس کا یہ عبرتناک انجام ہوا۔ جس کو اپنے مال و دولت اور اولاد پر اتنا ناز تھا کہ جب اس کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا جاتا تو یہ کہا کرتا کہ اگر سچ مچ یہ بات ہونے والی ہے تو میرے پاس مال و اولاد بہت ہے اس سب کو فدیئے میں دے کر عذاب سے چھوٹ جاؤں گا۔ یہ تو تھا دنیا میں اس کا عبرتناک انجام۔ اب رہا آخرت کا عذاب اس کا ذکر آگے آرہا ہے۔

(۳) وہ شعلہ زن آگ میں ڈالا جائے گا اس کا لقب ابولہب اس لئے پڑا، کہ اس کے رخسار آگ کے شعلے کی طرح چمکتے تھے ابولہب اور نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ میں بڑی لفظی اور معنوی مناسبت ہے اس کے دل میں بغض و حسد کی جو آگ تھی وہ قیامت کے دن بھڑک اٹھے گی اور اس کو بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ خود وہ بھی اور اس کے ساتھ اس کی شریک کار اس کی بیوی بھی، جس کا ذکر اگلی آیت میں ہے۔

وَّ امْرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝۴ فِیْ جِیْدِهَا

جِیْدِهَا	فِیْ	الْحَطَبِ	حَمَّالَةَ	وَّ امْرَاَتُهٗ
اس کی گردن	میں	لکڑی (ایندھن)	لادنے والی	اور اس کی بیوی

اور اس کی بیوی لادنے والی ایندھن اس کی گردن میں

حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝۵

ع ۵ / ۳۶

مَّسَدٍ	مِّنْ	حَبْلٌ
کھجور	سے	رسی

کھجور کی چھال کی رسی ہے۔

۴ وَّامْرَاَتُهٗ عطفٌ علیٰ ضمیرِ یَصْلیٰ سَوَّغَهُ الفصلُ بِالمفعولِ وَصِفَتُهٗ وَهِیَ اُمُّ جَمِیْلٍ حَمَّالَةَ بِالرَّفْعِ وَالنَّصَبِ الْحَطَبِ ۝ الشَّوْكُ وَالسَّعْدَانُ تُلْقِیْهِ فِیْ طَرِیْقِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

۴ اور اس کی بیوی ام جمیل جو کانٹے اٹھا کر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں ڈالتی تھی۔

درآں حالے کہ

۵ فِیْ جِیْدِهَا عُنُقِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝ اَیْ لِیْفٍ وَهٰذِهِ الْجُمْلَةُ حَالٌ مِنْ حَمَّالَةِ الْحَطَبِ الَّذِیْ هُوَ نَعْتٌ لِاِمْرَاَتِهٖ اَوْخَبَرُ مُبْتَدَاٍ مُقَدَّرٍ

۵ اس کی گردن میں رسی ہے۔ کھجور کی۔

تشریح

۴ ابولہب کی بیوی لکڑیاں ڈھونے والی ابولہب کی بیوی کا اصل نام اَرْوٰی تھا۔ ام جمیل اس کی کنیت تھی۔ یہ ابوسفیان کی بہن تھی اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دشمنی میں اپنے شوہر ابولہب سے کسی طرح کم نہ تھی۔ حضرت ابوبکر کی صاحبزادی حضرت اسماء کا بیان ہے کہ جب یہ سورت نازل ہوئی اور ام جمیل نے اس کو سنا تو وہ بپھری ہوئی رسول اللہ ﷺ کی تلاش میں نکلی اس کے ہاتھ میں مٹھی بھر پتھر تھے اور وہ حضور کی ہجو میں اپنے ہی کچھ اشعار پڑھتی جاتی تھی۔ حرم میں پہنچی تو وہاں حضرت ابوبکر رض کے ساتھ حضور تشریف فرما تھے۔ حضرت ابوبکر نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ آرہی ہے۔ اور مجھے اندیشہ ہے کہ آپ کو دیکھ کر یہ کوئی بے ہودگی کرے گی۔ حضور نے فرمایا کہ یہ مجھ کو نہیں دیکھ سکے گی۔ چناں چہ ایسا ہی ہوا آکر

کے موجود ہونے کے باوجود وہ آپ کو نہیں دیکھ سکی اور اس نے حضرت ابو بکر سے کہا کہ میں نے سنا ہے تمہارے صاحب نے میری ہجو کی ہے۔

حضرت ابو بکر نے کہا اس گھر کے رب کی قسم انھوں نے تو تمہاری کوئی ہجو نہیں کی۔ اس پر وہ واپس چلی گئی۔ حضرت ابو بکر کے اس جواب کا مطلب یہ تھا کہ ہجو تو اللہ نے کی ہے رسول اللہ ؐ نے نہیں کی۔

آیت میں ابو لہب کی بیوی کے لئے حَمَّالَةَ الْحَطَبِ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اس کا لفظی ترجمہ ہے لکڑیاں ڈھونے والی۔

اس کی ایک مراد تو یہ ہے کہ یہ کیوں کہ راتوں کو خاردار جھاڑیاں لاکر رسول اللہ ؐ کے دروازے پر ڈال دیتی تھی اس لئے اس کو لکڑیاں ڈھونے والی کہا گیا ہے۔

دوسرا مطلب ہے کہ عربی کے محاورے میں لکڑیاں ڈھونے والا یا ڈھونے والی اسے کہا جاتا ہے جو چغلیاں کرکے اور ادھر کی بات اُدھر کرکے لوگوں میں فساد ڈلواتا ہے۔

تیسرا مطلب یہ ہے کہ جو شخص گناہوں کا بوجھ اپنے اوپر لادرہا ہو اسے کہا جاتا ہے کہ وہ اپنی پیٹھ پر لکڑیاں لادرہا ہے۔ یعنی ایندھن اٹھانے والی۔ قرآن مجید میں مجرمین کے بارے میں کہا گیا ہے۔

وَهُمْ يَحْمِلُونَ أَوْزَارَهُمْ عَلَىٰ ظُهُورِهِمْ — (الانعام — ۳۱)

(وہ اپنے بوجھ اپنی پیٹھوں پر لادے ہوئے ہوں گے۔)

ایک مطلب یہ بتایا گیا ہے کہ یہ جہنم میں اپنے شوہر کے لئے ایندھن ڈھونے کا کام کرے گی اور لکڑیاں لالاکر اس آگ میں ڈالے گی جس میں ابو لہب جل رہا ہوگا۔

اس کی گردن میں مونجھ کی رسّی ہوگی | ابو لہب کی بیوی کا یہ حال ہوگا کہ جہنم میں اس کی گردن میں مضبوط رسی پڑی ہوئی ہوگی یہ قیامت کے دن اس کے ذلت کے عذاب کی ایک تصویر ہے کہ گویا اس کا حال اس لونڈی کا سا ہوگا جو سر پر لکڑیاں یعنی ایندھن اٹھائے ہوئے ہو اور جس کی گردن میں بٹی ہوئی رسی ہو۔

سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ اس کی گردن میں جواہرات کا قیمتی ہار تھا اور وہ کہا کرتی تھی کہ لات و عزیٰ کی قسم کہ میں اسے محمد کی عداوت میں خرچ کروں گی۔

گویا مطلب یہ ہوا کہ جس ہار پر اسے ناز ہے اور جس کو وہ مخالف رسول سرگرمیوں میں خرچ کرنا چاہتی ہے وہ قیامت کے دن اس کے لئے رسوائی کا باعث ہوگا۔

کہتے ہیں کہ اس بدبخت کی موت بھی اسی طرح واقع ہوئی کہ لکڑیوں کے گٹھے کی رسّی گلے میں آپڑی جس سے گلا گھٹ کر دم نکل گیا۔

۱۱۲

اَلْاِخْلَاص

ترتیب تلاوت	۱۱۲	ترتیب نزول	۲۲
مکیّ / مدنی	مکیّ	تعداد رکوعات	۱
تعداد آیات	۴	تعداد الفاظ	۱۷
تعداد حروف	۴۹		

○ اِس سورت کا نام " الاخلاص " ہے ــــــ یہ لفظ پورا سورت میں کہیں نہیں۔ عام طور پر تمام سورتوں کے نام یا تو سورت میں مذکور کسی نام پر رکھے گئے ہیں یا اس سورت میں بیان کیے گئے کسی خاص واقعہ اور قصے سے سورت کا نام منسوب کیا گیا ہے لیکن اس سورت میں نہ کہیں لفظ اخلاص ہے اور نہ براہ راست اخلاص کی تعلیم و تلقین ہے۔

" الاخلاص " نام رکھنے کے معنیٰ یہ ہیں کہ جو شخص سمجھ کر اس کی تعلیم پر ایمان لے آئے گا وہ شرک سے خلاصی اور نجات پائے گا کیوں کہ اس میں خالص توحید بیان کی گئی ہے اس لیے الاخلاص اس سورت کا نام ہی نہیں ہے بلکہ اس کے مضمون کا عنوان بھی ہے۔

اس سورت کا ایک دوسرا نام قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ بھی ہے۔

○ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے اور اس دور میں نازل ہوئی ہے جب مختصر فقروں میں دین کی بنیادی باتوں

کو سمیٹا گیا ہے تاکہ وہ اچھی طرح ذہن نشین ہو جائیں اور لوگوں کی زبانوں پر چڑھ جائیں ۔

◯ جب رسول اللہ ﷺ توحید کی دعوت لے کر اٹھے اور رنگ برنگے مذہبی تصورات کے درمیان ایک اللہ کو ماننے کی دعوت دی گئی تو ذہنوں میں یہ سوالات ابھرے کہ وہ رب جس کی طرف محمد دعوت دے رہے ہیں کیسا ہے ۔ اللہ نے چند لفظوں میں بتا دیا کہ تمام معبودوں کو چھوڑ کر تنہا جس کو ماننے کی دعوت دی جا رہی ہے وہ ایسا ہے ۔

سورۂ اخلاص درحقیقت قرآن کی آخری سورت ہے ۔ کیوں کہ اس کے بعد دو سورتیں سورۂ فلق اور سورۂ ناس جن کو معوذتین کہا جاتا ہے اسی تصور توحید سے ابھری ہیں ۔ قرآن کا آغاز توحید سے ہوا تھا اور اختتام بھی توحید پر ہوا ہے — یہ سورت اگرچہ ظاہری لحاظ سے چھوٹی ہے مگر ایسی ہے جیسے تمام بدن میں آنکھ کی پتلی ہوتی ہے کہ سارا عالم ہدایت اسی سے روشن نظر آتا ہے ۔

◯ کیوں کہ قرآن مجید میں توحید کا مضمون اس کثرت سے بیان ہوا ہے کہ گویا وہ قرآن کا ایک تہائی حصہ ہے اس لئے حدیث میں اس سورت کو قرآن کے ایک تہائی حصے کے برابر کہا گیا ہے ۔ بخاری کتاب فضائل قرآن میں ہے :۔

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنَّھَا لَتَعْدِلُ ثُلُثُ الْقُرْاٰنِ

(قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے یہ سورت (قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ) قرآن کے ایک تہائی حصہ کے برابر ہے ۔)

◯ دین کے تین بنیادی عقیدے ہیں ایک توحید دوسرے رسالت ، تیسرے آخرت ۔ سورۂ اخلاص توحید کو بیان کرتی ہے اس لئے یہ ایک تہائی قرآن کے برابر ہے ۔

غرض یہ سورت سورۂ اخلاص توحید کا مکمل اور بے میل خالص تصور دنیا کے سامنے رکھ دیتی ہے ۔ یہ سورت تعلیمات اسلامی کا خلاصہ اور معرفت و حقیقت کا خزینہ ہے ۔



رُکُوعُهَا ۱	۲۲ ۔۔۔ سُوْرَةُ الْاِخْلَاصِ مَكِّيَّةٌ ۔۔۔ ۱۱۲	اٰیَاتُهَا ۴
	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ	
	اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان ، رحم کرنے والا ہے	

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝۱

اَحَدٌ	اللّٰهُ	هُوَ	قُلْ
ایک	اللہ	وہ	کہہ دیجئے

کہہ دیجئے وہ اللہ ایک ہے ۔

سُوْرَةُ الْاِخْلَاصِ مَكِّيَّةٌ اَوْ مَدَنِيَّةٌ اَرْبَعُ اَوْ خَمْسُ اٰيَاتٍ

سورۂ اخلاص مکی ہے یا مدنی اس میں پانچ یا چار آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شروع اللہ کے نام سے جو بہت بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے ،

(۱) سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَبِّهِ فَنَزَلَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ فَاللّٰهُ خَبَرُ هُوَ وَاَحَدٌ بَدَلٌ مِنْهُ اَوْ خَبَرٌ ثَانٍ

(۱) آنحضرتؐ سے کسی نے اپنے پروردگار تعالیٰ شانہ کا حال دریافت کیا اس پر یہ سورت نازل ہوئی۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ الخ کہہ دے وہ اللہ ایک ہے ۔

تشریح

(۱) کہو وہ اللہ یکتا ہے | یعنی جو لوگ رب کی نسبت پوچھتے ہیں کہ وہ کیسا ہے ؟ اور آپ کا رب کون ہے ؟ ان سے کہہ دیجئے کہ وہ رب کوئی اور نہیں ، اللہ ہے ۔ اور وہ اللہ یکتا ہے یعنی اپنی ذات اور صفات میں بالکل منفرد ہے ۔ اس کی وحدت میں کثرت کا کوئی پہلو نہیں ہے ۔ اس کی وحدانیت ایسی کامل ہے کہ اس کو تقسیم نہیں کیا جا سکتا ۔ اس کا وجود مستقل بالذات ہے ۔ وہ ایک ہی خدا ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا ۔ انسان کی فطرت اللہ کے تصور سے آشنا ہے ۔ اس کے وجدان کی پکار بھی یہی ہے اور اس کی عقل بھی اسی کی شہادت دیتی ہے ۔ کائنات کا ذرہ ذرہ اور اس کا پورا نظام دلالت کرتا ہے کہ وہ ایک ہے اس کا احد اور یکتا ہونا کائنات کی سب سے زیادہ ابھری ہوئی اور بنیادی حقیقت ہے ۔

اللہ کے تمام پیغمبروں نے توحید کی تعلیم دی ہے ۔ بائبل میں بھی تحریفات کے باوجود توحید کا بنیادی تصور

موجود ہے۔ مثلاً توارت میں ہے۔

" سُن اے اسرائیل، خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے۔" (استثنا - ۶ : ۴)

" جو کوئی واحد خداوند کو چھوڑ کر کسی اور معبود کے آگے قربانی چڑھائے وہ بالکل نابود کر دیا جائے۔" (خروج - ۲۲ : ۲۰)

اور زبور میں ہے ——— " تو ہی واحد خدا ہے۔" (زبور ۸۶ : ۱۰)

جب لوگوں نے پوچھا کہ تمہارا رب کون ہے اور کیسا ہے؟ تو انھیں جواب دیا گیا کہ ھُوَ اللّٰہ (وہ اللہ ہے) اس جواب میں اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کمالیہ آپ سے آپ آجاتی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ غلط فہمی اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات کے بارے میں پیدا ہوئی۔ اس کے اسباب کیا تھے۔ غور کریں کہ تین اسباب سے ایسا ہوا۔

ایک تو یہ کہ ——— اللہ تعالیٰ کی جسمانی تشبیہات تلاش کی گئیں

دوسرے یہ کہ ——— اللہ کی صفات کو اس کی ذات سے الگ کر کے دیکھا گیا۔

تیسرے یہ کہ ——— افعال کی نیرنگی سے دھوکا لگا۔

خدا کو ——— خدا کی صفتوں کو ——— خدا اور بندے کے تعلق کو واضح کرنے کے لئے خیالی یا مادی تشبیہیں اور مثالیں ایجاد کی گئیں ——— آہستہ آہستہ خدا تو جاتا رہا اور یہ تشبیہیں ہی خدا بن گئیں اور ان تشبیہوں نے مجسم ہو کر مجسموں اور بتوں کی شکل اختیار کرلی اور بت پرستی شروع ہو گئی۔

خدا کا اپنے بندوں کے ساتھ جو لطف و کرم کا تعلق ہے اس تعلق کو مجسم کرنے کی کوشش میں آرین قوموں نے اپنے مزاج سے کام لیا۔ ان کے یہاں عورت کیوں کہ محبت کی دیوی ہے اس لئے خدا اور بندے کے تعلق کو ماں اور بیٹے کے لفظ سے ادا کیا گیا، اور خدا " ماتا " کی شکل میں آگیا۔

سامی قوموں میں کیوں کہ عورت کا برملا ذکر تہذیب کے خلاف تھا وہاں خدا مرد کی صورت میں جلوہ گر ہوا عیسائیوں میں باپ اور بیٹے کی تمثیل نے اصلیت کی جگہ لے لی۔

یہ تشبیہیں اور مثالیں اللہ اور بندے کے تعلق کو سمیٹنے کے لئے ناکافی ہیں۔ وہ ابوالعالمین (دنیا کا باپ) نہیں بلکہ رب العالمین (دنیا کا پالنہار) ہے۔ باپ بیٹے اور ماں بیٹے کا تعلق آنی اور وقتی ہے۔ وہ وَدُوْدٌ (محبت کرنے والا) رؤف (مہربان) حنّان (شفیق) ہے۔ اس کی صفات کی وسعت ان عارضی رشتوں سے اوپر اٹھ کر ہے۔ ان تشبیہوں سے اس کا رتبہ گرتا ہے اٹھتا نہیں۔ اس لئے وہ تشبیہ اور مثال سے پاک ہے اس بے مثال کے لئے کون سی مثال لائیں۔

" ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے "

لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ (اس کے مثل کوئی چیز نہیں ہے) اس لئے قرآن نے توحید خداوندی کی ایک نکھری ہوئی سورت چند جملوں میں سامنے رکھ دی اور فرمایا کہ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ (کہہ دو وہ اللہ ایک ہے)

آیت میں اللہ کے لئے وصف کے طور پر 'احد' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ یہ ایک غیر معمولی طرز بیان ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یکتا اور یگانہ ہونا اللہ کی خاص صفت ہے وہ ایک ہے کوئی اس کا ثانی نہیں۔

وہی اکیلا رب ہے کوئی اس کی ربوبیت میں شریک نہیں۔ وہی تنہا خالق کائنات ہے، تخلیق کے اس کام میں

اس کا کوئی مددگار نہیں۔ وہی اکیلا مالک الملک ہے۔ نظام عالم کا مدبر و منتظم ہے۔ وہی روزی رساں ہے ــــ وہی فریاد رس ہے۔ اس کی وحدانیت ہر طرح سے کامل ہے ــ اور اس میں کسی حیثیت سے کوئی کثرت کی گنجائش نہیں ہے۔

○ غلط فہمیوں کا دوسرا سبب یہ ہوا کہ اللہ کی صفات کو اس کی ذات سے الگ کر کے ایک مستقل وجود کی شکل دے دی گئی ــ اللہ تعالیٰ کی تین بڑی صفات ہیں۔

○ خالق ــــ پیدا کرنے والا۔ ○ قیوم ــــ قائم رکھنے والا۔ ○ مُمیت ــــ فنا کر دینے والا۔

ان صفات کو اللہ کی ذات سے جدا کر کے "برہما" ــــ "وشنو" ــــ اور "شیو" کا روپ دے دیا گیا۔

عیسائیوں نے اللہ کی صفات "حیات ــــ علم ــــ ارادہ" کو تین مستقل شخصیات تسلیم کر کے کہا۔

○ حیات ــــ باپ ہے۔ ○ علم ــــ روح القدس ہے۔ ○ ارادہ ــــ بیٹا ہے

قرآن نے اس غلط فہمی کا پردہ چاک کر دیا اور بتایا کہ صفات کو الگ کر کے ذات کے ٹکڑے ٹکڑے نہ کرو۔ تمام صفات اسی ایک ذات میں جمع ہیں۔ وہی جلاتا ہے، وہی مارتا ہے، وہی تمہارا اور تمہارے پہلے باپ دادوں کا رب ہے۔

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى (کہف - ۱۱۰)

(اللہ کہہ کر پکارو، یا رحمٰن کہہ کر، جو کہہ کر پکارو سب اسی کے اچھے نام اس کی اچھی صفتیں ہیں۔)

صفات کے تعدد سے موصوف میں تعدد نہیں۔ صفات کے اختلاف سے موصوف مختلف نہیں۔

○ تیسری غلط فہمی افعال کی نیرنگی دیکھ کر ہوئی ــ کام دو طرح کے ہیں۔ اچھے کام اور برے کام ــ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک ہی اللہ اچھے کام بھی کرے اور وہی برے کام بھی کرے۔ یقیناً خیر کا خالق کوئی اور ہے اور شر کا خالق کوئی اور۔ قرآن نے اس حقیقت کو ظاہر کیا کہ۔ بھلائی کیا ہے اور برائی کیا ہے؟ دنیا میں کوئی شے اپنی اصل کے اعتبار سے نہ خیر ہے نہ شر۔ نہ بری ہے نہ بھلی۔ انسانوں کے صحیح یا غلط استعمال سے وہ اچھی یا بری بن جاتی ہے ــــ آگ سے کھانا بھی پکتا ہے، انجن بھی چلتے ہیں، غریب ہاتھ بھی تاپتا ہے۔ یہ آگ کی خیر ہے ــــ آگ کسی غریب کا گھر جلا دے۔ یہ آگ کا شر ہے ــــ تاریکی اور اندھیرا۔ نہ خیر نہ شر ــ اندھیرے میں چوری کرو تو شر ہے۔ اندھیرے میں عبادت کرو تو یہ اندھیرا خیر ہے۔ چیز ایک ہے اس کے استعمال کرنے والے دل و دماغ دو ہیں۔ یہ انسان کا اپنا زاویہ نظر ہے جو کسی چیز میں خیر یا شر دیکھتا ہے۔ ہدایت اور گمراہی کا اولین محرک خود انسان ہوتا ہے۔ انسان نے فسق کیا کفر کیا ــ اس کے نتیجے میں ضلالت و گمراہی آئی۔ ایسا نہیں ہے کہ ضلالت و گمراہی کے نتیجہ میں فسق و فساد آیا۔ صحیح راہ پر چلے تو ہدایت ہوئی ــ غلط راہ پر چلے تو ضلالت ہوئی۔ اس لئے خیر و شر کو دو چیزیں سمجھ کر دو خداؤں کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ایک خدا ہے جو ان دونوں کا خالق ہے۔

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا (شمس - ۸ - ۹ - ۱۰)

(ہر نفس میں بھی خدا نے اس کی گنہگاری اور نیکوکاری الہام کر دی ہے تو جس نے اس (نفس) کو پاک کیا اس نے نجات پائی اور جس نے اس کو مٹی میں دبا دیا وہ ناکام ہوا۔)

غرض قرآن مجید کی تعلیم اور اس کے پیغام نے توحید الٰہی کا واضح ستھرا اور نکھرا ہوا تصور پیش کر دیا ہے۔

اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝۲ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝۳ وَلَمْ يَكُنْ

اَللّٰهُ	الصَّمَدُ	لَمْ يَلِدْ	وَ	لَمْ يُوْلَدْ	وَلَمْ	يَكُنْ
اللہ	بے نیاز	نہ اس نے جنا	اور	نہ وہ جنا گیا	اور نہیں	ہے

اللہ بے نیاز ہے نہ اس نے (کسی کو) جنا اور نہ (کسی نے) اس کو جنا اور اس کا

لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝۴

لَهٗ	كُفُوًا	اَحَدٌ
اس کا	ہمسر	کوئی

کوئی ہمسر نہیں ۔

ع ۱

(۲) اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ مُبْتَدَأٌ وَخَبَرٌ اَیِ الْمَقْصُوْدُ فِی الْحَوَائِجِ عَلَی الدَّوَامِ

(۲) سب کاموں میں ہمیشہ اسی کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔

(۳) لَمْ يَلِدْ لِانْتِفَاءِ مُجَانَسَتِهٖ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ لِانْتِفَاءِ الْحُدُوْثِ عَنْهُ

(۳) نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ کسی سے جنا گیا۔

(۴) وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ اَیْ مُكَافِيًا وَّمُمَاثِلًا لَّهٗ وَلَهٗ مُتَعَلِّقٌ بِكُفُوًا وَقُدِّمَ عَلَيْهِ لِاَنَّهٗ مَحَطُّ الْقَصْدِ بِالنَّفْيِ وَاُخِّرَ اَحَدٌ وَهُوَ اسْمُ يَكُنْ عَنْ خَبَرِهَا رِعَايَةً لِّلْفَاصِلَةِ

(۴) کہ کوئی اس کا ہم جنس نہیں اور وہ حدوث سے پاک ہے اور اس کا مثل اور برابر کوئی نہیں۔

تشریح

(۲) **اللہ سب سے بے نیاز ہے** | آیت میں لفظ الصَّمَد استعمال ہوا ہے۔ اَللّٰهُ الصَّمَدُ۔ اَلصَّمَدُ کے معنی میں بڑی وسعت ہے۔ اس کے لغوی معنی ہیں قصد کرنا اور یہ اس سردار کے لئے بولا جاتا ہے جس سے بالاتر کوئی دوسرا شخص نہ ہو۔ اور جس کی طرف لوگ اپنی ضرورتوں اور اپنے معاملات میں رجوع کرتے ہوں۔

اسی طرح صَمَد اس چٹان کو بھی کہا جاتا ہے جس کی دشمن کے حملے کے وقت پناہ لی جائے۔

مُصْمَدٌ اس ٹھوس چیز کو بھی کہتے ہیں جس میں بیچ میں کوئی خلا نہ ہو۔

ان معنی کو سامنے رکھتے ہوئے اللہ تو کے لئے آیت میں الصَّمَد اس کی صفت بیان ہوئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تو سب سے بالاتر ہے اس کی سیادت کامل ہے وہی مقصود ہے وہی ملجا و ماویٰ ہے وہ بے نیاز ہے اسے کسی چیز کی حاجت نہیں جب کہ سب اس کے محتاج ہیں اور وہ سب کی حاجتوں کو پورا کرنے والا ہے۔ وہ اپنی بزرگی اور فوقیت میں اور تمام کمالات اور خوبیوں میں اپنی انتہا کو پہنچا ہوا ہے۔ وہی ہے جو کھانے پینے کی خواہشات سے پاک ہے اور جو مخلوق کے فنا ہونے کے بعد بھی باقی رہنے والا ہے۔

صمدیت کے مفہوم میں یہ بات بھی شامل ہے کہ نہ تو کوئی چیز اس کے اندر داخل ہوتی ہے اور نہ کوئی چیز اس سے

باہر آتی ہے اس لئے اس کے اولاد ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وہ پناہ کی چٹان ہے جیسا کہ زبور میں کہا گیا ہے:

"خداوند میری چٹان اور میرا قلعہ اور میرا چھڑانے والا ہے۔" (۱۸ : ۲)

"اے خداوند تو ہی میری پناہ ہے۔" (۷۱ : ۱)

آیت میں "صمد" کو اَلصَّمَد (معرفہ) لایا گیا ہے جب کہ اَحَد کو "اَللّٰہُ اَحَدٌ" کہا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اَحَد صرف اللہ کے لئے مخصوص ہے کسی اور کے لئے سرے سے مستعمل ہی نہیں ہے اس لئے اسے "اَحَدٌ" نکرہ کی صورت میں استعمال کیا گیا ہے۔

لیکن صَمَد کا لفظ چوں کہ مخلوقات کے لئے استعمال ہوتا ہے اس لئے "اللہ صَمَدٌ" کہنے کے بجائے اللہ الصمد کہا گیا جس کا مطلب یہ ہوا کہ اصلی اور حقیقی صمد اللہ ہے۔ مخلوق اگر کسی حیثیت سے صمد ہو بھی تو کسی دوسری حیثیت سے وہ صمد نہیں ہے کیوں کہ وہ فانی ہے لازوال نہیں ہے۔ بعض مخلوقات اس کی محتاج ہیں تو بعض کا وہ خود محتاج ہے۔ بعض مخلوقات کی بعض حاجات کو وہ پورا کر سکتا ہے مگر سب کی تمام حاجات کو پورا کرنا کسی مخلوق کے بس میں نہیں ہے، بخلاف اس کے اللہ تعالیٰ کی صمدیت ہر حیثیت سے کامل ہے۔ ساری دنیا اس کی محتاج ہے اور وہ کسی کا محتاج نہیں۔ اس لئے محض صمد نہیں بلکہ اَلصَّمَد ہے۔ پھر چوں کہ وہ اَلصَّمَد ہے اس لئے لازم آتا ہے کہ وہ یکتا و یگانہ ہو کیوں کہ ایسی ہستی ایک ہی ہو سکتی ہے جو کسی کی حاجت مند نہ ہو اور سب جس کے محتاج ہوں۔

اَلصَّمَد ہونے سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ وہی ایک معبود ہو۔ کیوں انسان عبادت اسی کی کرتا ہے جس کا وہ محتاج ہو اور یہ بھی لازم آتا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہ ہو کیوں کہ جو حاجت روائی کی طاقت اور اختیارات ہی نہ رکھتا ہو اس کی بندگی اور عبادت کوئی ہوش مند آدمی نہیں کر سکتا۔

لہٰذا صمدیت احدیت کا لازمی نتیجہ ہے اَلصَّمَد کے معنی ہیں سب سے پاک، بے نیاز، پناہ بندگاں، پناہ نیازمنداں۔ وہ جس کی طرف خلق کا رجوع ہو۔ جو کھانے پینے بھوک پیاس سے بے نیاز ہو۔ بلند، سردار، دائم، ٹھوس وہاں کسی کی رسائی نہیں۔ صَمَد وہی ہے جو کسی شئے کا محتاج نہ ہو۔ نہ وجود کے لئے نہ بقائے وجود کے لئے جو وجود ہی وجود ہو اصل و فرع کے تصور کا بھی جہاں گزر نہیں۔

اللہ کے نہ اولاد ہے اور نہ اللہ کا کوئی باپ ہے۔ | انسان اللہ کو اپنے اوپر قیاس کر کے اس کے لئے اولاد تجویز کر بیٹھا۔ حالاں کہ یہ بات عقل کی روشنی میں بھی غلط ہے کیوں کہ کسی کو خدا کا بیٹا ماننے کی صورت میں یہ بھی ماننا پڑے گا کہ وہ خدا کا جزء ہے کیوں بیٹا باپ کا جزء ہوتا ہے۔

اور یہ بھی ماننا پڑے گا کہ خدائی قابل تقسیم ہے اور اس سے یہ بھی لازم آئے گا کہ خدا کی کوئی بیوی بھی ہو۔ کسی کی بیوی اس کی ہم جنس ہی ہو سکتی ہے لہٰذا ماننا پڑے گا کہ خدا کی بھی جنس ہے۔ ظاہر ہے کہ اس سے زیادہ گھٹیا اور لغو تصور خدا کے بارے میں کیا ہو سکتا ہے۔ ان تمام مفروضات کی جڑ اگرچہ اللہ تعالیٰ کو اَحَد اور اَلصَّمَد کہنے سے ہی کٹ جاتی ہے لیکن اس کے بعد یہ ارشاد فرمانے سے کہ نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔ اس معاملے میں کسی بھی شبہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

پھر چوں کہ ذات باری کے حق میں یہ تصورات شرک کے اہم ترین اسباب میں سے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے جہاں سورۂ اخلاص میں اس کی صاف صاف اور قطعی تردید کر دی ہے وہاں قرآن مجید میں جگہ جگہ اس مضمون کو مختلف طریقوں سے بیان کیا ہے تا کہ حقیقت اچھی طرح کھل کر اور واضح طور پر سامنے آجائے اور لوگ اس کو سمجھ لیں۔

سورۂ نساء میں ارشاد ہوا:-

اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ یَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ (آیت ۱۷۱)

(اللہ تو بس ایک ہی خدا ہے۔ وہ پاک ہے اس سے کہ کوئی اس کا بیٹا ہو۔ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اس کی ملک ہے۔)

اسی طرح سورۂ الصّٰفّٰت میں ارشاد ہوا کہ وہ کہتے ہیں کہ اللہ اولاد رکھتا ہے یہ سب سے بڑا جھوٹ ہے۔ اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ وَلَدَ اللّٰهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ۔ (آیت ۱۵۱-۱۵۲)

(یہ بات کہتے ہیں کہ اللہ اولاد رکھتا ہے۔ فی الواقع یہ قطعی جھوٹے ہیں۔)

اسی طرح سورۂ انبیاء میں ارشاد ہوا۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ۔ (آیت ۲۶)

(اور ان لوگوں نے کہا کہ خدائے رحمان نے کسی کو بیٹا بنایا ہے۔ پاک ہے وہ، بلکہ (جن کو یہ اولاد کہتے ہیں) وہ تو بندے ہیں جنہیں عزت دی گئی ہے۔)

اس مشرکانہ تصور کی نفی کرتے ہوئے صاف طور پر بتا دیا گیا کہ جس طرح اللہ کی کوئی اولاد نہیں اسی طرح اس کا کوئی باپ بھی نہیں ہے۔ حقیقی خدا تو سب کا خالق ہے وہ مخلوق کیوں کر ہو سکتا ہے۔ وہ تنہا اللہ ہی کی ذات ہے جس سے نہ کوئی چیز جنم لیتی ہے اور نہ کسی نے اسے جنم دیا ہے۔ قرآن کا یہ تصور توحید ہر طرح سے اللہ کے شایان شان ہے۔

(۴) اللہ کے جوڑ کا کوئی نہیں یعنی نہ اللہ کی ذات میں کوئی اس کے برابر ہے اور اس کے جوڑ کا ہے اور نہ اس کی صفات میں۔ سب مخلوق ہیں اور وہ تنہا خالق۔ سب محتاج میں اور وہ اکیلا غنی اور بے نیاز۔ سب بندے اور غلام ہیں اور وہ ایک معبود و آقا اس کے مانند اور اس کے ہم رتبہ نہ کبھی کوئی ہوا ہے اور نہ ہوگا۔ ساری کائنات میں کوئی نہیں ہے جو اپنی صفات، افعال اور اختیارات میں اس سے کسی درجے میں بھی مشابہت رکھتا ہو۔ وہ بے مثل ہے اس کے برابر کوئی نہیں۔

کلام پاک کی وہ ترتیب جس طرح وہ لوح محفوظ میں محفوظ ہے اور جس طرح رسول اللہ ﷺ کے ذریعے انسانیت کو عطا ہوا ہے تعلیمی ترتیب ہے۔ تعلیمی ترتیب میں ہر چیز کو اس مقام پر جگہ دی گئی جہاں انسانیت کی سیرت کی تشکیل کے اعتبار سے اسے ہونا چاہیئے۔ اس لئے اس تعلیمی ترتیب میں سورۂ اخلاص کو آخر میں جگہ دی گئی کہ یہی فکر انسانی کا مقصد اور منتہا ہے۔

اور اس کے بعد معوذتین لکھی گئیں جو دعائیہ انداز لئے ہوئے ہیں۔ تاکہ انسان اس شر سے محفوظ رہے جو قرب خداوندی میں مانع ہو سکتا ہے۔

مُعَوِّذَتَین

۱۱۳

اَلۡفَلَق

ترتیب تلاوت	۱۱۳	ترتیب نزول	۲۰
مکیّ/مدنی	مکیّ	تعداد رکوعات	۱
تعداد آیات	۵	تعداد الفاظ	۲۳
تعداد حروف	۷۳		

- قرآن مجید کی آخری یہ دو سورتیں "مُعَوِّذَتَین" کہلاتی ہیں۔ ان میں ایک سورت الفلق اور دوسری سورۂ الناس ہے۔
- مُعَوِّذَتَین کے معنی ہیں پناہ مانگنے والی دو سورتیں۔ یہ دونوں سورتیں ایک ساتھ نازل ہوئیں ہیں۔ اس لئے ان دونوں کا مشترکہ اور مجموعی نام مُعَوِّذَتَین ہے
- مُعَوِّذَتَین میں پہلی سورت اَلفَلَق ہے جس کے معنی "صبح" کے ہیں۔ اس سورت کی پہلی آیت میں لفظ الفلق آیا ہے اسی کی مناسبت سے اس سورت کا نام الفلق رکھا گیا ہے۔
- یہ دونوں سورتیں الفلق اور الناس مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہیں اور یہ اس وقت نازل ہوئی ہیں جب شیطانی طاقتیں نبیؐ کو ضرر پہنچانے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی تھیں اور آپ کے مخالفین حسد کی آگ میں جل رہے تھے۔

○ اس سورت میں اس بات کی تعلیم دی گئی ہے کہ انسان ہر شر کے مقابلے میں اللہ کی پناہ تلاش کرے کیونکہ اللہ ہی پناہ دینے والا ہے۔

○ ان دونوں سورتوں کی فضیلت کا اندازہ اس حدیث سے کیا جا سکتا ہے جس میں اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

اُنْزِلَتْ عَلَیَّ آیَاتٌ لَمْ یُرَ مِثْلُهُنَّ قَطُّ الْمُعَوِّذَتَیْنِ (مسلم کتاب صلاۃ المسافرین)

(مجھ پر ایسی آیات نازل ہوئی ہیں جو بالکل بے مثال ہیں۔ یعنی معوذتین۔)

○ سورۂ اخلاص اور معوذتین بڑی بابرکت سورتیں ہیں۔ نبی ﷺ کا یہ معمول تھا کہ آپ سونے سے پہلے یہ سورتیں پڑھ کر اپنے چہرے اور بدن پر دم کرتے تھے۔ چنانچہ حدیث میں ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَوٰی اِلٰی فِرَاشِهٖ نَفَثَ فِیْ کَفَّیْهِ بِقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وَبِالْمُعَوِّذَتَیْنِ جَمِیْعًا ثُمَّ یَمْسَحُ بِهِمَا وَجْهَهٗ وَمَا بَلَغَتْ یَدَاهُ مِنْ جَسَدِهٖ (بخاری کتاب الطب)

(حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بستر پر جاتے تو اپنے دونوں ہاتھوں میں قل ھو اللہ احد اور معوذتین پڑھ کر پھونکتے پھر ان کو اپنے چہرے اور جسم پر جہاں جہاں تک ہاتھ پہنچ جاتا پھیر لیتے۔)

○ یہ دونوں سورتیں معوذتین مکہ مکرمہ میں جن حالات میں نازل ہوئیں وہ یہ تھے کہ اسلام کی دعوت و تبلیغ کے لئے جب رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے تو ایسا محسوس ہونے لگا جیسے کوئی بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈال دے۔ جیسے جیسے آپ کی دعوت پھیلتی گئی مخالفت میں شدت آتی گئی۔ جب تک سرداران قریش اور مخالفین کو یہ امید رہی کہ آپ کے ساتھ سودے بازی ہو سکتی ہے اس وقت تک مخالفت میں اتنی شدت نہیں آئی۔ لیکن جب ان کو بتا دیا گیا کہ دین کے معاملے میں کچھ لے اور دے پر معاملہ نہیں ہو سکتا اور سورۂ کافرون نے نازل ہو کر اس بات کو صاف کر دیا کہ اسلام کا راستہ اور اس کے مخالفین کا راستہ بالکل الگ الگ ہے تو اب اسلام دشمنی اپنے عروج پر پہنچ گئی۔ خاص طور پر جن خاندانوں کے کسی فرد نے اسلام قبول کر لیا تھا اس خاندان کے باقی افراد حضور ﷺ کے سخت دشمن تھے۔ گھر گھر آپ کو کوسا جا رہا تھا۔ خفیہ مشورے کئے جا رہے تھے کہ کسی طرح آپ کو قتل کر دیا جائے۔ آپ کے خلاف جادو ٹونے کئے جا رہے تھے کہ اس کے اثر سے یا تو آپ بیمار پڑ جائیں یا دیوانے ہو جائیں یا وفات پا جائیں۔ شیاطین جن و انس ہر طرف پھیل گئے تھے۔ بہت سے لوگوں کے دلوں میں حسد کی آگ جل رہی تھی۔ ان حالات میں یہ دونوں سورتیں معوذتین نازل ہوئیں

○ ان دونوں سورتوں معوذتین کے بارے میں کوئی شک اور شبہ نہیں ہے کہ یہ دونوں سورتیں قرآن کا حصہ ہیں۔ تمام صحابہ کے اتفاق سے خلیفۂ ثالث سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کے جو نسخے مرتب کروائے تھے اور خلافت اسلامیہ کی طرف سے جن کو دنیائے اسلام کے مراکز میں سرکاری طور پر بھیجا تھا ان میں یہ دونوں سورتیں درج تھیں۔

معوذتین کے قرآن ہونے پر تمام صحابہ کرام کا اجماع ہے اور ان کے عہد سے لے کر آج تک بہ تواتر یہ بات ثابت ہے۔

رسول اللہ ﷺ سے نہایت صحیح اور معتبر احادیث کے مطابق یہ ثابت ہے کہ آپ نے ان سورتوں کو نماز میں خود پڑھا ہے۔ دوسروں کو پڑھنے کی ہدایت فرمائی ہے اور قرآن کی سورتوں کی حیثیت ہی سے لوگوں کو ان کی تعلیم دی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کو بھی ان سورتوں کے کلام اللہ ہونے میں شبہ نہ تھا وہ مانتے تھے کہ یہ اللہ کا کلام ہے اور لاریب

آسمان سے اُترا ہے۔

لیکن حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ یہ کہتے تھے کہ یہ تو ایک حکم تھا جو رسول اللہ م کو دیا گیا تھا کہ آپ اس طرح تعوذ کیا کریں۔
معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود کو دونوں سورتوں میں لفظ قُلْ (کہو) سے دیکھ کر یہ غلط فہمی ہوئی کہ رسول اللہ م کو (اعوذ برب الفلق) اور (اعوذ برب الناس) کہنے کا حکم دیا گیا تھا۔

قرآن مجید میں ان دو سورتوں کے علاوہ تین سو تیس ۳۳۰ آیتیں ایسی ہیں جو لفظ قُلْ سے شروع ہوئی ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود کو قرآن کی ان دو سورتوں کے بارے میں غلط فہمی ہوئی۔ کسی ایک صحابی نے ان سے اتفاق نہیں کیا۔ تواتر قرآنی کے مقابلے میں ان کی انفرادی رائے قابل سماعت نہیں ہو سکتی۔ صاحب المعانی کہتے ہیں وَلَعَلَّ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَجَعَ عَنْ ذٰلِکَ (ابن مسعود نے اس سے رجوع کر لیا تھا۔)

◯ ان دو سورتوں معوذتین کے بارے میں ایک مسئلہ یہ ہے کہ روایات کی رو سے حضور م پر جادو کیا گیا تھا اور اس کے اثر سے آپ بیمار ہو گئے تھے۔ اور اس اثر کو دور کرنے کے لئے جبرئیل ع نے آ کر آپ کو یہ دو سورتیں پڑھنے کی ہدایت کی تھی۔

حضرت عائشہ، حضرت زید بن ارقم، حضرت عبداللہ ابن عباس سے بخاری، مسلم، نسائی، ابن ماجہ، امام احمد، عبدالرزاق، حمیدی، بیہقی، طبرانی، ابن مردویہ، ابن سعد، ابن ابی شعبہ، حاکم، عبد بن حمید وغیرہ محدثین نے مختلف سندوں سے یہ واقعہ نقل کیا ہے۔ اور وہ واقعہ یہ ہے۔

صلح حدیبیہ کے بعد جب نبی م مدینہ واپس تشریف لائے۔ تو محرم ۷ھ میں خیبر سے یہودیوں کا ایک وفد مدینے آیا اور ایک مشہور جادوگر لبید بن اَعْصَمْ سے ملا جو انصار کے قبیلہ بنی زُرَیق سے تعلق رکھتا تھا۔
بنی زریق خزرج میں سے انصار کا ایک قبیلہ تھا۔ یہ شخص بظاہر مسلمان بنا ہوا تھا۔

ان لوگوں نے اس سے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہمارے ساتھ جو کچھ کیا ہے وہ تمہیں معلوم ہے ہم نے ان پر بہت جادو کرنے کی کوشش کی مگر کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ اب ہم تمہارے پاس آئے ہیں کیوں کہ تم ہم سے بڑے جادوگر ہو۔ لو یہ تین اشرفیاں حاضر ہیں انھیں قبول کرو اور محمد پر ایک زور کا جادو کر دو۔

اس زمانے میں حضور کے یہاں ایک یہودی لڑکا خدمت گار تھا۔ اس سے ساز باز کر کے ان لوگوں نے حضور م کی کنگھی کا ایک ٹکڑا حاصل کر لیا جس میں آپ کے موئے مبارک تھے۔ انہی بالوں اور کنگھی کے دندانوں پر لبید اور اس کی جادوگر بہنوں نے مل کر جادو کیا۔

اس جادو کو نر کھجور کے خوشے کے غلاف میں رکھا گیا۔ واضح رہے کہ ابتدا میں کھجور کا خوشہ ایک غلاف کے اندر ہوتا ہے اور نر کھجور کے غلاف کا رنگ انسان کے رنگ سے ملتا جلتا ہوتا ہے اور اس کی بو انسان کے مادہ منویہ جیسی ہوتی ہے۔

اس خوشے میں جادو کو رکھ کر بنی زُرَیق کے کنوئیں ذروان کی تہہ میں ایک پتھر کے نیچے دبا دیا گیا۔

◯ ایک سال کے اندر اندر نبی م پر اس جادو کا اثر ہونے لگا۔ آخری چالیس دن سخت اور آخری تین دن زیادہ سخت گزرے۔

مگر اس جادو کا حضور م پر جو اثر ہوا وہ یہ تھا کہ آپ گھلتے جا رہے تھے کسی کام کے متعلق خیال فرماتے کہ وہ کر لیا ہے مگر نہیں کیا ہوتا تھا۔ دوسرے لوگوں کو یہ معلوم تک نہ ہو سکا کہ آپ پر کیا گزر رہی ہے۔ بیشک وہ ایک ذہنی

کیفیت تھی مگر اس ذہنی کیفیت کا دوسروں کو احساس نہ ہو سکا۔
نبی ہونے کی حیثیت سے آپ کے فرائض میں کوئی خلل واقع نہیں ہوا۔ ایسا کبھی نہ ہوا کہ آپ نے قرآن مجید کی کوئی آیت غلط پڑھ دی ہو۔ اگر فرائض نبوت میں کوئی خلل آتا تو شور مچ جاتا اور یہ بات دشمنوں سے چھپ نہ سکتی تھی۔
فَقَامَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کَاَنَّمَا اُنْشِطَ مِنْ عِقَالٍ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کسی چیز نے مستولی ہو کر آپ کے مقتضیات طبیعت کو چھپا لیا تھا جو جبرئیل ؑ کے تعوذ سے باذن اللہ رفع ہو گئی ———
ایک روز آپ حضرت عائشہ رضؓ کے یہاں تھے کہ آپ نے بار بار اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی۔ اسی حالت میں نیند آ گئی۔ پھر بیدار ہو کر آپؐ نے حضرت عائشہ رضؓ سے کہا کہ میں نے جو بات اپنے رب سے پوچھی تھی وہ اس نے بتادی ہے۔
بتانے والے نے بتایا کہ کنویں کا پانی سوت دیا جائے اور پھر پتھر کے نیچے سے اس جادو کو نکالا جائے۔
اس کے بعد آپ نے حضرت علی، حضرت عمار بن یاسر اور حضرت زبیر کو بھیجا۔ پانی نکالا گیا اور وہ غلاف برآمد کر لیا گیا — اس میں کنگھی اور بالوں کے ساتھ ایک تانت کے اندر گیارہ گرہیں پڑی ہوئی تھیں، اور موم کا ایک پتلا تھا جس میں سوئیاں چبھی ہوئی تھیں۔
حضرت جبرئیل ؑ نے آ کر بتایا کہ آپ معوذتین پڑھیں چنانچہ آپ ایک ایک آیت پڑھتے جاتے اور اس کے ساتھ ایک ایک گرہ کھولی جاتی ہے اور پتلے میں سے ایک ایک سوئی نکالی جاتی رہی جب ساری گرہیں کھل گئیں اور ساری سوئیاں نکل گئیں تو آپ جادو کے اثر سے نکل کر ایسے ہو گئے جیسے کوئی شخص بندھا ہوا تھا اور کھل گیا ہو۔
پھر آپ نے لبید کو بلا کر باز پرس کی۔ اس نے اپنے قصور کا اعتراف کر لیا مگر آپ نے اس کو چھوڑ دیا۔
○ ——— جادو کیا ہے ؟ ——— جادو دراصل ایک نفسیاتی اثر ہے جو نفس سے گزر کر جسم کو بھی اسی طرح متاثر کر سکتا ہے جس طرح جسمانی اثرات جسم سے گزر کر نفس کو متاثر کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر خوف اور ڈر ایک نفسیاتی چیز ہے مگر اس کا اثر جسم پر یہ ہوتا ہے کہ رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور بدن میں تھرتھری چھوٹ جاتی ہے۔
بلاشبہ یہ بات اپنی جگہ بالکل درست ہے کہ بندوق کی گولی اور ہوائی جہاز سے گرنے والے بم کی طرح جادو کا مؤثر ہونا بھی اللہ کے اذن کے بغیر ممکن نہیں۔
اگر ذاتی حیثیت سے آپ کو زخمی کیا جا سکتا تھا جیسا کہ جنگ احد میں ہوا، اگر آپ گھوڑے سے گر کر چوٹ کھا سکتے تھے، اگر آپ کو بچھو کاٹ سکتا تھا اور ان میں سے کوئی بھی چیز اس تحفظ کے منافی نہیں ہے جس کا نبی ہونے کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ نے آپ سے وعدہ کیا تھا تو آپ اپنی ذاتی حیثیت میں جادو کے اثر سے بیمار بھی ہو سکتے تھے۔
نبی پر جادو کے اثر کا ہونا خود قرآن سے ثابت ہے۔ سورۂ اعراف میں فرعون کے جادوگروں کے متعلق بیان ہوا ہے کہ حضرت موسیٰ کے مقابلے میں جب وہ آئے تو انھوں نے ہزارہا آدمیوں کے اس پورے مجمع کی نگاہوں پر جادو کر دیا جو وہاں دونوں کا مقابلہ دیکھنے کے لئے وہاں جمع ہوا تھا — جو لاٹھیاں اور رسیاں انھوں نے پھینکی تھیں ان کے متعلق عام لوگوں ہی نے نہیں حضرت موسیٰ نے بھی یہی سمجھا کہ دوڑی چلی آ رہی ہیں — اور اس سے حضرت موسیٰ بھی خوف زدہ ہو گئے۔
رہا یہ کہ کفار مکہ آپ کو سحر زدہ آدمی کہتے تھے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے — یَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا۔ (آیت ۴۷)
تو وہ آپ کو سحر زدہ آدمی اس معنی میں نہیں کہتے تھے کہ آپ کسی جادو کے اثر سے بیمار ہو گئے ہیں بلکہ اس معنیٰ میں کہتے تھے کہ کسی جادوگر نے معاذ اللہ آپ کو پاگل کر دیا ہے۔ اور اسی پاگل پن میں آپ نبوت کا دعویٰ کر بیٹھے ہیں۔ اور

جنت دوزخ کے افسانے سنا رہے ہیں۔

○ ان دو سورتوں معوذتین کے معاملے میں ایک مسئلہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ جھاڑ پھونک کی اسلام میں گنجائش ہے یا نہیں۔ اور یہ جھاڑ پھونک مؤثر ہے بھی یا نہیں؟۔

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کو سوتے وقت معوذتین اور بعض روایات میں ہے معوذات یعنی قل ہو اللہ احد اور معوذتین تین مرتبہ پڑھ کر اپنے دونوں ہاتھوں میں پھونکتے اور سر سے لے کر پاؤں تک پورے جسم پر جہاں جہاں تک آپ کے ہاتھ پہنچ سکتے تھے انھیں پھیرتے تھے۔

بعض احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا میں حضور ﷺ نے جھاڑ پھونک سے بالکل منع فرما دیا تھا لیکن بعد میں اس شرط کے ساتھ اس کی اجازت دے دی کہ اس میں شرک نہ ہو۔ اللہ کے پاک ناموں یا اس کے کلام سے جھاڑا جائے کلام ایسا ہو جو سمجھ میں آئے اور یہ معلوم کیا جا سکے کہ اس میں گناہ کی کوئی چیز تو نہیں ہے۔ اور پھر ایسے جھاڑ پھونک نہ کیا جائے کہ وہ بجائے خود شفا دینے والی ہے بلکہ اللہ پر اعتماد کیا جائے کہ وہ چاہے گا تو اسے نافع بنا دے گا۔

ایک حدیث میں جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے، یہ بات آئی ہے:۔

عَنْ جَابِرٍ رض قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الرُّقٰى فَجَاءَ اٰلُ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهَا كَانَتْ عِنْدَنَا رُقْيَةٌ نَرْقِيْ بِهَا مِنَ الْعَقْرَبِ وَاِنَّكَ نَهَيْتَ عَنِ الرُّقٰى قَالَ فَعَرَضُوْهَا عَلَيْهِ فَقَالَ مَا اَرٰى بَاْسًا فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ يَّنْفَعَ اَخَاهُ فَلْيَفْعَلْ۔ (مسلم۔ مسند احمد ابن ماجہ)

(حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے جھاڑ پھونک کرنے سے منع کیا تو عمرو بن حزم کے قبیلے کے لوگ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے اے اللہ کے رسول ہمارے گھرانوں میں بچھو کے ڈنک مارنے پر دم کرنے کا سلسلہ پہلے سے چلا آرہا ہے جب کہ آپ نے جھاڑ پھونک کرنے سے منع کر دیا ہے۔ راوی حدیث کہتے ہیں انھوں نے اپنے رقیہ کے کلمات نبی ﷺ کے سامنے پیش کئے تو آپ نے فرمایا اس میں مجھے کوئی حرج نظر نہیں آتا۔ تم میں سے جو بھی اپنے بھائی کو فائدہ پہنچا سکتا ہو وہ پہنچائے۔)

آج کی مادہ پرست دنیا میں بھی بہت سے ڈاکٹروں نے اعتراف کیا ہے کہ دعا اور رجوع الی اللہ مریضوں کی شفایابی میں بہت کارگر چیز ہے۔

آیاتہا ۵	۱۱۳ ـــــ سُوْرَةُ الْفَلَقِ مَكِّيَّةٌ ـــــ ۲۰	رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان، رحم کرنے والا ہے

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ﴿۱﴾ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ﴿۲﴾

قُلْ	اَعُوْذُ	بِرَبِّ	الْفَلَقِ	مِنْ	شَرِّ	مَا خَلَقَ
کہہ دیجئے	میں پناہ میں آتا ہوں	رب کی	صبح	سے	شر	جو اس نے پیدا کیا

کہہ دیجئے میں پناہ میں آتا ہوں صبح کے رب کی، اس کے شر سے جو اس نے پیدا کیا۔

سُوْرَةُ الْفَلَقِ مَكِّيَّةٌ اَوْ مَدَنِيَّةٌ خَمْسُ اٰيَاتٍ نَزَلَتْ هٰذِهٖ وَ الَّتِیْ بَعْدَهَا لَمَّا سَحَرَ لَبِيْدُ الْيَهُوْدِیُّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ وَتَرٍ بِهٖ اِحْدٰى عَشَرَةَ عُقْدَةً فَاَعْلَمَهُ اللّٰهُ بِذٰلِكَ وَ بِمَحَلِّهٖ فَاُحْضِرَ بَيْنَ يَدَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاُمِرَ بِالتَّعَوُّذِ بِالسُّوْرَتَيْنِ فَكَانَ كُلَّمَا قَرَءَ اٰيَةً مِّنْهُمَا انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ وَوَجَدَ خِفَّةً حَتّٰى انْحَلَّتِ الْعُقَدُ كُلُّهَا وَقَامَ كَاَنَّمَا نَشِطَ مِنْ عِقَالٍ

سورہ فلق مکی ہے یا مدنی اس میں پانچ آیتیں ہیں۔ (یہ سورۃ اور اس سے اگلی سورت اس وقت نازل ہوئیں کہ لبید یہودی نے ایک تانت میں گیارہ گرہ دیکر آپ پر جادو کیا۔ حق تعالیٰ نے آپ کو اس جادو سے اور جس جگہ وہ کیا گیا خبر کردی۔ سو وہ آپ کے سامنے لایا گیا اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان دو سورتوں کو پڑھیں سو آپ جس وقت ایک آیت ..... ان میں سے پڑھتے تھے ایک گرہ کھلتی تھی یہاں تک کہ تمام گرہیں کھل گئیں اور آپ اس طرح اٹھ کھڑے ہوئے جیسے رسی سے کھل کر اونٹ کھڑا ہو جاتا ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
شروع اللہ کے نام سے جو بہت بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے۔

① قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ○ الصُّبْحِ

① قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ الخ کہہ دے کہ میں پناہ مانگتا ہوں ساتھ پروردگار صبح کے

② مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ○ مِنْ حَيَوَانٍ مُكَلَّفٍ وَغَيْرِ مُكَلَّفٍ وَجَمَادٍ كَالسَّمِّ وَغَيْرِ ذٰلِكَ

② ہر جاندار مکلف اور غیر مکلف اور جمادات یعنی زہر وغیرہ کی سے برائی۔

تشریح

(۱) صبح کے رب کی پناہ | جو رات کی تاریکی کو چاک کرکے صبح کی روشنی نمودار کرتا ہے میں اپنے آپ کو اس رب کی حفاظت اور پناہ میں دیتا ہوں۔ میں اس سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ مجھے اپنی نگہبانی، حفاظت اور پناہ میں لے لے۔

جب آدمی کسی چیز کا خوف اور ڈر محسوس کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اس کا مقابلہ وہ خود نہیں کرسکتا بلکہ وہ دوسرے کی مدد اور پناہ کا محتاج ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ اس خوف ناک چیز سے وہی اس کو بچا سکتا ہے۔

پناہ کی ایک قسم تو وہ ہے جو طبعی قوانین کے تحت عالم اسباب میں کسی محسوس چیز یا کسی شخص یا کسی طاقت کی حاصل کی جاتی ہے۔ مثلاً دشمن کے حملے سے بچنے کے لئے آدمی قلعہ میں پناہ لے لے۔ طاقت ور آدمی سے بچنے کے لئے کسی شخص کی یا حکومت کی پناہ میں چلا جائے دھوپ سے بچنے کے درخت یا عمارت کے سائے میں پناہ لے لے۔

ایک پناہ وہ ہے جس میں ہر طرح کے خطرات اور نقصان دینے والی چیزوں سے بچنے کے لئے کسی ایسی ہستی کی پناہ مانگی جاتی ہے جو فوق الفطری ہے۔ مومن ایسے تمام خطرات سے بچنے کے لئے اللہ سے پناہ مانگتا ہے کیوں کہ اللہ تو تمام عالم اسباب پر حکمران ہے ان کے حکم کے بغیر نہ کوئی چیز نقصان دے سکتی ہے اور نہ فائدہ پہنچا سکتی ہے۔ عقیدۂ توحید اور اللہ پر ایمان لانے کا تقاضا یہی ہے کہ اس نوعیت کا تعوذ واستعاذہ اور حفاظت و پناہ کی طلب صرف اللہ سے کی جائے۔

مومن کا کام یہ ہے کہ وہ ہر خطرے اور شر سے صرف اللہ کی پناہ مانگے اور اللہ سے بے نیاز ہو کر اپنے آپ پر بھروسہ نہ کرے۔

میں اللہ کو واحد پناہ دہندہ مان کر اپنے آپ کو اس کی حفاظت میں دیتا ہوں وہی ہر قسم کے شر سے بچانے والا ہے اور میں اس سے بندگی کا تعلق استوار کرتا ہوں۔ وہ رب جو رات کی تاریکی کا پردہ چاک کرکے صبح نمودار کرتا ہے۔ جو فَالِقُ الْاِصْبَاحِ "رات کی تاریکی کو پھاڑ کر صبح نمودار کرنے والا۔ الانعام-۹۶) ہے۔

اللہ کی ربوبیت کے ساتھ اس کی شمۂ قدرت کا ذکر ہے کہ پناہ لینے والا اپنے اس یقین و اطمینان کا اظہار کر رہا ہے کہ جو ہستی تاریکی کو پھاڑ کر صبح کو ظہور میں لاتی ہے وہ مایوس کن حالات میں امید کی کرن پیدا کرے گی اور فتنوں کے ہجوم میں امن وعافیت کی راہ کھولے گی۔

(۲) مخلوق کی بدی سے اللہ کی پناہ | ہر ایسی مخلوق جس میں کوئی بدی ہو اس کی بدی سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ ان چیزوں کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جو اس نے پیدا کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کسی مخلوق کو شر کے لئے پیدا نہیں کیا بلکہ اس کا ہر کام خیر اور کسی مصلحت کے لئے ہوتا ہے۔

معلوم ہوا کہ سب چیزیں اللہ ہی کی پیدا کی ہوئی ہیں۔ خالق و مالک تنہا وہی ہے کوئی چیز بھی خالق کائنات سے زیادہ طاقت ور نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا مخلوق کے شر سے بچنے کے لئے خالق کی پناہ لینی چاہیئے۔ مخلوق کے شر سے بچنے کے لئے مخلوق کی پناہ سمجھ داری نہیں ہے۔

"جو کچھ اس نے پیدا کیا اس کے شر" ـــ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس کی پیدا کی ہوئی ہر چیز میں لازماً شر کا پہلو ہے بلکہ مطلب ہے کہ اس کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں سے جو چیزیں بھی اپنے اندر شر کا پہلو رکھتی ہیں ان سب کے شر سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔

یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ کوئی چیز بھی بالذات مؤثر نہیں ہے بلکہ ہر چیز اللہ کے حکم سے ہی اثر انداز ہوتی ہے۔

شر سے مراد محسوس ہونے والی آفتیں بھی ہیں۔ اور معنوی مضرتیں بھی۔

معوذتین کو قرآن مجید کے آخر میں رکھا گیا ہے کہ قرآن کے ذریعے جس ہدایت سے نوازا گیا ہے اس کی حفاظت کے سلسلے میں چوکنا رہنے کی ضرورت ہے کہ شر پسند قوتیں بھٹکانے میں کامیاب نہ ہوسکیں۔

آگے موقع کی مناسبت سے چند مخصوص چیزوں کا نام لیا جارہا ہے کہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں جو چیز شر کا پہلو رکھتی ہے اس کے شر سے اللہ اپنی پناہ میں رکھے۔

وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ ﴿٣﴾ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ

وَمِنْ	شَرِّ	غَاسِقٍ	إِذَا	وَقَبَ	وَمِنْ	شَرِّ	النَّفّٰثٰتِ
اور سے	شر	اندھیرا	جب	چھا جائے	اور سے	شر	پھونکیں مارنے والیاں

اور اندھیرے کے شر سے جب وہ چھا جائے۔ اور گرہوں میں پھونکیں مارنے والیوں

فِي الْعُقَدِ ﴿٤﴾ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ ﴿٥﴾

فِي	الْعُقَدِ	وَمِنْ	شَرِّ	حَاسِدٍ	إِذَا	حَسَدَ
میں	گرہیں	اور سے	شر	حسد کرنے والا	جب	حسد کرے

کے شر سے۔ اور شر سے حسد کرنے والے کے جب وہ حسد کرے۔

ع ۵ ۲۸

﴿٣﴾ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ ○ أَيِ اللَّيْلِ إِذَا أَظْلَمَ أَوِ الْقَمَرِ إِذَا غَابَ

﴿٣﴾ اور رات کے شر سے جب کہ اس کا اندھیرا ہو یا چاند کے شر سے جب کہ وہ چھپ جاوے۔

﴿٤﴾ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ السَّوَاحِرِ تَنْفُثُ فِي الْعُقَدِ ○ الَّتِي تَعْقِدُهَا فِي الْخَيْطِ تَنْفُخُ فِيهَا بِشَيْءٍ تَقُولُهُ مِنْ غَيْرِ رِيقٍ وَقَالَ الزَّمَخْشَرِيُّ مَعَهُ كَبَنَاتِ لَبِيدِ الْمَذْكُورِ

﴿٤﴾ اور جادوگرنیوں کے شر سے جو دھاگے میں گرہ لگا کر پھونکتی ہیں کچھ پڑھ کر بدون تھوک لگائے یا تھوک لگا کر پھونکتی ہیں جیسے لبید مذکور کی بیٹیاں

﴿٥﴾ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ ○ أَظْهَرَ حَسَدَهُ وَعَمِلَ بِمُقْتَضَاهُ كَلَبِيدِ الْمَذْكُورِ مِنَ الْيَهُودِ الْحَاسِدِينَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذِكْرُ الثَّلَاثَةِ الشَّامِلِ لَهَا مَا خَلَقَ بَعْدَهُ لِشِدَّةِ شَرِّهَا

﴿٥﴾ اور پناہ مانگتا ہوں حسد کرنے والے کے شر سے جب کہ وہ حسد کرے یعنی اس کا حسد ظاہر ہو اور اس پر عمل کرے جیسے یہودیوں حسد کرنے والوں میں سے لبید نے اپنا حسد ظاہر کیا۔ اور ما خلق جو سب کو شامل ہے اس کے بعد تین چیزوں کا بالخصوص ذکر کرنا بسبب شدت شر کے ہے۔

تشریح

﴿٣﴾ تاریکیوں سے اللہ کی پناہ ظاہر کی تاریکی ہو یا باطن کی۔ تنگ دستی اور پریشانی ہو یا گمراہی کا اندھیرا۔ ہر طرح کی تاریکی سے اللہ کی پناہ۔ رات اپنے ساتھ تاریکی لے کر آتی ہے اور اس تاریکی میں شر پسند عناصر اور شیطانی قوتوں کو ابھرنے کا موقع ملتا ہے۔

ظاہری اور جسمانی آفتوں کے اعتبار سے۔ بیماریاں رات میں بڑھتی ہیں، موذی جانور رات میں نکلتے ہیں۔ رات کو ڈر اور خوف کا ماحول رہتا ہے۔ رات میں جرائم کثرت سے ہوتے ہیں۔ اکثر سازشیں رات ہی میں کی جاتی ہیں اور شیطان اپنے لشکر کے ساتھ رات کی تاریکی میں حملہ آور ہوتا ہے ۔ رات کے شر سے چوکنا رہنے اور اس سے اللہ کی پناہ مانگنے کی تلقین اسی لئے ہے۔
رات کی طرف شر کو منسوب کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ رات میں خیر کا نزول نہیں ہوتا یا خیر کے کام انجام نہیں پاتے بلکہ مراد صرف اتنی ہے کہ رات کا وقت شیطانی قوتوں کے لئے شر پھیلانے کے تعلق سے بڑا سازگار ہوتا ہے۔
یعنی جب کفر و عصیاں کی تاریکیاں چھا جائیں، جب ظلمت کفر و شرک سمٹ آئے اور اس کے گھٹا ٹوپ بادل چھا جائیں۔ جب ظاہری اور باطنی تاریکیاں پھیل جائیں کہ ان ہی تاریکیوں میں تباہ کرنے والے فتنے سر اٹھاتے ہیں اور جنس لطیف کی سحر کاریاں اور بغض و حسد کی خباثتیں عام ہوتی ہیں ۔ اے میرے رب مجھے تیری پناہ درکار ہے۔

(۴) پناہ مانگتا ہوں اللہ کی، ان کے شر سے جو گرہوں میں پڑھ پڑھ کر پھونکتی ہیں ۔ ٹوٹکے اور جادو کرتی ہیں۔ ہر تدبیر سے انسان کو پھسلاتی ہیں، لگائی بجھائی، سحر جادو، اور مختلف طریقوں سے اس کو قابو میں کرنا چاہتی ہیں۔
گرہوں میں پھونکنے سے، جادو کے لئے استعارہ ہے۔ عموماً جادوگر کسی ڈور یا دھاگے میں گرہ دیتے اور اس پر پھونکتے جاتے ہیں۔
جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو ہوا تو جبرئیل علیہ السلام نے آکر حضورؐ کو معوذتین پڑھنے کی ہدایت کی تھی اور معوذتین میں سورۃ الفلق میں یہی ایک فقرہ ہے جو براہ راست جادو سے تعلق رکھتا ہے۔
جادو میں کیونکہ دوسرے شخص پر برا اثر ڈالنے کے لئے شیاطین یا ارواحِ خبیثہ یا ستاروں کی مدد مانگی جاتی ہے اس لئے قرآن نے جادو کو کفر کہا ہے۔

وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَٰكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ ۔ (البقرہ ۔ ۱۰۲)

(سلیمان نے کفر نہیں کیا تھا بلکہ شیاطین نے کفر کیا تھا، وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے)۔
جادو بالاتفاق حرام ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سات ایسے کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے جو انسان کی آخرت کو برباد کرنے والے ہیں۔

(۵) حاسد کے شر سے اللہ کی پناہ حسد کے معنی یہ ہیں کہ دوسرے سے اللہ کی دی ہوئی نعمت کے زوال کا متمنی ہو۔ باقی یہ آرزو کرنا کہ مجھے بھی ایسی نعمت یا اس سے زائد عطا ہو جو فلاں کو عطا ہوئی ہے حسد میں داخل نہیں اس کو "غبطہ" یا رشک کہتے ہیں۔
حاسد جب اپنی قلبی کیفیت کو ضبط نہ کر سکے اور عملی طور پر حسد کرنے لگے اس کی بدی سے پناہ مانگنی چاہیئے۔ جب تک حاسد کوئی اقدام نہیں کرتا اس وقت اس کا جلنا بجائے خود چاہے برا ہے مگر محسود کے لئے ایسا شر نہیں بنتا کہ اس سے پناہ مانگی جائے ۔

توانم این کہ نیازارم اندرون کسے
حسود را چہ کنم کہ او ز خود برنج دراست

(میں یہ کر سکتا ہوں کہ کسی کی دل آزاری نہ کروں، مگر حاسد کا کیا کروں کہ وہ خود بخود ہی اپنے آپ کو تکلیف میں ڈالے ہوئے ہے)
حاسد جب حاسدانہ کارروائی کرنے لگے اور جوشِ حسد میں اقدام کر بیٹھے ایسے موقع پر اس کے شر، اس کی ایذاؤں اور اس کی اذیتوں سے بچنے کے لئے اللہ کی پناہ مانگنی چاہیئے۔
حسد کی ابتدا شیطان سے ہوئی ہے جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو پیدا کر کے خلافتِ ارضی کا تاج ان کے سر پر رکھا۔ اس فضیلت کی بنا پر شیطان انسان کا دشمن بن گیا اور وہ یہ چاہتا ہے کہ انسان صحیح راستے سے بھٹک جائے۔

قرآن میں یہود کے حسد کا بھی خاص طور پر ذکر ہوا ہے ۔

وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّن بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم ۔ (البقرہ ۔ ۱۰۹)

(بہت سے اہل کتاب یہ چاہتے ہیں کہ وہ تمہارے ایمان لانے کے بعد پھر تمہیں کفر کی طرف پلٹا لے جائیں محض اپنے نفس کے حسد کی بنا پر) نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کفار کے حسد کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ مکہ اور طائف کے سرداروں کو چھوڑ کر آپ کو کیوں نبوت کے لئے منتخب کیا گیا۔ وہ کہتے تھے :۔

لَوْلَا نُزِّلَ هَٰذَا الْقُرْآنُ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيمٍ ۔ (الزخرف ۔ ۲۱)

(یہ قرآن دونوں شہروں کے رئیسوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہیں کیا گیا ؟)

حسد کی آگ جو ان کے سینوں میں جل رہی تھی اس نے انھیں نبی ؐ کا دشمن بنا دیا تھا اور وہ نہیں چاہتے تھے کہ اہل ایمان پر ان کے رب کی طرف سے کوئی خیر نازل ہو۔

مَّا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَلَا الْمُشْرِكِينَ أَن يُنَزَّلَ عَلَيْكُم مِّنْ خَيْرٍ مِّن رَّبِّكُمْ ۔ (البقرہ ۔ ۱۰۵)

(جن لوگوں نے کفر کیا خواہ وہ اہل کتاب ہوں یا مشرک ، نہیں چاہتے کہ تمہارے رب کی طرف سے تم پر کوئی خیر نازل ہو ۔)

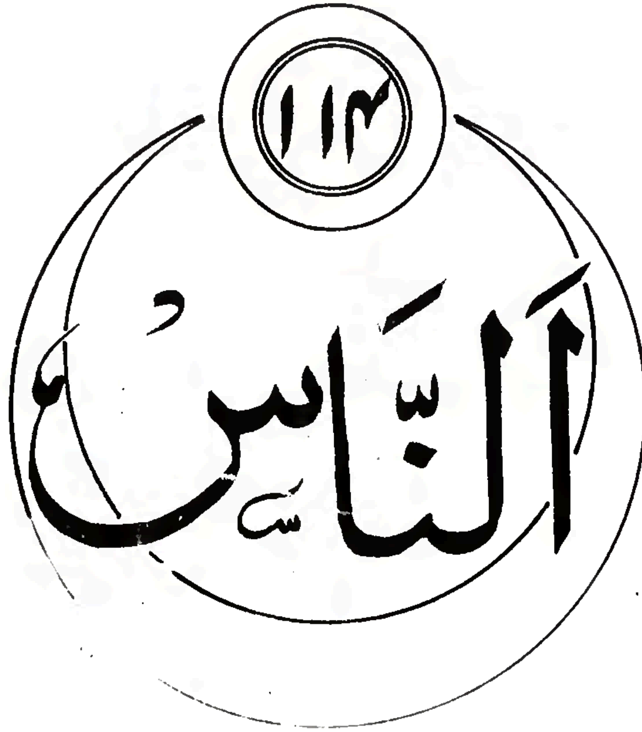
بہت سے لوگ حسد کی وجہ سے اپنے یا اپنے قبیلے کے سوا کسی دوسرے کا چراغ جلتا نہ دیکھ سکتے تھے ۔ مثال کے طور پر ابوجہل جس بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی میں حد سے بڑھتا چلا جاتا تھا اس کی وجہ وہ خود بیان کرتا ہے کہ ۔

" ہمارا اور بنی عبد مناف (یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خاندان کا) باہم مقابلہ تھا ــــ انھوں نے کھانے کھلائے تو ہم نے بھی کھلائے ــــ انھوں نے لوگوں کو سواریاں دیں تو ہم نے بھی دیں ــــ انھوں نے عطیے دیئے تو ہم نے بھی دیئے ــــــــ یہاں تک کہ وہ اور ہم جب عزت وشرف میں برابر کی ٹکر کے ہوگئے ۔ تو اب وہ کہتے ہیں کہ ہم میں ایک نبی ہے جس پر آسمان سے وحی اترتی ہے ۔ بھلا اس میدان میں ہم کیسے ان کا مقابلہ کرسکتے ہیں ــــ خدا کی قسم ہم ہرگز اس کو نہ مانیں گے اور نہ اس کی تصدیق کریں گے ۔" (ابن ہشام جلد اول صفحہ ۳۳۷ ۔ ۳۳۸)

الغرض آیت کا منشا یہ ہے کہ ایک مومن کو جب کبھی کسی حاسد سے سابقہ پیش آجائے تو وہ اس کے فتنوں سے بچنے کے لئے اللہ کی پناہ مانگے ۔ اس طرح وہ اپنے غصہ کو بھی قابو میں رکھ سکے گا اور اللہ کی مدد کا مستحق ہوگا۔

اس کتاب ہدایت قرآن مجید کو پا کر اہل ایمان کو جو شرف حاصل ہوا ہے اس کی وجہ سے دشمن ان کو حاسدانہ نگاہوں سے دیکھتے ہیں ۔ انھیں چاہیئے کہ اپنے حاسدوں کی ریشہ دوانیوں سے چوکنا رہیں اور ان کے فتنوں سے بچنے کے لئے اس کتاب کو مضبوطی سے تھامے رکھیں ۔

خدا نے مجھ کو حسد سے بچا لیا ہے اسد
خدا کا شکر ہے محسودِ روزگار ہوں میں



ترتیب تلاوت	۱۱۴	ترتیب نزول	۲۱
مکی / مدنی	مکیّ	تعداد رکوعات	۱
تعداد آیات	۶	تعداد الفاظ	۲۰
تعداد حروف	۸۱		

○ اس سورت میں پانچ مرتبہ لفظ اَلنَّاس آیا ہے جس کے معنی انسان کے ہیں اسی مناسبت سے اس سورت کا نام الناس ہے۔ یہ معوذتین کی دوسری اور قرآن مجید کی آخری سورت ہے۔

○ یہ سورت بھی سورۂ فلق کے ساتھ نازل ہوئی ہے اور ان دونوں سورتوں کا نزول ایک ہی وقت اور ایک ہی مرتبہ میں ہوا ہے۔

○ سورت کے مضمون سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ سورت مکہ مکرمہ کے اس زمانے میں نازل ہوئی جب شیاطین جن وانس نے قرآن مجید کے خلاف لوگوں کے دلوں میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کی مہم شروع کر رکھی تھی۔
سابقہ سورت سورۂ فلق کی طرح اس کا مرکزی مضمون بھی استعاذہ ہے البتہ اس میں وسوسہ اندازی کو سب سے بڑا شر قرار دے کر اس سے پناہ مانگنے کی تعلیم دی گئی ہے۔

سب سے بڑا حاسد انسان کے لئے شیطان ہے اس سے بچنے کے لئے یہ دعا سکھائی گئی ہے جو دل میں وسوسہ ڈالتا ہے۔ انسان کو طرح طرح سے پھسلاتا ہے اور برائی کی ترغیب دیتا ہے اور اندرونی طور سے ایمان کو کمزور کرتا ہے۔ یہ وہ خطرہ ہے جس سے بچنا انسان کے بس کی بات نہیں ہے ۔ جب دشمن نظر ہی نہ آوے اور اس کے حربے انسان کی سمجھ سے بالاتر ہوں ۔ تو ان سے بچنے کی تدبیر ہی کیا ہو سکتی ہے ۔ البتہ اللہ کی ربوبیت ، اس کی حاکمیت اور مالکیت اور اس کی معبودیت ہی انسان کو ہر منزل میں اس شر سے بچا سکتی ہے ۔

یہ سورت شیطان سے بچنے اور شیاطین کے اثرات سے متاثر جنوں اور انسانوں سے محفوظ رہنے کے لئے وہ عطیہ ہے جس پر قرآن ختم ہوتا ہے تاکہ بندہ مومن بھول میں نہ پڑے اور بھول میں پڑے ہوئے بہکے ہوئے لوگوں کے شر سے بھی محفوظ رہے ۔

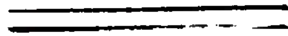
○ اس سورت میں اللہ کو اس کی تین صفات سے یاد کر کے اس کی پناہ مانگنے کی تلقین کی گئی ہے ۔

ایک اس کا ربّ النّاس) ـــــ یعنی تمام انسانوں کا پروردگار ہونا ۔

دوسرے اس کا مَلِکِ النّاس ـــــ یعنی تمام انسانوں کا بادشاہ ہونا ۔

تیسرے اس کا اِلٰہِ النّاس ـــــ یعنی تمام انسانوں حقیقی معبود ہونا ۔

مطلب یہ ہوا کہ میں ایسی ذات سے پناہ مانگ رہا ہوں جو رب ہے ، بادشاہ ہے ، اور معبود حقیقی ہے ۔ اس کے سوا کوئی ایسی ذات ہے ہی نہیں جس سے پناہ مانگی جا سکے ۔



اٰیاتُھا ۶	۱۱۴ سُوْرَۃُ النَّاسِ مَکِّیَّۃٌ ۲۱	رُکُوْعُھَا ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان، رحم کرنے والا ہے

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ﴿۱﴾ مَلِکِ النَّاسِ ﴿۲﴾

قُلْ	اَعُوْذُ	بِرَبِّ	النَّاسِ	مَلِکِ	النَّاسِ
کہہ دیجئے	میں پناہ میں آتا ہوں	رب کی	لوگ	بادشاہ	لوگ

کہہ دیجئے میں پناہ میں آتا ہوں لوگوں کے رب کی، لوگوں کے بادشاہ کی۔

سُوْرَۃُ النَّاسِ مَکِّیَّۃٌ اَوْمَدَنِیَّۃٌ
سِتُّ اٰیَاتٍ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورۃ الناس مکی ہے یا مدنی اس میں چھ آیتیں ہیں۔
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
شروع اللہ کے نام سے جو بہت بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے

﴿۱﴾ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ○ خَالِقِھِمْ وَمَالِکِھِمْ خَصُّوْا بِالذِّکْرِ تَشْرِیْفًا لَھُمْ وَمُنَاسَبَۃً بِلِاسْتِعَاذَۃِ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ فِیْ صُدُوْرِھِمْ

﴿۱﴾ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ مَلِکِ النَّاسِ اِلٰہِ النَّاسِ الخ
کہہ دے کہ میں پناہ پکڑتا ہوں ساتھ پروردگار آدمیوں کے

﴿۲﴾ مَلِکِ النَّاسِ ○

﴿۲﴾ جو بادشاہ ہے آدمیوں کا۔

تشریح

﴿۱﴾ **انسانوں کے رب کی پناہ** | تمام لوگوں کا پروردگار جو خدا انسانوں کا رب ہے وہی ان کو پناہ دینے والا بھی ہے اس کے سوا کوئی پناہ دینے والا نہیں ہے۔

زبور میں ہے ــــ "اے خدا میری حفاظت کر کیوں کہ میں تجھ ہی میں پناہ لیتا ہوں۔ میں نے خداوند سے کہا تو ہی رب ہے تیرے سوا میری بھلائی نہیں۔" (زبور۔ ۱۶: ۱، ۲)

اگرچہ اللہ تعالیٰ کی شان ربوبیت تمام مخلوقات کو شامل ہے لیکن اس صفت کا کامل ظہور انسانوں میں ہوا ہے اس لئے رب کی اضافت انسان کی طرف کی گئی ہے یعنی میں اس خدا کی پناہ مانگتا ہوں جو انسانوں کا رب ہے اور اپنے بندوں کی حفاظت پر پوری طرح قادر ہے اور جو واقعی اس شر سے انسانوں کو بچا سکتا ہے جس سے خود بچنے کی انسان میں طاقت نہیں ہے اس لئے میں اس کی پناہ مانگ رہا ہوں اور اس کے سوا کوئی ہے ہی نہیں جس سے میں پناہ مانگوں اور جو حقیقت میں پناہ دے سکتا ہو۔

﴿۲﴾ **انسانوں کے بادشاہ کی پناہ** | چوں کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کا بادشاہ حقیقی ہے اس لئے وہ بندوں کی حفاظت پر پوری طرح قادر ہے اس لئے میں اسی مقتدر اعلیٰ کا سہارا لیتا ہوں ـــــ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا اقتدار اعلیٰ جس طرح زمین اور آسمانوں پر قائم ہے اسی طرح بنی نوع انسان پر بھی اس کا اقتدار اعلیٰ قائم ہے۔ انسانی گروہوں میں سے کوئی گروہ ایسا نہیں جس پر اس کی بادشاہت قائم نہ ہو۔ وہ تمام انسانوں کا بادشاہ حاکم و فرماں روا ہے۔

اِلٰهِ النَّاسِ ۳ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۵ الْخَنَّاسِ ۴

اِلٰهِ	النَّاسِ	مِنْ	شَرِّ	الْوَسْوَاسِ	الْخَنَّاسِ
معبود	لوگ	سے	شر	وسوسہ ڈالنے والے	چھپ کر حملہ کرنے والے

لوگوں کے معبود کی وسوسہ ڈالنے والے، چھپ چھپ کر حملہ کرنے والے

الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۵

الَّذِیْ	یُوَسْوِسُ	فِیْ	صُدُوْرِ	النَّاسِ
جو	وسوسہ ڈالتا ہے	میں	سینے (دل)	لوگ

کے شر سے جو وسوسہ ڈالتا ہے لوگوں کے دلوں میں۔

۳ اِلٰهِ النَّاسِ ○ بَدَلَانِ اَوْ صِفَتَانِ اَوْ عَطْفَا بَيَانٍ وَاَظْهَرَ الْمُضَافَ اِلَيْهِ فِيْهِمَا زِيَادَةً لِلْبَيَانِ

۳ اور معبود ہے آدمیوں کا۔

۴ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الشَّيْطَانِ سُمِّيَ بِالْحَدَثِ لِكَثْرَةِ مُلَابَسَتِهِ لَهُ الْخَنَّاسِ ○ لِاَنَّهُ يَخْنُسُ وَيَتَاَخَّرُ عَنِ الْقَلْبِ كُلَّمَا ذَكَرَ اللّٰهَ

۴ شیطان وسوسہ ڈالنے والے کی برائی سے جو بوقت ذکر الٰہی دل سے جدا ہو جاتا ہے۔

۵ اَلَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ○ قُلُوْبِهِمْ اِذَا غَفَلُوْا عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ

۵ وہ شیطان جو لوگوں کے سینوں یعنی دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے جب کہ وہ ذکر الٰہی سے غافل ہو جاتے ہیں۔

تشریح

۳ **انسانوں کے حقیقی معبود کی پناہ** | حقیقتاً تمام انسانوں کا معبود اللہ ہی ہے۔ عبادت کی مستحق تنہا اللہ ہی کی ذات ہے اور اس کائنات میں معبود یعنی عبادت کے لائق ہونا تنہا اسی کی صفت ہے اور وہی ہے جس کی عبادت آسمانوں میں بھی کی جاتی ہے اور زمین میں بھی۔ اس لیے انسانوں کا معبود بھی اس کے سوا کوئی نہیں ہے۔

اگر اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت کی جا رہی ہو تو وہ عبادت کا مستحق نہیں ہے۔ عبادت کا حق حقیقی معبود اللہ کا ہے چاہے لوگ اس کی عبادت کر رہے ہوں یا نہ کر رہے ہوں۔

اللہ تعالیٰ کو رب یعنی پروردگار، مَلِک یعنی بادشاہ اور اِلٰہ یعنی حقیقی معبود مان کر بندہ اس سے پناہ کی درخواست کرتا ہے تو وہ اسے قبول فرماتا ہے۔

۴ **شیطان کے وسوسے سے پناہ** | شیطان نظروں سے غائب رہ کر آدمی کو بہکاتا پھسلاتا ہے۔ شیطان کی صفت ہے کہ وہ بری بات اور برے خیالات غیر محسوس طریقے پر انسان کے دل میں ڈالتا ہے وہ وسوسے اندازی کرتا ہے

اور نگاہوں سے چھپا رہتا ہے نظر نہیں آتا۔

شیطان کا طریقہ یہ ہے کہ وہ گناہوں کے کام کو خوش نما بنا کر پیش کرتا ہے اور خوش گوار نتائج کی امید دلاتا ہے۔ یہی چیز وسوسے کی شکل میں انسان کے دل میں داخل ہوتی ہے اور جب وہ اس کے اثر کو قبول کرتا ہے تو یہ خیال پختہ ہو کر ارادے اور عمل کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

○ شیاطین جن وانس کی دسیسہ کاری ان کا بہلانا پھسلانا، اعمال کو خوب صورت بنا کر پیش کرنا، خیالات پر اثر انداز ہونا کس طرح ہوتا ہے۔ اس کو ہم یوں سمجھ سکتے ہیں اور اس کا تجربہ بھی کر سکتے ہیں کہ اگر آپ اپنے خیالات کسی دوسرے انسان پر مرکوز کر دیں تو آپ کے دماغ سے نکلنے والی ریڈیائی لہریں اس کے دماغ سے ٹکرائیں گی اور اس کے خیالات میں ہل چل پیدا کر دیں گی۔

اگر آپ اس کا تجربہ کرنا چاہیں تو اس طرح کر سکتے ہیں کہ مثلاً آپ کہیں بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ کے پیچھے کوئی آدمی بیٹھا ہو جس کے بارے میں آپ کو پتہ نہ ہو کہ وہ میرے پیچھے بیٹھا ہوا ہے اور وہ شخص اپنا پورا خیال اور دھیان آپ کی طرف لگا دے تو تھوڑی دیر میں آپ بے چینی سی محسوس کریں گے اور پلٹ کر دیکھیں گے کہ کوئی مجھے دیکھ رہا ہے۔ یہ دراصل اس کے دماغ سے نکلنے والی ان لہروں کا اثر ہے جو آپ کے دماغ سے ٹکرائیں اور آپ کو بے چینی پیدا ہوئی اور یہ خیال ہوا کہ کوئی مجھے دیکھ رہا ہے۔

خیالات پر اثر انداز ہونے کا بھی اور وسوسے پیدا کرنے کا طریقہ یہی ہے۔ شیطان خود سامنے نہیں آتا اپنے خیالات کا اثر ڈالتا ہے۔ وسوسے پیدا کرتا ہے اور عمل کا وہ پہلو ابھارتا ہے جس میں فائدہ ہو اور نقصان والے پہلو کو دبا لیتا ہے اس طرح وہ انسان کو پھسلاتا اور بہکاتا ہے۔

کیوں کہ شیطان اور اس کے خیالات ہم کو نظر نہیں آتے ان سے بچنے کے لئے ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں کہ وہی ان ان دیکھی چیزوں سے ہمیں بچا سکتا ہے۔

سب سے پہلی وسوسہ اندازی شیطان نے آدم و حوا پر کی تھی۔ قرآن مجید میں ہے۔

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ○ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ۔ (الاعراف ۲۰-۲۱)

(پھر شیطان نے ان پر وسوسہ اندازی کی تاکہ ان کی شرم گاہیں جو اُن سے پوشیدہ رکھی گئی تھیں ان کے سامنے کھول دے۔ اور کہا کہ تمہارے رب نے تم کو اس درخت سے اس لئے روکا ہے کہ تم کہیں فرشتے نہ بن جاؤ یا تمہیں حیات جاوداں حاصل نہ ہو جائے۔ اس نے قسم کھا کر ان سے کہا کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔)

یہ شیطان کی وسوسے اندازی کی واضح مثال ہے کہ کس طرح شیطان خیر خواہ بن کر گناہ کی ترغیب کیسے پر فریب انداز میں دیتا ہے۔

دنیا میں اس کی وسوسہ اندازی چھپے دشمن کے حملے کی طرح ہوتی ہے اس لئے آدمی کو اس کی وسوسہ اندازی کا پتہ نہیں لگتا۔ البتہ اپنے دل میں وہ برے خیالات محسوس کرنے لگتا ہے لیکن ان خیالات کو قبول کرنا یا نہ کرنا انسان کے اپنے فیصلے پر منحصر ہوتا ہے۔ اگر وہ بیدار اور اپنے دشمن کی طرف سے چوکنا ہو تو شیطانی وسوسوں کا کوئی اثر قبول نہیں کرتا اور اگر غافل ہو تو اثر قبول کرتا ہے اور انسان کا قلب اس صورت میں بیدار رہتا ہے جب اس میں اللہ کی یاد

بس گئی ہو۔ ذکرِ الٰہی انسان کی مدافعت کا سب سے بڑا ہتھیار ہے۔

انسان کے دل میں وسوسے اندازی صرف باہر سے شیاطین جن و انس ہی نہیں کرتے بلکہ اندر سے خود انسان کا اپنا نفس بھی وسوسہ اندازی کرتا ہے اپنے غلط نظریات اس کی عقل کو گمراہ کرتے ہیں۔ اس کی اپنی ناجائز اغراض اور خواہشات اس کی قوت تمیز اور قوت ارادی پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ قرآن مجید میں فرمایا:۔

وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۔ (ق-۱۶)

(ہم اس کے اپنے نفس سے ابھرنے والے وسوسوں کو جانتے ہیں)۔

اسی لئے نبیؐ نے اپنے مشہور جمعہ کے خطبہ میں ارشاد فرمایا۔

نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا۔

(ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں اپنے نفس کی شرارتوں سے)

آیت کے الفاظ ہیں:۔

مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۝

وسواس کے معنیٰ ہیں بار بار وسوسہ ڈالنا اور خناس کا مطلب ہے پے درپے پلٹ کر آنا۔ مراد یہ ہے کہ ایک مرتبہ جب اس کی وسوسہ اندازی کی کوشش ناکام ہوجاتی ہے تو وہ چپ ہوکر نہیں بیٹھتا پھر وہی کوشش کرنے کے لئے دوبارہ سہ بارہ اور بار بار آتا رہتا ہے۔

وسوسہ اندازی عمل شر کا نقطۂ آغاز ہے۔ وسوسہ اندازی کے شر سے اللہ کی پناہ مانگنے کا مطلب یہ ہے کہ شر کا آغاز جس مقام سے ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسی مقام پر اس کا قلع قمع فرمادے۔

(۵) سینوں میں وسوسے ڈالنا دل میں وسوسے ڈالنا محاورے کے لحاظ سے ہے ورنہ اصل میں آیت کے اندر لفظ "صدور" استعمال ہوا ہے جو صدر کی جمع ہے اور صدر کے معنیٰ ہیں سینہ ــــــ شیطان کے وسوسے اندازی کا محل انسان کا باطن یعنی اس کا سینہ ہے۔ سینہ دل کے لئے بمنزلہ دہلیز کے ہے جہاں سے وسوسے دل میں داخل ہوتے ہیں۔ علامہ ابن قیم لکھتے ہیں کہ۔

"یہ نقطہ قابل غور ہے کہ اللہ نے "يُوَسْوِسُ فِي صُدُوْرِ النَّاسِ" (جو انسانوں کے سینوں میں وسوسے ڈالتا ہے) فرمایا۔ اور یہ نہیں فرمایا کہ ان کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے۔ کیوں کہ سینہ دل کا صحن اور اس کا گھر ہے جہاں سے واردات داخل ہوکر سینے میں مجتمع ہوتے ہیں۔ اس کے بعد دل میں داخل ہوتے ہیں۔ لہٰذا سینہ دل کے لئے بمنزلہ دہلیز کے ہے اور تمام احکام اور ارادے دل سے نکل کر سینے میں آتے ہیں اور پھر وہاں سے ان کی تقسیم اس کے لشکروں پر کی جاتی ہے"

(تفسیر المعوذتین۔ لابن قیم ص۶۶)

وسوسے دل میں براہ راست داخل نہیں ہوتے بلکہ سینے کے واسطے سے داخل ہوتے ہیں گویا شیطان کے تیر سینے میں پیوست ہوجاتے ہیں اور ان کا زہریلا اثر دل پر اس وقت ہوتا ہے جب کہ دل غفلت کی نیند سو رہا ہو ورنہ دل اگر ذکر الٰہی سے بیدار ہو تو وہ بچاؤ کرلیتا ہے اور اس کے اثر سے محفوظ رہتا ہے۔

مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ⑥ ع ۶ ۲۹

مِنَ	الْجِنَّةِ	وَالنَّاسِ
سے	جن (جمع)	اور انسان

جنوں میں سے اور انسانوں میں سے

⑥ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ○ بَيَانٌ لِلشَّيْطَانِ الْمُوَسْوِسِ أَنَّهُ جِنِّيٌّ وَإِنْسِيٌّ كَقَوْلِهِ تَعَالَى شَيَاطِينَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ أَوْ مِنَ الْجِنَّةِ بَيَانٌ لَهُ وَالنَّاسِ عَطْفٌ عَلَى الْوَسْوَاسِ وَعَلَى كُلٍّ يَشْمَلُ شَرَّ لَبِيدٍ وَبَنَاتِهِ الْمَذْكُورِينَ وَاعْتَرَضَ الْأَوَّلُ بِأَنَّ النَّاسَ لَا يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِهِمُ النَّاسُ إِنَّمَا يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِهِمُ الْجِنُّ وَأُجِيبَ بِأَنَّ النَّاسَ يُوَسْوِسُونَ أَيْضًا بِمَعْنَى يَلِيقُ بِهِمْ فِي الظَّاهِرِ ثُمَّ تَصِلُ وَسْوَسَتُهُمْ إِلَى الْقَلْبِ وَتَثْبُتُ فِيهِ بِالطَّرِيقِ الْمُؤَدِّي إِلَى ذَلِكَ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ

⑥ وہ شیطان جو وسوسہ ڈالتا ہے جن ہو یا آدمی۔ جیسے دوسری آیت میں آتا ہے: شَيَاطِينَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ۔

اور ہو سکتا ہے کہ مِنَ الْجِنَّةِ بیان ہو شیطان وسوسہ دہندہ کا اور اَلنَّاسِ عطف ہو یُوَسْوِسُ پر۔ اور ہر صورت میں لبید اور اس کی بیٹیوں کے شر سے پناہ پکڑنا اس میں داخل ہے۔ اول توجیہ پر کہ من الجنۃ والناس یہاں کہا جاوے شیطان صاحب وسوسہ پر اعتراض پڑتا ہے کہ دلوں میں وسوسہ ڈالنا جن جن کا کام ہے نہ انسان کا۔ اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ انسان بھی وسوسہ ڈالتے ہیں اس طرح کہ اول ظاہر پر اثر ہوتا ہے۔ یعنی ایسی بات کہ جس کا ظاہر پر اثر ہو کر پھر باطن تک اس کا اثر پہنچتا ہے اور وسوسہ دل میں ٹھہر جاتا ہے جس طرح کہ اثر جاتا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

ترجمہ تفسیر جلالین بحمد اللہ و احسانہ و توفیقہ، رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ عَلَى سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَآلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ بروز شنبہ دہم محرم الحرام ۱۳۱۴ھ بروز عاشورا ختم ہوا۔ وَالحمد للہ تعالیٰ۔

تشریح

(۶) جنوں اور انسانوں کے شیطان | وسوسہ اندازی کرنے والا شیطان محض ابلیس ہی نہیں ہے بلکہ جنوں اور انسانوں میں ایسے شیطان بکثرت موجود ہیں جو انسانوں کے بہکانے کا کام کرتے رہتے ہیں۔ اور دونوں کے شر سے پناہ مانگنے کی تلقین قرآن کی اس سورت میں بھی کی گئی ہے۔ اور حدیث میں بھی۔

قرآن مجید کی سورۃ انعام میں ہے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ۱۱۲

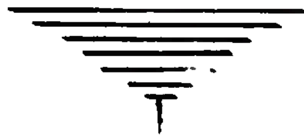
(اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے شیطان جنوں اور شیطان انسانوں کو دشمن بنادیا ہے جو ایک دوسرے پر خوش آئند باتیں دھوکے اور فریب کے طور پر القاء کرتے ہیں۔)

شیطان اور جن چھپ کر وسوسے اندازی کرتا ہے اور شیاطین انس جب وسوسہ اندازی کرتے ہیں تو اپنے شیطان ہونے کی حیثیت کو چھپا کر ہی کرتے ہیں۔ وہ انسان کے خیر خواہ بن کر نمودار ہوتے ہیں کیوں کہ وہ جانتے ہیں کہ ان کا کوئی خیال اور ان کا کوئی مشورہ کسی کے لئے اسی صورت میں قابل قبول ہو سکتا ہے جب وہ ایک ناصح اور خیر خواہ بن کر سامنے آئے۔

حدیث میں ہے جس کو حضرت ابوذر رض نے روایت کیا ہے کہ میں نبی ص کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ مسجد میں تشریف فرما تھے ـــــ فرمایا، ابوذر تم نے نماز پڑھی۔ میں نے عرض کیا نہیں، فرمایا اٹھو اور نماز پڑھو، چناں چہ میں نے نماز پڑھی، اور پھر آکر بیٹھ گیا۔ حضور ص نے فرمایا:۔

يَا اَبَاذَرٍّ ۔ تَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ شَيَاطِيْنِ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ

(اے ابوذر، شیاطین انس اور شیاطین جن کے شر سے اللہ کی پناہ مانگو)
میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ، کیا انسانوں میں بھی شیطان ہوتے ہیں؟۔ فرمایا ہاں۔
(امام احمد۔ نسائی۔ ابن حبان)



قرآن مجید — دُعاءُ خَتمِ القُرآنِ کے ختم کی دعا

اَللّٰهُمَّ اٰنِسْ وَحْشَتِیْ فِیْ قَبْرِیْ ○ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِیْ
بِالْقُرْاٰنِ الْعَظِیْمِ ○ وَاجْعَلْهُ لِیْ اِمَامًا وَّنُوْرًا وَّهُدًی
وَّرَحْمَةً ○ اَللّٰهُمَّ ذَكِّرْنِیْ مِنْهُ مَا نَسِیْتُ وَعَلِّمْنِیْ مِنْهُ مَا
جَهِلْتُ ○ وَارْزُقْنِیْ تِلَاوَتَهٗ اٰنَآءَ الَّیْلِ وَاٰنَآءَ النَّهَارِ ○
وَاجْعَلْهُ لِیْ حُجَّةً یَّا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ○

اے اللہ! مجھے قبر کی وحشت سے مانوس کر ○ اے اللہ، مجھ پر قرآن عظیم کی برکت کے سبب سے رحم کر ○ اور اس کو میرا امام اور نور و ہدایت اور رحمت بنا ○ اے اللہ اس میں سے جو میں بھول گیا ہوں مجھے یاد دلا، اور جو میں نہیں جانتا سکھا اس سے ○ اور تلاوت نصیب کر دن اور رات کے وقتوں میں ○ اور اس کو میرے لئے دلیل بنا اے پالنے والے جہانوں کے ○۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا وَّظَاهِرًا وَّبَاطِنًا ○ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا
اِنْ نَّسِیْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ○ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ○

تمام تعریف اول و آخر اور ظاہر و باطن اللہ ہی کے لئے ہے ○ اے پروردگار اگر ہم سے بھول یا چوک ہو گئی ہو تو ہم سے مواخذہ نہ کیجئے ○ اے پروردگار ہم سے (یہ خدمت) قبول فرمائیے، بے شک آپ سننے (اور) جاننے والے ہیں ○۔

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ○ رَبَّنَا وَ
تَقَبَّلْ دُعَآءِ ○ رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ
یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ○

اے میرے رب مجھ کو نماز کا اہتمام رکھنے والا رکھیئے اور میری اولاد میں بھی بعضوں کو ○ اے ہمارے رب اور میری دعا قبول کیجئے ○ اور میری مغفرت کر دیجئے اور میرے ماں باپ کی بھی اور کل مومنین کی بھی حساب قائم ہونے کے دن ○۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَی الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ ، خُصُوْصًا سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ ، وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ، وَمَنْ تَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ، وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ

رب کریم کا شکرو احسان ہے کہ آج مورخہ ۲۳ ر جمادی الاولی ۱۴۳۳ھ بعد نماز عشاء جب کہ پیر کے دن کی شب کا آغاز ہو چکا ہے ، مطابق ۱۵ ار اپریل ۲۰۱۲ء تفسیر روح القرآن اللہ کی توفیق اور اس کی مدد سے مکمل ہو گئی۔ اس کام کا آغاز مئی ۱۹۹۲ء مطابق ذیقعدہ ۱۴۱۲ھ میں ہوا تھا۔ اور مجھے خیال بھی نہ تھا کہ میں اس کام کو کر سکوں گا۔

حضرت جد امجد مفتی عزیز الرحمن عثمانی رح کے ترجمہ تفسیر جلالین کے دستیاب ہونے کے بعد میں اس کو شائع کرنا چاہتا تھا اور یہ خیال ہوا کہ اس پر کچھ مختصر نوٹ لکھ دیئے جائیں۔ چناں چہ ابتدا میں اختصار پیش نظر رہا۔

مگر میرے عزیز اور بہت ہی عزیز جو میرے حقیقی بھانجے بھی ہیں اور داماد بھی میاں صہیب صدیقی مالک (فیصل پبلی کیشنز جامع مسجد دیوبند) انھوں نے حوصلہ کیا اور اس تفسیر کو اپنے ادارے سے شائع کرتے رہے۔

میں کس زبان سے اپنے پروردگار کا شکرادا کروں کہ اس نے اس ناکارہ کو اس خدمت کی سرفرازی عطا فرمائی۔ اس کی رحمت اور عنایت سے امید رکھتا ہوں کہ وہ اپنے کلام کی اس خدمت کو قبول فرما کر روز قیامت سرخ رو فرمائے گا۔ اللّٰھم اپنے کرم سے اس خدمت کو قبولیت عطا فرمائے ، لوگوں کے لئے مفید بنائے اور اس ناچیز کے لئے صدقہ جاریہ بنے۔

تفسیر کا کام بڑا نازک کام ہے۔ جہاں کہیں اس میں بھول چوک ہوئی ہو۔ اہل علم سے درخواست ہے کہ وہ اس ناچیز کی غلطیوں سے مطلع فرمائیں۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ۔

فضیل اللہ

(مفتی) فضیل الرحمن ہلال عثمانی

دارالسلام - دہلی گیٹ
مالیرکوٹلہ - ۱۴۸۰۲۳

فون نمبر 01675-251201
فیکس نمبر 01675-500345
موبائل نمبر 094176 86950
ای میل dice@live.in

سعادتِ کتابت

مؤرخہ
۲۵ / جون ۲۰۱۲ء مطابق ۵ / رجب المرجب ۱۴۳۳ھ

الحمد للہ
مکمل قرآن پاک مع ترجمہ و تفسیر کی کتابت ، اس حقیر پُر تقصیر کے دستِ قلم سے پایۂ تکمیل کو پہنچی ۔

اللہ رب العزت کا انتہائی شکر گزار ہوں کہ اس نے اس توفیق و سعادت سے نوازا ۔ فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ وَالشُّکْرُ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ

نیز ۔ اس تفسیر روح القرآن کی کتابت میں ، قرآن مجید کی کتابت تین مرتبہ ہوتی رہی ہے ۔ اولاً متن کلام پاک جو جلی قلم سے ہے ۔ ثانیاً متن کے نیچے خفی قلم سے لفظاً لفظاً کتابت ۔ ثالثاً جلالین شریف کے ساتھ متنِ کلام شریف کی کتابت ۔

دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو قبول فرما کر سعادتِ دارین اور نجاتِ اخروی کا ذریعہ و وسیلہ بنائیں ۔ آمین یا رب العالمین ۔

احقر :- محمد سلیم عثمانی قاسمی ، دیوبندی
امام :- مسجد اہلی والی محلہ زرکوبان
مالیرکوٹلہ پنجاب